وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر القرآن

قرآنِ مجید کی تفسیر کو واضح کرنے والا آسان ترین عام فہم ترجمہ

مع

تشریحی فوائد

ترجمہ پڑھتے جاؤ اور مفہوم سمجھتے جاؤ

جلد اول

از اول تا سورۂ توبہ ختم

از

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات، انڈیا

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دار الاحسان بارڈولی، سورت، گجرات، انڈیا

ناشر نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب : تیسیر القرآن، قرآنِ مجید کا آسان ترین ترجمہ (جلد اول)

مترجم : مفتی محمود صاحب حافظی دامت برکاتہم

صفحات : 528

ناشر : نورانی مکاتب

کیفیت : چوتھا تصحیح واضافہ شدہ ایڈیشن ۲۰۲۳ء

www.nooranimakatib.com

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب 8140902756

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات 9913319190

مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت 9714814566 9898371086

دار المکاتب کاپودرا 9712005458 9824289750

مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد،
باڑدولی، سورت، گجرات 9157174772

مولانا بلال صاحب گوراگودھرا 9726293096

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کا ایک اہم ملفوظ

فرمایا کہ: میری رائے یہ ہے کہ قرآنِ شریف کا ترجمہ، بلا توسط کسی تفسیر کے، مثلِ دوسرے متونِ کتاب کے، محقق استاذ سے، سبقاً سبقاً پڑھنا چاہیے، ایسا نہ ہونے سے طلبہ کو قرآنِ مجید سے مناسبت نہیں ہوتی، یہ خود ایک مستقل مقصود ہے؛ اس لیے اہلِ مدارس کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ (از: اقوالِ سلف جلد: ۹، ص: ۴۰)

تقریظ

از: مولانا محمد خیر محمد حجازی مکی (مدرس: مسجدِ حرام)

Al-Madarris Bil Masjid Il Haram

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ (القمر)

قرآنِ پاک لوگوں کی ہدایت کے لیے اتارا گیا ہے، خود قرآن اپنی آمد کے مقصد کا اعلان "ھدی للناس" کے ذریعے کرتا ہے، اِس مقصدِ عظیم کی تکمیل کے لیے جہاں اور بہت سارے اسباب اور واسطے ہیں وہیں ایک مہتم بالشان واسطہ قرآنِ پاک کو سمجھ کر پڑھنا ہے، اسی کو مدِ نظر رکھ کر ہمارے علمائے سلف و اکابرینِ امت نے مختلف زبانوں میں قرآنِ پاک کا ترجمہ فرمایا، حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا فارسی ترجمہ، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا اردو ترجمہ، حضرت شیخ الہندؒ و حضرت تھانویؒ کا ترجمہ، یہ سب اسی کے شاہدِ عدل ہیں۔

یہ بھی قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ تراجمِ قرآنیہ کی یہ فہرست طویل سے طویل تر ہوتی جارہی ہے؛ مگر قرآن معجزنما کے سامنے خدمات کا دامن تنگ محسوس ہوتا ہے اور اسی ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر آج بھی علما قرآن کے ترجمے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

زیرِ نظر ترجمہ "تیسیر القرآن" عزیزم مفتی محمود بارڈولی زید مجدہ کی کاوش ہے، موصوف محترم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل (گجرات انڈیا) کی اس عظیم دینی و تاریخی درسگاہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں جہاں کبھی خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے درسی علوم و معارف کے زمزمے گونجا کرتے تھے۔

ماشاء اللہ! ترجمہ عمدہ، اطمینان بخش اور مفید ہے، ترجمے کے ساتھ جا بجا ضروری مفید حواشی بھی لگائے ہیں، جن آیتوں کے ایک سے زائد ترجمے ہوسکتے تھے انہیں بھی حاشیے میں درج کردیا ہے، ترجمہ کرتے وقت ہر ضمیر کا مرجع واضح کرنے کی حتی الامکان سعی کی گئی ہے۔

اب تک اس کے اردو کے تین اور گجراتی کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اب اردو میں چوتھا ایڈیشن تصحیح اور حواشی کے مزید اضافے کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہونے جا رہا ہے، اس اہم علمی خدمت پر موصوف کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور عوام و خواص سے گزارش کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے قرآن کے نور سے اپنے گھروں کو منور اور اپنے دلوں کو مجلی و مصفی فرمائے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس علمی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور مزید علمی خدمات کی توفیق و سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

(مولانا) محمد خیر محمد حجازی مکی

مدرس: مسجدِ حرام

پیش لفظ

الحمدللہ الرحمن الذي أنزل القرآن، والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین الذي علمنا القرآن، وعلی آلہ وصحبہ وعلی من تبعھم الناشرین القرآن لفظاً ومعنیً۔

أما بعد: اس ربّ کریم کا ہم شکرادا کر ہی نہیں سکتے ،انعامات کی ایسی موسلا دھار بارش! کہ کس منہ سے اور کونسی نعمت کے لیے شکر کیا جائے سمجھ سے بالاتر ہے؛ لیکن میرے رب کا بہت ہی بڑا فضل اور انعام یہ ہوا کہ ربّ کریم نے اِس بندۂ نااہل سے اپنے کلامِ پاک کے ترجمہ کا کام لیا۔

یوں تو اردو زبان میں قرآنِ کریم کے متعدد تراجم ہیں اور سبھی ماشاء اللہ! مفید ہیں؛ اس کے باوجود بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ ایک ترجمہ بالکل سہل اور سلیس اردو زبان میں ہونا چاہیے؛ چنانچہ اس ربّ کریم کی اعانت اور مدد مانگتے ہوئے اس کام کو حرمِ مکّہ سے شروع کر دیا۔

چوں کہ تدریس کے شروع زمانے؛ بلکہ سالِ اول سے بحمد اللہ! قرآن کے معانی ومطالب پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے اور جلالین کا سبق بھی، نیز عوام میں بھی درسِ قرآن کا سلسلہ چل رہا ہے ان ذمے داریوں نے کافی ہمت افزائی کی اور الحمدللہ! ان سالوں کے درمیان اردو، عربی تفاسیر اور اردو تراجم دیکھنے کا موقع ملتا رہا؛ خصوصاً ترجمۂ شیخ الہندؒ، کشف الرحمن (سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ) معارف القرآن، اور ابھی ماضی قریب میں آسان ترجمۂ قرآن (مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم) سے بھی استفادہ کیا اور لغات القرآن (مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا عبد الدائم الجلالی) اور مفردات القرآن للراغب اصفہانی کو بارہا دیکھنے کا موقع ملا۔

ہمت بڑھنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ طلبہ کے درمیان ترجمہ کافی مقبول رہا؛ چنانچہ طلبہ اس ترجمہ کو کاپیوں میں بھی نقل کرتے اور بعض طلبہ تو سالہائے گذشتہ کی کاپی لے کر سبق میں آتے اور گذشتہ اور موجودہ سبق کا مقابلہ کر کے جو چیز زائد سنی جاتی اسے نوٹ کر لیتے۔ شاید یہی سبب ہے کہ میں نے اس ترجمہ کے حاشیہ پر ایک ہی آیت کے دو، تین ترجمے کیے ہیں؛ تاکہ مجھ جیسے کمزور حضرات بھی اس کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

بتوفیقِ الٰہی کافی سالوں کے بعد اس ترجمہ کو شائع کرنے کی میں نے ہمت کر ہی لی اور الحمد للہ! اس میں مستقل لگ گیا، رفتہ رفتہ کام ہوتا رہا؛ یہاں تک کہ امسال یہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور طباعت کے لیے روانہ کیا جا رہا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کام کی نوعیت بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔

کام کی نوعیت

(۱) بین القوسین کی عبارت آیت کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے ہے، کسی جگہ قرآنی لفظ کا دوسرا ترجمہ ہے، نیز بہت سارے مقامات پر حاشیہ میں دوسرا ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔

(۲) مختلف تفاسیر میں سے راجح کو ترجیح دی گئی ہے۔

(۳) ایک لفظ کے متعدد معانی میں سے ایک کی تعیین میں سیاق وسباق کی رعایت کی گئی ہے۔

(۴) ایک لفظ کا الگ الگ آیت میں الگ الگ ترجمہ اس کے مختلف معانی ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے؛ تاکہ سب معانی قاری کے سامنے آجائے۔ نیز اس بات کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ ضمائر کے مراجع راجح قول کے اعتبار سے واضح کیے جائے؛ تاکہ مرادِ باری تعالیٰ کو سمجھنا سہل اور آسان ہو جائے۔ (۵) تعظیم کے خاطر اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ البتہ بعض جگہ توحیدِ خالص کی اہم ضرورت کے پیشِ نظر واحد کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۶) ترجمہ لفظی نہیں ہے؛ بلکہ تشریحی، تفہیمی اور توضیحی ہے؛ تاکہ آیت کا ترجمہ پڑھتے ہی مفہوم سمجھ میں آجائے، اسی وجہ سے بعض مقامات پر قوس کی عبارت طویل ہوگئی ہے۔

(۷) چوں کہ اکابر کے ترجمہ کے ساتھ موافقت کی بھر پور کوشش کی گئی ہے؛ اس لیے جہاں کہیں نیا ترجمہ نظر آئے وہ اکابر میں سے کسی کے ترجمہ کے ساتھ ضرور موافقت کرتا ہوگا۔

(۸) ہر سورت کے شروع میں سورت کی وجہِ تسمیہ، اس کی کوئی منقول فضیلت، یا آپ ﷺ سے کسی نماز کے موقع پر اس کو پڑھنا ثابت ہو تو اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

(۹) سورتوں کے فضائل اور مسنون قرأت کے لیے حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے: [۱] التذكار في أفضل الأذكار (امام ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر انصاری قرطبیؒ)۔ [۲] فضائلِ

حفاظ القرآن (قاری محمد طاہر رحیمی مدنی)۔[۳] رسالہ مسنون قرأة (محدث ومقری زین العابدین اعظمیؒ)۔[۴] آثار السنن۔

(۱۰) سورتوں کی ترتیبِ نزولی کے نمبر کے لیے ''دکتور سیف بن راشد الجابری'' کی کتاب ''مقاصد أسماء سور القرآن الکریم'' پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اِس ترجمہ میں ایک خاص قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ بندہ نے ''ملاوی'' کے اسفار کے موقع پر مستورات کے سامنے اور عوام کے درمیان قرآنِ کریم میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا تھا جو اب تک نو جلدوں میں آچکے ہیں؛ لہذا جہاں کہیں بھی قرآن میں کسی خاتون کا کوئی قصہ آیا تو میں نے اس قصہ کی تفصیل بیانات کی جلد نمبر بتلا کر اس کے حوالے کر دی ہے۔

اس چوتھے ایڈیشن کے وقت الحمد للہ! مستورات کے وہ بیانات ''قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات'' کے نام سے مستقل تین جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔

نیز بفضلہٖ تعالیٰ بہت سارے ایسے مقامات جن کا تذکرہ قرآنِ کریم میں آیا ہے بندے کو ان کے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا ہے اور کتابوں کی شکل میں وہ سفرنامے شائع بھی ہوئے ہیں؛ لہذا قرآن میں جس جگہ ان مقامات کا تذکرہ آیا ہے میں نے ان کی تفصیل کو اپنے سفرنامے- جو ''دیکھی ہوئی دنیا'' کے نام سے شائع ہوئے اور اب تک چھ جلدوں میں تیار ہو کر اس کا کافی حصہ شائع بھی ہو چکا ہے- کے حوالے کر دی ہے۔

اخیر میں اہلِ علم قارئین سے ایک اہم گزارش یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں موجود ترجمۂ قرآن کا یہ پہلا ایڈیشن ہے، ترجمے یا طباعت کی کوئی غلطی ہوگی تو دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ! اس لیے ایسی کوئی قابلِ اصلاح چیز نظر سے گذرے تو ضرور مطلع فرمائیں، نیز عوامی حلقوں میں عمومی بیانات کرنے کی وجہ سے بندے کی اردو بھی بہت بلند اور معیاری نہیں رہی ہے، اگر تعبیر کی کوئی فروگذاشت ہو تو بھی اطلاع فرمائیں بندہ تہہِ دل سے ممنون ومشکور ہوگا۔

اس موقع پر میں اپنے ان تمام عزیزوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے اس کاوش میں میری بھرپور مدد کی، جی تو یہ چاہتا تھا کہ ان تمام کا ناموں کے ساتھ ذکر کروں؛ لیکن ان کے اصرارِ

عدمِ ذکر کو مقدم رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا وآخرت میں ہر قسم کی نعمتیں، لذتیں اور راحتیں عطا فرمائے اور اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے، اِس کاوش کو ہدایت کا اور لوگوں کے فائدے کا اور اپنی رضا وخوشنودی کا سبب بنائے، آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

(مفتی) محمود حافظ جی، بارڈولی

مورخہ: ۳؍ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۶؍اگست ۲۰۱۷ء

تشکر وامتنان بہ موقع طبعِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے "تیسیر القرآن" کو مقبولیت عطا فرمائی اور الحمدللہ! ذی الحجہ میں شائع ہو کر محض تین چار مہینے میں اس کا پہلا ایڈیشن مکمل ہوگیا، بہت سے احباب کا اصرار تھا کہ دوسرا ایڈیشن جلدی شائع کیا جائے؛ لیکن بندے نے مناسب سمجھا کہ اس سلسلے میں اہلِ علم کی رائیں آجائے؛ چنانچہ بہت سے اہلِ علم نے اپنا قیمتی وقت فارغ فرما کر اس کا مطالعہ فرمایا اور اپنے مفید مشوروں اور بہت سی کمپوزنگ کی اصلاحات اور دیگر اہم امور کی طرف ہمیں متوجہ کیا، ان سب حضرات کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے اس تعاون کا دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

اس درمیان حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالنپوری دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) اور دیگر علمائے کرام کی طرف سے ہمت افزا کلمات نے حوصلے کو مزید بلند کیا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ: مفتی محمود سے تعلقات تو بہت سالوں سے ہیں؛ لیکن جب سے انھوں نے ترجمۂ قرآن اور قرآن کے حواشی کا کام کیا ہے تب سے مجھے ان سے قلبی محبت ہوگئی ہے۔

پہلے اور دوسرے ایڈیشن کی اشاعت میں جن حضرات کا مالی تعاون شامل رہا، اللہ تعالیٰ ان کے تعاون کو بے انتہا قبول فرماوے، آمین۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم

ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق اگست ۲۰۱۸ء

پیش لفظ بہ موقع طبعِ چہارم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ قَالَ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، وَقَالَ: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ الَّذِيْ قَالَ: يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، اَمَّا بَعْدُ!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم ہوا کہ اس نے اپنی کتاب قرآنِ مجید کا اردو زبان میں نہایت آسان اور عام فہم ترجمہ کی سعادت عطا فرمائی، ماشاءاللہ! اہلِ علم اس سے خوب استفادہ کر رہے ہیں اور محقق اہلِ علم کی طرف سے اس کے لیے تحسینی کلمات بھی آئے۔

قرآنِ مجید علوم ومعانی کا خزانہ ہے، حکمت اور گہرائی نئی نئی اس میں سامنے آتی رہتی ہے، بس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی ایسی کتاب ہے کہ اس میں عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے، کم بھی نہیں ہوتے۔

جلالین شریف اور ترجمۂ قرآن کے درس کے دوران جو باتیں سامنے آئیں، نیز مختلف تفاسیر اور کتبِ حدیث کے مطالعہ کے درمیان جو چیزیں سامنے آئیں اور ایسا دل میں آیا کہ امت کے علما اور عام مسلمانوں کے سامنے اس کو پیش کرنا چاہیے تو اس کو نوٹ کیا، اب اس چوتھے ایڈیشن میں اس کو مرتب کر کے پیش کیا جا رہا ہے، ان شاءاللہ! اس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ مجید کے عجائبات بھی سامنے آئیں گے، عجیب عجیب نکات اور حکمت کی باتیں بھی سامنے آئیں گی اور قرآنِ مجید کو سمجھنے میں مزید مدد ملے گی۔

اِس مرتبہ جو حواشی کا اضافہ ہو رہا ہے وہ مستقل ایک چھوٹی سی تفسیر کا درجہ رکھتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے بھی بے انتہا قبول فرمائے، قرآنِ مجید کی صحیح فہم اور علومِ نافعہ کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنائے، جن جن اللہ کے بندوں نے اس کام کے اندر کسی طرح سے تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اِس کے مبارک فیض کو قیامت تک عالم میں عام وتام اور جاری وساری فرمائے، آمین۔

جس کعبۃ اللہ کی دیواروں کو اٹھانے کے بعد اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا

کی تھی جس کا منظر خود باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کھینچا ہے، ہم بھی اسی کی نقل کرتے ہیں:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾

آج جب کہ کعبہ مشرفہ پورا مکمل تعمیر شدہ ہے، کالا غلاف ہے، سنہرے حروف میں آیات لکھی ہوئی ہیں، تب ہم اس مالک الملک سے عاجزانہ کہتے ہیں:

اللہ تیسیر القرآن کی اس خدمت کو قبول فرمالیجیے، یقیناً آپ ہی (ہر ایک کی دعا) پوری طرح سنتے (اور ہر ایک کی دلی نیت کو) اچھی طرح جانتے ہیں۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾

اللہ! محشر میں قرآن کے خدامین کی جماعت میں ہمیں شامل فرمائیے۔

اهل القرآن هم اهل الله وخاصته میں شامل فرمائیے۔

خیر کم من تعلم القرآن کا مصداق بنادیجیے۔

اور اللہ تعالیٰ اس کے فیض کو تا قیامت پورے عالم میں عام وتام جاری وساری فرمائے، آمین۔

محمود بن سلیمان حافظی

مؤرخہ: ۱۷ر رمضان ۱۴۴۳ھ

۱۸ر اپریل ۲۰۲۲ء

بروز پیر

حرمِ مقدس، مقامِ ابراہیم کے نزدیک، کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے

مقدمہ

علومِ قرآن کے متعلق چند اہم باتیں

افادات: سیدی ومرشدی واستاذی حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

نوٹ: قرآنِ مجید کی متعدد تفاسیر میں اور الگ سے بہت سارے مضامین علومِ تفسیر کے عنوان سے موجود ہیں، یہاں حضرتؒ کی چند باتیں بطورِ تبرک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

خطِّ عروض اور خطِّ قرآن توقیفی ہیں

بندہ نے دریافت کیا کہ عربی رسم الخط میں فعل کے صیغۂ جمع مذکر کے آگے الف لکھا جاتا ہے، قرآنِ حکیم کی آیت ''وما کنت تتلوا من قبلہ الخ'' میں تتلوا کے صیغۂ جمع نہ ہونے کے باوجود اس کے آگے الف ہے ایسا کیوں ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ: کوئی بات نہیں ''الخطان لا یقاسان: خط العروض وخط القرآن'' یعنی خطِ عروض اور خطِ قرآن کو قیاس نہیں کیا جا سکتا؛ اس لیے کہ یہ توقیفی ہے، قیاسی نہیں۔ (ملفوظات: ۱/۳۸)۔

نتیجہ: قرآنِ مجید کو جہاں بھی لکھیں تو قواعدِ رسم کی پابندی کر کے لکھیں۔

تفسیر وتاویل

ارشاد فرمایا: تفسیر کے معنیٰ ''مرادِ خداوندی کو واضح کرنا'' ہے اور اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

اول یہ کہ لفظ کے حقیقی معنیٰ مراد لیے جائیں یا مجازِ متعارف سے خروج نہ ہو۔

دوم یہ کہ اس معنیٰ کو شاہدانِ وحی (حضرات صحابۂ کرامؓ) کے قول سے مؤید کرنا۔

سوم یہ کہ نصوصِ شرعیہ ظاہرہ کا اس معنیٰ کے خلاف نہ ہونا۔

اگر یہ تینوں چیزیں ہوں تو تفسیر تفسیر ہے؛ ورنہ کوئی ایک فوت ہو جائے تو تاویلِ قریب ہے، دو فوت ہو جائیں تو تاویلِ بعید، اور تینوں فوت ہو جائیں تو تحریف ہے۔ تفسیرِ عزیزی میں ایسا ہی لکھا ہے۔

جو بات اللہ کی نہیں اس کو اللہ کی بات بتلانا

جو شخص کوئی حکم کرے اور کہے کہ اللہ کا حکم ہے اور حقیقتاً وہ اللہ کا حکم نہ ہو؛ بلکہ اس نے غلط حکم کو اللہ کا حکم بتایا ہو تو اس نے کفر کیا۔

قرآن میں رحمت کا تذکرہ زیادہ ہے یا قہر کا؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اپنے قہر کا ذکر زیادہ فرمایا ہے یا رحمت کا؟ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے غضب کا ذکر زیادہ فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: ایسا نہیں ہے؛ بلکہ رحمت کے وعدے اور بشارتیں زیادہ ہیں، عذاب و غضب کے لیے تو نافرمانی کی قید ہے اور ثواب و رحمت کے لیے اعمالِ صالحہ کی قید نہیں، مثلاً معصوم بچے کچھ کیے بغیر ہی بخشے جائیں گے۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۴/۲/۹۰ھ۔

عدمِ ذکر ذکرِ عدم کو مستلزم نہیں

سوال: مؤمن ہونے کے لیے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول دونوں ضروری ہیں، اللہ و رسول میں سے اگر کسی ایک پر بھی ایمان نہ لائے تو مؤمن نہیں ہوسکتا؛ لیکن آیت: ''ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا الخ'' میں ایمان بالرسول کا کہیں ذکر نہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ضروری نہیں، اگر ضروری ہے تو عدمِ ذکر کی وجہ تحریر فرمائی جائے؟

الجواب: ایمان بالرسول کے ساتھ ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب بھی ضروری ہے، نیز ایمان بالقدر بھی ضروری ہے؛ لیکن ہر آیت میں تمام چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا، موقع اور محل کے لحاظ سے کہیں تمام چیزوں کا ذکر کر دیا گیا، کہیں بعض کا، اسی طرح یہاں بھی بعض کے بیان پر اکتفا کیا گیا، جس کی حکمت بیان کی جاسکتی ہے، مثلاً: یہ کہ جتنے فرقے اس آیت میں بیان کیے گئے ہیں وہ سب ایمان بالرسول رکھتے تھے، یہود و نصاریٰ کا حال تو ظاہر ہے، صابئین کے متعلق بھی ایک قول یہی ہے۔

جس طرح عدمِ ذکر سے ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالقدر کی ضرورت کی نفی کرنا صحیح نہیں اسی طرح ایمان بالرسول کی ضرورت کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔

ایک کلیہ یاد رکھیے کہ عدمِ ذکر، ذکرِ عدم کو مستلزم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیرِ قرآن ذاتی مطالعہ سے

سوال: کیا تعلیم یافتہ مسلمان مرد جس کو اردو، انگریزی، ہندی اور تھوڑا بہت عربی سے تعلق ہو وہ آدمی تفسیرِ قرآن کو بیان کرسکتا ہے یا نہیں؟ جیسے بیان القرآن یا ابن کثیر، مظہری وغیرہ؛ یعنی دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو یا مسجد میں چند آدمیوں کو پڑھ کر سنا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح درسِ قرآن وغیرہ کے لیے کیا عالم ہونا شرط ہے، یا تعلیم یافتہ مرد بھی کرسکتا ہے؟

الجواب: قرآنِ پاک کا ترجمہ یا تفسیر وہ شخص بیان کرے جس نے ترجمہ یا تفسیر استاذ سے حاصل کیا ہو، محض اپنے ذاتی مطالعہ سے قرآنِ کریم کی تفسیر کو حاصل کرنا اور پھر بیان کرنا مناسب نہیں: (۱) قرآنِ کریم کو دیگر کتب کی طرح نہ سمجھیں، اس کی شان بہت بلند ہے، اس کے لیے بہت سے علوم کی ضرورت ہے (۲) جو حضرات ذاتی مطالعہ سے اس کو سمجھتے اور سمجھاتے ہیں وہ بہت سی غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو مبتلا کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک آیت پر اشکال وجواب

”ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا“ بعض مفسرین نے تو اس آیت کا مطلب یہ بتایا کہ آیت میں اختلاف سے مراد اختلاف فی البلاغۃ ہے مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآنِ پاک فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے، ایسا اختلاف نہیں کہ بعض اعلیٰ معیار پر ہو اور بعض اعلیٰ معیار پر نہ ہو، بخلاف غیر اللہ کے کہ اس کا کلام فصاحت وبلاغت کے ایک معیار پر نہیں ہوتا۔ اگر قرآن پاک غیر اللہ کا کلام ہوتا اور اس کی نسبت وہ غیر اللہ، حق تعالیٰ شانہ کی طرف کرتا اور اس کو کلامِ الٰہی بتلاتا تو اس میں کثیر تناقض ہوتا؛ اس لیے کہ غیر کلامِ الٰہی کو کلامِ الٰہی بتلانے والے کلام کے لیے تناقض لازم ہے؛ تاکہ اس کے کلام میں تناقض دیکھ کر لوگ کلامِ الٰہی اور غیرِ کلامِ الٰہی میں تمیز پیدا کرسکیں۔ (ملفوظات:۲،ص:۳۶)

قرآن میں تدبّر

جو شخص جس قدر زیادہ تدبّر کے ساتھ عظمتِ قرآنِ کریم کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کرے گا اسی قدر زیادہ ثواب پائے گا۔ تدبّر کے لیے صرفی صیغوں اور نحوی ترکیبوں کا ذہن میں آنا ضروری

نہیں؛ بلکہ کلام اور متکلم کی جلالتِ شان اور آیاتِ رحمت وآیاتِ عذاب پر رجا وخوف اور اوامر ونواہی پر عزمِ عمل واجتناب وغیرہ اثرات کا پیدا ہونا تدبر کا ثمرہ ہے۔

ایک بڑا زبردست عالم بھی اگر بے دھیانی سے تلاوت کرتا ہے تو وہ ان ثمرات سے خالی رہتا ہے، صَرف ونحو سے ناواقف آدمی اگر دھیان سے تلاوت کرتا ہے تو اس کے قلب میں بھی رقت پیدا ہوتی ہے اور ایمان قوی ہوتا ہے۔ عالم اگر دھیان سے کام لے تو اس کے لیے زیادہ موقع ہے، اس کا درجہ ہی بلند ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ علم۔

قرآنِ کریم کی آیتوں کی مقدار میں اختلاف کی ایک وجہ

حضورِ اکرم ﷺ رأس الآیۃ کو بتلانے کے لیے رؤوسِ آیات پر وقف فرماتے تھے، محلِ آیات کو بتلانے کے بعد وصل کرتے تھے تو سامع کو خیال ہوتا کہ جہاں وقف کیا تھا وہ فاصلہ (یعنی رأس الآیۃ) نہیں ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، ص: ۱۴۶)

لہٰذا وقف ووصل کی تعیین کے سلسلے میں سامعین میں سے جس کسی نے اپنے ذوق وفہم سے جو سمجھا تھا اسی کو بیان کیا اسی کے نتیجے میں قرآنی آیتوں کی تعداد شماری میں اختلاف ہو گیا۔

وکیل کا لفظ

''وکیل'' کس کو کہتے ہیں! اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنا دے، ظاہری اسباب مؤثرِ حقیقی نہیں ہیں۔

فرشتوں ہی کو سجدہ کا حکم کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کا حکم دیا تو اس حکم میں ابلیس بھی شامل تھا؛ البتہ آیت میں سجدہ کے حکم کے لیے جو ملائکہ کی تخصیص ہے وہ ان کی شرافت کی وجہ سے ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی کی تعظیم کے لیے حکم کیا جاتا ہے تو بڑوں کو خطاب کیا جاتا ہے، چھوٹے تبعاً اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور چھوٹے اپنے آپ کو خود بہ خود مامور سمجھتے ہیں چاہے چھوٹوں کو خصوصیت سے خطاب نہ کیا جائے۔

قرآن میں یہود ونصاریٰ کی باتیں

یہود ونصاریٰ کی کتابوں میں جو چیزیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، ان کو تفسیرِ قرآن کے لیے بطورِ تائید پیش کرنا درست نہیں؛ بلکہ گمراہی ہے اور جو چیزیں خلاف نہیں ہیں ان کو پیش کرنے میں مضائقہ نہیں۔

قرآن کا ترجمہ بہت مشکل ہے

بزرگو اور بھائیو! قرآنِ کریم کا ترجمہ بہت مشکل ہے، قرآن کا صحیح ترجمہ وہی شخص کرسکتا ہے جو پورے طور پر عربی اور اردو زبانوں سے واقف ہو اور دونوں کے محاورات کو جانتا ہو، اس کے علاوہ دیگر علوم بھی ضروری ہیں جنھیں مفسرین ذکر کرتے ہیں، ان صلاحیتوں کے بغیر صحیح ترجمہ نہیں ہوسکتا، پچھلے علما نے ترجمۂ قرآنِ پاک لیے نہایت تگ ودو کی ہے۔

اسماعیل جو ایک بڑے لغوی (لغت جاننے والے) ہیں کہتے ہیں کہ: مجھے قرآنِ کریم کے تین الفاظ ”رقیم، متاع، اور تبارک“ کے معنی نہیں ملے تو میں ان کے ترجمہ کی تلاش میں قبائلوں کی طرف نکل گیا، ایک جگہ پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ایک مکان ہے جس میں چھوٹا بچہ ہے، اس کی ماں کہیں پڑوس میں گئی ہوئی ہے، اتنے میں ایک کتا آیا جو بالکل سیاہ تھا، صرف آنکھ کے حصے اور پیروں کے نچلے حصے زرد تھے، اس کتے نے گھر کی صافی (پرانا کپڑا جسے دیگچی وغیرہ چولہے پر سے اتارنے میں عموماً استعمال کیا جاتا ہے) منہ میں دبائی اور لیکر چلا گیا اور مکان کے سامنے ایک چٹان پر بالکل چت چاروں پاؤں چار طرف نکال کر اس طرح بیٹھ گیا کہ اگر بھاگنے کی ضرورت ہو تو بغیر کسی ادنی مشقت کے بھاگ سکے، چھوٹا بچہ ان حرکتوں کو دیکھ رہا تھا، جب اس کی ماں واپس آئی تو اس نے کہا:

جاء الرقیم (کالا کتا آیا) واخذ المتاع (اور صافی لے گیا) وتبارک الجبل (اور پہاڑ پر چت بیٹھ گیا)۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ: بچے کے اِس جواب سے مجھے تینوں الفاظ کا ترجمہ معلوم ہوگیا کہ:

(۱) رقیم: ایسے کتے کو کہتے ہیں جو پورا سیاہ ہو اور جس کی آنکھوں اور پیروں کا نچلا حصہ زرد ہو۔

(۲) متاع: ایسے بے وقعت سامان کو کہا جاتا ہے جس کی زیادہ اہمیت نہ ہو۔

(۳) اور تبارک کے اصل معنی چت اور مستعد ہو کر بیٹھنے کے ہیں۔ یہ سن کر میں واپس آ گیا۔

قرآنِ پاک کے بعض الفاظ پر غرابت کا اشکال

فرمایا کہ: ایک عالم سے کسی معترض نے کہا کہ: قرآنِ پاک میں تین لفظ ایسے ہیں جو کلامِ عرب میں مستعمل نہیں؛ یعنی غریب ہیں۔ جن کی وجہ سے قرآنِ پاک کے فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہونے میں کلام ہے۔ اول: ھزو۔ حق تعالیٰ کے قول ''اتخذنا ھزوا'' میں۔ دوم: کبار۔ حق تعالیٰ کے قول ''ومکروا مکرا کبارا'' میں۔ سوم: عجاب، اللہ کے ارشاد ''وقال الکافرون ھذا شیئ عجاب'' میں۔ انھوں نے فرمایا کہ: یہ الفاظ عرب میں متروک الاستعمال نہیں، قصور آپ کے تتبع (تلاش کرنے) کا ہے۔ اس کے بعد ایک دیہاتی عربی بوڑھے کو بلایا جو شہر سے دور رہتا تھا، اس سے کہا: اجلس۔ وہ بیٹھ گیا، پھر کہا: قم۔ وہ کھڑا ہو گیا، پھر کہا: اجلس۔ وہ بیٹھ گیا، پھر کہا: قم۔ وہ کھڑا ہو گیا، اسی طرح تیسری مرتبہ ہوا، چوتھی مرتبہ وہ بوڑھا بولا: ''اتتخذ نی ھزوا، انی شیخ کبار، ان ھذا الشیئ عجاب'' یعنی کیا آپ میرا مذاق بناتے ہیں؟ میں بہت بوڑھا آدمی ہوں، آپ کا میرے ساتھ یہ سلوک عجیب بات ہے۔ اس کے بعد ان عالم صاحب نے اس معترض سے کہا کہ: دیکھیے! یہ بوڑھا دیہات میں رہتا ہے، شہری زبان سے اس کو کوئی واسطہ نہیں، یہ رسالہ، اخبار وغیرہ کچھ نہیں دیکھتا کہ ان میں دیکھ کر یہ الفاظ بول دیے ہوں، اس سے ظاہر ہوا کہ قصور آپ کی تلاش کا ہے جس کی وجہ سے ان الفاظ کو غریب کہتے ہو۔ ہم الزام ان کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا۔ (از: ملفوظات فقیہ الامت: ۴، ص: ۳۲)

الغرض محاورات سے واقفیت ترجمہ کے لیے بہت اہم ہے، علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں ان الفاظ کی ایک مستقل فہرست دی ہے جن کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ان کا ترجمہ انھوں نے کہاں سے لیا تو انھوں نے جواب دیا کہ: میں نے عربی کے محاوروں سے یہ ترجمہ لیا ہے۔

حاصل یہ کہ ترجمہ ایک فن ہے، جب کہ تفسیر اس کے مقابلے میں آسان ہے کہ مباحث کتاب میں دیکھ کر بیان کر دیے جائیں، یہاں ماشاء اللہ! ترجمہ ہو جاتا ہے، اس کی تفسیر بھی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اللہ سے مدد طلب کیجیے، مدد ہو گی اور ہوتی رہی ہے۔

(افادات: فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ)

سُورَةُ الفَاتِحَةِ

(مكية)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک قول کے مطابق سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول کے موقع پر ''بسم اللہ'' کا نزول ہو چکا تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب استاذ بچے سے کہتا ہے پڑھو ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پھر بچہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بچے کے لیے اور معلم اور اس کے والدین کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دیتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ

اس سورت میں سات آیتیں ہیں، مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی مکمل پہلی سورت ہے اور کہا جاتا ہے کہ: دوسری مرتبہ مدینۂ منورہ میں بھی اس کا نزول ہوا، یہ اس کی شرافت اور عظمت کی دلیل ہے۔ سورۂ مدثر کے بعد اور سورۂ لہب سے پہلے پانچ (۵) نمبر پر نازل ہوئی۔

اس کو سورۂ فاتحہ کہتے ہیں، موجودہ مصاحف کی ترتیب میں قرآنِ مجید اسی سورۃ سے شروع ہوتا ہے اور اس کو ''سورۃ الحمد'' بھی کہتے ہیں، اس کے شروع میں لفظ ''الحمد'' ہے۔

خود باری تعالیٰ نے اس کو ''سبعِ مثانی'' اور ''قرآنِ عظیم'' فرمایا: وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِى وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ ترجمہ: اور (اے نبی!) پکی بات یہ ہے کہ ہم نے تم کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور (ان سات آیات کو) عظمت والا قرآن (بھی کہا جاسکتا ہو) دے رکھا ہے۔

سبع مثانی کہنے کی وجوہات:

(۱) یہ سورت نماز کی ہر رکعت میں دوہرائی جاتی ہے اور وظیفے کے طور پر بار بار اس کو پڑھا جاتا ہے۔ (۲) اس میں سات آداب ہیں۔ (۳) حروفِ تہجی میں سے سات حروف: ث، ج، ت، ز، ش، ظ، ف، سے یہ خالی ہے۔ (۴) ہر نماز میں دوہرائی جاتی ہے۔ (۵) دوسری سورت یا آیت کے ساتھ نماز میں دوہرائی جاتی ہے۔ (۶) مکرر نزول: ایک مرتبہ مکہ میں اور ایک مرتبہ مدینے میں۔ (۷) اِس امّت کے لیے خاص ہے، اس سے پہلے کسی امت کے لیے نازل نہیں ہوئی۔ (مرقاۃ)

اس چھوٹی سی سورت کو "قرآنِ عظیم" یعنی بڑا قرآن درجہ کے اعتبار سے فرمایا گیا۔ قرآن کے تمام مقاصد کے بیان کی جامع یہ سورت ہے۔ اسی طرح اس سورت کو "ام القرآن" بھی کہا گیا ہے؛ یعنی قرآن کے تمام علوم کا اجمالی نقشہ اس سورت میں موجود ہے۔

سورۃ الحمد بھی نام ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کے ذریعے ثنا اور بزرگی بیان کی گئی ہے اور حمد بھی کی گئی ہے۔

سورۃ الشافیہ، سورۃ الشفاء، اساس القرآن، سورۃ الصلوۃ یہ سب نام بھی ہیں۔

مکمل نازل ہونے والی پہلی سورت "سورۂ فاتحہ" بتلائی جاتی ہے۔

حدیث شریف کا خلاصہ: آسمان کا ایک خاص دروازہ کھولا گیا جو پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس سے ایک ایسا فرشتہ اترا جو کبھی زمین پر نہیں اترا تھا، اس فرشتے نے نبیٔ کریم ﷺ کو سلام پیش کیا اور عرض کیا کہ: آپ ایسے دو نوروں کی خوش خبری سن لیجیے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے: ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں، اور ان میں جتنی دعائیں ہیں وہ سب قبول ہوں گی۔

اور نور کا مطلب ہے یہ دونوں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے آگے آگے چلیں گی۔

حدیث شریف سے سورۂ فاتحہ کا ایک عمل: ایک شخص کو بچھو نے کاٹ لیا تھا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، اس کی ترتیب یہ ہوئی: ہر مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر منہ میں تھوک جمع کر کے بچھو کی کاٹی ہوئی جگہ پر تھوک لے جاتے (یعنی لگا دیتے) اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرما دی، اس پر تیس بکریاں بھی مل گئیں، خود نبیٔ کریم ﷺ نے اس کی تصویب فرمائی۔

جس گھر میں کسی شخص نے سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی کو پڑھ لیا اس گھر کے تمام افراد کو پورا دن کسی انسان یا جن کی بری نظر نہیں لگ سکتی۔

انسان کے لیے سب سے بڑی دعا ہدایت پانے کی اور اس پر قائم رہنے کی ہے جس کی اس سورت میں تعلیم دی گئی۔ نیز کسی سے کوئی چیز مانگنے کا سلیقہ بھی سکھایا گیا کہ سیدھا جا کر سوال مت کرو؛ بلکہ پہلے اس کے اوصاف وغیرہ کا تذکرہ کرو پھر سوال کرو۔ نیز یہ بھی بتلایا گیا کہ اپنے بڑوں کا تذکرہ ان کے اوصاف کے ساتھ کرنا چاہیے، جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

آیاتہا ۷ | سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃِ الۡمَکِّیَّۃُ | رُکُوۡعُھَا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ
اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ﴿۶﴾
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں① جو تمام عالموں کے پالنے والے ہیں②﴿۱﴾ جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں③﴿۲﴾ (جو اللہ تعالیٰ) بدلے کے دن (یعنی قیامت) کے مالک ہیں﴿۳﴾ (اے اللہ!) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں④﴿۴﴾ آپ ہم کو سیدھے راستے پر چلایئے⑤﴿۵﴾ ایسے لوگوں کے (سیدھے) راستے پر جن پر آپ نے (اپنا) انعام⑥ (یعنی فضل) فرمایا ہے﴿۶﴾ (یہ وہ لوگ ہیں) جن پر نہ آپ کا غصہ اترا ہے اور نہ بھٹکے ہوئے ہیں⑦﴿۷﴾

اٰمین⑧ (اے اللہ! اس دعا کو قبول فرمالیجیے)

---

① حمد: یعنی تعظیم کے ارادے سے کسی کی خوبی اور تعریف بیان کرنا۔ حمد میں محبت کے ساتھ ذاتی خوبی بیان کی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

حمد میں عظمت کا مفہوم بھی ہے؛ یعنی عظمت اور محبت کے ساتھ کسی کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

حمد کی حقیقت: (۱) نعمت دینے والے کو پہچانو۔ (۲) جو نعمت دی ہے اس پر راضی رہو۔ (۳) جب تک اس کی دی ہوئی قوت باقی رہے اس وقت تک نافرمانی کے قریب بھی مت جاؤ۔

② رب: تربیت کرنے والا، کسی چیز کو اس کی تمام مصلحتوں کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بہ درجہ آگے بڑھایا جائے؛ یہاں تک کہ وہ کامل ہو جائے۔

کسی چیز کو اس کی استعداد کے موافق آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا۔

''رب العالمین'' والا جز دلیل ہے؛ یعنی جب اللہ ہی تربیت کرتے ہیں تو حمد کا حق بھی اللہ ہی کا ہے۔

عالمین: اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو عالم کہا جاتا ہے۔ عالم جو کسی چیز پر علامت ہو، اور پورا عالم اپنے خالق پر علامت ہے کہ اس کے پیچھے کوئی بنانے والا ہے۔

③ الرحمن الرحیم: تربیت اللہ پر ضروری نہیں ہے، محض رحمت اور فضل سے تربیت فرمار ہے ہیں؛ اس لیے رحمن اور رحیم دو صیغے لائے گئے۔

④ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ: پہلے عبادت، بعد میں مدد، یہ ادب بتلایا گیا کہ: پہلے عبادت کرو، پھر مدد مانگو۔

عبادت کو مقدم کیا گیا؛ چوں کہ وہ اللہ کی مدد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ عبادت کے لفظ میں اعتقادی و عملی دونوں طرح کی عبادت شامل ہے اور نستعین میں دینی، دنیوی اور اخروی ہر طرح کی ضرورت شامل ہے۔

⑤ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ: جتنی ہدایت اِس وقت حاصل ہے وہ میری زندگی میں باقی رہے؛ یعنی ہدایت پر دوام عطا فرمائیے، اور جو حاصل نہیں ہے اے اللہ! وہ عطا فرمائیے، یعنی ہدایت میں ترقی دیجیے۔

(۱) ہدایت: بہت ہی پیار اور لطف کے ساتھ مقصد کی طرف رہنمائی کرنا۔ اهْدِنَا: ایک معنیٰ ''أَدِمْنَا؛ یعنی ہمیشہ اس پر باقی رکھیے، یا ''أَرْشِدْنَا'': ہماری صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کیجیے۔

(۲) منزلِ مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا ہدایت کہلاتا ہے۔

(۳) زندگی کے ہر شعبے میں ایسا صحیح طریقہ جس میں غلط کاری اور بدانجامی نہ ہو وہ ہدایت کہلاتا ہے۔

(۴) ہدایت ایک نور ہے جس کے ذریعہ صحیح اور غلط کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔

⑥ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ: انعام کہا جاتا ہے جس میں عقل ہو اس پر احسان کرنا۔ انعام میں دینے والے کی کوئی غرض نہیں ہوتی، صرف احسان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

''أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' میں ضمیر کا مرجع ان چاروں جماعتوں کی طرف ہے جن کا تذکرہ اس آیت: وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّـٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُو۟لَـٰٓئِكَ رَفِيقًا میں ہے؛ یعنی (۱) انبیائے کرام علیہم السلام (۲) صدیقین (۳) شہدا (۴) صالحین۔

⑦ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مغضوب علیہم'' سے یہود اور ''ضالین'' سے نصاریٰ مراد ہے۔ اس لیے کہ یہود اللہ تعالیٰ کے احکام کو جانتے تھے پھر بھی نفسانی اغراض کی وجہ سے اللہ کے احکام کی انھوں نے خلاف ورزی کی اور نصاریٰ ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے غلط راستے میں پڑے۔

غضب: انتقام کے ارادے سے دل کے خون کا جوش مارنا، اور جب اللہ کی صفت بنتا ہے تو مراد ہے انتقام یا انتقام کا ارادہ۔ انسان کی بے جا غضب سے حفاظت ہو جائے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

⑧ یہ سورۂ فاتحہ یا قرآن کا حصہ نہیں ہے؛ البتہ سورۂ فاتحہ پڑھنے والا ''آمین'' پڑھ لیوے۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

(مدنية)

سورۂ بقرہ

یہ سورت مدنی ہے،اس میں دوسو چھیاسی (۲۸۶) آیتیں ہیں،مدینہ میں نازل ہونے والی اول سورت ہے۔سورۂ مطففین کے بعداور سورۂ انفال سے پہلے ستاسی (۸۷) نمبر پر نازل ہوئی۔

''بقرہ'' عربی زبان میں گائے بیل کو کہتے ہیں،اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے گائے کا ایک عجیب وغریب واقعہ بیان فرمایا ہے۔

فوائد:(۱) جس گھر میں یہ سورت پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان ہوا خارج کرتے ہوئے بھاگ جاتا ہے،اگر دن میں پڑھی جائے تو تین دن تک شیطان گھر میں نہیں آتا اور رات میں پڑھی جائے تو تین رات تک نہیں آتا۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: قرآنِ کریم کو پڑھا کرو؛ کیوں کہ وہ قیامت کے دن اس کے پڑھنے والے کی سفارش کرے گا،تم دو روشن سورتیں ''سورۂ بقرہ'' اور ''آلِ عمران'' پڑھا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن (قرآن پر عمل کرنے والے کے آگے) دو گھرے سیاہ بادلوں یا دو سائبانوں یا لائن میں اڑنے والے پرندوں کی دو ٹولیوں کی شکل میں آئیں گی،یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی زبردست سفارش کریں گی،سورۂ بقرہ پڑھا کرو؛ کیوں کہ یہ برکت کا ذریعہ ہے اور اس کو چھوڑنا حسرت کا ذریعہ ہے،جادوگر اور سست لوگ اس کے پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی دس آیتیں پڑھ لے تو اس رات میں جن اور شیاطین گھر میں نہیں آئیں گے، پڑھنے والے اور اس کے گھر والوں کو کوئی آفت، بیماری، رنج وغم اور ناگوار چیز پیش نہیں آئے گی،اور اگر یہی آیات کسی مجنون پر پڑھ دی جائیں تو ٹھیک ہو جائے گا۔دس آیتوں سے مراد: شروع کی چار آیتیں، پھر آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں ''هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ'' تک اور اخیری تین آیتیں؛ یعنی ''لِّلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ'' سے ختمِ سورت تک۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد مغیرہ بن سبیع فرماتے ہیں: جس نے ان آیتوں کو

رات کو سوتے وقت پڑھنے کا معمول بنا دیا وہ قرآن کبھی نہیں بھولے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ ''سنام القرآن'' اور ''ذروۃ القرآن'' ہے، سنام اور ذروہ ہر چیز کے اعلیٰ وافضل حصہ کو کہا جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ کے عجائبات

سورۂ بقرہ کی ایک عجیب خوبی: یہ قرآنِ مجید کی سب سے بڑی سورت ہے، فضیلت کے اعتبار سے سب سے بڑی آیت یعنی آیۃ الکرسی اور مقدار کے اعتبار سے سب سے بڑی آیت یعنی آیتِ مداینہ اسی سورت میں ہے۔ اور نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت '' وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِۖ '' بھی اسی سورت میں ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت: (۱) ایک روایت میں ہے: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا تو اس کو جنت میں داخل ہونے کے لیے سوائے موت کے دوسری کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ یعنی موت کے فوراً بعد وہ جنت کے آثار اور راحت وآرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

نیز ایک فرض نماز کے بعد تلاوت کرے تو دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

(۲) سوتے وقت بستر پر آیۃ الکرسی پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا (فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے اور صبح تک گھر، جان، مال، اولاد سب کی چور اور شیطان اور ڈکیتوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے تو گھر کے چاروں کونوں میں آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤدؒ نے اپنی سند کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی عاقل، بالغ آدمی دینِ اسلام میں داخل ہوا ہو اور وہ آیۃ الکرسی پڑھے بغیر رات کو سو جایا کرتا ہو۔

تین رات مسلسل کسی گھر میں آیۃ الکرسی پڑھی جاوے تو شیطان اس کے قریب بھی نہیں آسکتا۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کی انوکھی فضیلت: (۱) پانچ وقت کی نماز (۲) سورۂ بقرہ کی

آخری آیتیں (۳) اور غیر مشرک کے کبیرہ گناہوں کی بخشش یہ تینوں چیزیں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو معراج کی رات میں ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہی کے قریب باری تعالیٰ کی ملاقات کے وقت بطورِ تحفہ کے عطا کی گئی۔

اس سورت کو ایسی دو آیتوں پر ختم کیا گیا جو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو عرش کے نیچے والے خصوصی خزانے میں سے عطا کی گئی۔

جس نے عشا کی نماز کے بعد ان دونوں آیتوں کو پڑھ لیا (تورات کی عبادت اور تہجد کی نماز کی طرف سے) کافی ہوجائے گا۔

دفن کے بعد سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں قبر پر میت کے سرہانے پر اور آخری آیتیں پیر کے قریب کھڑے ہوکر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ: حضور ﷺ فجر (کی سنت) کی پہلی رکعت میں (کبھی کبھی) سورۂ بقرہ کی آیت ''قُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡنَا'' اور دوسری رکعت میں (آلِ عمران کی آیت) ''ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشۡهَدۡ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ'' پڑھا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم اپنی عورتوں اور اولاد کو بھی یہ آیتیں سکھایا کرو۔

آیاتھا ٢٨٦ (٢) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ (٨٧) رُکوعاتھا ٤٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓمّٓ ۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

الٓمّٓ① ﴿١﴾ یہ کتاب (یعنی قرآن) ایسی ہے کہ اس میں ذرا برابر شک نہیں ہے② تقویٰ والوں کو③ راستہ بتلاتی ہے④ ﴿٢﴾ (متقی) لوگ وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں⑤ اور وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ﴿٣﴾ اور وہ (متقی) لوگ جو (وحی) تم پر اتاری گئی اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو (وحی) تم سے پہلے اتاری گئی اس پر بھی، اور وہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ﴿٤﴾

---

① یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، حروفِ مقطعات کا تذکرہ جن سورتوں کے شروع میں آیا ہے اس کے بعد عام طور پر قرآن کا تذکرہ آیا ہے؛ گویا اللہ پاک کا یہ بڑا احسان ہے کہ قرآن بڑا آسان اور سہل کر دیا کہ ہم سمجھ سکتے ہیں؛ ورنہ سارا قرآن رموز اور حروفِ مقطعات سے بھرا ہوا ہوتا تو کون سمجھتا؟

② لَا رَيْبَ فِيْهِ: ''ریب'' کا ایک معنی آتا ہے تہمت کے ساتھ شک کرنا، قرآن میں ادنیٰ سا شک بھی نہیں ہے اور نفی میں شک کے تمام افراد کی نفی ہے۔ ③ تقویٰ کے دو معنی ہیں: ڈرنا اور بچنا، دونوں کو ملانے سے تقویٰ کی تعریف ہو جاتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے اس سے بچنا''۔

④ یعنی متقی لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں؛ ورنہ قرآن ہر ایک کو راستہ بتاتا ہے۔

⑤ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ: انسان کی عقل جس کی طرف ظاہراً رہبری نہ کر سکے، انسان کے احساسات جس کو معلوم نہ کر سکے، وہ غیب ہے اور ایسی چیز صرف انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں سے خبر دینے سے معلوم ہو سکتی ہے، آنکھ سے نظر آنے والی چیز کا یقین تو لوگ کر لیتے ہیں؛ لیکن جو چیز آنکھ سے نظر نہ آوے اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایمان لانا، رسول کی خبر دینے پر ایمان لانا، یہ کمال کی چیز ہے۔

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ
عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ
وَعَلٰٓى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ع
وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۞ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ
إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۞

یہی (متقی) لوگ اپنے رب کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں[۱] ﴿۵﴾ (اے نبی!) یقیناً جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے[۲] ان کے لیے برابر ہے کہ تم ان کو (جہنم کی آگ سے) ڈراؤ[۳] یا تم ان کو نہ ڈراؤ، وہ (کافر) ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿۶﴾ اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مُہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (ڈال دیا گیا) ہے اور ان کے لیے (کفر کی سزا میں) بڑا عذاب ہے[۴] ﴿۷﴾

اور کچھ لوگ (یعنی منافقین) ایسے (بھی) ہیں جو (نبی ﷺ اور مسلمانوں کے سامنے اپنی زبان سے یہ) کہتے ہیں کہ: ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لے آئے؛ حالاں کہ وہ (حقیقت میں دل سے) بالکل ایمان نہیں لائے ہیں ﴿۸﴾ وہ (منافق) لوگ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں سے دھوکا بازی کرتے ہیں[۵] اور (حقیقت میں) خود اپنے آپ ہی کو وہ (منافقین) دھوکا دیتے ہیں[۶] اور ان کو (اس بات کا) احساس تک نہیں ہے[۷] ﴿۹﴾

---

① اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی یہاں چھ (۶) نشانیاں بیان کی گئیں، ایسے اوصاف والے کامیاب ہوں گے۔ لفظ "فلاح" دین، دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی بھلائیوں کو شامل ہے۔ ② (دوسرا ترجمہ) کفر کی عادت بنالی۔

③ نبی جو ڈر سناتے ہیں اس میں شفقت ہوتی ہے۔ بہت سے مترجمین اس طرح کے مواقع میں "ڈر سنانے" کا ترجمہ بھی کرتے ہیں۔

④ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: "عذاب" کو نکرہ ذکر فرمایا، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگیا کہ عذاب کی مقدار کتنی ہوگی اور کیفیت کیسی ہوگی وہ ہم کو معلوم نہیں ہے اور "عظیم" والی صفت سے اشارہ ہے کہ عذاب بڑا ہونے میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر=

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

ان (منافقوں) کے دلوں میں بیماری ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کہنے پر ان کے لیے دردناک عذاب (تیار) ہے① ﴿۱۰﴾ اور جب ان (منافقوں) کو کہا جاتا ہے کہ: تم زمین میں فساد مت مچاؤ②، تو وہ کہتے ہیں کہ: ہم تو اصلاح ہی کرتے ہیں③ ﴿۱۱﴾ (اچھی طرح) سن لو! یقیناً وہ (منافق) لوگ ہی فساد کرنے والے ہیں؛ لیکن وہ (فساد کو فساد) سمجھتے نہیں ہیں ﴿۱۲﴾ اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ: تم لوگوں (یعنی کامل مؤمن صحابہ ﷺ) کے ایمان لانے کی طرح ایمان لے آؤ تو وہ (منافقین) جواب دیتے ہیں کہ: کیا ہم ایسا ہی ایمان لائیں جیسا (وہ) بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟④ (دھیان سے) سنو! یقیناً وہی (منافقین خود) بےوقوف ہیں⑤؛ لیکن وہ جانتے نہیں⑥ ﴿۱۳﴾

پچھلے صفحہ کا حاشیہ = ⑤یعنی دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ⑥چوں کہ دھوکا کی سزا خود ان کو بھگتنی ہے (اللہ تعالیٰ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا؛ لیکن یہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کے لیے بڑی اونچی سعادت کی بات ہے کہ ان کو کوئی دھوکا دیوے تو اسے اللہ تعالیٰ نے خود کو دھوکا دینے سے تعبیر فرمایا ہے۔ ⑦کہ دھوکا کی سزا دنیا وآخرت میں کیسی خطرناک ہے۔

اِس صفحے کا حاشیہ:

①اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرنا دردناک عذاب کا ذریعہ ہوگا۔

②فساد سے مراد: ظاہری ایمان سے لوگوں کو دھوکہ دینا اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانا وغیرہ۔

③مصلحون: ہر زمانے میں فساد مچانے والوں کا یہی دعویٰ رہا ہے اور وہ اپنے خیال میں ایسا سمجھتے ہیں اور بولتے ہیں کہ: ہم اصلاح کر رہے ہیں۔

④(دوسرا ترجمہ) ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں (یعنی صحابہ ﷺ کی طرح دل سے ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہے) حضرات صحابۂ کرام ﷺ کے ایمان کو معیار بنایا گیا یہ ان کے لیے سعادتِ عظمیٰ ہے۔

⑤حضراتِ صحابہ ﷺ نے ایمان کی خاطر دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان گوارہ کیا، اس چیز کو یہ لوگ بیوقوفی سمجھتے ہیں؛ =

وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا إِنَّا مَعَكُمْ ۙ
إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾
أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

اور (ان منافقوں کا طریقہ یہ ہے کہ) جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو (ایمان والوں کو خوش کرنے کے لیے زبان سے) کہتے ہیں کہ: ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ (منافقین) تنہائی میں اپنے شیطانوں ① سے ملتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ: ہم تو یقیناً تمھارے ساتھ ہیں ②، ہم تو صرف (مسلمانوں کا) مذاق اڑاتے ہیں ③ ﴿۱۴﴾ اللہ تعالیٰ ان (منافقوں) کے ساتھ مذاق (کا معاملہ) کرتے ہیں ④ اور ان کو ان کی شرارت میں بڑھاتے ہیں ⑤ حالت یہ ہے کہ وہ (اپنی شرارت میں) بھٹکتے رہتے ہیں ⑥ ﴿۱۵﴾ ان ہی (منافق لوگوں) نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کو اپنالیا، سو (ان منافقوں کو) ان کے کاروبار میں نفع نہیں ہوا اور ان کو صحیح راستہ بھی نصیب نہیں ہوا ⑦ ﴿۱۶﴾

= حالاں کہ یہ کامل عقل مندی کی بات ہے۔

⑥ (دوسرا ترجمہ) سن لو! حقیقت میں وہ منافق خود ہی بیوقوف ہیں؛ لیکن ان کو (اپنی بیوقوفی کی) خبر نہیں ہے (یعنی دنیوی فانی اغراض کے لیے آخرت کی دائمی راحت چھوڑنا یہ بڑی بیوقوفی ہے؛ لیکن اتنی آسان بات بھی وہ نہیں جانتے)۔

اِس صفحے کا حاشیہ:

① یعنی سرداروں سے جو شیطان جیسے ہیں۔

② یعنی تمھارے جیسے یہود یا کافر ہی ہیں۔

③ مستهزءون: منافقین کو سزا دی گئی اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کا استہزاء اور مذاق اڑایا۔

④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ ان (منافقین) کی مذاق کا (دنیا وآخرت میں) بدلہ دیتے ہیں۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔

⑥ یعنی وہ منافقین عقل سے ایسے اندھے ہوگئے ہیں کہ وہ صحیح رائے قائم نہیں کرسکتے۔ (دوسرا ترجمہ) حالت یہ ہے کہ وہ حیران رہتے ہیں۔

⑦ ہر انسان کو پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ فطرت ایمان، توحید پر پیدا فرماتے ہیں، اگر انسان اس کو ضائع کردے تو پھر وہ گمراہی پر چلا جاتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ
وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ
مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ
حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَآءَ
لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴿۲۰﴾ ع ۲

ان (منافقوں) کی حالت اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی، پھر جب اس (آگ) نے اس کے آس پاس کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی زائل کر دی ① اور ان کو اندھیریوں میں (اس طرح) چھوڑ دیا کہ ان (منافقوں) کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ② ﴿۱۷﴾ (وہ منافقین) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، وہ (منافق گمراہی سے ہدایت کی طرف) واپس نہیں آئیں گے ③ ﴿۱۸﴾ یا (ان منافقوں کی مثال ایسی بھی ہے) جیسے آسمان سے بارش زور سے برستی ہو، اس میں اندھیریاں ہوں اور (بادل کے) گرج (کی آواز) ہو اور (بجلی کی) چمک ہو، وہ (منافقین) کڑک کی آواز سے موت کے ڈر سے اپنی انگلیوں (یعنی پوروں) کو اپنے کانوں میں ڈال دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گھیرے میں لے رکھا ہے ﴿۱۹﴾ ایسا لگتا ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لیوے ④، جب بھی وہ (بجلی) ان (منافقوں) کے لیے روشنی کر دیتی ہے تو وہ اس (روشنی) میں چلنے لگتے ہیں اور جب وہ (بجلی) ان (منافقوں) پر اندھیرا کر دیتی ہے تو وہ کھڑے رہ جاتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو ان کے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت (یا طاقت) کو ختم کر دیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۲۰﴾

① ''نور'' میں ٹھنڈک ہوتی ہے، اور ''ضوء'' میں گرمی اور روشنی کا انتشار ہوتا ہے، نور یہ ضوء کے لیے اصل سرچشمہ ہے؛ اس لیے ضوء اس روشنی کو کہتے ہیں جو نور سے نکلتی ہے؛ اس لیے شرعِ محمدی کو ''نور'' فرمایا گیا؛ کیوں کہ اس کے احکام سہل اور معتدل ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو ''ضوء'' کہا گیا؛ کیوں کہ اس میں مشکل احکام تھے۔

② (دوسرا ترجمہ) وہ کچھ دیکھ پاتے نہیں ہیں۔

③ (دوسرا ترجمہ) سو وہ (منافق گمراہی سے) باہر نہیں نکلیں گے۔ ④ یعنی ختم کر دیوے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ﴿۲۱﴾
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ
رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ
وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

اے لوگو! تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا؛ تاکہ تم (عبادت کے ذریعہ عذاب سے) بچ جاؤ[۱] ﴿۲۱﴾ (وہ رب) جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت (بنایا) اور اسی (رب) نے آسمان سے (بارش کا) پانی اتارا، پھر (اسی رب نے) اس (پانی) کے ذریعہ سے تمھارے رزق کے لیے پھل پیدا کیے، سو جب تم (ان سب باتوں کو) جانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ[۲] ﴿۲۲﴾ اور اگر اس (قرآن) کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اتارا تم کو (واقعی) ذرا بھی شک ہو تو اِس (قرآن) جیسی ایک سورت ہی تم بنا کر کے بتا دو، اور (اس کام کے لیے) اللہ تعالیٰ کے سوا تم اپنے مددگاروں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو (کہ ہم قرآن جیسی سورت بنا سکتے ہیں) ﴿۲۳﴾ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور (آنے والے زمانے میں) کبھی بھی تم ایسا نہیں کر سکو گے تو (پھر) تم (جہنم کی) ایسی آگ سے بچو جس کا ایندھن[۳] لوگ اور پتھر ہوں گے، وہ (آگ، اللہ تعالیٰ کے کلام قرآنِ کریم کا) انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی جا چکی ہے ﴿۲۴﴾

---

۱ (دوسرا ترجمہ) تم متقی بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ: تقویٰ آدمی کو عبادت اور اطاعت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔

۲ (دوسرا ترجمہ) کسی کو مقابل نہ ٹھہراؤ۔

۳ ایندھن جب سلگتا ہو تو اس کو ''وَقود'' کہتے ہیں اور ایندھن سلگتا نہ ہو تو اس کو ''حطب'' کہتے ہیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا
رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ
وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ
مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ

اور (اے نبی!) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کو تم خوش خبری سناؤ[۱] کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان (جنتیوں) کو ان (باغات) میں سے جب بھی کوئی پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا تو وہ (جنتی لوگ) کہیں گے کہ: یہ (پھل) تو وہی ہے جو ہم کو پہلے بھی (کھانے کے لیے) دیا جا چکا ہے اور انھیں ایک دوسرے سے (صورت میں) ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے اور ان کے لیے اس (جنت) میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی[۲] اور وہ (جنتی لوگ) اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ شرماتے نہیں ہیں[۳] کہ (کسی بات کو سمجھانے کے لیے) کوئی بھی مثال دیویں، مچھر کی یا اس (مچھر) سے زیادہ معمولی چیز کی[۴]،

---

① جو لوگ مثال کو صحیح نہیں مانتے، مناسب نہیں مانتے، بے موقع مانتے ہیں ان کو ایسی مثال سے گمراہ کرتے ہیں۔

② جو لوگ ایسی مثال کو صحیح، مناسب اور صحیح موقع پر سمجھتے ہیں ان کو ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

③ اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے عہد لیے: (۱) تمام انسانوں سے (عالمِ ارواح میں)، سورۂ اعراف میں ہے: واذ اخذ ربك من بنی آدم (۲) خاص نبیوں سے (اللہ تعالیٰ کی بات پہنچانے کا)، سورۂ احزاب میں ہے: واذ اخذنا من النبیین میثاقھم (۳) علم والوں سے خصوصی عہد (اللہ کی بات ظاہر کر کے لوگوں کو سنا دینے کا یعنی علم کی اشاعت)، سورۂ آلِ عمران میں ہے: واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتو الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه۔

ایسے ہر زمانے میں نبیوں کے ذریعے اور آسمانی کتابوں کے ذریعے امتوں سے ہر طرح کے عہد لیے گئے، ان سب کا حاصل: اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل اور اس کی اشاعت ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ
مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ
اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَیَقْطَعُوْنَ
مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

سو جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو یہ جانتے (یا سمجھتے) ہیں کہ یہ (مثال جو) ان کے رب کی طرف سے (آئی ہے وہ) بالکل ٹھیک ہے، اور جو لوگ کافر ہیں سو وہ (ایسا) کہتے ہیں کہ: اس (معمولی مثال) سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے؟ وہ (اللہ تعالیٰ) اس مثال (کی وجہ) سے بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں [۱] اور وہ (اللہ تعالیٰ) اس (مثال) سے بہت سوں کو ہدایت دیتے ہیں [۲] اور وہ (اللہ تعالیٰ) نافرمانوں ہی کو اس (مثال) سے گمراہ کرتے ہیں ﴿۲۶﴾ (نافرمان) وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کیا اس کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں [۳] اور وہ ان تعلقات کو توڑ دیتے ہیں جن کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ زمین میں فساد مچاتے ہیں، بس یہی لوگ (دنیا و آخرت میں) نقصان میں پڑنے والے ہیں ﴿۲۷﴾

---

① جو لوگ مثال کو صحیح نہیں مانتے، مناسب نہیں مانتے، بے موقع مانتے ہیں ان کو ایسی مثال سے گمراہی۔

② جو لوگ ایسی مثال کو صحیح، مناسب اور صحیح موقع پر سمجھتے ہیں ان کو ہدایت۔

③ اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے عہد لیے: (۱) تمام انسانوں سے (عالم ارواح میں)، سورۂ اعراف میں ہے: واذ اخذ ربك من بنی آدم (۲) خاص نبیوں سے (اللہ تعالیٰ کی بات پہنچانے کا)، سورۂ احزاب میں ہے: واذ اخذنا من النبیین میثاقهم (۳) علم والوں سے خصوصی عہد (اللہ کی بات ظاہر کر کے لوگوں کو سنا دینے کا یعنی علم کا اشاعت)، سورۂ آل عمران میں ہے: واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه۔

ایسے ہر زمانے میں نبیوں کے ذریعے اور آسمانی کتابوں کے ذریعے امتوں سے ہر طرح کے عہد لیے گئے، ان سب کا حاصل: اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل اور اس کی اشاعت ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى

السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ ع ۳

تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کرتے ہو[۱]؛ حالاں کہ تم تو بے جان تھے سو اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو زندہ کر دیا[۲]، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو (دنیا کی مقررہ زندگی ختم ہونے پر) موت دیں گے، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو (آخرت میں) زندہ کریں گے، پھر تم اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف (حساب کے لیے) لوٹائے جاؤ گے[۳] ﴿۲۸﴾ (اللہ تعالیٰ کی ذات) وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمھارے (فائدے کے) لیے بنائی ہیں، پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے آسمان کا قصد کیا، سو ان کو سات آسمانوں (کی شکل) میں ٹھیک بنا دیا[۴] اور وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں[۵] ﴿۲۹﴾

---

① یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید یا اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا۔

② یعنی پہلے تم نہیں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو وجود بخشا۔

③ (۱) انسان دنیا میں آنے سے پہلے ایک طویل عرصہ بے جان پڑا ہوتا ہے، ماں کی رحم میں جب حمل چار ماہ کا ہوتا ہے تب اس میں جان پڑتی ہے۔ (۲) دنیوی زندگی کے بعد پھر موت ہے اور موت کے بعد آخرت کی ہمیشہ کی زندگی ہے۔

④ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمین سے لے کر پہلے آسمان، پہلے آسمان سے ساتوں آسمان تک ہر ایک کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو پانچ سو سال کا ہے، پھر ساتویں آسمان سے لے کر اللہ تعالیٰ کے عرش کے درمیان کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے۔
اسی طرح سات زمینیں ہیں اور زمینوں کے درمیان بھی فاصلہ اسی قدر بتلایا جاتا ہے؛ لیکن لگتا ایسا ہے کہ تمام زمینیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملی اور جڑی ہوئی ہے۔
نوٹ: بہت ممکن ہے کہ آسمانوں کے درمیان کے فاصلے واضح ہیں اس لیے قرآن میں اکثر جگہوں پر "سماوات" جمع کا صیغہ آیا ہے اور زمین ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہے؛ اس لیے "ارض" مفرد آتا ہے۔

⑤ "علیم": یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، دنیا میں بہت سے سزا دینے والے حقیقت جانتے نہیں ہیں، پھر بھی بلا وجہ سزا دیتے ہیں اور دنیا میں بہت سے انعام دینے والے جانتے نہیں ہیں پھر بھی انعام اور بدلہ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر ایک کے احوال کو جانتے ہیں؛ اس لیے جو سزا دیں گے وہ بھی صحیح، جو بدلہ دیں گے وہ بھی صحیح۔

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ‌ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا
مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ‌ؕ قَالَ اِنِّىۡۤ
اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنۡۢبِـئُوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ‌ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳۲﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ: میں زمین میں ایک خلیفہ (یعنی نائب) بنانے والا ہوں، تو وہ (فرشتے) کہنے لگے: (اے ہمارے پروردگار!) کیا آپ اس (زمین) میں ایسے (انسان) کو پیدا کریں گے جو اس (زمین) میں فساد کرے گا اور وہ خون بہائے گا حالاں کہ ہم (فرشتے) آپ کی حمد وثنا① پڑھتے ہیں اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، تو اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ: یقیناً جو (بات) میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو ﴿۳۰﴾ اور اس (اللہ تعالیٰ) نے آدم (علیہ السلام) کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے②، پھر وہ چیزیں اس (اللہ تعالیٰ) نے فرشتوں کے سامنے پیش کر دیں، سو اس (اللہ تعالیٰ) نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ: اگر تم سچے ہو③ تو ان سب چیزوں کے نام مجھ کو بتلاؤ ﴿۳۱﴾ ان سب (فرشتوں) نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا: آپ کی ذات تو پاک ہے، جتنا علم آپ نے ہم کو سکھلایا ہے④ اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے، یقیناً آپ ہی بڑے علم، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۳۲﴾

---

① یعنی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح میں لگے ہیں۔
② معلوم ہوا کہ تعلیم پہلے ہوتی ہے پھر امتحان اور جانچ ہوتی ہے۔
حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم دیا گیا تھا وہ راجح قول کے مطابق دنیا میں کس طرح رہنا ہے؟ اس کا علم سکھایا گیا تھا؛ یعنی وہ علوم جن پر انسان کی دنیوی زندگی موقوف ہے، یہ علوم بھی فی نفسہٖ پسندیدہ ہے؛ لیکن وہ بذاتہٖ مقصود نہیں ہے، مقصود بالذات شرعی علوم ہے۔
③ کہ ہمارے ہوتے ہوئے خلافت کے لیے انسان کو بنانے کی ضرورت نہیں۔
④ انسانوں کی طرح فرشتوں کا علم بھی ذاتی نہیں ہے۔

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ
شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: اے آدم! تو ان (فرشتوں) کو ان سب (چیزوں) کے نام بتلا دے، سو اس (آدم) نے جب ان (فرشتوں) کو ان سب (چیزوں) کے نام (جلدی جلدی) بتلا دیے تب اس (اللہ تعالیٰ) نے (فرشتوں کو) فرمایا کہ: کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ: آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو یقیناً میں ہی جانتا ہوں اور جو باتیں تم ظاہر کرتے ہو اور جو باتیں تم چھپاتے ہو وہ سب کچھ مجھ کو معلوم ہے ﴿۳۳﴾ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ: تم آدم کے سامنے سجدہ کرو①، تو ابلیس کے سوا سب (فرشتوں) نے سجدہ کیا، اس (ابلیس) نے (اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے) انکار کر دیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا② ﴿۳۴﴾ اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو③ اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کے کھاؤ اور (اے آدم وحوا!) تم دونوں اس (خاص) درخت کے قریب مت جانا④؛ ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ﴿۳۵﴾

---

①(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے علمی کمالات پر عملی تعظیم کا اظہار ہوا (۲) ان کو قبلہ مانو اور حکمِ الٰہی سے سجدہ کرو۔ پہلے ملائکہ کو کہا گیا کہ ان چیزوں کے نام اور خواص بتلائیں اور یہی طرز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ پہلے جادوگروں کو ان کا کرتب دکھانے کے لیے کہا گیا، معلوم ہوا جس کو فوقیت دینی ہوتی ہے اس کو موقع بعد میں دیا جاتا ہے اور جس کو نیچا رکھنا ہوتا ہے اس کو موقع پہلے دیا جاتا ہے۔ ②اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے کی وجہ سے اور اللہ کے حکم کی مذاقانہ انداز میں انکار کی وجہ سے شیطان کافر ہوا۔ ③ایک قول یہ ہے کہ ''اسکن'' سکون سے نہیں ہے، سکون تو حرکت کی ضد ہے؛ بلکہ یہاں ''اسکن'' اقامت کے معنی میں ہے؛ یعنی آدم تم یہاں بس جاؤ، اور سورۂ اعراف میں ''اسکن'' کا معنی ہے: اس جگہ کو رہنے کی جگہ بنالو۔ نوٹ: یا آدم! دوسرے نبیوں کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا گیا ہے؛ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیم کے طور پر پورے قرآن میں یا محمد! سے نہیں پکارا گیا۔ ④درخت سے حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد سے روکنا مقصود ہے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ
رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ
فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ ع

سوان دونوں (آدم اور حوا) کو شیطان نے اس (درخت) کی وجہ سے پھسلا دیا①، پھر وہ دونوں (اس جنت میں عزت وراحت سے) جس (مزے) میں رہتے تھے اس سے اس (شیطان) نے ان دونوں کو نکال دیا② اور ہم نے حکم دیا کہ: تم سب (آدم، حوا اور شیطان نیچے دنیا میں) اتر جاؤ، تم (آپس میں) ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت (یعنی قیامت) تک کے لیے ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا (طے کر دیا گیا) ہے ﴿٣٦﴾ پھر آدم (علیہ السلام) نے (پورے شوق کے ساتھ) اپنے رب سے (توبہ کے) چند کلمات سیکھ لیے③، (سو آدم علیہ السلام نے ان کلمات کے ذریعہ سے توبہ کی) تو اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے توبہ قبول کرنے والے، بہت مہربان ہیں ﴿٣٧﴾ ہم نے حکم دیا کہ: تم سب اس (جنت) سے نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، سو اگر میری طرف سے تمھارے پاس کوئی ہدایت آوے تو جو بھی میری (بھیجی ہوئی) ہدایت پر چلے گا تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے ﴿٣٨﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ آگ میں جانے والے ہیں④ اس (آگ) میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ﴿٣٩﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) ڈگمگا دیا (یعنی کسی بھی طرح درخت سے کھلا ہی دیا)۔ معلوم ہوا کہ شیطان نے محنت کر کے حضرت آدم علیہ السلام اور حواء پر اثرات ڈالے، نتیجہ نکلا کہ محنت کے اثرات ہوتے ہیں، اگر شیطان محنت کرے تب بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں؛ اس لیے ہمیں ہر خیر کے کام میں محنت کرنی چاہیے۔

② معلوم ہوا کہ قانون پر عمل نہ کرے تو اخراج ہوتا ہے؛ چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حواء کے لیے قانون تھا کہ وہ شجرۂ ممنوعہ سے نہ کھاویں، انھوں نے کھایا؛ اس لیے فاخرجھما کا حکم ہوا۔

③ وہ کلمات: ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین، اس میں تمام لوگوں کے لیے نصیحت ہے کہ گناہ پر بہانہ اور تاویل نہ کرے اور فوری توبہ کرنے کی کوشش کرے۔ ④ (دوسرا ترجمہ) جہنمی ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ
بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا
اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا
الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ
تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

اے بنی اسرائیل!① میں نے اپنے جو احسانات تم پر کیے ان کو تم یاد کرو② اور تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمھارے عہد کو پورا کروں گا اور (صرف) مجھ ہی سے تم لوگ ڈرو③ ﴿۴۰﴾ اور جو کتاب (یعنی قرآن) میں نے اتاری اس کو تم مان لو؛ جبکہ وہ کتاب (یعنی قرآن) تمھارے پاس جو (کتاب یعنی تورات وانجیل) ہیں ان کو سچا بتلاتی ہے اور تم سب سے پہلے④ اس (قرآن) کا انکار کرنے والے مت بنو، اور تم (دنیا کی) معمولی قیمت لے کر میرے احکام کو مت بیچو اور تم صرف میری (ناراضگی) سے بچتے رہو ﴿۴۱﴾ اور تم حق کے ساتھ باطل کو مت ملاؤ اور تم جان بوجھ کر حق کو مت چھپاؤ ﴿۴۲﴾ اور تم نماز قائم کرو اور تم زکوۃ دیا کرو اور تم رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو⑤ ﴿۴۳﴾ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنی ذات کو بھول جاتے ہو⑥ حالاں کہ تم تو خود کتاب (تورات بھی) پڑھتے ہو⑦ تو کیا پھر تم (اتنا بھی) سمجھتے نہیں ہو؟ ﴿۴۴﴾

① یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔

② (دوسرا ترجمہ) میں نے میری جو نعمت تم کو عطا کی اس کو یاد کرو۔

③ کسی اور سے مت ڈرو۔ ④ یعنی تمھاری امت میں سے۔

⑤ اس میں امتِ محمدیہ کی طرح رکوع کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے، یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔

⑥ خود عمل نہیں کرتے ہو، خود لاپرواہی اور غفلت برتتے ہو۔ ''تنسون'' کے معنی ہیں: کسی چیز کو جان بوجھ کر بھول جانا، آدمی خود کو بھولتا نہیں ہے؛ اس لیے غفلت کا معنی کرلیا جائے، لاپرواہی کا معنی کرلیا جاوے؛ یعنی انسان اپنی ذات کے بارے میں غافل ہوجاتا ہے اور لاپرواہی سے کام لیتا ہے۔

⑦ آسمانی کتاب پڑھنے کا تقاضا اس پر عمل کرنا ہے؛ لہذا تم اس میں غفلت نہ برتو۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ

وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور تم مدد مانگو صبر کر کے ① اور نماز پڑھ کے، اور یقیناً وہ (نماز) بھاری تو لگتی ہے ②، مگر خشوع کرنے والے لوگوں پر ③ ﴿۴۵﴾ (عاجزی کرنے والے) وہ (لوگ) ہیں جو خیال (یعنی یقین) کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف وہ لوٹنے والے ہیں ﴿۴۶﴾

اے بنی اسرائیل! تم میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیے ہیں ④ اور (یہ بھی یاد کرو کہ) میں نے تم کو تمام جہاں والوں پر فضیلت دی تھی ⑤ ﴿۴۷﴾ اور تم اس (قیامت کے) دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کو ذرا برابر بھی کام نہیں آسکے گا اور نہ کسی (کی طرف) سے کوئی سفارش بھی قبول کی جائے گی اور نہ کسی (کی طرف) سے کسی قسم کا (عذاب سے چھٹکارے کا) عوض لیا جائے گا اور نہ ان (مجرموں) کو (کسی کی طرف سے) کوئی مدد پہنچے گی ﴿۴۸﴾

---

① صبر کی ایک شکل "روزہ" ہے، روزہ سے شہوت ٹوٹتی ہے اور نماز سے خشوع پیدا ہوتا ہے جو کبر کو ختم کر دیتا ہے، انسان کے اندر خشوع پیدا کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) ترغیب؛ یعنی اپنے رب کی ملاقات کا یقین (۲) ترہیب؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے، یہ دو چیزوں کی برکت سے خشوع پیدا ہوتا ہے۔

② کبیر کا لفظ زیادہ تر جسم والی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ حالاں کہ نماز کا دنیا میں کوئی جسم نہیں ہے، تو اب کبیر کا مجازی معنی مراد ہوگا؛ یعنی نماز کو ادا کرنا مشرکین کے لیے بڑا بھاری ہوتا ہے۔

③ یعنی ان کو بھاری نہیں لگتی۔

خشوع: یعنی (۱) نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہو (۲) ظاہری عاجزی ہو اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو (۳) تمام مسنون اوراد کی پابندی ہو (۴) اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا دھیان ہو، ان چیزوں کے اہتمام سے نماز آسان ہو جاتی ہے۔

④ (دوسرا ترجمہ) میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی ہے۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) تمام اقوام عالم پر فوقیت عطا کی تھی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ
لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونی لوگوں سے نجات دی جو تم کو برا عذاب دیتے تھے، تمھارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور ان (تمام حالات) میں تمھارے رب کی طرف سے (تمھارے لیے) بڑا امتحان تھا① ﴿۴۹﴾ اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا② پھر (سمندر سے پار کر کے) ہم نے تم سب کو بچا لیا اور ہم نے فرعونی لوگوں کو ڈبو دیا تھا اور تم تو (ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے③ ﴿۵۰﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا④ پھر اس (موسیٰ علیہ السلام) کے (طور پر جانے کے) بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا اور تم ظلم کر رہے تھے ﴿۵۱﴾

---

① بلا: جانچنا، بلا: ایسے حالات انسان پر آ جاویں جس میں انسان کو صبر کرنا پڑے۔
''بلا'' کے چند معنی آتے ہیں:
(۱) اگر ''ذلکم'' کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی مصیبت کے ہوں گے۔
(۲) اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو تو معنی نعمت کے ہوں گے۔
(۳) مجموعہ کی طرف ہو تو معنی امتحان کے لیے جائیں گے۔

② یعنی سمندر میں راستے بنا دیے۔

③ (دوسرا ترجمہ) اور ہم نے فرعونیوں کو تمھاری نظروں کے سامنے ڈبو دیا۔

④ کہ ''طور'' پہاڑ پر آ کر اعتکاف کرے اور تورات لے جائے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ
الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى
نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

پھر اس (گناہ) کے بعد بھی ہم نے تم کو معاف کر دیا؛ تا کہ تم (اس معافی اور دوسری نعمت پر) شکر کرو ﴿۵۲﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی تورات) اور حق سے باطل کو جدا کرنے والے احکام دیے؛ تا کہ تم (اس پر عمل کر کے) صحیح راستے پر آ جاؤ ﴿۵۳﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے کہا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر یقیناً اپنا بڑا نقصان کیا ہے؛ سو (گناہ سے معافی کے لیے) تم اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے توبہ کرو اور تم ایک دوسرے کو قتل کرو[1] (توبہ کا) یہی (طریقہ) تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمھارے لیے بہتر ہے[2] سو اس (اللہ تعالیٰ) نے تمھاری توبہ قبول کر لی[3]، یقیناً وہی (اللہ تعالیٰ) بڑے توبہ قبول کرنے والے، سب سے بڑے مہربان ہیں ﴿۵۴﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم نے (طور پر یوں) کہا تھا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم (خود) اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیویں[4] (تمھارے اس غلط مطالبے کا) نتیجہ یہ ہوا کہ (زوردار آواز والی) بجلی نے تم کو پکڑ لیا اور تم (یہ منظر اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے ﴿۵۵﴾

---

(۱) جنھوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی وہ اپنے ہاتھ سے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کر دیویں۔

(۲) امتِ محمدیہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ ان کے لیے ایسی سخت توبہ کا حکم نہیں ہے، اس امت کو آسان توبہ ملی ہے کہ برے راستے کو چھوڑ کر ہدایت کے راستے پر لوٹ آویں؛ البتہ توبہ کے لیے یہ چیزیں شرط ہیں: [۱] کیے ہوئے گناہ پر ندامت [۲] گناہ کو چھوڑ دینا [۳] آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا [۴] اللہ تعالیٰ اور بندوں کے باقی حقوق کی ادائیگی۔

(۳) یعنی جب بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کر دیا گیا تو۔

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر=

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا
عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا
الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

پھر ہم نے تمھاری موت کے بعد (زندہ کرکے) تم کو اٹھایا؛ تاکہ تم (اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرو ﴿۵۶﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ نعمتیں بھی یاد کرو کہ) ہم نے (وادیٔ تیہ میں) تمھارے اوپر بادل سے سایہ کیا اور ہم نے تمھارے اوپر ''منّ'' اور ''سلویٰ'' اتارا، جو پاکیزہ روزی ہم نے تم کو دی اس میں سے تم کھاؤ، اور (نافرمانی کرکے) ان (بنی اسرائیل کے) لوگوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا؛ بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے[۱] ﴿۵۷﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو[۲]) جب ہم نے (تم کو) حکم دیا کہ تم اس بستی (اریحا، قُدس) میں داخل ہوجاؤ، سو اس (شہر) میں سے جہاں سے چاہو تم جی بھر کر کھاؤ اور تم (شہر کے) دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو[۳] اور یہ بولتے ہوئے جاؤ کہ (اے اللہ!) ہم تو بخشش چاہتے ہیں'' (اس عمل کی برکت سے) ہم تمھارے گناہوں کو معاف کردیں گے اور نیکی کرنے والوں کو ہم زیادہ (ثواب اور نعمتیں) دیں گے ﴿۵۸﴾

= ④ (دوسرا ترجمہ) جب ہم خود اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے سامنے دیکھ لیں گے تب ہی ہم آپ کی بات پر یقین کریں گے (کہ جو آواز ہم نے طور پر سنی یہ اللہ کی ہی ہے)۔ معلوم ہوا کہ: بڑوں سے نامناسب غلط مطالبے قدیم زمانے سے انسان میں چلا ہوا ایک دستور ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ''جهرة'' کا تعلق ''نریٰ'' کے ساتھ نہیں ہے؛ بلکہ ''قلتم'' کے ساتھ ہے؛ یعنی تم نے یہ بات علی الاعلان کہی تھی، یہ بھی ایک قول ہے۔

حاشیہ صفحہ ہٰذا:

① یعنی اس نافرمانی کا نقصان دنیا وآخرت میں بھگتنا ہے۔

② یہ قصہ بھی وادیٔ تیہ کا ہے جب منّ وسلویٰ کھاتے کھاتے بنی اسرائیل اکتا گئے تھے۔

③ (دوسرا ترجمہ) سر جھکائے ہوئے داخل ہو۔ قولی اور فعلی دو طرح کا ادب بجالانے کا حکم دیا گیا اور لگتا ایسا ہے کہ فعلی ادب اہم ہے؛ اس لیے آیتِ کریمہ میں اس کو مقدم کیا گیا۔

نوٹ: قولی اور زبانی ادب تو بہت سی جگہوں پر بہت سے مقامات پر ایک رسم ہی ہوگیا ہے؛ یعنی آدمی دل سے ادب نہیں بجالاتا، صرف زبانی طور پر ادبی الفاظ کو استعمال کرتا ہے، خیر! وہ بھی کسی طرح غنیمت ہے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

سو جو لفظ (معافی کا) ان کو (بولنے کے لیے) کہا گیا تھا تو ظالموں نے اس کو دوسرے (مذاق کے) لفظ سے بدل دیا؛ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو نافرمانی وہ کرتے تھے اس کی وجہ سے ظالموں پر ہم نے آسمان سے عذاب اتارا[۱] ﴿۵۹﴾

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے واسطے (وادیٔ تیہ میں) پانی کی دعا کی تو ہم نے کہا کہ: (موسیٰ!) اپنے عصا کو (خاص) پتھر پر مارو، سو (لکڑی مارتے ہی) اس (پتھر) سے بارہ چشمے بہنے لگے[۲] پکی بات یہ ہے کہ ہر قبیلے نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو پہچان لیا، (ہم نے کہا) تم اللہ تعالیٰ کے (دیے ہوئے) رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور تم زمین میں فساد مچاتے مت پھرو[۳] ﴿۶۰﴾

---

① بنی اسرائیل نے دونوں طرح کے ادب کی خلاف ورزی کی، تب بے ادبی پر عذاب نازل ہوا۔ ''ب'' سببیہ ہے، معلوم ہوا کہ بے ادبی اور گستاخی عذابِ الٰہی کا باعث بن سکتی ہے۔

② انفجار: کثرت سے پانی کا بہنا اور سورۂ اعراف میں ہے: فانبجست، انبجاس کے معنی آتے ہیں: پانی کا ظاہر ہونا۔ بارہ چشمے اس لیے بنائے گئے کہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے، صحیح نظام چلے اس غرض سے اس طرح ترتیب بنانا سنتِ الٰہی ہے کہ ہر کام میں صحیح ترتیب کی رعایت کی جاوے۔

③ بنی اسرائیل سے وفاداری کی امید نہیں، صرف وہ فساد نہ کرے وہ بھی کافی ہے، دنیا میں بہت سے لوگ ایسے مزاج کے ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی خیر کی امید نہیں، بس! وہ شر اور فتنہ کھڑا نہ کرے یہ بھی ان کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ
الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ
عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ
بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع ۷

اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم نے کہا تھا: اے موسیٰ! ہم ایک ہی قسم کے کھانے (من وسلویٰ) پر ہرگز صبر (یعنی اکتفا) نہیں کریں گے؛ لہٰذا آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کریں کہ (عام طور پر) زمین جو چیزیں اگاتی ہے وہ چیزیں وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے لیے پیدا کریں؛ یعنی اس (زمین) کی سبزی اور اس کی ککڑی اور اس کے گیہوں① اور اس کا مسور اور اس کی پیاز (ہم کو کھانے ملے) اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: کیا بہتر چیز بدل کر گھٹیا چیز تم لینا چاہتے ہو؟② تم کسی شہر میں اترو③ تو تم کو تمھاری مانگی ہوئی چیز مل جائے گی④ اور ذلتی اور محتاجگی ان پر (ہمیشہ) لگا دی گئی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے حق دار ہوئے، یہ (سزا)⑤ اس لیے (دی گئی) کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے⑥، یہ اس وجہ سے (بھی) کہ انھوں نے (اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی کی اور وہ (شریعت کی) حد سے نکل جایا کرتے تھے⑦﴿۶۱﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) لہسن۔ ② اِس آیت سے معلوم ہوا کہ: (۱) سبزی کے مقابلے میں گوشت بہتر ہے اور اسی کو حدیث شریف کے اندر سید الطعام سے تعبیر کیا گیا (۲) بڑوں کو چاہیے کہ چھوٹوں کو مفید غذا کا مشورہ دیں۔

③ یعنی کسی شہر میں جاؤ۔

④ کوئی چیز ہمارے علم میں ہو اور کوئی اس کے متعلق سوال کرے تو اس کی ضرور رہنمائی کرنی چاہیے، یہ نبوی سنت ہے۔

⑤ اس سزا کی وجہ: (۱) اللہ کے احکام کا انکار (۲) نبیوں کا ناحق قتل کرنا۔ یہ دونوں چیز بے جا دلیری اور جرأت کا نتیجہ ہے۔

⑥ یہ اظہارِ حقیقت ہے؛ اس لیے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا قتل ہر حال میں ناحق ہی ہوا کرتا ہے۔

⑦ عصیان کا تعلق مامورات پر ہے؛ یعنی احکام پر عمل نہ کرے؛ بلکہ احکام کی خلاف ورزی کرے اور یعتدون، تعدی کا تعلق منہیات سے ہے؛ یعنی منع کی گئی بات پر عمل کرنے لگے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ
مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ
كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۶۵﴾

یقینی بات ہے کہ جو لوگ ایمان لائے① اور جو لوگ یہودی اور نصرانی اور صابی ہوئے② (ان میں سے) جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور نیک کام کیا تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا ثواب (ملنے والا) ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے ﴿۶۲﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے (تورات پر عمل کرنے کا) عہد لیا تھا اور ہم نے تمھارے اوپر طور پہاڑ کو اٹھایا تھا کہ جو (تورات کتاب) ہم نے تم کو دی اس کو مضبوطی سے پکڑو③ اور جو (احکام) اس میں ہیں اس کو یاد رکھو؛ تاکہ تم کو (عمل کرنے سے) تقویٰ حاصل ہو جائے ﴿۶۳﴾ پھر اس (پکے قرار) کے بعد بھی تم (اپنے پورا عمل کرنے کے وعدے سے) پھر گئے، سو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور (تباہ و) برباد ہو جاتے ﴿۶۴﴾ اور پکی بات ہے کہ تم (اپنے) ان لوگوں کو (اچھی طرح) جانتے ہو جنھوں نے تم میں سے سنیچر کے دن کے (احکام کے) بارے میں زیادتی کی تو ہم نے ان کو کہا کہ: تم ذلیل بندر بن جاؤ④ ﴿۶۵﴾

① یعنی جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

② صابی: (۱) ایک قول یہ ہے کہ صابی ابن شیث ابن آدم کے دین پر چلنے والوں کو بھی صابی کہتے ہیں (۲) ایک معنی: ایک دین سے نکل کر دوسرے دین کی طرف چلے جانے والے (۳) ستارے یا فرشتوں کی عبادت کرنے والے۔

③ (دوسرا ترجمہ) پوری قوت سے قبول کرو؛ یعنی پورا عمل کرو۔ یہ اکراہ فی الدین نہیں ہے؛ بلکہ اکراہ فی العمل ہے۔

④ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بندر بنا دیے گئے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا
بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾

سو ہم نے اس (واقعہ) کو اس زمانے کے لوگوں کے لیے اور اس کے بعد والے لوگوں کے لیے عبرت اور تقویٰ والوں کے لیے نصیحت حاصل کرنے کا سامان بنا دیا ﴿۶۶﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو کہا کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک گائے ذبح کرو[۱] (تو قوم کے) لوگوں نے کہا کہ: (اے موسیٰ!) کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ وہ (موسیٰ علیہ السلام) کہنے لگے: میں اللہ تعالیٰ سے حفاظت چاہتا ہوں کہ میں (ایسے) نادانوں میں سے بنوں[۲] ﴿۶۷﴾ (قوم کے) لوگ کہنے لگے: (اے موسیٰ!) آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر دیجیے[۳] کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہم کو صاف صاف بتلا دیویں کہ وہ گائے کیسی ہو؟ اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ: یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) حکم دیتے ہیں کہ: وہ ایسی گائے ہو جو بہت زیادہ بوڑھی بھی نہ ہو اور کم عمر (یعنی بچھڑی) بھی نہ ہو (بلکہ بڑھاپا اور بچپن) دونوں کے درمیان کی (عمر کی) ہو، (اے میری قوم بنی اسرائیل!) اب جو حکم تم کو دیا گیا ہے اس کو تم کر ڈالو[۴] ﴿۶۸﴾ وہ (قوم کے لوگ پھر) کہنے لگے: (اے موسیٰ!) آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر دیجیے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہم کو صاف بتلا دیویں کہ اس (گائے) کا رنگ کیسا ہونا چاہیے؟ اس (موسیٰ) نے کہا: وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ: وہ گائے زرد (یعنی پیلے) رنگ کی ہونی چاہیے، اس کا ایسا گہرا (زرد) رنگ ہو کہ دیکھنے والوں (کے دل) کو خوش کر دیوے ﴿۶۹﴾

---

① اس لیے کہ قاتل کو تلاش کرنا تھا۔

② (دوسرا ترجمہ) اللہ کے احکام میں مَیں مذاق کرنے لگوں ایسی حالت سے میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہتا ہوں (معلوم ہوا مذاق میں بھی جھوٹ بات نہ بولے)۔

③ (دوسرا ترجمہ) درخواست کر دیجیے۔ ④ یعنی گائے کے بارے میں زیادہ سوالات مت کرو اور گائے ذبح کر دو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ
لَمُهْتَدُوْنَ ۝٧٠ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ
مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٧١ ع ٨
وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢

(قوم کے) لوگ کہنے لگے: (اے موسیٰ!) آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر دیجیے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہم کو صاف صاف بتلا دیں کہ وہ (گائے) کس قسم کی ہونی چاہیے؟ یقیناً گائے ابھی بھی ہم پر مشتبہ ہے[1] اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو (گائے کی قسم کے ظاہر ہونے کو بعد) ہم ضرور (اس گائے کا) پتہ لگا لیں گے ﴿۷۰﴾ اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ: یقیناً وہ (میرے اللہ) یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ ایسی گائے ہو جو محنت کر کے زمین کو جوتنے والی نہ ہو اور نہ تو وہ (گائے) کھیتی کو پانی دینے (یعنی سینچائی) کا کام کرتی ہو، (وہ گائے پوری طرح کام کاج کے اثرات یا عیب سے) سلامت ہو، اس (گائے) میں کسی طرح کا (دوسرے رنگ کا) داغ (یعنی دھبّہ) نہ ہو، (قوم کے) لوگ کہنے لگے کہ: (اے موسیٰ!) اب تم صاف (یعنی پوری) بات لائے[2]، سو انھوں نے اس (گائے) کو ذبح کیا[3] حالاں کہ لگتا نہیں تھا کہ وہ یہ کام کریں گے ﴿۷۱﴾ اور (یاد کرو) جب (اے بنی اسرائیل!) تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اس (قتل) کا الزام تم ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے اور جو (راز) تم چھپانا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ تو اس کو ظاہر کرنے والے ہی تھے[4] ﴿۷۲﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) یقیناً گائے کے بارے میں ہم (ابھی بھی) شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔
② یعنی اب گائے کے بارے میں پوری بات ہمارے سامنے آ گئی۔
③ جس بچے کے پاس ایسے اوصاف والی گائے تھی اس سے خرید کر۔
④ یعنی حقیقی قاتل کون ہے وہ ظاہر کرنا تھا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾
ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ
لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ
وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ

سو ہم نے حکم دیا کہ: (اے بنی اسرائیل!) اس (ذبح کی ہوئی گائے) کا ایک حصہ اس (مقتول) سے لگادو[۱] اسی طرح (قیامت میں) اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کریں گے اور وہ (اللہ تعالیٰ) اپنی قدرت کے نمونے تم کو دکھلاتے ہیں؛ تاکہ تم عقل سے کام لو ﴿۷۳﴾ پھر اس (طرح کے واقعات کو دیکھنے) کے بعد (بھی) تمھارے دل سخت ہو گئے[۲] کہ جیسے وہ پتھر ہیں یا اس (پتھر) سے بھی زیادہ سخت ہیں اور یقیناً بعض پتھروں میں سے تو نہریں بہتی ہیں اور یقیناً ان (پتھروں) میں سے (دوسرے) بعض ایسے پتھر ہوتے ہیں کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو اس میں سے پانی نکلتا ہے اور بعض ان میں سے (تیسری قسم کے پتھر) ایسے بھی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے (اوپر سے) نیچے کی طرف گرتے ہیں اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۷۴﴾ (اے مسلمانو!) کیا پھر بھی تم توقع رکھتے ہو اس بات کی کہ وہ (یہودی) تمھارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور (ان کا تو حال یہ ہے کہ) ان کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتی تھی، پھر اس کو سمجھنے کے بعد (جان بوجھ کر) وہ اس کو بدل دیتے تھے؛ حالاں کہ وہ (اس بدلنے کی برائی کو) جانتے بھی تھے[۳] ﴿۷۵﴾ اور وہ (یہودی، منافقین) جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو (زبان سے) کہتے ہیں کہ: ہم تو ایمان لے آئے ہیں۔

---

① تب اس مقتول نے زندہ ہو کر قاتل کا نام بتادیا کہ میرے بھتیجے نے مجھے قتل کیا تھا۔

② اس طرح کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے انکار کرنا اور عبرت حاصل نہ کرنا آخری درجہ کی سخت دلی ہے۔

③ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بدلنے پر دنیوی واخروی سزائیں جانتے تھے۔

وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ
بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٧٦ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ ۝٧٧ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝٧٨

اور جب تنہائی (یا آپس) میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو (یہودی کافر منافقین سے) کہتے ہیں کہ: جو باتیں اللہ تعالیٰ نے تم پر (تورات میں) کھولیں① تم وہ باتیں ان (مسلمانوں) کو کیوں بتا دیتے ہو؟ تا کہ وہ (مسلمان قیامت کے دن) تمھارے خلاف ان باتوں سے تمھارے رب کے پاس دلیل بازی کریں②، کیا پھر بھی تم (اتنی) بات سمجھتے نہیں ہو③ ﴿۷٦﴾ (جو لوگ آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں) کیا ان کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ جو بات وہ چھپاتے ہیں اور جو بات وہ لوگ ظاہر کرتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب (باتوں) کو جانتے ہیں ﴿۷۷﴾ اور ان (بنی اسرائیل) میں کچھ اَن پڑھ لوگ بھی ہیں④ جو کتاب (یعنی تورات) کا علم تو نہیں رکھتے، صرف (بڑوں سے سنی سنائی جھوٹی یعنی دل خوش کرنے والی باتوں پر) امیدیں (قائم کر رکھی) ہیں اور (ان کا کام یہ ہے کہ) وہ صرف خیالات باندھتے (یعنی قائم کرتے) رہتے ہیں ﴿۷۸﴾

① تورات میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے متعلق جو بشارت آئی تھی یا قرآن کے متعلق جو خبر آئی تھی ان میں سے کوئی ایک آدھ بات منافقین اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت دینے کے لیے مسلمانوں کو کہہ دیتے، اس پر یہودی ناراض ہو جاتے کہ تم اس طرح راز کی بات مت بتایا کرو، ورنہ مسلمان اسی بات کو لیکر قیامت کے دن تمھارے خلاف حجت قائم کریں گے جیسے کوئی شخص زبان سے کسی بات کا اقرار کرے یا اقرار کی کوئی تحریر لکھ کر دیوے اور پھر اسی بات کا انکار کر دیوے تو بہت زیادہ رسوائی ہوتی ہے کہ اقرار کر کے پھر گیا۔

نوٹ: تورات اور انجیل میں تحریفات کے باوجود آج تک حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی بشارت واضح الفاظ میں موجود ہے۔

② کہ یہ یہود جانتے ہوئے بھی مانتے نہ تھے۔ (دوسرا ترجمہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مسلمان ان باتوں کی وجہ سے تمھارے رب کے سامنے تم پر الزام قائم کر دیں۔ ③ (دوسرا ترجمہ) تم میں اتنی عقل بھی نہیں ہے۔

④ یہود علما کے مقابلہ میں عوام میں علم کی کمی۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝۷۹ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۗ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰

سو بہت بڑی تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں① پھر (لوگوں سے یوں) کہتے ہیں کہ: یہ باتیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ہیں؛ تاکہ وہ ایسی (جھوٹی) بات کے ذریعے تھوڑا سا (دنیا کا) سرمایہ کمالیویں، سو ان کے ہاتھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی وجہ سے ان کے لیے بڑی تباہی ہے اور اس (خود کی لکھی ہوئی باتوں) سے جو (دنیا کی) کمائی کی اس کی وجہ سے (بھی) ان کے لیے بھاری تباہی ہے ﴿۷۹﴾ اور وہ (بنی اسرائیل یوں) کہنے لگے کہ: ہم کو تو آگ بالکل نہیں لگے گی، ہاں چند دن کے لیے② (جہنم کی آگ لگے گی) تو (اے نبی!) تم (ان بنی اسرائیل سے) کہو کہ: کیا تم نے (اس معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے (اس کا) کوئی عہد لے رکھا ہے③ کہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے بالکل خلاف نہیں کریں گے یا تو تم اللہ تعالیٰ پر ایسی باتیں بولتے ہو جو تم جانتے نہیں ہو④ ﴿۸۰﴾

---

① یعنی توارات میں اپنی لکھی ہوئی بات کو ملاتے ہیں۔

②: [۱] بعض کے نزدیک سات دن؛ اس لیے کہ یہود کے زعم میں دنیا کی مجموعی عمر سات ہزار سال ہے، ایک ہزار کے بدلے ایک دن، اس طرح سات ہزار کے بدلے سات دن۔ [۲] بعض نے اس سے چالیس دن مراد لیے ہیں؛ اس لیے کہ قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر تشریف لے جانے کے زمانے میں چالیس دن بچھڑے کی پرستش کی تھی۔
[۳] بعض نے چالیس سال مراد لیے ہیں؛ اس لیے کہ چالیس سال بنو اسرائیل وادیٔ تیہ میں حیران و پریشان پھرتے رہے۔
[۴] اور بعض نے ہر یہودی جتنے سال دنیا میں زندہ رہا اتنے سال جہنم میں جلے گا، یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔
(دوسرا ترجمہ) گنتی کے چند دنوں کے سوا (جہنم کی) آگ ہم کو مس بھی نہ کرے گی۔

③ اللہ تعالیٰ تھوڑے ہی دن تم کو جہنم میں ڈالے گا۔

④ یعنی ایسا کوئی عہد ہوا ہی نہیں ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۗ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

کیوں نہیں! (جہنم کا قاعدہ یہ ہے کہ) جس نے گناہ کمایا اور اس کے گناہ نے سب طرف سے اس کو گھیر لیا① سو وہی جہنم میں جانے والے لوگ ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۱﴾ اور (جنت کا قاعدہ یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے وہی جنت میں جانے والے ہیں، (اور) وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۲﴾

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا (اس اقرار کی باتیں یہ تھیں) کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں کو نیک بات کہو اور تم نماز کو قائم کرو اور تم زکوۃ دیتے رہو، پھر تم میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سب (لوگ اس عہد سے) پھر گئے اور تم (وعدہ کرکے) پھرنے ہی والے ہو② ﴿۸۳﴾ اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے اقرار لیا تھا (جس کی خاص خاص باتیں یہ تھیں) کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور اپنوں کو اپنے وطن سے تم نہیں نکالو گے، پھر تم نے (ان باتوں پر) اقرار کرلیا اور تم اس بات کے (اس اقرار کے) گواہ ہو ﴿۸۴﴾

① گناہ کے گھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کا کوئی اثر تک نہ رہے، ظاہر ہے کہ یہ بات کافر میں ہوتی ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) اور تمھاری تو عادت ہی ہے (اقرار کرکے) پھر جانا۔

ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ ۡ تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ؕ وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ

پھر (اے بنی اسرائیل!) تم وہی لوگ تو ہو جو (اپنے اقرار کے خلاف کر کے) اپنوں کو قتل کر دیتے ہو اور تم اپنوں میں سے کچھ لوگوں کو وطن سے نکال دیتے ہو (گویا) ان کے خلاف گناہ اور زیادتی کے کام میں (دوسروں کی) مدد کرتے ہو اور (عجیب بات یہ ہے کہ) اگر وہ (اپنے مذہبی یا خاندانی لوگ دشمنوں کے) قیدی بن کر تمھارے پاس آجائیں تو تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو؛ حالاں کہ (وطن سے) ان کو نکال دینا بھی تمھارے اوپر حرام تھا①، تو کیا تم (تورات) کتاب کے بعض احکام مانتے ہو اور بعض (احکام) کا انکار کرتے ہو②؟

---

① مدینہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے رہتے تھے: (۱) بنو قریظہ (۲) بنو نضیر۔ بنو قریظہ کی قبیلۂ اوس سے دوستی تھی اور بنو نضیر کی قبیلۂ خزرج سے دوستی تھی، اب اوس اور خزرج میں آپس میں لڑائی ہوتی رہتی تھی تو دوستی کے تقاضے سے قبیلۂ بنو قریظہ کے لوگ اوس والوں کی مدد کرتے تھے اور اسی مدد کی وجہ سے جب بنو نضیر کے لوگ خزرج کے لوگوں کا ساتھ دینے آتے تو قریظہ اور نضیر کے لوگوں میں بھی لڑائی ہو جاتی اور بنو نضیر اور بنو قریظہ کے لوگ ایک دوسرے کے خاندان والوں کو قتل کرتے اور جلاوطن کرنے کی بھی نوبت آتی تو اس میں بھی مدد کرتے؛ حالاں کہ تورات میں یہودیوں کے لیے تین خاص حکم تھے: (۱) آپس میں قتل نہ کرنا (۲) وطن نہ چھڑانا۔ یہودی لوگ ان دونوں حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے اور کوئی ان کو تورات کا حکم یاد دلاتا تو وہ یوں کہتے کہ: دوستوں کی تو مدد کرنی ہوتی ہے اور دوستوں کی مدد میں مجبوراً شریعت کی خلاف ورزی ہو جاتی ہے؛ حالاں کہ یہ بھی محض ایک حیلہ اور دھوکے بازی تھی؛ البتہ تورات میں ایک تیسرا حکم بھی تھا کہ (۳) اپنی قوم میں سے کسی کو جیل میں بند دیکھے تو روپیہ خرچ کر کے اس کو چھڑا کر لے آوے۔ اس تیسرے حکم پر یہودی بڑے اہتمام سے عمل کرتے تھے، جب ان کو کوئی کہتا کہ: تم قیدیوں کو تو چھڑا لیتے ہو تو وہ کہتے کہ: کیا کریں تورات کے حکم پر عمل کرنا پڑتا ہے، یہ عجیب ان کی حالت تھی کہ تورات کے دو حکم پر عمل نہ کرے اور ایک حکم پر عمل کرے، ان کی اس دھوکے بازی کو ظاہر کر دیا گیا ہے) (اللہ کی طرف سے تورات میں عہد کے باوجود جلاوطن کرنے کی شرارت کر کے تم نے احکامِ الٰہی کی نافرمانی کی)۔

② یعنی جو احکام اپنی چاہت کے مطابق ہیں ان پر عمل کرتے ہو اور جو چاہت کے مطابق نہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ
اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ
مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ
اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

سو جو شخص تم میں سے ایسا کرتا ہے اس کی سزا یہی ہے کہ دنیوی زندگی میں رسوائی ہوگی[1] اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب میں لوٹا (یعنی ڈال) دیے جائیں گے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔ ﴿۸۵﴾ ان ہی لوگوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا[2]، سو (کسی وقت بھی) ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور ان (لوگوں) کی (کہیں سے) مدد بھی نہیں کی جائے گی۔ ﴿۸۶﴾

اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (تورات) دی اور ہم نے اس کے بعد ایک کے پیچھے ایک (یعنی لگاتار) رسولوں کو بھیجا، اور مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کو ہم نے کھلے معجزے دیے (جو ان کی نبوت کی نشانی تھی) اور مقدس روح (یعنی جبرئیل علیہ السلام) کے ذریعہ ان کو ہم نے مدد پہنچائی (اے بنی اسرائیل!) کیا پھر (ایسا نہیں ہوا کہ) جب بھی کوئی رسول تمھاری نفسانی خواہشات کے خلاف احکام لایا تو تم تکبر کرنے لگے[3] سو (رسولوں کی) ایک جماعت کو تم نے جھٹلا دیا اور ایک جماعت کو تم قتل ہی کر ڈالتے تھے ﴿۸۷﴾

---

① آیت سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کو کلی یا جزوی چھوڑ دینا، دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی کا سبب بنتا ہے، اس وقت امت محمدیہ کی رسوائی کا ایک سبب کتاب اللہ پر کامل عمل نہ کرنا بھی ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) جنھوں نے آخرت دے کر دنیا کی زندگی خرید لی۔

③ اکڑ گئے کہ نہیں مانیں گے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ
كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا
بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ ۚ

اور (جو بنی اسرائیل ایمان نہیں لائے) وہ کہنے لگے کہ: ہمارے دل تو غلاف میں (حفاظت سے رکھے ہوئے) ہیں①؛ بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت ڈال رکھی ہے، اس لیے کم ہی لوگ (ان میں سے) ایمان لاتے ہیں② ﴿۸۸﴾ اور جب ان (بنی اسرائیل) کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب آئی (یعنی قرآن) جو ان کے پاس (پہلے سے) موجود (تورات) کو سچا بتلاتی ہے؛ حالاں کہ (ان بنی اسرائیل کا) پہلے (یہ طریقہ تھا کہ قرآن کے وسیلے سے) وہ کافروں کے خلاف فتح کی دعا مانگا کرتے تھے③، سو جب ان (بنی اسرائیل) کے پاس (پہلے سے) جانی پہچانی کتاب آچکی (یعنی قرآن) تو ان (بنی اسرائیل کے) لوگوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا، سو (ایسے) کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ﴿۸۹﴾ بہت بری ہے وہ چیز جس کے بدلے میں انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے کلام (یعنی قرآن) کا اس ضد پر انھوں نے انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل (یعنی وحی) میں سے④ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اس پر (کیوں) اتارتے ہیں؟

---

① (دوسرا ترجمہ) بنی اسرائیل کہنے لگے: ہمارے دل تو (علوم و معارف کا) خزانہ ہے (یعنی حضرت محمد ﷺ کی نصیحت کی ہم کو ضرورت نہیں) اول ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ دل حفاظت میں ہونے کی وجہ سے یہودیت دل سے نکلتی نہیں اور اسلام اندر داخل ہوگا نہیں۔ ② (دوسرا ترجمہ) وہ بہت ہی تھوڑا ایمان رکھتے ہیں۔

③ یہودی لوگ حضور ﷺ کا مبارک نام احمد کا واسطہ دے کر دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے تھے اور اللہ کی طرف سے مدد بھی ہو جاتی تھی اور کام بن جاتا تھا؛ لیکن جب آخری نبی ظاہر ہوئے تو ایمان لانے سے انکار کر دیا)۔

④ (دوسرا ترجمہ) اپنے فضل کا کوئی حصہ۔ معلوم ہوا کہ احکامِ شریعت کا اتارنا خالص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝٩٠ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا
بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝٩١
وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝٩٢
وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ

سو وہ (بنی اسرائیل) غضب پر غضب کے حق دار ہوئے① اور کافروں کے لیے ذلیل کر دینے والا عذاب ہے ﴿۹۰﴾ اور جب ان (بنی اسرائیل) سے کہا جاتا ہے کہ: جو (قرآن) اللہ تعالیٰ نے اتارا اس پر تم ایمان لے آؤ تو (جواب میں یہ یوں) کہتے ہیں کہ: جو (کتاب: تورات) ہم پر اتاری گئی ہم (صرف) اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں اور اس (تورات) کے سوا (دوسری آسمانی کتابوں) کا وہ انکار کرتے ہیں؛ حالاں کہ وہ (قرآن) تو حق ہے (اور) ان (بنی اسرائیل) کے پاس جو (تورات) ہے (قرآن) اس کو سچا بتلاتا ہے، تم (ان سے)② کہو: اگر تم واقعی (تورات پر) ایمان رکھتے تھے تو اس سے پہلے (یعنی پچھلے زمانے میں) اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو تم کیوں قتل کرتے رہے؟③ ﴿۹۱﴾ اور پکی بات یہ ہے کہ (خود) موسیٰ (علیہ السلام) تمھارے پاس کھلے معجزات لے کر آچکے، پھر ان (موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے) کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظلم کرنے والے تھے④ ﴿۹۲﴾ اور (اے بنی اسرائیل! اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمھارا اقرار لیا تھا اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تم پر معلق کر دیا (ہم نے حکم دیا) کہ جو ہم نے تم کو دیا⑤ اس کو مضبوطی سے پکڑو⑥ اور (جو کچھ کہا جائے اس کو دھیان سے) سنو،

① ایک غضب کفر کی وجہ سے، دوسرا حسد کی وجہ سے۔
② بنی اسرائیل کو تورات پر کامل ایمان کے دعوے کی تردید کرنے کے لیے یوں کہو کہ۔
③ اس لیے کہ تورات نبیوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتی۔
④ یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کو معبود بنانا بڑا ظلم (یعنی کفر) تھا۔ ⑤ یعنی تورات کے احکام۔ ⑥ یعنی اس پر کامل عمل کرو۔

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ
بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ
خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

تو ان (بنی اسرائیل کے) لوگوں نے کہا: ہم نے سن تو لیا اور (لیکن) ہم نے نہیں مانا① ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی② (اے نبی!) تم (ان بنی اسرائیل سے) کہو: (تمھارے خیال میں) اگر تم ایمان والے ہو تو بہت بری بات ہے جو تمھارا (یہ اپنا خیالی) ایمان تم کو سکھاتا ہے③ ﴿۹۳﴾ (اے نبی!) تم (ان بنی اسرائیل سے) کہو کہ: اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں آخرت کا گھر④ صرف تمھارے لیے خاص ہے، دوسرے لوگوں کے لیے نہیں⑤ تو اگر تمھاری یہ بات سچی ہے تو موت کی تمنا کر کے دکھا دو ﴿۹۴﴾ اور (ہم تم کو بتا دیتے ہیں کہ اپنے) ان کاموں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں وہ (یہود) کبھی اس (موت) کی تمنا نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ (ان) ظالموں کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں⑥ ﴿۹۵﴾

---

① یعنی سنی ہوئی بات پر پہلے بھی عمل نہیں کیا اور اب بھی نہیں کریں گے۔
② یعنی بسی ہوئی ہے (دوسرا ترجمہ) اتار دی گئی۔ جس طرح رنگ کپڑے کے اندر داخل ہو جاتا، کپڑے پر جم جاتا ہے، اسی طرح بچھڑے کی عبادت کی محبت ان کے دل و دماغ میں بالکل داخل ہو چکی تھی۔
③ یعنی احکام کو نہ ماننا۔
④ یعنی جنت کی نعمتیں۔
⑤ جیسا کہ تم کہتے ہو۔
⑥ اس لیے ان کو ان کے ظلم کی سزا بھی دیں گے۔ شریعت کی نظر میں جس چیز کا جو مقام ہے، وہاں سے اس چیز کو ہٹا دینا یہ شریعت کی نظر میں "ظلم" کہلاتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ
لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ع
قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ
اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾

اور تم ان (یہودیوں) میں زندہ رہنے کی لالچ دوسرے لوگوں سے زیادہ پاؤ گے؛ بلکہ جن لوگوں نے شرک کیا ان سے بھی زیادہ (حریص پاؤ گے)، ان (یہود) میں سے ایک ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ ہزار برس زندہ رہے؛ حالاں کہ اتنا لمبا جینا بھی ان کو عذاب سے بچا نہیں سکتا اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح دیکھتے ہیں ﴿٩٦﴾

(اے نبی!) تم (ان یہود سے) کہہ دو کہ: جو شخص بھی جبرئیل (علیہ السلام) کا دشمن ہے[1] (تو سنو!) اس (جبرئیل علیہ السلام) نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ (قرآن) تمھارے دل پر اتارا ہے جو (قرآن) اپنے سے پہلی کتابوں کو سچا بتلاتا ہے اور صحیح راہ دکھلاتا ہے اور ایمان والوں کو (جنت کی) خوش خبری سناتا ہے ﴿٩٧﴾ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا دشمن بنا اور اس (اللہ تعالیٰ) کے فرشتوں کا اور اس (اللہ تعالیٰ) کے رسولوں کا اور جبرئیل (علیہ السلام) کا اور میکائیل (علیہ السلام) کا تو (وہ آدمی سن لیوے کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کے دشمن ہیں ﴿٩٨﴾ اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے تمھاری طرف کھلی ہوئی آیتیں اتاریں اور جن لوگوں کی عادت نافرمانی کی ہے وہی لوگ ان (آیتوں) کا انکار کرتے ہیں ﴿٩٩﴾

① یہود یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے آباء واجداد پر عذاب حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے تھے؛ اس لیے دشمنی رکھتے تھے، یہود کی اس دشمنی سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ
كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ

کیا (ایسی بات نہیں ہے کہ) جب جب بھی ان (بنی اسرائیل کے) لوگوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اس (عہد) کو توڑ دیا①؛ بلکہ ان کے زیادہ لوگ ایسے ہیں جو ایمان ہی نہیں لاتے ② ﴿۱۰۰﴾ اور جب ان (بنی اسرائیل) کے پاس اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ایک رسول (یعنی حضرت محمد ﷺ) آگئے کہ وہ (رسول) ان (بنی اسرائیل) کے پاس جو کتاب (یعنی تورات) ہے، اس کو سچا بتلاتے ہیں تو اہلِ کتاب کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی تورات اور انجیل) کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا پھینک دیا گویا کہ وہ (اس کتاب کو) جانتے ہی نہیں③ ﴿۱۰۱﴾ اور وہ (بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر) اس (جادو منتر) کے پیچھے پڑ گئے جس کو شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے اور سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا؛ لیکن شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور وہ (بنی اسرائیل) اس (جادو کے علم) کے پیچھے بھی (پڑ گئے) جو (عراق کے) بابل شہر میں ہاروت اور ماروت (نامی) دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا④

① یعنی پوری گستاخی سے رد کر دینا، عمل نہ کرنا۔
② تورات میں حضور ﷺ کی واضح علامات بیان کی گئی ہیں اور حضور ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے؛ اس لیے جو شخص حضور ﷺ پر ایمان نہ لائے وہ تورات کا بھی مخالف ہے۔
③ تورات کو سچا بتلانے والے حضرت محمد ﷺ جب تشریف لائے تو یہودیوں نے تورات کی ہدایت کو بھی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا؛ حالاں کہ تورات میں آپ ﷺ کی سچائی موجود تھی، اندازہ لگاؤ کہ جس تورات کتاب کو وہ لوگ سچا مانتے تھے بس آخری نبی سے دشمنی اور حسد نے ان کو اتنا آگے بڑھا دیا کہ تورات کتاب جس پر ایمان رکھتے تھے اس کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ ④ یعنی ان دونوں کو الہام کے ذریعہ سکھایا گیا تھا۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا
مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٢ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
ع وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٣ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٠٤

اور وہ دونوں (فرشتے) کسی کو بھی جادو سکھانے سے پہلے (صاف) کہہ دیا کرتے تھے کہ: ہم تو (جادو سکھانے کے ذریعہ) صرف آزمائش کے لیے (بھیجے گئے) ہیں، لہذا تو (جادو کے سیکھنے کے پیچھے پڑ کے) کافر مت بن، پھر بھی① وہ لوگ ان دونوں (فرشتوں) سے ایسا (جادو) سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر دیویں اور (اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ) وہ لوگ اس (جادو) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور وہ (بنی اسرائیل فرشتوں سے) ایسی چیز سیکھتے تھے جو ان کو نقصان دیتی تھی اور ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتی تھی اور اتنی بات تو وہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ جس نے بھی اس (جادو) کو اختیار کیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ (جادو) بہت بری چیز ہے جس کے بدلے میں انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش کہ وہ (جادو کی برائی کو) جان لیتے② ﴿۱۰۲﴾ اور اگر وہ (بنی اسرائیل جادو کے بجائے) ایمان لاتے اور تقویٰ والے ہو جاتے③ تو (اس پر) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جو ثواب ملتا یقیناً وہ بہتر ہوتا، کاش کہ وہ (اس بات کو) جان لیتے ﴿۱۰۳﴾ اے ایمان والو! (رسول کو اپنی طرف مخاطب کرنے کے لیے) تم "رَاعِنَا" مت بولو اور "اُنْظُرْنَا" کہہ دیا کرو④ اور (رسول کی بات دھیان سے) سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾

① یعنی اس طرح فرشتوں کے تنبیہ کرنے کے باوجود۔ ② اور جادو کو اپنا کر اپنی آخرت برباد نہ کرتے۔ ③ یعنی جادو کے کاموں سے خود کو بچا لیتے۔ ④ یہودیوں نے ایک نئی شرارت شروع کی تھی کہ حضور ﷺ کی مجلس میں آ کر آپ ﷺ کو "رَاعِنَا" کا لفظ کہتے جو عبرانی زبان میں ایک گالی کا لفظ تھا اور زبان دبا کر "راعینا" بولے تو معنیٰ "ہمارے چرواہے" ہوتا ہے اور یہودی لوگ اسی نیت سے یہ لفظ بولتے تھے، گرچہ عربی زبان میں اس کا معنیٰ یہ بھی ہوتا تھا:.....

باقی اگلے صفحہ پر =

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

نہ تو اہلِ کتاب میں سے جو کافر لوگ ہیں وہ اور (دوسرے) مشرکین (بھی) پسند نہیں کرتے یہ کہ تم (مسلمانوں) پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت جس کے لیے چاہتے ہیں (اس کے لیے) خاص کر دیتے ہیں① اور اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل کے مالک ہیں ﴿۱۰۵﴾ کسی آیت کو ہم جو منسوخ کر دیتے ہیں یا ہم (ذہن سے) اس (آیت) کو بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کے برابر (آیت یا حکم) لے آتے ہیں② کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۰۶﴾

= "ہماری مصلحت کی رعایت کیجیے"؛ اس لیے عربی جاننے والے لوگ اس شرارت کو سمجھ نہیں پاتے تھے اور عربی مفہوم کے اعتبار سے بعض مسلمان بھی یہ لفظ استعمال کرنے لگے، اس پر وہ یہودی آپس میں بیٹھ کر ہنستے کہ دیکھو! ہم نبی کو سب کے سامنے برا کہتے ہیں اور خود ان کے ماننے والے مسلمان بھی ہمارے ساتھ اسی میں شامل ہیں۔ اسی لیے یہ "راعنا" کا لفظ استعمال کرنا بند کروا دیا گیا اور اس کے بجائے "انظرنا" یعنی "ہماری طرف نظر کیجیے" یہ لفظ استعمال کرنے کی تاکید کی گئی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی جائز کام سے دوسروں کو ناجائز کام میں پڑنے کی گنجائش ملتی ہو تو ایسے جائز کام سے بھی بچنا چاہیے، بس اتنا ہے کہ وہ شریعت کے بنیادی فرائض میں سے نہ ہو۔

① کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص خوبی دی گئی ہو اس پر جو آدمی حسد کرتا ہو اور اس کی خصوصیت کا انکار کرتا ہو تو اس انسان پر یہودیت کی بو ہے اور مشرکین کی عادت ہے؛ چونکہ یہودی نہیں چاہتے تھے کہ نبوت بنو اسماعیل میں چلی جاوے اور مشرکین چاہتے تھے کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی کو نبوت ملے اور یہ نبوت مل گئی بنو اسماعیل میں حضرت محمد ﷺ کو، اس کی وجہ سے ان یہودیوں اور مشرکین میں حسد اور انکار آیا۔

② نسخ کی وضاحت: ہر نبی کی شریعت میں بنیادی عقائد: توحید، رسالت، آخرت وغیرہ ہر زمانے میں ایک رہے؛ لیکن عمل کے متعلق جو احکام ہیں ان میں الگ الگ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تبدیلی فرمائی۔ اسی طرح جب حضور ﷺ پر شروع میں وحی آئی تو احکام میں حالات کے اعتبار سے پہلے ایک حکم دیا گیا، پھر بدل کر اس کی جگہ دوسرا حکم دیا گیا، اس کو قرآن کی زبان میں نسخ کہتے ہیں، البتہ حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے جو کچھ تبدیلی وغیرہ ہونی تھی وہ ہو چکی اور آپ ﷺ کی زندگی میں دین مکمل ہو چکا، آپ ﷺ کے بعد دین میں کسی کو کسی قسم کی تبدیلی کا کوئی حق نہیں ہے اور یہ نسخ دین میں کوئی عیب نہیں ہے؛ بلکہ یہ بھی ایک کامل حکمت کی چیز ہے جیسے کہ ایک ماہر ڈاکٹر مریض کے حالات کے اعتبار سے دوائی بدلتا رہتا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ
وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ
الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

کیا تم کو (یہ بات) معلوم نہیں کہ یقیناً آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی ① اور مدد کرنے والا نہیں ہے ② ﴿۱۰۷﴾ (اے مسلمانو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول (یعنی محمد ﷺ) سے ایسے (نامناسب) سوال کرو ③ جیسے (تم سے) پہلے (زمانے میں) موسیٰ (علیہ السلام) سے (نامناسب) سوال کیے گئے ④ اور جو شخص ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے پکی بات ہے کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ﴿۱۰۸﴾ (اے مسلمانو!) بہت سارے اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) اپنے دل کے حسد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ ⑤ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمھیں پلٹا کر ⑥ کافر بنادیں، حق (یعنی اسلام کی سچائی) ان کے سامنے ظاہر ہو چکنے کے باوجود بھی،

---

① یعنی کام بنانے والا۔
② "ولی": جو سرے سے مصیبت ہی نہ آنے دے اور "نصیر" آئی ہوئی مصیبت کو دور کردے، نصیر: منصور کے لیے ولی ہونا ضروری نہیں، اجنبی بھی نصیر ہوسکتا ہے، جب کہ ولی عام طور پر قریبی رشتے دار ذمہ دار ہوتا ہے۔
③ جس سوال میں کوئی دینی فائدہ یا دنیوی کوئی اہم مصلحت نہ ہو ایسے سوال کرنے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔
④ نامناسب سوال کرنے والے بنی اسرائیل تھے؛ یعنی مسلمانوں کو اپنے نبی سے نامناسب سوال نہیں کرنا چاہیے۔
⑤ چاہت کا تعلق دل سے ہے، جب دل میں کسی چیز کی چاہت ہوتی ہے تب انسان اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ کوشش مسلمانوں کے متعلق اہلِ کتاب کی قدیم زمانے سے اب تک جاری ہے کہ مسلمانوں کو نعوذ باللہ منہ! اسلام سے مرتد بنادیا جائے۔
⑥ (دوسرا ترجمہ) پھر تم کو مرتد بنا کر کافر بنادیں۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ
اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

پھر جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی حکم (ان سے جہاد کا) بھیج دے وہاں تک تم ان کو معاف کرو، اور در گذر کرو(۱)، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۰۹﴾ اور (اے مسلمانو!)(۲) تم نماز قائم کرتے رہو اور تم زکوۃ دیا کرو(۳) اور جو بھلائی کا عمل (کر کے) اپنے فائدے کے لیے تم آگے بھیج دوگے(۴) اس (کے ثواب) کو تم اللہ تعالیٰ کے یہاں (محفوظ) پاؤگے(۵) یقیناً جو عمل تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں ﴿۱۱۰﴾ اور وہ (یہود و نصاریٰ) کہتے ہیں کہ: جنت میں یہودی اور نصرانی کے سوا (دوسرا) کوئی ہرگز داخل نہیں ہوگا(۶) یہ سب ان کی (بے اصل) آرزوئیں ہیں(۷) (اے نبی!) تم (ان سے) کہو: اگر تم سچے ہو(۸) تو (اس پر) اپنی (کوئی) دلیل لاؤ(۹) ﴿۱۱۱﴾

---

(۱) ''عفو'' یہ ہے کہ تکلیف دینے والے کو سزا دینا چھوڑ دو اور ''صفح'' یہ ہے کہ تکلیف دینے والے سے انتقام لینے کا خیال بھی چھوڑ دو، جب انسان تکلیف دینے والے سے انتقام کا خیال چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دشمنوں کے خلاف جہاد کا حکم اپنے وقت پر آئے گا ابھی تو۔

(۳) یعنی نصاب کے مطابق حساب کر کے پوری زکوۃ۔

(۴) یعنی آخرت میں جمع کراؤگے۔

(۵) یعنی مرنے کے بعد وہ ثواب کام آئے گا۔

(۶) مذہب کو قومیت کے دائرے میں محدود کر دیا اور خود کی بڑائی، تخصیص جھاڑنی شروع کر دی۔

(۷) امید کی دو قسمیں ہیں: بابنیاد اور بے بنیاد۔ یہاں باطل، بے اصل، جھوٹی یا صرف دل خوش کرنے والی باتیں مراد ہیں۔

(۸) جنت کے تمھارے لیے خاص ہونے کے دعوے میں۔

(۹) ظاہر ہے کہ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے کہ دعویٰ ہی غلط ہے۔

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۳

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ
وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

کیوں نہیں؛ (اصل بات تو یہ ہے کہ) جو اپنا چہرا (یعنی زندگی کا رخ) اللہ تعالیٰ کے تابع کردے① اور وہ نیکی کے کام کرنے والا ہو② تو اس (شخص) کو اپنے رب کے پاس اپنے (عمل کا) ثواب ملتا ہے اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور وہ لوگ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے ﴿۱۱۲﴾

اور یہود (یوں) کہنے لگے کہ: نصاریٰ کسی دین پر نہیں ہیں③ اور (جواب میں) نصاریٰ کہنے لگے کہ: یہود کسی دین پر نہیں ہیں؛ حالاں کہ وہ سب (یہود و نصاریٰ اپنی آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں④ اسی طرح (یہ سن کر مشرکین) جن کے پاس کوئی (آسمانی) علم نہیں ہے وہ بھی ان (یہود و نصاریٰ) کے جیسی بات کہنے لگے⑤ سو جن باتوں (یعنی امور) کے متعلق وہ آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان (باتوں) کے متعلق ان کے درمیان فیصلہ فرماویں گے⑥ ﴿۱۱۳﴾

---

① یعنی اللہ کا کامل فرماں بردار بن جاوے۔
② (دوسرا ترجمہ) نیک روش کا پابند بھی ہو۔
③ یعنی صحیح دین کے راستہ پر نہیں ہے۔
④ یعنی ایک دوسرے کے دین کی حقیقت جانتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے دین کو بے بنیاد و بے اصل کہتے ہیں، یہ مذہبی تعصب کی بات ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کے اندر واقعی خوبی یا کمال ہوتا ہے تو عناد اور دشمنی ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اندھا ہو کر اس کا بھی انکار کر دیتا ہے۔
⑤ مشرکین، یہود و نصاری کے دین کو غلط کہنے لگے؛ حالاں کہ خود مشرکین کا دین غلط ہے۔
⑥ یعنی حق و باطل کو ظاہر فرمائیں گے۔

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنۡ يُّذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ وَسَعٰى فِىۡ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمۡ اَنۡ يَّدۡخُلُوۡهَآ اِلَّا خَآئِفِيۡنَ ؕ لَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ وَّلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ۚ فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس (اللہ تعالیٰ) کا نام لینے سے منع کرے اور ان (مسجدوں) کو ویران کرنے کی کوشش کرے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ ایسے لوگوں کو ان (مسجدوں) میں داخل ہونے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، ہاں! (اللہ تعالیٰ کے) ڈر کے ساتھ (ہو تو اور بات ہے)[۱] ان (ظالموں) کے لیے دنیا میں (سخت) رسوائی ہے[۲] اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴿۱۱۴﴾ اور مشرق اور مغرب سب کے مالک اللہ تعالیٰ ہی ہیں، سو جس طرف بھی تم (اپنا) رخ (یعنی منہ) کرو گے اللہ تعالیٰ کا رخ (یعنی توجہ) وہاں ہے[۳] یقیناً اللہ تعالیٰ وسعت والے[۴]، سب جانتے ہیں ﴿۱۱۵﴾ اور وہ (کافر لوگ) کہنے لگے کہ: اللہ تعالیٰ کوئی لڑکا رکھتے ہیں؛ (حالاں کہ) اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات (اولاد سے اور تمام عیوب) پاک ہے؛ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس (اللہ تعالیٰ) کی مالکی میں ہے، ہر ایک اس کے تابع دار ہیں[۵] ﴿۱۱۶﴾

---

① یعنی تواضع اور مسجد کی تعظیم کے ساتھ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔

② مسجد حرام میں عبادت کرنے سے روکنے والے مکہ کے ان ظالموں کے لیے تھوڑے ہی عرصے میں حالات ایسے آگئے کہ مکہ فتح ہو گیا اور مسجدِ حرام میں ان کو ڈر ڈر کے داخل ہونا پڑا۔ ان کی ذلت بدر سے شروع ہوئی اور فتحِ مکہ پر جا کر مکمل ہوئی اور وہ لوگ اپنے وطن مکہ سے محروم کر دیے گئے۔

③ وجہ کے دو معنی ہیں: (۱) ذات (۲) جہت؛ یہاں دوسرا؛ یعنی جہت والا معنی مراد ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں نماز کے لیے مطلوب جہت وہاں ہے۔ ④ یعنی وسیع بخشش والے۔

⑤ یعنی آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرتی ہے۔ یہاں آیت میں اطاعتِ تکوینی مراد ہے، اطاعتِ تشریعی مراد نہیں ہے، ہر چیز سے اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتے ہیں وہ چیز اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہے۔

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾
وَقَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ لَوۡلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوۡ تَاۡتِيۡنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيۡنَ
مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّثۡلَ قَوۡلِهِمۡ ؕ تَشَابَهَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ قَدۡ بَيَّنَّا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾
اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـئَلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾

(اللہ تعالیٰ) آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونے کے بنانے والے ہیں① اور جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں② تو بس اسے (اتنا) کہہ دیتے ہیں کہ "ہو جا" سو وہ (کام) ہو جاتا ہے③ ﴿۱۱۷﴾ اور جو لوگ جانتے نہیں ہیں وہ (ایسا) کہنے لگے کہ: اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ) ہم سے کلام کیوں نہیں کرتے یا (اللہ تعالیٰ کے یہاں سے) ہمارے پاس (کوئی) نشانی (یعنی معجزہ) کیوں نہیں آجاتی؟④ اسی طرح ان سے پہلے کے لوگ بھی (جو اپنے زمانے کے رسول کو نہیں مانتے تھے) ان کے جیسی باتیں کہہ چکے ہیں، ان (اگلے پچھلوں) کے دل آپس میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، جو لوگ یقین حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو ہم (بہت سی) نشانیاں (پہلے ہی) صاف صاف بتلا چکے ہیں ﴿۱۱۸﴾ (اے نبی! یعنی محمد ﷺ) یقیناً ہم نے تم کو سچا دین دے کر بھیجا ہے، (اطاعت کرنے والوں کے لیے جنت کی) خوش خبری سنانے والا، اور (نہ ماننے والوں کے لیے جہنم کا) ڈر سنانے والا اور جو (لوگ اپنی مرضی سے) جہنم (کا راستہ) اختیار کر چکے ہیں⑤ ان کے بارے میں تم سے کوئی سوال نہ ہوگا⑥ ﴿۱۱۹﴾

① کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بنانے میں انسان آلات و اسباب اور طریقہ و ترتیب کا محتاج ہوتا ہے؛ مگر باری تعالیٰ کا صرف ارادہ کافی ہے۔ ② یعنی کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں (دوسرا ترجمہ) کسی کام کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔
③ یہ جو آیت میں "کن فیکون" آیا ہے: یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی واسطہ اور خاص سبب کی حاجت نہیں؛ بلکہ صرف ان کا ارادہ کافی ہوجاتا ہے۔
④ تاکہ رسول کے واسطے کی ضرورت نہ رہے۔ ⑤ یعنی بدعملی سے جہنمی بن گئے۔
⑥ (یعنی نبی سے کافروں کے ایمان نہ لانے کی وجہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا، ہاں! حقِ تبلیغ ادا کیا تھا یا نہیں؟ اس کے متعلق سوال ہوگا، جیسے قرآن میں دوسری جگہ ہے: فلنسئلن المرسلین۔ اس آیت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ جس شخص کو خود کی اصلاح کی فکر نہ ہو اس کو صرف سمجھا دیا جائے پھر نہ مانے تو اس کے پیچھے نہ پڑے رہے۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ
هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ

اور جب تک کہ تم ان (یہود و نصاریٰ) کے دین پر نہیں چلو گے وہاں تک یہود و نصاریٰ ہرگز تم سے خوش نہیں ہوں گے، (اے نبی!) تم (ان یہود و نصاریٰ سے) کہہ دو: اللہ تعالیٰ (دین کا) جو راستہ بتاوے وہی حقیقت میں سیدھا راستہ ہے[1] اور تمھارے پاس (وحی کے ذریعہ) جو علم آ گیا اس کے بعد بھی اگر (بالفرض) ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہشات کے مطابق تم چلے تو اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے بچانے کے لیے نہ تو تمھارا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۲۰﴾

جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس (کتاب) کی تلاوت کا جو حق ہے اس کے مطابق ہی اس کی تلاوت کرتے ہیں[2]

---

① اِس دور میں وہ راستہ اسلام ہے۔

② (۱) جس طرح نازل کیا گیا اس طرح وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ (۲) اللہ کی دی ہوئی علمی صلاحیت سے قرآن کے مضامین کو سمجھا اور عملی طاقت سے قرآن کے احکام پر عمل کیا۔ (۳) الفاظ اور معنیٰ میں کوئی تحریف نہ کرنا۔ (۴) ہر ہر لفظ صاف صاف ادا کرے (۵) تجوید کے قوانین کی رعایت کرے۔ (۶) تلاوت کے وقت معنیٰ اور مفہوم کی طرف دھیان دے۔ (۷) جنت کا ذکر آوے تو اس کا سوال کرے، جہنم کا ذکر آوے تو اس سے حفاظت چاہے۔

یتلونہ حق تلاوتہ سے مراد: (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جنت کا سوال اور جہنم سے حفاظت چاہنا۔

(۲) حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے: (الف) یہ کہ وہ قرآن کے بتائے ہوئے حلال کو حلال مانتا ہے اور اس کے حرام کو حرام مانتا ہے (ب) الفاظ کو ان کی جگہوں سے مسخ نہیں کرتا ہے (ج) اس کی تفسیر کے علاوہ کسی طرح کی نامناسب تاویل نہیں کرتا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابورزینؒ، ابراہیم نخعیؒ، مجاہد بن جبرؒ اور عطا بن الرباحؒ سے منقول ہے: وہ اس کی پیروی کرتے ہیں جیسا اس کی پیروی کرنے کا حق ہے۔

(۴) حسن بصریؒ: وہ محکماتِ قرآن پر عمل کرتے ہیں اور اس کے متشابہات پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۵) زید بن اسلم: وہ اسے اسی طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ یہ نازل ہوا ہے اور اسے چھپاتے نہیں ہیں۔

اِس آیت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تلاوت کو اس کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ پسند کیا جاتا ہے۔

ع ۱۴

أُولَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿١٢١﴾

يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِىَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّى فَضَّلْتُكُمْ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٢٢﴾ وَٱتَّقُوا۟

يَوْمًا لَّا تَجْزِى نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَٰعَةٌ

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِۦمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ

تو وہی لوگ اس (اللہ کی کتاب اور دین حق) پر (حقیقت میں) ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۱۲۱﴾

اے بنی اسرائیل!① میں نے اپنی جو نعمتیں تم کو عطا کی ہیں تم ان کو یاد کرو اور یہ (بھی یاد کرو) کہ میں نے تم کو تمام جہاں والوں② پر فضیلت دی تھی ﴿۱۲۲﴾ اور تم اس (قیامت کے) دن سے ڈرو، جس دن کوئی (شخص) کسی کو ذرا بھی کام نہیں آئے گا اور کسی کی طرف سے (عذاب سے چھوٹنے کے لیے کسی قسم کا) فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور کسی (مجرم) کو (کسی کی) سفارش بھی کام نہیں آئے گی اور ان (مجرموں) کو کوئی مدد بھی نہیں پہنچے گی ﴿۱۲۳﴾ اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے بہت ساری باتوں میں آزمایا③، سو ان سب کو انھوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) پورا کر کے دکھلایا،

---

① اس سے پہلے اسی سورت میں چالیس اور سینتالیس نمبر پر یہ آیت گزری ہے؛ گویا تکرار ہے، کسی اہم بنیادی مرکزی بات کو کبھی اجمالاً اور کبھی تفصیلاً دوہرا دوہرا کر بیان کیا جاتا ہے؛ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کے سامنے آجائے۔

② (دوسرا ترجمہ) تمام اقوامِ عالم پر۔

③ کلمات کی تفسیر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ: پورا اسلام تیس حصوں میں ہے، جس میں سے دس سورۂ براءت (آیت: ۱۱۲) میں ہے، دس سورۂ احزاب (آیت: ۳۵) میں، دس سورۂ مومنون (آیت: ۱ سے ۱۱) میں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام کا پورا حق ادا کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان تمام چیزوں کو عملاً ادا کرنے میں کامیاب رہے۔

قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا ؕ وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی ؕ وَ عَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰکِفِیۡنَ وَ الرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا①: میں تم کو لوگوں کا (دینی) پیشوا بناؤں گا②تو اس (ابراہیم) نے عرض کیا: اور میری اولاد میں سے بھی③ (کسی کو پیشوا بنایا جائے گا؟) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں ملے گا④ ﴿۱۲۴﴾ اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب کہ ہم نے بیت اللہ (یعنی کعبہ) کو لوگوں کے لیے بار بار آنے کی⑤ اور امن کی جگہ بنا دیا اور (ہم نے حکم دیا کہ: اے لوگو!) تم مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے ابراہیم واسماعیل (علیہما السلام) کو پوری تاکید سے حکم دیا کہ: میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے (یعنی نماز پڑھنے والوں کے لیے) تم خوب پاک رکھو⑥ ﴿۱۲۵﴾

① حضرت ابراہیم علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے تو اس پر خوش خبری کے طور پر امامت ملی۔ امتحان میں کامیابی پر انعام سنتِ الٰہی ہے۔

② اگر یہ امتحان نبوت ملنے سے پہلے ہو تو "اماما" سے مراد امامتِ کبریٰ: یعنی نبوت ملنے کی بشارت ہے، اور اگر نبوت ملنے کے بعد یہ امتحان ہے تو امامت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت عالم گیر ہوگی، اس کو مرکزیت حاصل ہوگی اور آپ کے کام کو وسعت حاصل ہوگی، یہ مراد لیا گیا ہے۔

③ اس عطف کو عطفِ تلقینی کہتے ہیں: یہ کام کر رہے ہیں تو ساتھ میں یہ کام بھی کر لو؛ گویا کہ امامت مل رہی ہے تو اولاد کو بھی یہ چیز مل جائے اس کی درخواست کر لو۔

④ نبوت والی امامت گنہگاروں کو نہیں ملا کرتی: یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرنے والوں کو دینی پیشوا نہیں بنایا جائے گا۔

⑤ یعنی مرجع بنا دیا۔

⑥ ہر قسم کی ظاہری اور معنوی گندگی سے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۲۶ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۲۷

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ اس (شہر مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور اس (مکہ) کے رہنے والوں میں سے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاوے ان کو (قسم قسم کے) پھل (کھانے کے لیے) عطا فرمایئے، (اللہ تعالیٰ نے دعا کے جواب میں) ارشاد فرمایا: اور جس نے کفر کیا اس کو بھی میں تھوڑی مدت کے لیے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا① پھر میں اس (کافر) کو زبردستی دوزخ کے عذاب میں پہنچاؤں گا اور وہ (جہنم) رہنے کی بہت بری جگہ ہے② ﴿۱۲۶﴾ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) گھر (خانۂ کعبہ) کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے③ اور اسماعیل بھی④ (اور وہ دونوں دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! آپ ہم سے (کعبہ کی تعمیر کی خدمت کو) قبول کر لیجیے⑤ یقیناً آپ ہی (ہر ایک کی دعا) پوری طرح سنتے (اور ہر ایک کی دلی نیت کو) اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۱۲۷﴾

---

① یعنی پھلوں کی روزی دنیوی زندگی میں کافروں کو بھی ملے گی۔ ② (دوسرا ترجمہ) پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے۔
③ یعنی پرانی بنیاد پر جدید دیواریں بنا رہے تھے۔ ④ یعنی اس تعمیر کے کام میں شامل تھے۔
اسماعیل: عجمی نام ہے: "اسمع" اور "ئیل" سے بنا ہے، اس کا معنی ہوتا ہے: اے اللہ! میری دعا سن لیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کی طلب کے وقت یہ الفاظ استعمال کیے تھے تو جب فرزند مل گیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو یہی نام رکھ دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ: یہ عربی نام ہے، اس کا معنی ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار۔
⑤ ہر نیک عمل کے قبولیت کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔ بیت اللہ کی تعمیر اللہ کے حکم سے اور اللہ کے دو نبی تعمیر کر رہے ہیں، خلاصہ یہ کہ بیت اللہ، بامر اللہ ہے اور بنبی اللہ، پھر بھی قبولیت کی فکر میں دعا کر رہے ہیں تو ہمیں تو ہمارے اعمال کے قبولیت کے لیے کتنی زیادہ دعا اور کوشش کرنی چاہیے!۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اے ہمارے رب! اور آپ ہم کو اپنا پورا فرماں بردار بنا دیجیے ① اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (یعنی امت) پیدا کر دیجیے جو آپ کی پوری فرماں بردار ہو اور آپ ہم کو ہماری عبادتوں کے طریقے سکھلا دیجیے ② اور آپ ہماری توبہ قبول کر لیجیے ③ (اے اللہ!) یقیناً آپ ہی بہت توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾ اے ہمارے رب! اور آپ ان (مکہ کے رہنے والوں) میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجیے جو ان کے سامنے آپ کی (یعنی قرآن کی) آیتوں کی تلاوت کیا کرے ④ اور ان (انسانوں) کو کتاب (یعنی قرآن) اور حکمت کی باتیں سکھلایا کرے اور ان کو (ظاہری و باطنی گندگی سے) پاک صاف بنائے، یقیناً آپ تو بڑے زبردست ہیں، بڑے حکمت والے ہیں ﴿۱۲۹﴾ اور کون ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے سے اعراض کرے؟ ⑤ مگر وہی شخص (منہ پھرائے گا) جس نے خود بے وقوفی اپنا لی ہو ⑥ اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو دنیا میں (امامت جیسے اونچے مرتبے کے لیے) منتخب کر لیا تھا اور یقیناً وہ (ابراہیم علیہ السلام) آخرت میں نیک لوگوں (کی جماعت) میں (شامل) ہوں گے ﴿۱۳۰﴾

---

① اس دعا میں اسلام پر بقا اور استقامت اور ترقی بھی شامل ہے، ایک جلیل القدر نبی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا خود کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے مانگے تو دوسروں کو بھی اس دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً اس دور میں ہر ایمان والا اس دعا کو مانگنے کا ہمیشہ اہتمام کرے۔ ② یعنی حج اور دوسرے شریعت کے احکام جن کو ہمیں انجام دینا ہے۔
③ احکام پر عمل کرنے میں جو کوتاہی ہو تو۔ ④ یعنی اولاً مکہ والوں کے سامنے پھر تمام انسانوں کے لیے۔
⑤ یعنی منہ پھرا لیوے اور نہ مانے۔ ⑥ (دوسرا) جس نے خود کو بے وقوف بنایا ہو (تیسرا) جو اپنے آپ ہی کو نہ سمجھتا ہو۔
فائدہ: دنیا کی سب سے بڑی عقلمندی توحید ہے اور سب سے بڑی بے وقوفی کفر اور شرک ہے۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۙ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ
وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ
إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٣﴾

جب ان (ابراہیم علیہ السلام) کو ان کے رب نے حکم دیا کہ: تو (اللہ تعالیٰ کے) حکم کو مکمل پورا کرنے والا بن جا[1] تو (جواب میں فوراً) انھوں نے کہا کہ: میں تمام عالموں کے رب (کے ہر حکم) کا فرماں بردار بن گیا[2] ﴿۱۳۱﴾ اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اسی کی[3] اپنی اولاد کو وصیت کی تھی اور یعقوب (علیہ السلام) نے بھی (اسی اسلام کی وصیت کی اور فرمایا) اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے دین (یعنی اسلام) کو منتخب کر لیا ہے، سو (اے میرے بیٹو!) تم کو مسلمان ہونے کی حالت ہی میں موت آوے ﴿۱۳۲﴾ (اے لوگو!) یعقوب (علیہ السلام) کی موت کے وقت کیا تم خود وہاں موجود تھے؟[4] جب کہ یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو پوچھا تھا کہ: تم میرے (دنیا سے جانے کے) بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب (بیٹوں) نے جواب دیا: ہم اسی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے جو آپ (یعنی یعقوب علیہ السلام) کے معبود اور آپ کے (اوپر تک) باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود ہیں اور ہم اسی (ایک اللہ تعالیٰ) کے فرماں بردار بن کر رہیں گے ﴿۱۳۳﴾

---

① یعنی (۱) فرماں برداری پر قائم رہنا (۲) اطاعت میں ترقی کرنا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے ہی اسلام پر تھے؛ لیکن آئندہ بھی اسلام پر ثابت قدمی رہے اور اسلام میں ترقی ہووے یہ مراد ہے۔

② یعنی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر قائم اور باقی رہوں گا، حضرت ابراہیمؑ پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، اس سوال کے جواب کے ذریعے ان کی فرماں برداری اور زیادہ مضبوط اور ظاہر ہوگئی اور دوسرے لوگوں کو بھی فرماں بردار رہنے کا سبق مل گیا۔

③ اسلام کی یعنی اللہ کے ہر حکم کو پورا کرنے کی۔

④ یعنی یہود تو موجود نہیں تھے، اللہ تعالیٰ موجود تھے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾
وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

وہ ایک امت تھی① جو (اپنے وقت پر آ کر) چلی گئی، جو کچھ اس (جماعت) نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور (اے یہود!) تمھارا (اچھا یا برا) کمایا ہوا تم کو ملے گا اور ان کے کاموں کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا ﴿۱۳۴﴾

اور وہ (یہود و نصاریٰ) کہنے لگے: (اے مسلمانو!) تم یہودی یا نصرانی بن جاؤ، تم صحیح راستے پر آ جاؤ گے (تو ان کو جواب میں) تم کہو: (نہیں) بلکہ (ہم تو) ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر عمل کریں گے جو بالکل ٹھیک (سیدھے) راستہ پر (یعنی موحد) تھے اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے ﴿۱۳۵﴾ (اے مسلمانو!) تم (یہود و نصاریٰ و مشرکین سے) کہہ دو: ہم تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو (قرآن) ہم پر اتارا گیا اس پر (تفصیلی ایمان لائے)② اور جو (وحی) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اس پر بھی (ہم اجمالی طور ایمان لائے)③ اور جو (شریعت) موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) کو دی گئی اس پر بھی اور جو (شریعت دوسرے) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی (ہم ان سب کو صحیح مانتے ہیں)

---

① یہاں اللہ کے نیک بندے نبیوں کی جماعت مراد ہے۔
نوٹ: امت کہتے ہیں ہر اس جماعت کو جس میں کسی قسم کا رابطۂ اشتراک ہو؛ چاہے مذہبی طور پر رابطۂ اشتراک ہو؛ چاہے جغرافیائی طور پر ہو؛ چاہے عصری اور زمانی طور پر ہو، اپنے اختیار سے ہو یا غیر اختیاری طور پر ہو، یہ لفظاً واحد ہے، معنیً جمع ہے۔
② یعنی ہمارا عمل قرآن کے مطابق ہے۔
③ یعنی ان نبیوں کی شریعت ان کے زمانے میں صحیح تھی یہ ہم مانتے ہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی کے درمیان (کوئی) تفریق نہیں کرتے① اور ہم اسی (تمام نبیوں پر وحی اتارنے والے اللہ تعالیٰ) کے فرماں بردار ہیں ﴿۱۳۶﴾ سو اگر وہ (اہلِ کتاب اور کافر) بھی تمھارے② جیسا ایمان لے آویں تو پکی بات ہے کہ وہ (اہلِ کتاب اور کافر بھی) ہدایت پر آجائیں گے اور اگر وہ (یہود ونصاریٰ) منہ پھرا لیویں③ تو وہ یقیناً مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں④ (اے محمد! تم ان کی دشمنی سے نہ گھبراؤ) سو عنقریب تمھاری طرف سے اللہ تعالیٰ ان (یہود ونصاریٰ اور کافروں) کو کافی ہو جائیں گے اور وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات کو سنتے (اور) ہر بات کو جانتے ہیں ﴿۱۳۷﴾ (اے مسلمانو! ان نصاریٰ سے کہہ دو: ہم نے تو) اللہ تعالیٰ کا رنگ قبول کر لیا⑤ اور اللہ تعالیٰ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے؟ اور ہم تو اسی (ایک اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرنے والے ہیں ﴿۱۳۸﴾

---

① یعنی سب رسولوں کو مانتے ہیں۔
فائدہ: تفریق کی دو قسمیں ہیں: (۱) فی المراتب (۲) فی الایمان، آیت میں دوسری قسم کی نفی مراد ہے، یعنی ہم نبیوں پر ایمان لانے میں تفریق نہیں کرتے، ورنہ نبیوں میں مرتبہ میں فرق یہ قرآن کی دوسری آیت تلک الرسل سے ثابت ہے۔
② مراد حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں یعنی صحابہ کے ایمان کو معیار بتایا گیا، یہ صحابہ کے لیے بڑی سعادت ہے۔
فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ایمان ہونا اس کی یہ آیت دوسری دلیل ہے، اس سے پہلے آمنوا کما امن الناس وہاں بھی ''الناس'' سے صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں؛ گویا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیا گیا ہے، دوسری بات فقد اھتدوا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ یہ صحیح ہدایت کی راہ ہے۔
③ یعنی مسلمانوں جیسا ایمان نہ لاوے۔ ④ یعنی حضرت محمد ﷺ اور دینِ حق کی مخالفت کر رہے ہیں۔
⑤ رنگ جس طرح سامنے سے نظر آجاتا ہے اسی طرح حقیقی دین داری دین دار پر نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے یعنی ہم مکمل اللہ کے دین میں آگئے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ﴿١٣٩﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْــَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤١﴾ ع ١٦

تم (ان یہود ونصاریٰ سے) کہہ دو: کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے بحث کرتے ہو؟[1] حالاں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تو ہمارے رب ہیں اور تمھارے (سب کے بھی) رب ہیں اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں اور ہم تو خالص اس (اللہ تعالیٰ ہی) کی اطاعت کرنے والے ہیں ﴿۱۳۹﴾ (اے یہود ونصاریٰ!) کیا تم (ایسا) کہتے ہو کہ: یقیناً ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد وہ (سب) یہودی یا نصرانی تھے؟ تم (ان سے) کہو کہ: (ان کے مذہب کے بارے میں) تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں؟ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اس کے پاس آئی ہوئی شہادت کو چھپائے[2]؟ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بےخبر نہیں ہے ﴿۱۴۰﴾ وہ امت تھی جو (اپنے وقت پر دنیا میں آ کر) چلی گئی، جو کچھ اس (امت) نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور تمھارا کمایا ہوا (یعنی تمھارے کیے کرائے اعمال) تمھارے لیے ہیں اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا ﴿۱۴۱﴾

---

① یعنی اللہ تعالیٰ صرف تم یہود ونصاریٰ کی بخشش کریں گے اور ہم مسلمانوں کی بخشش نہیں کریں گے۔

② شہادت: [۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ملتِ توحید ہونے کے بارے میں تھی جس کو انھوں نے چھپایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی اور نصرانی کہنے لگے [۲] حضور ﷺ کی صفات جو تورات میں تھی اس کو چھپایا۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

اب تو① بے وقوف لوگ (یوں) کہیں گے کہ: ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ (کچھ عرصے سے قائم) تھے؟ (اے نبی!) تم (جواب میں) کہو کہ: مشرق ومغرب سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں سیدھی راہ پر چلاتے ہیں ﴿۱۴۲﴾ اور اسی طرح② ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا؛ تاکہ (قیامت کے روز) لوگوں پر تم گواہ بنو اور رسول (محمد ﷺ) تم پر گواہ بنیں اور جس قبلے کی طرف (اب تک) تم (عارضی طور پر منہ کرتے چلے آرہے) تھے③ وہ (قبلہ) ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا تاکہ ہم معلوم کرلیویں④ کہ کون رسول کا حکم مانتا ہے⑤ اور کون اپنی ایڑیوں پر الٹا پھر جاتا ہے⑥ اور یقیناً یہ (قبلے کی تبدیلی) بڑی مشکل بات تھی؛ مگر ان لوگوں کے لیے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی⑦ اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمھارے ایمان کو ضائع کریں⑧ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والے، نہایت مہربان ہیں ﴿۱۴۳﴾

---

① یعنی جب کعبہ قبلہ مقرر ہوا اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنا چھوڑ دیا گیا تب۔

② جس طرح اس امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضل نبی حضرت محمد ﷺ عطا ہوئے، قرآن جیسی افضل کتاب ملی اسی طرح آخری نبی کی امت کو کعبہ جیسا افضل قبلہ ملا اور تحویل کے حکم کے بعد لوگوں کو دل وجان سے اس کے قبول کرنے کی توفیق دی۔

③ مکی زندگی میں کعبہ قبلہ تھا، ہجرت کے بعد ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس قبلہ رہا پھر دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔ دوسری روایت کے مطابق ہجرت سے پہلے بیت المقدس قبلہ تھا جو ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک باقی رہا پھر کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا۔

④ (دوسرا ترجمہ) تمیز کردیوے۔ ⑤ اتباع سے اتباعِ حسی مراد نہیں ہے؛ یعنی کسی کے پیچھے چلنا؛ بلکہ اتباعِ معنوی مراد لیا گیا ہے؛ گویا نبی کے طرزِ حیات کو اپنانا مراد ہے۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر=

قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا ۖ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ
الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ؕ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ
لَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنۡ اَتَيۡتَ الَّذِيۡنَ
اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوۡا قِبۡلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنۡتَ بِتَابِعٍ قِبۡلَتَهُمۡ ۚ وَمَا بَعۡضُهُمۡ
بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ بَعۡضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ
اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿١٤٥﴾

(اے ہمارے نبی!) پکی بات یہ ہے کہ ہم تمھارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھیرنا دیکھ رہے ہیں، سو تم جس قبلے (یعنی کعبہ) کو پسند کرتے ہو اس کی طرف ہم ضرور تمھارے رخ کو پھیر دیں گے ①، سو (اب سے) تم اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو اور (آئندہ) جہاں کہیں بھی تم لوگ ہو تو اپنے چہروں کو اسی (مسجدِ حرام ہی) کی طرف کر لیا کرو، اور یقیناً اہلِ کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ (قبلہ بدلنے کا حکم) حق ہے جو ان کے رب کی طرف سے (آیا) ہے، اور وہ (اہلِ کتاب قبلے کے بدلنے کی مخالفت کا) جو کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہیں ﴿١٤٤﴾ اور اگر تم ان اہلِ کتاب کے سامنے (قبلہ کی تبدیلی کے) تمام دلائل پیش کر دو تب بھی وہ تمھارے قبلے کو ماننے والے نہیں ہیں اور نہ تم ان کے قبلے کو ماننے والے ہو اور نہ وہ (اہلِ کتاب) آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں اور جو (وحی کا) علم تمھارے پاس آ چکا ہے اس کے بعد بھی اگر ان (اہلِ کتاب) کی خواہشات پر تم (بالفرض) چلیں تب تو یقیناً تمھارا شمار ظالموں میں ہوگا ② ﴿١٤٥﴾

=⑥ (دوسرا ترجمہ) یعنی ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔⑦ ان کے لیے اس نئے قبلے پر عمل کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔
⑧ بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا تحویلِ قبلہ دین سے انحراف ہے اور اس سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے، اس بے وقوفی والے خیال کا رد ہے، دوسرا ترجمہ "ایمان" کا "نماز" ہے؛ چوں کہ نماز ایمان کا اہم رکن ہے، تحویلِ قبلہ سے پہلے پڑھی گئی نماز ضائع نہیں ہوئی یہ بتا دیا گیا۔
① یہ قبلہ کا تبدیل ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہو گیا جو ایک مستقل خوشی ہے، پھر اس وعدے کو پورا کرتے ہوئے فرمایا۔
② ظاہر بات ہے حضور ﷺ یہ کر ہی نہیں سکتے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ
الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع
وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ ع ١٧
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ
وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی تورات اور انجیل) دی وہ اس (رسول یعنی حضرت محمد ﷺ) کو (اچھی طرح) پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے (سگے) بیٹوں (یعنی اولاد) کو پہچانتے ہیں، اور یقینی بات یہ ہے کہ ان (اہلِ کتاب) میں سے ایک جماعت (ایسے لوگوں کی ہے جو) جان بوجھ کر حق کو چھپاتی ہے① ﴿۱۴۶﴾ حق وہی ہے جو تمھارے رب کی طرف سے ہے، سو (اس لیے) تم شک کرنے والوں میں بالکل شامل نہ ہونا ﴿۱۴۷﴾

اور ہر ایک (مذہب والوں) کی ایک سمت (رخ کرنے کی) ہے جس کی طرف (اپنی عبادت میں) وہ رخ کرتے ہیں، سو تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو② تم سب جہاں بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) تم سب کو (جمع کر کے اپنے پاس) لاویں گے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۴۸﴾ اور جہاں سے بھی تم (سفر کے لیے) باہر نکلو تو اپنا منہ (نماز میں) مسجدِ حرام کی طرف کر لیا کرو اور یقیناً یہی حق بات (کا حکم) ہے جو تمھارے رب کی طرف سے ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۱۴۹﴾

① حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے تورات میں آئی ہوئی علامات کی روشنی میں آپ کو نبی حق جانتے تھے؛ لیکن پھر بھی لوگوں سے چھپاتے تھے، اور ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

② (۱) اختلاف جب پیدا ہوتا ہے- جیسا کہ یہاں قبلے کے مسئلہ کے اندر ہوا- تو اختلاف کے وقت انسان تقابل کے مزاج کا بنتا ہے، جس قوم سے یا جس فرد سے اختلاف ہوتا ہے تو اس سے آگے بڑھنے کی انسان سعی کرتا ہے، آیت میں بتایا گیا کہ اصل آگے بڑھنے کی چیز نیکی ہے، ہر ایک نیکی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں آگے بڑھ کر دکھلاوے (۲) عامۂ اختلاف کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اختلافات میں الجھ کر کہ انسان کی نیکی میں کمی آتی ہے؛ اس لیے اس کا علاج بتلایا گیا کہ نیکی میں آگے بڑھ کر دکھلاؤ۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۙ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۙ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾

اور جہاں سے بھی تم (سفر میں) باہر نکلو تو اپنا منہ (نماز میں) مسجدِ حرام کی طرف رکھا کرو① اور جس جگہ بھی تم لوگ ہوا کرو تو اپنے چہروں کو اسی (مسجدِ حرام) کی طرف کرو②؛ تا کہ تمھارے خلاف لوگوں کو الزام قائم کرنے کا کوئی موقع نہ ملے؛ مگر ان میں سے جن لوگوں کی عادت ظلم بن چکی ہے (ایسے ضدی لوگ چپ نہیں رہیں گے) سو تم ان (لوگوں) سے مت ڈرو اور تم مجھ ہی سے ڈرو؛ اور تا کہ میں اپنی نعمت③ تم پر پوری کروں اور تا کہ تم لوگ صحیح راہ پر رہو ﴿۱۵۰﴾

---

① قبلے کے بدلنے کا جو حکم آیا اس کے لیے واحد کا صیغہ تین مرتبہ اور جمع کا صیغہ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے، اس طرح بار بار حکم دینے کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) قبلے کے بدلنے پر دشمنوں کی طرف سے بہت سارے اعتراضات ہوئے ان اعتراضات کو بند کرنا۔

(۲) مسلمانوں کے لیے بھی قبلے کا بدلنا ایک عظیم انقلاب تھا؛ اس لیے کہ آج تک جس قبلے کو صحیح سمجھ کر نماز میں اس کی طرف رخ کرتے رہے تھے اس کو اب چھوڑ کر نئے قبلے کی طرف رخ کرنا۔

(۳) عام حکم کو بتلانا تھا کہ سفر ہو کہ کسی جگہ مقیم ہو پھر یہ سفر اور اقامت کبھی طویل کبھی مختصر، کبھی عارضی کبھی مستقل ہر حال میں کعبہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ہے۔

(۴) یہ قبلے کی تبدیلی کا حکم خود نبی کریم ﷺ کے لیے اور آپ کی پوری امت کے لیے بھی ہے۔

② تم عالم کی الگ الگ سمتوں سے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ہی رخ سمجھا جائے گا۔

③ دشمنوں کے طعن سے حفاظت ہو اور اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، برکات، انوار اور ہدایت کے پورے حق دار بنو اور آخرت میں جنت کا داخلہ مل جاوے یہ فضلِ الٰہی ہے۔

دوسرا مطلب: فضل اور انعام یعنی اسلام کی کامل ہدایت۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ ع ١٨

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٣﴾

(یہ احسان ایسا ہے)① جیسا کہ ہم نے تمھارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول (محمد ﷺ) بھیجا جو تمھارے سامنے ہماری آیتوں کو پڑھ پڑھ کے سناتا ہے اور تم کو (ظاہری وباطنی گندگی سے) پاک (وصاف) کرتا ہے اور تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور جو باتیں (اب تک) تم نہیں جانتے تھے② وہ تم کو سکھلاتا ہے ﴿۱۵۱﴾ سو (ان نعمتوں پر) تم مجھ کو یاد کرتے رہو، میں تم کو یاد رکھوں گا③ اور (ان نعمتوں کے ملنے پر) تم میرا شکر ادا کرتے رہو④ اور تم میری ناشکری (یعنی نافرمانی) نہ کیا کرو ﴿۱۵۲﴾

اے ایمان والو! (مصیبت پر) صبر کر کے اور نماز پڑھ کر (اللہ تعالیٰ کی) مدد حاصل کرو⑤ یقیناً اللہ تعالیٰ (کی مدد) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۵۳﴾

---

① آیت میں تشبیہ کا حاصل:

[۱] یعنی تمھارا پسندیدہ قبلہ کعبہ مل گیا وہ نعمت ہے، اسی طرح تم کو ایک کامل رسول اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

[۲] کعبہ کی تعمیر مقبول ہو وہ دعا مقبول ہوئی اور نبی کی بعثت والی دعا بھی مقبول ہوئی۔

② (دوسرا ترجمہ) یا جو باتیں تم (خود کبھی) جان بھی نہیں سکتے تھے۔

③ (۱) یعنی تم مجھے معافی کے ذریعہ یاد کرو، میں مغفرت سے تم کو یاد کروں گا۔ (۲) تم میری ثنا کرو، میں تم کو عطا کروں گا۔ (۳) تم اخلاص سے کام کرو، میں تم کو خلاصی میں؛ یعنی چھٹکارا دینے میں یاد کروں گا۔ (۴) تم مناجات میں یاد کرو، میں تم کو نجات میں یاد رکھوں گا۔ (۵) ذکر کا ایک معنیٰ ''یاد کرنا'' ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور زبان اس کی ترجمان ہوتی ہے۔ (۶) ذکر کی ایک تفسیر ''اطاعت'' یعنی ہر موقع پر شریعت کا جو حکم ہو اس کو پورا کرنا بھی ہے۔

④ شکر: قلبی، لسانی، عملی تین طرح سے ہے۔

⑤ نماز میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کو کھینچ کر لانے کی تاثیر ہے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ
مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل (یعنی شہید) کیے جائیں ان کو تم (عام مُردوں کی طرح) مرے ہوئے مت کہو؛ بلکہ وہ تو سب زندہ ہیں[۱]؛ لیکن تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہے[۲] ﴿۱۵۴﴾ اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے (کبھی تو) تھوڑے سے خوف سے اور (کبھی تو تھوڑی سی) بھوک سے اور (کبھی تو تھوڑے سے) مال اور جان اور پھلوں میں نقصان (یعنی کمی) کرنے سے اور (ایسے امتحان کے حالات میں) صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنادو ﴿۱۵۵﴾ (صبر کرنے والے) وہ ہیں کہ جب ان کو (کسی قسم کی) کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم سب تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں اور ہم سب اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف واپس جانے والے ہیں ﴿۱۵۶﴾ انہی (صبر کرنے والوں) پر ان کے رب کی طرف سے (خاص) عنایتیں ہوں گی اور رحمت (بھی) ہوگی[۳] اور وہی لوگ ہدایت پر ہیں ﴿۱۵۷﴾ یقیناً صفا اور مَروہ (دونوں پہاڑ) اللہ (کے دین) کی (خاص) نشانیوں میں سے ہیں[۴]،

---

[۱] برزخی خاص قسم کی حیات۔ [۲] تم ان کی زندگی کا ادراک نہیں کرسکتے۔

[۳] ''رحمت'' سے مراد جنت ہے اور ''صلوات'' سے مراد خصوصی عنایت ہے۔

[۴] شعائر: یعنی مخصوص علامت: (۱) جو مکانات، مقامات اللہ تعالیٰ کے دین کی خاص نشانی بنے: جیسے کعبہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، صفا، مروہ وغیرہ۔ (۲) وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاص نشانی بنتی ہو جیسے: ختنہ کرنا، اذان دینا، اقامت کرنا۔ (۳) وہ وقت جو خاص طور پر دین کی علامت اور نشانی بنے، جیسے: رمضان، اشہر حرم، عیدین وغیرہ؛ گویا خصوصی مقامات، خصوصی کام، خصوصی وقت تینوں کے اوپر شعائر کا اطلاق ہوتا ہے، جس سے بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی خصوصی نشانی علامت ظاہر ہوتی ہو وہ ''شعائر'' ہے۔

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ
شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ
فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا
وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج یا عمرہ کرے تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں (پہاڑ) کے چکر لگائے اور جو شخص بھی نیکی کا کام خوشی (اور شوق) سے کرے گا(1) تو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والے(2) سب کچھ جاننے والے ہیں ﴿۱۵۸﴾ یقیناً جو لوگ ہمارے اتارے ہوئے صاف احکام اور ہدایت کی باتوں کو چھپاتے ہیں(3) باوجود یہ کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب (تورات وانجیل) میں لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کر چکے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور ان پر (دوسرے) سب لعنت کرنے والے بھی لعنت (یعنی لعنت کی بد دعا) کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ مگر (لعنت سے بچ گئے وہ لوگ) جنھوں نے توبہ کی اور انھوں نے (اپنی) اصلاح کر لی اور انھوں نے (آسمانی کتاب کی چھپائی ہوئی باتوں کو) ظاہر کر دیا تو ایسے لوگوں کی توبہ میں قبول کر لیتا ہوں اور میں تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، سب پر مہربان ہوں ﴿۱۶۰﴾ حقیقت میں جن لوگوں نے کفر اپنا لیا اور کفر ہی پر مرے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے ﴿۱۶۱﴾

(1) یعنی نیکی کا کام کرنا تو ہے ہی تو بہتر یہ ہے کہ خوشی اور رغبت سے کرو۔

(2) نیکی کو قبول کر کے زیادہ نیکی کی توفیق دیوے اور آخرت میں اجر دیوے۔

(3) کتمان: کسی چیز کو ظاہر کرنا قصداً چھوڑ دیوے؛ حالاں کہ اس کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کے دواعی بھی موجود ہے اور یہ کتمان کبھی صرف چھپانے سے ہوتا ہے، کبھی اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے اور اس کی جگہ دوسری چیز رکھ دی جائے اس سے بھی ہوتا ہے۔
''بینات'' سے مراد جو چیز فی ذاتہ ظاہر ہو اور ''ھدیٰ'' سے مراد صحیح راستہ پر لانے والی باتیں۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع ۱۹ ۲
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا
مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے، ان پر سے (کبھی بھی) عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور (کسی وقت) ان کو مہلت (بھی) نہیں دی جائے گی ﴿۱۶۲﴾ اور تمھارا (حقیقی) معبود ایک (اللہ تعالیٰ) ہی معبود ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، جن کی رحمت سب کے لیے ہے (اور وہ) بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۶۳﴾

یقیناً آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے (مسلسل) بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کا سامان لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور اس (بارش کے) پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس (بارش کے پانی) کے ذریعے زمین کو اس کے مُردہ ہونے (یعنی اجڑ جانے) کے بعد زندہ کر دیا اور ہر قسم کے جانور اس (زمین) میں پھیلا دیے اور ہواؤں کے (رخ) بدلنے میں اور جو بادل آسمان و زمین کے درمیان (اللہ تعالیٰ کے حکم کے) پابند رہ کر کام میں لگے ہوئے ہیں ان میں عقل سے کام لینے والوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) بڑی نشانیاں ہیں ﴿۱۶۴﴾ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کو شریک بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے جیسی محبت رکھنی چاہیے وہ ویسی محبت ان (شریکوں) سے رکھتے ہیں[1]

---

① یعنی جیسی تعظیم اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے یہ مشرکین بتوں کی ویسی تعظیم کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ

اور ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں① اور کاش کہ یہ ظالم (یعنی کافر) لوگ جب (آنے والے) عذاب (کے منظر) کو دیکھ لیتے تو اسی وقت ان (کافروں) کو یقین ہو جاتا کہ طاقت تو پوری اللہ تعالیٰ ہی کی ہے② اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب (آخرت میں) بہت سخت ہوگا③ ﴿١٦٥﴾ جب④ وہ (لیڈر) لوگ جن کے کہنے پر (دنیا میں) دوسرے لوگ چلتے تھے اپنے پیروں کاروں سے بے تعلقی کا اعلان کریں گے⑤ اور وہ (عوام اور لیڈر) سب عذاب کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں گے اور ان کے (آپس کے) سب تعلقات ختم ہو جائیں گے ﴿١٦٦﴾ اور (اس وقت) عوام کہیں گے کہ: کاش ہم کو (دنیا میں) دوبارہ جانے کا موقع ملے تو ہم اعلان کر دیں گے کہ ان (لیڈروں) سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ ان لیڈروں نے ہم سے تعلق کے نہ ہونے کا (یہاں قیامت میں) اعلان کر دیا⑥،

---

① (دوسرا ترجمہ) اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے میں نہایت سخت (بہت مضبوط) ہے۔
محبت کے جتنے بھی اسباب ہیں: حسن و جمال، کمال، احسان، انعام یہ سب اللہ تعالیٰ میں بے انتہا اور اکمل ترین موجود ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہی جانی چاہیے؛ البتہ محبت ہونے کی نشانی ہے: ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور نافرمانی سے خود کو بچانا، اور جتنی یاد زیادہ ہوتی ہے اتنی محبت بڑھے گی اور اتنا ایمان مضبوط ہوگا۔
② پھر اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت نہ کرتے۔
③ (دوسرا ترجمہ) اور اگر یہ ظالم جب دنیا میں کوئی تکلیف دیکھتے اس وقت یہ سمجھ لیتے کہ ساری طاقت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے (اور دوسرے سب اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز ہیں) اور یقیناً اللہ کا عذاب (آخرت میں) بہت سخت ہوگا۔
④ یعنی آخرت میں عذاب کا سخت ہونا خاص طور پر اس وقت معلوم ہوگا جب۔
⑤ یعنی ہمارا (اس) عوام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ (دوسرا ترجمہ) جب کہ بچ نکلنے کی کوشش کریں گے وہ لوگ جن کی اتباع کی جاتی تھی ان لوگوں سے جو ان کا کہا مانتے تھے۔ ⑥ یعنی جیسے آج تم ہم سے صاف الگ تھلگ ہو گئے۔

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ ع

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو (قیامت میں) دکھلائیں گے کہ ان کے اعمال ان کے لیے حسرت ہی حسرت بن چکے ہیں اور وہ (لیڈر اور عوام) آگ سے نکلنے والے ہی نہیں ہیں ﴿۱۶۷﴾

اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں اس میں سے تم کھاؤ اور تم شیطان کے قدم بقدم نہ چلو①، یقین رکھو کہ وہ (شیطان) تمھارا کھلا دشمن ہے ﴿۱۶۸﴾ یقیناً وہ (شیطان) تو تم کو بری باتوں کا اور بے حیائی کا ہی حکم دیتا ہے (یعنی وسوسہ ڈالتا ہے) اور یہ کہ جو (باتیں) تم نہیں جانتے اس کا اللہ پر تم بہتان لگاؤ② ﴿۱۶۹﴾ اور جب ان (کافروں) کو یہ بات کہی جاتی ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے اتارے اس کے مطابق تم چلو تو وہ (کافر) جواب دیتے ہیں کہ: (نہیں) بلکہ ہم تو اسی طریقے پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے③، بھلا کیا ان (کافروں) کے باپ دادا (دین کی) ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور سیدھے راستے پر نہ ہوں تب بھی④؟ ﴿۱۷۰﴾

---

① یعنی شیطان کی بات پر عمل مت کرو۔ معلوم ہوا غیر اسلامی طریقوں کو اپنانا یہ شیطانی قدم پر چلنا ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) اللہ کے بارے میں تم ایسی باتیں بولو جن باتوں کی حقیقت تم جانتے نہیں ہو۔ نوٹ: انسان انسان کے متعلق بغیر جانے کوئی بات بولے تو وہ برا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں بے بنیاد باتیں بولنا نہایت خطرناک ہے۔

③ جو لوگ اپنی بے ایمانی، بداخلاقی، دینی کمزوریوں اور غلط رسم پر عمل کی کوئی صحیح دلیل نہیں دے سکتے وہ لوگ اپنی ان برائیوں کو اپنے خاندان کے بڑوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ ہمارے بڑوں سے یہ کام ہوتا چلا آ رہا ہے؛ حالاں کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمے دار ہے۔ ④ یعنی تب بھی انہی باپ دادا کے کفر والے راستے پر چلنے کی بات کریں گے؟

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

اور (ضدی) کافروں (کو اسلام کی دعوت دینے) کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی ایسے (جانور) کے پیچھے چلّاتا ہو جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہ سنتا ہو[①] وہ (کافر) بہرے، گونگے، اندھے ہیں؛ لہٰذا وہ (کافر اسلام کو) سمجھتے نہیں ہیں[②] ﴿۱۷۱﴾ اے ایمان والو! جو پاکیزہ روزی ہم نے تم کو دی اس میں سے کھاؤ اور اگر (حقیقت میں) تم اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرتے ہو تو (پھر کامل اور حقیقی) شکر (بھی) اللہ تعالیٰ کا ادا کرو ﴿۱۷۲﴾ یقیناً مردار اور (بہنے والا) خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا (یعنی بولا) گیا ہو صرف یہ سب اس (اللہ تعالیٰ) نے تم پر حرام کردیے ہیں[③]، سو اگر کوئی شخص (آخری درجے کی) مجبوری میں ہو[④] (اور کھانے کا) مقصد لذت حاصل کرنا نہ ہو[⑤] اور ضرورت سے زیادہ نہ کھاوے تو اس (شخص) پر (کھانے کا) کوئی گناہ نہیں ہے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں ﴿۱۷۳﴾

---

① جس طرح جانور کچھ سمجھتا نہیں اسی طرح اَڑے ہوئے کافر اسلام کو سمجھتے نہیں اور قبول نہیں کرتے۔

② قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر کافروں کے لیے اس طرح کے الفاظ آئے ہیں، مراد یہ ہے کہ وہ کان سے سنتے تو ہیں؛ لیکن ایمان کی بات ایمان قبول کرنے کی نیت سے سنتے سمجھتے نہیں ہیں، ایسے بہرے بن جاتے ہیں جیسے حق بات سنی ہی نہیں، زبان سلامت ہے، بولتے بھی خوب ہیں؛ لیکن سچی بات، ایمان کو قبول کرنے کی بات زبان پر آتی ہی نہیں، آنکھ بھی سلامت ہے؛ لیکن آخرت کا نفع، نقصان ان کو نظر آتا ہی نہیں ہے۔

③ ظاہری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار چیزیں ہی حرام ہیں؛ حالاں کہ شریعت میں اور چیزیں بھی حرام ہیں؛ لہٰذا اس آیت میں کلمہ ''اِنَّمَا'' کو حصر کے معنی میں نہ لینا ہی بہتر ہے۔

④ اور ان حرام چیزوں میں سے جان بچانے کے لیے کچھ کھالیویں۔ ⑤ (دوسرا ترجمہ) نافرمانی نہ کرے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ
مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ
فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب میں سے (بہت سی باتوں کو) چھپاتے ہیں اور اس (چھپانے) کے بدلے میں (دنیا کا) تھوڑا سا عوض لیتے ہیں ویسے لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ہی بھر رہے ہیں، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان (چھپانے والوں) سے (خوشی کی) بات نہیں کریں گے اور وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو (گناہوں سے) پاک نہیں کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿۱۷۴﴾ انہی (آسمانی کتابوں کی حق بات چھپانے والے) لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا① اور مغفرت کے بدلے عذاب کو (لے لیا) سو (ایسی بری حرکت کر کے) تعجب کی بات ہے کہ جہنم کی آگ سہنے کے لیے وہ کتنے تیار ہیں!② ﴿۱۷۵﴾ یہ (سزا) اس لیے (ہوئی) کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتاب ٹھیک ٹھیک اتاری اور جن لوگوں نے (سچی) کتاب میں اختلاف کھڑا کر دیا وہ تو ضد میں (سچائی کے راستے سے بہت) دور جا کر پڑے ہیں③ ﴿۱۷۶﴾

---

① اس طرح کی آیات میں ''اشتری یشتری'' کے معنی: یختارون ہے؛ یعنی انھوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا۔

② یعنی یہ جہنم کی آگ کے لیے کیسے بڑی ہمت والے لوگ ہیں؟ یہاں ایمان والوں کو تعجب دلانا ہے کہ کافر لوگ جہنم کو لازم کرنے والے کاموں کو کیسے لاپرواہی سے انجام دیتے چلے جا رہے ہیں، یہ بڑی تعجب کی چیز ہے؛ ورنہ جہنم میں جانے کے بعد تو کافر بھی بے صبری کو ظاہر کریں گے جیسے کہ ونادوا یامالک والی آیت سے ظاہر ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) تو وہ یقیناً ایسی مخالفت میں پڑے ہیں جو (حق کے راستے سے) بہت دور ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

تم صرف اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو اسی کا نام (کامل) نیکی نہیں ہے[۱]؛ لیکن (کامل) نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (سب آسمانی) کتابوں پر اور (تمام) نبیوں پر ایمان لاویں اور اس (اللہ) کی محبت میں[۲] (اپنا) مال رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں[۳] (دیویں) اور وہ نماز کو قائم کریں اور زکوۃ بھی ادا کریں[۴] اور جب بھی کوئی (جائز کام کا) عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کی عادت ہو اور تنگی (یعنی سختی، فقیری) اور تکلیف (یعنی بیماری، مصیبت) اور جنگ کے وقت میں صبر کرنے کی عادت ہو[۵]، ایسے لوگ ہی (نیکی پر ہونے کے دعوے میں) سچے ہیں اور ایسے لوگ ہی تقویٰ والے ہیں ﴿۱۷۷﴾

۱ یہاں سے سورۂ بقرہ کے نصفِ ثانی کی شروعات ہوتی ہے، نصفِ اول میں دین کے اصول زیادہ تھے اور یہود کی برائی تھی اور یہود کے برے کاموں کو واضح کیا گیا تھا اور یہاں سے نصفِ ثانی میں دین کے احکام کو زیادہ تر بیان کیا گیا ہے۔

۲ یا مال کی محبت دل میں ہے اس کے باوجود مال خرچ کرے یا فقیروں کے ساتھ محبت کرتے ہوئے مال دیوے ان کو حقیر نہ سمجھے۔ ۳ یعنی غلاموں اور قیدی کو آزاد کرانے میں۔

۴ وَاٰتَى الْمَالَ میں نفلی صدقہ کا بیان ہے اور ''وَاٰتَى الزَّكٰوةَ'' میں فرض زکوۃ کا بیان ہے، نفلی خیرات کرنا انسان کے لیے ذرا مشکل ہوتا ہے؛ اس لیے اس کی اہمیت دلانے کے لیے اس کو پہلے بیان کیا، فرض خیرات تو فرض کی ادائیگی کے لیے آدمی کر لیتا ہے۔

۵ بأسا: ایسی تکلیف کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے مال میں نقصان ہوتا ہے، جیسے کوئی فقیر ہو گیا۔ ضراء: ایسی تکلیف کو کہتے ہیں جس کا تعلق جان اور بدن سے ہو۔ وحین البأس سے مراد: جنگ اور قتال کے موقع پر پہنچنے والی تکلیف۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٨﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾

اے ایمان والو! (جن لوگوں کو ناحق قتل کر دیا جاوے ان) مقتولوں (کے بارے) میں (قاتل سے) قصاص لینا تم پر فرض ہے، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے عوض غلام اور عورت کے بدلے عورت (ہی کو قتل کیا جائے گا) پھر اگر اس (قاتل) کو اس کے بھائی (مقتول کے وارث)[1] کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے[2] تو وہ اچھے طریقے سے مانگنے کا حق رکھتا ہے[3] اور (اس قاتل پر) خوشی کے ساتھ اس کو ادا کرنا ضروری ہے[4] یہ (قصاص کی معافی اور دیت کی رقم) تمھارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے[5]، سو اس (آسانی) کے بعد بھی جو کوئی زیادتی کرے گا تو اس کے لیے (آخرت میں) دردناک عذاب ہے[6] ﴿١٧٨﴾ اور اے عقل والو! قصاص لینے میں تمھارے لیے (دوسروں کی) زندگی (کی حفاظت) ہے[7] پوری امید ہے کہ (قصاص کے ڈر سے ناحق قتل سے) تم بچتے رہو گے[8] ﴿١٧٩﴾

---

① مقتول کا وارث رشتے دار جو قصاص چاہتا ہے، اس کے ساتھ یہاں ایمانی اخوت یاد دلا کر معافی کی ترغیب دی گی۔
② یعنی قصاص چھوڑ دیا جائے۔ ③ یعنی مقتول کے رشتے دار معافی کے بدلے میں دیت کی رقم اچھے طریقے سے مانگنے کا حق رکھتے ہیں، اور قاتل بھی اچھے برتاؤ سے ادا کرے۔ ④ یعنی قصاص کی معافی کے بدلے میں دیت کی رقم مقتول کے وارث کو اچھے انداز میں ادا کر دینا چاہیے۔ ⑤ یہودیوں پر قصاص فرض تھا، دیت اور معافی کی اجازت نہیں تھی، عیسائیوں کے لیے معافی ضروری تھی، دیت اور قصاص حرام تھا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اختیار دیا؛ چاہے قصاص لیوے یا دیت لے کر معاف کر دے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر بڑی رحمت ہے، دوسروں کے مقابلے میں اس امت پر آسانی بھی ہے اور فضیلت بھی ہے۔ ⑥ یعنی قاتل دیت کی رقم دینے میں ٹال مٹول یا انکار کرے، اسی طرح مقتول کے رشتے دار دیت کی رقم بھی لیویں اور قاتل کو قتل کرنے کی یا تکلیف دینے کی بھی کوشش کریں یہ سب زیادتی ہے۔ ⑦ (دوسرا ترجمہ) اے عقل والو! اس قصاص کے حکم میں تمھاری زندگی اور بقا ہے۔ عقل استعمال کر کے سوچو تو حقیقت سمجھ میں آوے گی کہ قاتل سے قصاص لینے کے ذریعے دوسروں کی زندگی بچ جائے گی؛ یعنی دوسرے لوگ ڈر جاویں گے اور قتل کے جرم کا ارتکاب نہ کریں گے۔ ⑧ (دوسرا ترجمہ) پوری امید ہے کہ تم اس (قصاص کے حکم کی خلاف ورزی کرنے) سے بچتے رہو گے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَإِنَّمَا إِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٨١﴾

جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے① اگر وہ (مرتے وقت اپنے پیچھے) کچھ مال چھوڑے② تو والدین کے لیے اور قریبی رشتے داروں کے لیے انصاف کے ساتھ تم پر وصیت کرنا فرض ہے، (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والوں پر (اس طرح کی وصیت کرنا) ضروری حق ہے③ ﴿١٨٠﴾ پھر جس شخص نے اس (مرنے والے سے وصیت) کو سننے کے بعد اس میں تبدیلی کر ڈالی تو اس کو تبدیل کرنے والوں پر ہی اس (وصیت کے تبدیل کرنے) کا گناہ ہوگا④ یقیناً اللہ تعالیٰ تو (ہر چیز کو) سنتے ہیں (اور تمام چیزوں کو) جانتے ہیں ﴿١٨١﴾

① یعنی موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ② آیت میں مال کے لیے لفظ "خیر" آیا: (١) معلوم ہوا مال ہو تو خیر ہوتی ہے (٢) وصیت کا مال حلال طیب ہونا چاہیے، خبیث مال کی وصیت گناہ ہے، اور اس کا رد کرنا ضروری ہے۔

③ شروع اسلام میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے مال میں سے وارثوں کے کوئی حصے متعین نہیں تھے، مرنے والے کا پورا مال اس کے بڑے لڑکوں کو مل جاتا تھا، اسی لیے اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ ہر انسان اپنی موت سے پہلے والدین اور دوسرے رشتے داروں کے لیے وصیت کر کے جائے، پھر جب سورۂ نساء میں گیارہ سے لے کر چودہ تک کی آیتیں نازل ہوئیں تو مرنے والے کا کون وارث ہوگا اور اس کے کتنے حصے ہوں گے وہ سب خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیے؛ اس لیے اس آیت میں جس وصیت کا ذکر ہے وہ فرض نہیں رہی؛ لیکن کسی آدمی کے ذمے کسی کا کوئی حق ہے تو اس کو ادا کر دیوے اور ابھی ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو وصیت کر دیوے یہ فرض ہے۔ اسی طرح مرنے والے کے مال میں جو لوگ شرعاً وارث نہیں ہیں ان کے لیے اپنے مال میں سے یا کسی دینی کام کے لیے ایک تہائی تک وصیت کرنا جائز ہے۔

④ مرنے والی کی زبان سے جس نے بھی کوئی وصیت سنی تو اس میں اپنی طرف سے کم زیادہ نہ کرے؛ بلکہ وصیت کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، کسی آدمی نے وصیت کرنے میں ناانصافی کر دی تو مرنے سے پہلے پہلے اس کو سمجھا بجھا کر وصیت میں شریعت کے حکم کے مطابق تبدیلی کروا دیوے اور اگر کوئی آدمی نامناسب یا شریعت کے حکم کے خلاف وصیت کر کے مر گیا تو جن کے لیے وصیت کی ہے ان کے ساتھ وارثوں کی شریعت کے حکم کے موافق صلح کرا دیوے، اس طرح کی تبدیلی میں گناہ بھی نہیں ہوگا؛ بلکہ بہتر ہوگا۔

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲ ۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

پھر جس کو ڈر ہے کہ وصیت کرنے والا (غلط) طرف داری یا (حق تلفی کا) گناہ کر رہا ہے تو ان (مرحوم کے وارثوں اور وصیت والوں) کے درمیان (شرعی قانون کے مطابق وصیت بدل کر) صلح کرادے تو اس (صلح کرانے والے) پر کوئی گناہ نہیں ہے [1] یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۸۲﴾

اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے (پچھلی امت کے) لوگوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ [2] ﴿۱۸۳﴾ چند ہی دن گنتی کے (روزے رکھنے ہیں) [3] پھر جو شخص تم میں سے (رمضان میں) بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو (جتنے روزے چھوٹ گئے) دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) اتنی گنتی کو پورا کرنا ہے،

---

① یعنی ایسی صلح کرادینی چاہیے۔

② روزے سے دل نرم ہوتا ہے، حسد ختم ہوتا ہے، بھوک کی وجہ سے شیطان کا آنا جانا بند ہو جاتا ہے اور انسان جب اپنے آپ کو روزے میں غیبت، چغلی، لڑائی جھگڑا اور گناہوں سے بچائے تو ایسا نورانی پاکیزہ تقویٰ حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے رمضان تک شیطان کے جال میں پھنسنے سے اس کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

آدمی روزے کی حالت میں حلال مرغوب چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے یہ مشق ہے کہ روزے کے علاوہ اوقات میں اور پورے سال آدمی مستقلاً حرام چیزوں کو چھوڑنے والا بن جاوے۔

③ انتیس یا تیس دن روزے رکھنا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ

تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى

لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ

مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾

اور جن لوگوں کو روزے کی طاقت ہے (لیکن روزہ نہ رکھنا چاہیں) تو وہ مسکین کو کھانا دے کر (روزہ نہ رکھنے کا) فدیہ دے دیویں① پھر جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر تم سمجھ دار ہو تو (سنو! رمضان میں) تمھارا روزہ رکھنا ہی تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے ﴿١٨٤﴾ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں لوگوں کے لیے ہدایت (کی باتوں) سے بھرا ہوا قرآن اتارا گیا اور یہ (قرآن) ہدایت کے صاف اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے دلائل کا مجموعہ ہے، سو جو شخص تم میں سے (روزہ کی صلاحیت کی حالت میں رمضان کا) مہینہ پاوے تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے، اور جو شخص (رمضان میں) بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (جتنے روزے چھوٹ گئے) اتنی گنتی دوسرے دنوں میں (روزہ رکھ کر) پوری کر لے، اللہ تعالیٰ تمھارے لیے آسانی کرنا چاہتے ہیں اور تم کو (کسی) مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتے؛ اور تاکہ (اس طرح آسان اور رعایت والے احکام کے ذریعے) تم (پورے رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کر لو اور اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو ہدایت کا راستہ بتا دیا اس پر (اس کا احسان مانتے ہوئے)② تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو؛ اور تاکہ تم شکر کرنے والے بن جاؤ ﴿١٨٥﴾

① اس قرأت کے مطابق یہ حکم (فدیہ والا) روزے کی طاقت والے کے لیے اب منسوخ ہے۔ دوسری قرأت میں آیت ''لایطیقونہ'' ہے اس اعتبار سے معنیٰ یہ ہوگا کہ ''جو لوگ روزے کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بڑھاپے کی وجہ سے یا ایسی بیماری کی وجہ سے جس سے اچھے ہونے کی کوئی امید نہ ہو) تو وہ ایک مسکین کو کھانا دے کر روزہ نہ رکھنے کا فدیہ دیوے'' (اس صورت میں آیت کو منسوخ ماننے کی بھی ضرورت نہیں ہے)۔

نوٹ: اوپر آیتوں میں رمضان کا تذکرہ، بعد والی آیت میں بھی رمضان کا تذکرہ، درمیان میں سوال اور دعا کی بات آ گئی، اس سے رمضان میں دعا کی اہمیت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

② ''علی'' یہاں تعلیل کے لیے ہے؛ یعنی لھدایتہ ایاکم: اس نے تم کو ہدایت دی اس وجہ سے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآىِٕكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ

اور جب تم سے میرے بارے میں میرے بندے پوچھیں تو (بتلادو کہ) میں یقیناً (اتنا) قریب ہوں① کہ جب کوئی (دعا کرنے والا) مجھ سے دعا کرے تو میں (بلاواسطہ) دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں (جب میں اتنا مہربان ہوں) تو ان (بندوں) کو چاہیے کہ وہ میرے حکموں کو (دل سے) مانیں اور② مجھ پر ایمان (یعنی یقین) رکھیں؛ تا کہ وہ نیک راہ پر آجائیں③ ﴿١٨٦﴾ (رمضان کے) روزہ (رکھنے) کی رات میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا (اب) تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے④، وہ (بیویاں) تمھارے لیے لباس ہیں⑤ اور تم ان کے لباس ہو،

①(۱) ''قریب'' دنیا کا ایک محاورہ ہے، جب کوئی قریبی رشتے داریا قریبی دوست ہوتا ہے تو انسان کو جب کوئی ضرورت ہوتی ہے تو اس سے مدد کی توقع ہوتی ہے اور وہ قریبی دوست اور قریبی رشتے دار خود بھی کہتا ہے کہ: میں تو تمھارا بہت قریبی ہوں، جب ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا، مجھے کہنا، بس اسی طرح کی ترغیب اس آیت میں معلوم ہو رہی ہے اور بھلا! اللہ تعالیٰ سے زیادہ بندوں کے کون قریب ہوسکتا ہے، بندے سے سب سے زیادہ قریب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے؛ اسی لیے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہیے۔ (۲) قریب سے مراد: نصرت کے اعتبار سے اور علم کے اعتبار سے قریب ہونا۔

② دعا کی قبولیت کے بارے میں اور دوسرے کاموں کے بننے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یقین ہو۔

③ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا رشد وہدایت کا ذریعہ ہے۔

④ مرد اپنی بیوی سے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے جو کام بھی کرے اس کو ''رفث'' کہا جاتا ہے، آیت میں جماع مراد ہے۔

⑤ میاں اور بیوی کو آپس میں ایک دوسرے کے لیے لباس کہا گیا: [۱] لباس انسان کے گلے لگا ہوتا ہے، اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے گلے لگے ہوتے ہیں، یہ کامل اتصال کی بات ہے۔ [۲] لباس پہننے سے انسان کا ستر چھپ جاتا ہے، اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے عیوب کو چھپاتے ہیں اور برے کام سے حفاظت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ [۳] جس طرح انسان لباس کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح میاں بیوی کو آپس میں ایک دوسرے کی ضرورت رہتی ہے، ایک دوسرے کے بغیر صبر نہیں ہوتا۔ [۴] شریف انسان کو لباس سے جدائی گوارہ نہیں، اسی طرح میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدائی گوارہ نہیں۔ [۵] آیت میں عورت کے لباس ہونے کو مقدم کیا گیا، سمجھ میں آیا کہ مرد عورت کی طرف اس طرح کے معاملات میں سبقت اور پہل کرتا ہے اور مرد کی طرف سے یہ چیزیں بکثرت پیش آتی ہیں۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ تم اپنے حق میں خیانت کر رہے تھے① پھر اس (اللہ) نے تم پر عنایت کی اور تمھاری غلطی معاف کر دی② سو اب (اگر چاہو تو) تم ان (عورتوں) سے جماع کر لیا کرو③ اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے جو لکھ دیا وہ تم حاصل کرو④ اور صبح (صادق) کی سفید دھاری (یعنی سفیدی، رات کی) سیاہ دھاری (یعنی سیاہی) سے جدا ہو کر تم کو صاف نظر آوے وہاں تک تم کھاؤ اور پیو، پھر تم رات تک روزے کو پورا کیا کرو اور تم مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تب (رات یا دن میں) ان (عورتوں) سے جماع نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ (کے احکام) کی حدیں (مقرر کر دی گئی) ہیں، لہٰذا تم (ان کو توڑنے کے ارادے سے) ان کے پاس بھی مت جانا⑤ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے لیے صاف صاف بیان کرتے ہیں؛ تاکہ لوگ (احکام کی مخالفت سے) بچتے رہیں⑥ ﴿۱۸۷﴾

① پہلے رمضان کی راتوں میں ایک بار سو گئے تو اٹھ کر جماع کرنا منع تھا پھر بھی تم تنہائی میں بے بس ہو کر جماع کر لیتے تھے۔ جماع کو خیانت سے تعبیر فرمایا، یہ اس زمانہ کے حکم کے اعتبار سے رات کو سونے کے بعد جماع کرنے کی برائی کو بتانا ہے، خیانت یعنی اس طرح کی کوتاہی ہو جاتی تھی۔ شروع اسلام میں رمضان کی رات میں غروب کے بعد کوئی آدمی ایک مرتبہ سو جائے تو کھانا، پینا اور عورت سے جماع کرنا حلال نہیں ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی ایک رات میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا، ایسا ہی قصہ کھانے کے بارے میں حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ غروب کے بعد سے صبح صادق تک کھانا پینا اور بیوی سے جماع کرنا حلال ہے، گویا ان کے طفیل امت کو آسانی نصیب ہوئی۔

② (دوسرا ترجمہ) اللہ نے تمھاری توبہ قبول کر لی اور تم کو معاف کر دیا۔ ③ اب رمضان کی پوری رات میں کسی بھی وقت جماع جائز ہے۔ ④ حصولِ لذت کے ساتھ جو اولاد مقدر ہے اسے حاصل کرو۔ ''کَتَبَ'' کا دوسرا ترجمہ: تمھارے لیے مقدر کر دیا ہے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

⑥ معلوم ہوا کہ احکام پر عمل کرنے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا
مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳ ۷
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ
بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ① اور تم ان (مالوں کے مقدمے) کو حاکموں کے پاس (ایسے مقصد سے) مت لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ تم ظلم کر کے (ناحق) کھا جاؤ اور تم تو (حقیقت) جانتے ہو②﴿۱۸۸﴾

یہ (بعض صحابہ ہر مہینے کے) نئے چاند کے بارے میں تم سے سوال کرتے ہیں (اے نبی!) تم (ان سے) کہو کہ: وہ (یعنی ہر مہینے نئے چاند کا نکلنا) لوگوں کے لیے (مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات کو پہچاننے کا ذریعہ ہے③، اور یہ کوئی نیکی کی بات نہیں ہے کہ تم (دروازے کو چھوڑ کر) گھروں میں ان کے پیچھے کی طرف سے آؤ؛ لیکن نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے، اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو④ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو⑤: تا کہ تم لوگ فلاح پاؤ﴿۱۸۹﴾

---

① یعنی کسی کا مال غلط طریقے سے مت لے لو۔

② تمھارا کوئی حق نہیں ہے اس بات کو جانتے ہوئے بھی غلط مقدمہ کے ذریعہ کسی کے مال کو ہڑپ کرنے کی کوشش مت کرو، جو مال شرعاً تمھارا نہ ہو وہ کسی عدالت کے فیصلے کی وجہ سے تمھارا نہ ہوگا۔

③ مواقیت: میقات کی جمع ہے، اس کا ایک معنی ہے: مطلق وقت۔ دوسرا معنی ہے: منتہائے وقت۔

④ اس آیتِ کریمہ نے ہر چیز کو استعمال کرنے کا جو ڈھنگ اور طریقہ ہوتا ہے اس کو اپنانے کی تاکید کی کہ ہر چیز کے استعمال کرنے کا ایک معروف، صحیح اور مناسب طریقہ ہوتا ہے اس چیز کو اسی طریقے سے استعمال کیا جائے، مثلاً: کوئی کمپنی کوئی چیز ایجاد کرتی ہے تو اس کو استعمال کرنے کے لیے چھوٹا سا کتابچہ، بک دیتی ہے تو اس میں اس کو استعمال کرنے کا جو طریقہ لکھا ہوتا ہے اسی کے مطابق استعمال کیا جائے، ہر چیز کو اس کے معروف، مناسب اور صحیح طریقے کے خلاف استعمال کرنا یہ بھی نعمت کی ایک طرح کی ناقدری ہے۔ ⑤ (دوسرا ترجمہ) اللہ کے حکموں کو توڑنے سے بچو۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ
مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ
فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾

اور جو لوگ تم سے (اسلام کی مخالفت میں) جنگ کرتے ہیں تم بھی ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرو① اور تم زیادتی مت کرو② یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے③ ﴿۱۹۰﴾ اور تم ان لوگوں کو④ جہاں پاؤ (وہاں) قتل کرو اور تم ان کو نکالو اس جگہ (یعنی مکہ) سے جہاں سے انھوں نے تم کو (جبراً) نکالا اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے⑤ اور تم ان (دین کے دشمنوں) سے مسجدِ حرام کے پاس (یعنی حدودِ حرم میں) اس وقت تک لڑائی مت کرو جب تک کہ وہ خود اس (حدودِ حرم) میں تم سے لڑائی (شروع) نہ کریں⑥ سو وہ (دشمن) اگر تم سے (حدودِ حرم میں) لڑائی (شروع) کر دیویں تو تم بھی ان سے لڑو، یہی (ایسے) کافروں کی سزا ہے ﴿۱۹۱﴾

① یعنی اللہ کے دین کی خاطر جنگ ہو، محض حکومت بڑھانا اور مال حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔
② اور تم کو عورتیں، بچے، بہت بوڑھے، دنیوی کاموں سے ہٹ کر مذہبی عبادت میں مشغول رہنے والے اور معذور لوگ جو جنگ میں شریک نہ ہوں تو ان کو مارنے کی اجازت نہیں ہے، ہاں! اگر یہ لوگ کسی طرح بھی لڑائی میں دشمنوں کی مدد کریں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے، اسی طریقے سے جس قوم سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا ہو تو معاہدہ کی مدت میں معاہدہ توڑ کر لڑائی مت کرو۔ جنگ میں بھی ہمارا دین ہم کو انصاف، اعتدال اور حدود کی رعایت سکھاتا ہے تو دوسرے مقامات میں تو بدرجۂ اولیٰ اس کی رعایت کرنی ہے۔ ③ اسلام کی تعلیمات کو دیکھو! کتنی عظیم اعتدال کی تعلیم ہے کہ میدانِ جنگ میں دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں، پھر بھی اعتدال کا حکم دیا گیا، وہاں بھی حد تجاوزی کی اجازت نہیں دی گئی، یہ ہے اسلام کا امن وامان کا قانون۔ ④ یعنی جو کافر دین کی خاطر تم سے دشمنی رکھے اور لڑے۔
⑤ فتنہ یعنی (۱) خود دینِ اسلام کو قبول نہ کرنا (۲) دوسروں کو اسلام سے روکنا (۳) شرارت کرنا (۴) حرم میں عبادت کے لیے آنے سے روکنا (۵) عہد کو توڑنا (۶) کفر وشرک کرنا (۷) مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکنا جیسا کہ مکہ کے کافروں نے ۶ ھ میں نبی ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کو عمرہ کے لیے آنے سے روکا جس کے نتیجے میں صلحِ حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔
⑥ یعنی حرم میں اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا مت کرو۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ
الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ
الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى
عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا
بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۛ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

سو اگر وہ (دشمن) رک جاویں[1] تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت زیادہ مہربان ہیں ﴿۱۹۲﴾ اور (اے مسلمانو!) تم ان (دین کے دشمنوں) سے لڑو، یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر اور شرک) باقی نہ رہے[2] اور دین (فقط) اللہ تعالیٰ ہی کا باقی رہے[3]، سو اگر وہ (دشمن کفر سے) رک جاویں (اور ایمان لے آویں)[4] تو سختی صرف ظالموں (یعنی کافروں) پر ہی رہے گی ﴿۱۹۳﴾ احترام والے مہینے کا بدلا ہے احترام والا مہینہ[5] اور (اس لیے کہ) احترام کرنے میں تو برابری ہے[6] سو جو (کافر) تمھارے اوپر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ایسی ہی زیادتی تم اس پر کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم (یہ بات) جان لو کہ اللہ تعالیٰ (کی مدد) ڈرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۹۴﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو اور تم نیکی کرو، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں ﴿۱۹۵﴾

---

① کفر اور جنگ کرنے سے رک جاویں اور اسلام قبول کر لیویں۔ ② امن کی حالت ہو یا جنگ کی مسلمانوں کو سچائی اور انصاف ہی پر قائم رہنا چاہیے اس کے خلاف کوئی بات نہ کہنی چاہیے، نہ کرنی چاہیے۔ فائدہ: جنگ کسی درجے میں نامناسب چیز ہے؛ لیکن فتنہ اور شرارت کی جڑ اور بنیاد کا قائم رہنا اس سے بھی زیادہ سخت اور برا ہے؛ اسی لیے فتنے اور شرارت کو ختم کرنے کے لیے جنگ کو گوارہ کر لیا جائے، گویا ایک بڑی برائی کو ختم کرنے کے لیے ایک ہلکی اور چھوٹی، ظاہراً نامناسب چیز کو اختیار کر لینا عقل مندی اور انصاف ہے۔ ③ یعنی لوگ اسلام مذہب قبول کر لیں۔ ④ کفر سے رک جاویں تو آخرت میں جنت کے حق دار ہوں گے اور دنیا میں بھی امن ملے گا اور جو لوگ ناانصافی کریں اور کفر و شرک میں پڑے رہیں، تو سختی صرف (ایسے) ظالموں (کافروں) پر ہی رہے گی۔ ⑤ یعنی اگر کافر احترام والے مہینے کا ادب کر کے لڑائی نہ کریں تو تم بھی اس کا لحاظ رکھو۔ ⑥ اگر وہ کافر چار احترام والے مہینے: رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کا احترام کریں تو تم بھی احترام کرو اور اگر احترام نہ کریں اور لڑائی کریں تو تم ان کا دفاع کرو۔

حرمات: حرمة کی جمع ہے: جس چیز کا بھی ادب کرنا ضروری ہو وہ "حرمة" کہلاتی ہے۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ

اور تم حج اور عمرہ (خاص) اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو①، سو اگر تم روک دیے جاؤ② تو جو قربانی کا جانور آسانی سے مل جائے (وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ذبح کر دو) اور جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ (یعنی حرم کی حد میں) پہنچ (کر ذبح) نہ (ہو) جاوے وہاں تک تم (احرام کھولنے کے لیے) اپنے سروں کو نہ منڈاؤ، (ہاں!) سو جو شخص تم میں سے (احرام کی حالت میں) بیمار ہو جاوے، یا اس کو اپنے سر میں تکلیف ہونے لگے③ تو (تین) روزے رکھ کر یا (چھ فقیروں کو) صدقہ دے کر یا (ایک بکری) ذبح کر کے فدیہ ادا کرے④ پھر جب تم مطمئن ہو⑤ تو جو شخص عمرے کو حج کے ساتھ (ایک سفر میں) ملا کر فائدہ اٹھائے⑥ تو (شکرانے کے طور پر) جو بھی جانور ہدی کے طور پر آسانی سے مل جاوے (تو اس کو اللہ کے نام پر ذبح کرنا ضروری ہے) سو جس کے پاس (قربانی کرنے کی) گنجائش نہ ہو تو (اس کے ذمے) تین روزے حج کے دنوں میں (۹ ذی الحجہ تک) رکھنا ضروری ہے اور (حج سے فارغ ہو کر منیٰ سے) جب تم واپس لوٹو تب (مکہ میں یا وطن آکر) سات (روزے رکھنا ہے)

---

① یعنی نیت کر کے حج، عمرہ شروع کرنے کے بعد پورا کرو، نیز حج، عمرہ اور دوسری تمام عبادتیں خاص اللہ ہی کے لیے کرنے والے بنو۔ ② یعنی اگر حج اور عمرہ شروع کرنے کے بعد پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ آجائے۔

③ "اذی": ہر وہ تکلیف جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے؛ چاہے وہ ضرر دینی ہو، دنیوی ہو یا اخروی ہو ہر ایک کے لیے یہ عام ہے۔ ④ یعنی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا پڑا تو اس کے بدلے۔

⑤ امن کے حاصل ہونے کی دو صورتیں ہیں: (الف) پہلے ہی سے دشمن کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ (ب) دشمن کا خطرہ تھا؛ لیکن وہ ختم ہو گیا۔ اس کا خلاصہ: عام معمول کے مطابق حالات کہ جس میں کوئی رکاوٹ اور خطرہ نہ ہو۔

⑥ یعنی حج تمتع کرے یا قران کرے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع ۲۴/۸

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي

الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

(اس طرح) وہ دس (روزے قربانی کے بدلے کے) پورے ہوں گے (جن کا رکھنا ضروری ہے)، یہ حکم (یعنی ایک سفر میں عمرہ اور حج کو ملا کر فائدہ اٹھانا) ایسے شخص کے لیے (جائز) ہے جس کے گھر والے مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں① اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی سزا سخت ہے ﴿۱۹۶﴾

حج کے مہینے تو معروف (ومشہور) ہیں②، سو جو شخص ان (مہینوں) میں (احرام باندھ کر) حج کو (اپنے لیے) لازم کر لیوے تو حج کے دوران فحش بات (اور کام) نہ کرے اور گناہ کے کام نہ کرے اور (کسی سے) جھگڑا (بھی) نہ کرے③ اور جو نیکی کا کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں④ اور تم راستے کا توشہ ساتھ لے لو؛ کیوں کہ (اپنے سفر کا) توشہ ساتھ لینے کا بہترین فائدہ سوال سے بچے رہنا ہے⑤ اور اے عقل والو! تم میری نافرمانی سے بچتے رہو⑥ ﴿۱۹۷﴾

---

① یعنی جو آفاقی ہو۔

② حج کے مہینے: شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ شوال سے حج کے مہینے شروع ہونے کا حاصل یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ (معارف القرآن ۱/ ۴۸۳)

③ عام قاعدے کے مطابق یہاں نہی ہونی چاہیے؛ لیکن اس کے باوجود یہاں نفی ہے؛ گویا کہ رفث، فسوق، جدال ان تینوں کی حج میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے یہ بتلایا گیا۔

④ اس لیے اللہ تعالیٰ نیکی پر تم کو ثواب دیں گے۔

⑤ یعنی سفر کی ضروری چیزیں ساتھ لینے سے انسان دوسرے سے سوال کرنے سے بچا رہے گا۔ (دوسرا ترجمہ) کیوں کہ سفر کا بہترین سامان تقویٰ ہے۔ حج کے سفر میں تقویٰ ساتھ ہو؛ ورنہ شریعت کے خلاف کام کرنے پڑیں گے۔

⑥ اللہ تعالیٰ منعمِ حقیقی کی نافرمانی سے بچنا یہ عقل کا تقاضا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

(حج کے سفر میں تجارت اور مزدوری کر کے) تمھارے اپنے رب کا فضل (یعنی حلال روزی) تلاش کرنے میں تمھارے لیے کوئی گناہ نہیں ہے① سو جب تم (نو'۹' ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد) عرفات سے روانہ ہو تو مشعرِ حرام (یعنی مزدلفہ) کے پاس اللہ تعالیٰ کا تم ذکر کرو② اور اسی طرح تم اس (اللہ تعالیٰ) کا ذکر کرو جس طرح تم کو بتایا ہے③ حقیقت یہ ہے کہ تم اس (بتانے) سے پہلے ناواقفوں میں سے تھے ﴿۱۹۸﴾ پھر (یہ بھی دھیان میں رکھو اے قریش!) تم بھی وہاں (یعنی عرفات) جا کر واپس آؤ جہاں سے اور لوگ (یعنی عام حاجی) واپس آتے ہیں④ اور تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو⑤

① حلال روزی کو آیتِ کریمہ میں فضل سے تعبیر کیا گیا ہے: اس لیے کہ انسانوں کے لیے روزی کا انتظام کرنا باری تعالیٰ کے لیے ضروری نہیں ہے، وہ محض اپنے فضل سے روزی کا انتظام فرماتے ہیں۔ سفر کا مقصد حج ہو، باقی چیز ضمنی ہو۔

② عرفات کو عرفات کہنے کی بہت سی وجوہ بتلائی جاتی ہیں: [۱] اس میدان میں انسان اپنے رب کی معرفت اور عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے [۲] دنیا بھر کے مسلمانوں کو آپس میں تعارف کا ایک موقع ملتا ہے [۳] جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا دنیا میں پہلا تعارف اسی مقام پر ہوا تھا [۴] حضرت جبریل علیہ السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج کی تعلیم دے چکے تو اسی مقام پر انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا تھا: أَعَرَفْتَ۔ أَعَرَفْتَ؟ کیا تم نے جان لیا، کیا تم نے جان لیا؟ اسی مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا تھا: عَرَفْتُ، عَرَفْتُ. میں نے جان لیا، میں نے جان لیا [۵] چونکہ یہ مقام مقدس اور معظم ہے؛ اس لیے عرفات کہلایا؛ کَأَنَّهَا عُرِفَتْ، گویا وہ خوشبودار کر دیا گیا۔ عرف کے معنی عربی میں خوشبو کے بھی آتے ہیں۔

''مشعر'' کے معنی شعار اور علامت کے ہیں اور ''حرام'' بمعنی محترم و مقدس کے ہیں، معنی یہ ہیں کہ پہاڑ شعارِ اسلام کے اظہار کے لیے ایک مقدس مقام ہے، اس کے آس پاس کے میدان کو ''مزدلفہ'' کہتے ہیں، مشعرِ حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اگرچہ ہر طرح کے ذکر اللہ کو شامل ہے؛ مگر دونوں نمازوں: مغرب اور عشا کو عشا کے وقت میں ایک ساتھ ادا کرنا اس جگہ کی مخصوص عبادت ہے۔ (۱/۴۸۸ معارف القرآن)

③ ایک مطلب ہے: اللہ نے تم کو ہدایت دی ہے اس کے شکرانے میں تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

④ شریعت کے قانون میں امت کے لیے مثالی مساوات کا حکم ہے، دین کے عمومی احکام میں کسی بھی امتی کے لیے کوئی امتیاز نہیں سب کے لیے برابری ہے۔ ⑤ یعنی قریش عرفات نہیں جاتے تھے، مزدلفہ ہی سے واپس لوٹ جاتے تھے اس پر۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ
اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ
فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۹۹﴾ پھر جب تم اپنے حج کے (بڑے) کام پورے کر چکو تو تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو[۱] جیسے کہ تم اپنے باپ دادوں کو (زمانۂ جاہلیت میں) یاد کیا کرتے تھے؛ بلکہ ان (باپ دادوں) کی یاد سے بھی زیادہ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرو اور بعض لوگ تو (دعا میں بس) یہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو دنیا ہی میں (سب کچھ) دے دیجیے، اور ایسے (دعا کرنے والے) شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے[۲] ﴿۲۰۰﴾
اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو (دعا میں) یہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو دنیا میں بھلائی دیجیے اور آخرت میں بھی بھلائی (دیجیے)[۳] اور ہم کو (جہنم کی) آگ کے عذاب سے بچا لیجیے ﴿۲۰۱﴾

---

① یعنی خاص منیٰ کے قیام: ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ میں۔ اور حج کے بعد والی زندگی بھی ذکر کی کثرت والی ہو جائے۔
② جس کا آخرت کی طرف دھیان نہیں ہے اس لیے وہ آخرت کا منکر ہے۔
③ حسنۃ سے مراد:
(۱) دنیا و آخرت کی نعمتیں۔
(۲) دنیا و آخرت کی تکلیف سے حفاظت۔
(۳) دنیا میں علم و عبادت کی توفیق اور آخرت میں جنت۔
(۴) دنیا میں خوب صورت بیوی، پاکیزہ روزی اور آخرت میں جنت۔
(۵) دنیا میں علمِ نافع اور اس پر عمل اور آخرت میں حساب کی آسانی۔
(۶) دنیا میں اسلام کی توفیق، قرآن پڑھنے پڑھانے کی توفیق، نیک، صالح اولاد اور آخرت میں جنت۔
(۷) بعض نے کہا: "فی الدنیا حسنۃ" سے مراد: دنیا میں حرام سے بچنا آسان ہو جائے اور "فی الآخرۃ حسنۃ" سے مراد: [۱] حساب کتاب کی آسانی [۲] دل کی گھبراہٹ ختم ہو جائے۔

النصف

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ
مَّعْدُوْدٰتٍ ۚ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ
اتَّقٰى ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ
قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾

انہی لوگوں کے لیے ان کی (دنیا کے اعمال کی) کمائی کی وجہ سے (آخرت میں ثواب کا بڑا) حصہ ہے① اور اللہ تعالیٰ بہت جلدی حساب لینے والے ہیں ﴿٢٠٢﴾ اور گنتی کے چند دنوں میں② تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو③ سو جو شخص دو ہی دن میں (منیٰ سے) جلدی (مکہ) چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو شخص (١٣ تاریخ تک منیٰ میں رہ کر) تاخیر سے (مکہ) آیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے، یہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والے (آدمی) کے لیے ہے④ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (یہ بات) جان لو کہ تم سب کو (لے جا کر) اسی (اللہ تعالیٰ) کے سامنے جمع کیا جائے گا ﴿٢٠٣﴾ اور لوگوں میں سے ایک شخص وہ بھی ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں تم کو اس کی باتیں بڑی اچھی (مزے دار) لگتی ہیں⑤ اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بناتا ہے؛ حالاں کہ وہ (تمھارے مخالفوں میں) سب سے زیادہ لڑنے (جھگڑنے) والا ہے ﴿٢٠٤﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) ایسے ہی لوگوں کو (دنیا اور آخرت میں) اپنی کمائی کا بڑا حصہ (بھلائی کی شکل میں) ملے گا۔

② یعنی ایامِ تشریق میں تکبیرِ تشریق ہر فرض نماز کے بعد پڑھو اور کنکریاں مارتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرو۔

③ حج کے احکام کے دوران مختلف آیتوں میں ذکر کی خاص تاکید آئی ہے، اعمالِ حج میں مختلف مواقع پر مختلف اذکار اور احکام ثابت ہیں؛ لیکن خاص بات یہ ہے کہ یہ عبادت غفلت سے گزارنی نہیں ہے؛ بلکہ ہر موقع پر اللہ کے احکام کو پورے طور پر ادا کیا جاوے، موقع موقع سے منقول مسنون دعاؤں کا اہتمام کیا جاوے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل غفلت نہ برتی جائے، عامۂ حجاج کرام سے ہونے والی غفلت پر بھی تنبیہ ہوگئی۔

④ [١] یعنی تیرھویں تاریخ تک منیٰ میں رکنا یہ متقی حاجی کا کام ہے [٢] جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہی نہیں اس کو احکام کی تفصیل اور ثواب اور گناہ کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ⑤ مراد اخنس بن شریق ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ
لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ
جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۪
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

اور (اے نبی!) جب وہ (آپ کی مجلس سے اٹھ کر) واپس جاتا ہے تو زمین میں فساد کرنے کی غرض سے اس (زمین) میں دوڑ دھوپ کرتا پھرتا ہے①اور کھیتی اور جانور کو برباد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے ﴿۲۰۵﴾ اور جب اس کو کہا جاتا ہے کہ: ''تو اللہ تعالیٰ سے ڈر'' تو (اس کا) گھمنڈ اس کو گناہ پر (اور زیادہ) ابھارتا ہے②، سو اس کے لیے جہنم (کی سزا) کافی ہے اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے③﴿۲۰۶﴾ اور کچھ لوگ ایسے (مخلص) بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک خرچ کر ڈالتے ہیں④اور اللہ تعالیٰ (ایسے) بندوں پر بڑی شفقت کرتے ہیں⑤﴿۲۰۷﴾ اے ایمان والو! تم پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ⑥اور تم شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو⑦ یقین جانو کہ وہ (شیطان) تو تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے ﴿۲۰۸﴾

① (دوسرا ترجمہ) زمین میں فساد کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اخنس بن شریق ثقفی بڑا خوب صورت تھا، زبان بھی بڑی میٹھی تھی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ملتا تو کہتا: میں مسلمان ہوں، جب مدینہ سے باہر جاتا تو مسلمانوں کی کھیتی اور جانوروں کو ہلاک کرتا تھا۔ ② یہاں اس آیت میں ''اَلْعِزَّةُ'' کا ایک معنیٰ ہے: کسی کام کرنے سے ناک چڑھانا، غصے ہو جانا۔ انسان کی شقاوت ہے کہ کوئی نصیحت کرے تو فائدہ اٹھانے کے بجائے مزید شرارت اور غرور کرے۔ مؤمنِ کامل نصیحت سے فائدہ اٹھاتا ہے، نصیحت کے سامنے غرور اور تکبر نہیں کرتا۔

③ یہ آیت اگرچہ خاص آدمی کے متعلق نازل ہوئی ہے؛ لیکن جو بھی اس طرح کی حرکت کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

④ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ⑤ اللہ کی ایک صفت ''رَءُوْف'' بھی ہے اسی ''رَءُوْف'' والی صفت کا تقاضا ہے کہ بندوں کو اللہ کی رضا حاصل ہونے کے لیے جو کام ضروری ہے اس کی بندوں کو توفیق دیتے ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر) =

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٠٩﴾

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٢١٠﴾ ع ٢٥

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾

پھر تمھارے پاس صاف احکام (یا دلائل) آچکنے کے بعد بھی اگر تم (سیدھے راستے سے) پھسل گئے ① تو (اس بات کو) جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ② بڑی حکمت والے ہیں ﴿٢٠٩﴾ کیا وہ (کافر ایمان لانے کے لیے) صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ (خود) اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ ③ بادلوں کے سائبانوں میں ان کے سامنے آجائے ④ اور (سب) کاموں کا فیصلہ ہی کر دیا جائے اور (آخرکار) تمام معاملات (کے فیصلے) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاویں گے ﴿٢١٠﴾

تم بنی اسرائیل سے پوچھو کہ: کتنی ساری کھلی نشانیاں (یا احکام) ہم نے ان کو دی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے پاس پہنچ جانے کے بعد اس کو بدل ڈالے تو (اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں ﴿٢١١﴾

=⑥ (دوسرا ترجمہ) تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ (تیسرا) تم پورے (مکمل) اسلام میں داخل ہو جاؤ۔
دینی امور کا خلاصہ آسانی کے لیے پانچ شعبوں میں تقسیم کر کے بتایا جاتا ہے: (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) معاشرت (۵) اخلاق۔ اور اہلِ حکومت کے لیے سیاسیات۔ جب ان تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنایا جائے وہ کامل اسلام کہلانے کے قابل ہوتا ہے۔ ہر مؤمن کا ظاہر و باطن، صبح سے شام، ولادت سے موت اور زندگی کا ہر موقع غمی خوشی وہ اسلامی طریقے سے انجام دینا ہے۔

⑦ یعنی شیطان کی بات پر عمل مت کرو۔ معلوم ہوا غیر اسلامی طریقوں کو اپنانا یہ شیطانی قدم پر چلنا ہے۔

(اس صفحے کا حاشیہ)

① (دوسرا ترجمہ) ڈگمگا گئے: یعنی اسلامی طریقے کو چھوڑ کر غیر اسلامی طریقے کو اپنایا۔ ② اللہ تعالیٰ ایسے زبردست ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ③ (دوسرا ترجمہ) یا اللہ تعالیٰ اور فرشتے۔ ④ یہ سب قیامت میں ہوگا۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ
اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ
اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ

دنیا کی زندگی کافروں کے لیے دل کش (یعنی خوش نما) بنادی گئی ہے[۱] اور وہ (کافر) ایمان والوں پر ہنستے ہیں[۲] اور تقویٰ (یعنی کفر وشرک سے بچنے) والے قیامت کے دن ان (کافروں) سے اعلیٰ درجے پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں ﴿۲۱۲﴾ (شروع میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے[۳] پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا[۴] جو (ایمان والوں کو جنت کی) خوش خبری سناتے تھے اور (نافرمانوں کو جہنم سے) ڈراتے تھے اور اس (اللہ تعالیٰ) نے ان (نبیوں) کے ساتھ سچی کتاب اتاری؛ تاکہ جس چیز میں وہ اختلاف کررہے ہیں اس میں لوگوں کے درمیان وہ فیصلہ کریں،

---

① اس لیے وہ ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، انسان کی ایک فطرت ہے کہ جو چیز خوش نما معلوم ہو اس کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مسلمان فکرِ آخرت میں اللہ کے احکام کو پورا کرنے میں مشغول ہیں جس سے دنیا کا ظاہری نقصان ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ کافروں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنی دنیا کا بڑا نقصان کرتے ہیں؛ اس لیے اس فکرِ آخرت پر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

③ یعنی: [الف] عالمِ ارواح میں "بَلٰی" والے قول کے وقت سب مُوَحِّدْ تھے [ب] حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کے ابتدائی زمانہ میں سب لوگ توحید پر تھے [ج] حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ادریس علیہ السلام تک پورے ایک ہزار سال تک سب مؤمن تھے [د] حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھنے والے جب دنیا کے تمام بے ایمانوں کے ڈوبنے کے بعد دوبارہ کشتی کے رکنے پر دنیا میں آئے تب سب مسلمان ہی تھے۔ ④ طبیعتوں کے اختلاف اور شیطانی اغوا کے نتیجے میں عقائد میں اختلاف پیدا ہوا تو اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے نبیوں کو بھیجا گیا۔

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ
فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ
يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ
الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿٢١٤﴾

اور (افسوس کی بات تو یہ ہے کہ) جن کو وہ کتاب دی گئی کھلے احکام ان کو مل جانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے انہی لوگوں نے اس (کتاب) میں اختلاف کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم (یعنی فضل) سے وہ (اختلاف کرنے والے) جن باتوں میں اختلاف کرتے تھے ان میں ایمان والوں کو صحیح راستے کی ہدایت دی① اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو سیدھا راستہ بتلا دیتے ہیں② ﴿۲۱۳﴾ (اے مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ (نہیں! بلکہ ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے) حالاں کہ ابھی تک تو تمھارے اوپر تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں جیسے حالات بھی نہیں آئے، ان (پہلے لوگوں) کو (دین کی خاطر) بڑی سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ لوگ ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ: ''اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی''سن لو! اللہ تعالیٰ کی مدد تو قریب (میں آنے) ہی (والی) ہے ﴿۲۱۴﴾

---

① اختلاف کے دور میں راہِ حق کسی کو مل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ ② اس آیت کے اندر چند اہم عنوان ہیں:
سوال: (۱) اختلاف کس نے کیا؟
جواب: جن کو آسمانی علوم اور آسمانی شریعت دی گئی انھوں نے۔
سوال: (۲) کب کیا؟
جواب: آسمانی وحی اور شریعت کے آجانے کے بعد۔
سوال: (۳) کیوں کیا؟
جواب: آپس کی ضد، عداوت، دشمنی اور جہالت کی وجہ سے کیا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ
عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ
تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ ع ٢٦/١٠
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ

وہ (صحابہ) آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے) کیا خرچ کریں؟ تو تم (جواب میں یوں) کہو کہ: جو مال بھی (صدقہ اور صدقے کے علاوہ شرعی ضابطے کے مطابق) تم خرچ کرو[1] تو وہ والدین[2] اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہونا چاہیے اور جو (بھی) تم بھلائی کا کام کرتے ہو (تو) اللہ تعالیٰ کو یقیناً اس کی پوری خبر ہے[3] ﴿٢١٥﴾ تم پر لڑائی کرنا فرض کیا گیا ہے[4] اور وہ تم کو بھاری لگتا ہے اور ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو ﴿٢١٦﴾

یہ لوگ تم سے سوال کرتے ہیں احترام والے مہینے میں جنگ کے بارے میں (تو اے نبی!) تم (ان سے یوں) کہو کہ: اس (احترام کے مہینے) میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے[5]؛

① قرآن میں مال کو "خیر" کہا، اس کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ انسان مال کی وجہ سے خیریت سے رہتا ہے، چوری، ڈکیتی اور سوال کرنے سے بچ جاتا ہے۔ اِس آیت میں دو مرتبہ لفظ "خیر" آیا، اول "من خیر"، معلوم ہوا معمولی مقدار یا زیادہ مقدار اللہ کے راستے میں خرچ کرنا وہ بیکار نہیں جاتا؛ بلکہ فائدہ کی چیز ہے۔ دوسرا "وما تفعلوا من خیر" خیر کا کوئی بھی عمل: چاہے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہو یا کوئی اور خیر کا عمل ہو یہ بھی انسان کے لیے بھلائی کا ذریعہ ہے۔

② "فللوالدین" میں لام تملیک یا تخصیص کے لیے نہیں؛ بلکہ اولیت اور ترجیح کو بتلانا ہے کہ پہلے اپنوں کو صدقہ دیا جائے بعد میں دوسروں کو صدقہ دیا جائے اور خیرات وصدقات کے مستحق اپنے قریبی رشتے دار بھی ہوا کرتے ہیں، صرف دوسرے ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ اپنے قریبی رشتے داروں کو ترجیح دینا چاہیے۔ ③ اور وہ اس کا بدلہ (ثواب) ضرور دیں گے۔

④ یعنی دین کی خاطر دشمنی کرنے والوں سے خاص خاص حالات میں۔ ⑤ اشہرِ حرم میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے، جمہور مفسرین نے اس آیت کو منسوخ مانا ہے کہ اشہرِ حرم میں قتال کر سکتے ہیں۔

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ
اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ
اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ
اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢١٨﴾

لیکن (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا① اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا اور مسجدِ حرام (میں عبادت) سے (لوگوں کو روکنا) اور مسجدِ حرام کے رہنے والوں (مسلمانوں) کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس (لڑائی) سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ کرنا② قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، اور وہ (کافر لوگ) تم (مسلمانوں) سے برابر لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان (کافروں) کا بس چلے تو تم (مسلمانوں) کو تمھارے دین سے ہی ہٹا دیویں③ اور تم میں سے جو شخص بھی اپنا دین چھوڑ کر مرتد ہوجائے اور وہ کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوجائیں گے اور ایسے لوگ جہنمی ہیں، وہ اس (جہنم) میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۱۷﴾ یقینی بات یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (دین کی خاطر دشمنوں سے) جہاد کیا تو ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بہت مہربان ہیں ﴿۲۱۸﴾

① کوئی مسلمان ہو تو اس کو تکلیف پہنچانا کہ ڈر کے مارے دوسرے لوگ مسلمان نہ ہو اور جو ایمان لانا چاہے اس کو اسلام سے بدگمان کرنا؛ تاکہ وہ ایمان لانے سے رک جائے۔

② لوگوں کو دین سے پھیرنا۔

③ یعنی اسلام چھڑوا دیوے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَاۤ
اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ
اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ

یہ لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں① (اے نبی!) تم (جواب میں یوں) کہو کہ: ان (شراب اور جوئے دونوں) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں؛ لیکن ان دونوں (شراب اور جوئے) کا گناہ (نقصان) اِن دونوں کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے اور وہ (لوگ) تم سے سوال کرتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے) وہ کیا خرچ کریں؟ (اے نبی! جواب میں) یوں کہو کہ: ضرورت سے زیادہ جتنا بھی ہو (وہ سب کچھ خرچ کرو) اسی طرح اللہ تعالیٰ احکام کو تمھارے لیے صاف صاف بیان کرتے ہیں؛ تاکہ تم غور وفکر کیا کرو﴿۲۱۹﴾ دنیا کے بارے میں بھی اور آخرت کے بارے میں بھی② اور وہ (صحابہ) تم سے سوال کرتے ہیں یتیموں کے بارے میں (اے نبی!) تم (جواب میں ایسا) کہو کہ: ان (یتیموں کے مالی حال) کو ٹھیک (کرنے کی محنت) کرنا نیکی کا کام ہے③ اور اگر تم ان (یتیموں) کا خرچہ اپنے (کھانے کے خرچے کے) ساتھ ملا جلا کر کرو (تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لیے کہ) وہ تو تمھارے (ایمانی) بھائی (ہی) ہیں④

---

① ''میسر'' کو میسر اس لیے کہتے ہیں کہ جوے کے اندر مال آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے اور سٹے کا ماہر آسانی سے مال لے لیتا ہے۔

② دنیا فانی ہے؛ لیکن دنیا میں انسان کو بہت ساری ضروریات ہیں؛ اس لیے دنیا میں جائز ضروریات میں ضرورت کے مطابق خرچ کرو، آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے، ثواب ملنے کی جگہ ہے؛ اس لیے ثواب حاصل کرنے اور اللہ کو خوش کرنے کے لیے صدقات وخیرات بھی کرو، خلاصہ یہ کہ دنیا وآخرت دونوں کے مناسب حال سوچ سمجھ کر خرچ کیا کرو۔

③ (دوسرا ترجمہ) ان (یتیموں) کی بھلائی ہو ایسی کوشش کرنا یہ نیکی کا کام ہے۔

④ بھائی بھائی کا بالقصد نقصان نہیں کیا کرتا۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٢٠﴾
وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٢١﴾ ع٢٧ ١١

اور اللہ تعالیٰ (معاملات) بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے الگ پہچانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو مشکل میں ڈال دیتے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں، ہر کام کی حکمت ان کو معلوم ہے ﴿۲۲۰﴾ اور تم (اے مسلمان مردو!) مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک شادی مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات یاد رکھو کہ) یقیناً ایمان والی باندی کسی بھی مشرکہ عورت سے بہتر ہی ہے، چاہے وہ (مشرکہ عورت) تم کو پسند آرہی ہو اور تم (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں کے ساتھ نکاح مت کراؤ جب تک کہ وہ (مشرک مرد) ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات سن لو کہ) یقیناً (ایک) ایمان والا غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہی ہے اگرچہ وہ (مشرک مرد) تم کو کتنا ہی بھلا کیوں نہ معلوم ہوتا ہو[1] وہ (مشرک مرد و عورت) تو (کفر کے ذریعے) تم کو (جہنم کی) آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتے ہیں؛ تاکہ وہ لوگ نصیحت قبول کریں ﴿۲۲۱﴾

① تو بھی تم ان سے شادی مت کرو، مال اور حسن کو نکاح کے لیے بنیاد بنانا نہیں ہے، ایمان مقدم ہے۔
اِس آیت کریمہ کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اپنے ہی مذہب کے لوگوں کے اندر نکاح کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے، قانون تو یہ کہ کافر- کافرہ سے، مشرک- مشرکہ سے مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا؛ لیکن ان کو محض نکاح ہی کے عنوان سے مسلمان بنانے کی کوشش کرنا یہ بھی نامناسب پہلو معلوم ہورہا ہے، ایمان دعوت کے ذریعے سے ہو، جب کہ نکاح یہ اپنے ہی مذہب کے لوگوں کے اندر ہو۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٢٣﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٤﴾

اور وہ (صحابہ) تم سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں[1] (اے نبی!) تم (ان کو جواب میں) کہو کہ: وہ (حیض) تو گندی چیز ہے، سو حیض کی حالت میں تم عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (عورتیں حیض سے) پوری طرح پاک نہ ہوں وہاں تک (جماع کرنے کے لیے) ان کے پاس مت جاؤ، پھر جب وہ (عورتیں) پوری طرح حیض سے پاک ہو جائیں تو ان (عورتوں) کے پاس اسی طریقے سے جاؤ جس طریقے (یعنی جگہ) سے جانے کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے[2] یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور خوب پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں ﴿۲۲۲﴾ تمھاری بیویاں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں (آگے والے راستے سے) جس طرح سے چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے (آخرت میں کام آنے والے اچھے اعمال) بھیجو اور تم اللہ تعالیٰ سے (ہر حالت میں) ڈرو اور تم (اس بات کو) جان کر رکھو کہ تم اس (اللہ تعالیٰ) سے ملنے والے ہو[3] اور (اے نبی!) ایمان والوں کو (جنت کی) خوش خبری سنا دو ﴿۲۲۳﴾ اور تم اللہ تعالیٰ (کے مبارک نام) کو اپنی قسموں میں (لوگوں کے ساتھ) نیک سلوک کرنے اور تقویٰ اپنانے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے (جیسے اچھے کاموں) سے رک جانے کا ذریعہ مت بناؤ[4] اور اللہ تعالیٰ تو ہر بات کو سننے والے، اچھی طرح جاننے والے ہیں ﴿۲۲۴﴾

---

① حیض کا خون آیا ہو اس وقت حیض کی جگہ یعنی شرم گاہ کے بارے میں سوال، اور خود حیض کا خون کیا ہے؟ اس کے متعلق سوال۔
② (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے جس جگہ (یعنی آگے) سے جانے کی اجازت دی ہے اس جگہ سے (جماع کے لیے) جاؤ۔
③ (دوسرا ترجمہ) تم یقیناً اللہ کے حضور پیش ہونے والے ہو۔ ④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ (کے نام) کو اپنی قسموں میں (فاسد) غرض کے لیے استعمال مت کرو کہ (اللہ کے مبارک نام سے قسم کھا کر) لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، تقویٰ اپنانا، لوگوں کے درمیان صلح کرانا (جیسے اچھے کاموں سے) تم رک جاؤ۔ (اچھے کام تو کرنے کے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام سے قسم کھا کر اچھے کاموں کو مت چھوڑ دو، اسی طرح اچھے کام کرنے کے لیے کہا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے نام سے قسم کھا کر انکار مت کر دو۔ اسی طرح بات بات میں قسم کھانے سے اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کی عظمت باقی نہ رہے گی)۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٧﴾

تمھاری لغو قسموں میں اللہ تعالیٰ تمھاری پکڑ نہیں کریں گے؛ لیکن اپنے دلوں کے ارادے سے جو قسم کھائی ہے اس (کے توڑنے) پر وہ (اللہ تعالیٰ) تمھاری پکڑ کریں گے اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے حلیم ہیں ① ﴿۲۲۵﴾ جو لوگ اپنی بیویوں سے جماع نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں تو ان کو چار مہینے کی مہلت ہے، پھر اگر وہ (قسم توڑ کر) رجوع کر لیویں ② تو یقینی بات ہے اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۲۲۶﴾ اور اگر وہ (قسم کھانے والے بیوی کو) چھوڑ دینے کا پکا ارادہ کر لیویں ③ تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، جاننے والے ہیں ﴿۲۲۷﴾

---

① لفظ حلیم کے معانی:

(۱) جو اپنے نافرمان اور کافر بندوں کو جلد سزا نہیں دیا کرتے؛ بلکہ ان کو مہلت دیتے ہیں، اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔

(۲) جو بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتے اور وہ اللہ تعالیٰ کیسے بدلہ لینے میں جلدی کریں گے جن کو کسی کے بارے میں اپنی پکڑ سے بھاگ جانے کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے۔

(۳) جو گناہوں کو بہت زیادہ معاف کرنے والے ہو اور عیوب کو بہت زیادہ چھپانے والے ہو۔

(۴) جو گناہوں کو چھپانے کے ساتھ معاف کر دیتے ہیں۔ (۵) جو کسی نافرمان کی نافرمانی سے جوش میں نہیں آتے اور کسی سرکش کی سرکشی ان کو بے چین نہیں کرتی۔

(۶) ایک عارف کا قول ہے: ساری تعریفوں کے مستحق اللہ ہیں جو جاننے کے باوجود بردباری کرتے ہیں اور عذاب دینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کرتے ہیں۔

بندہ کیسے حلیم بنے؟ (۱) وہ بردباری اختیار کرے اور بردباری کے ذریعے غصے کی آگ بجھانے کی کوشش کرے۔

(۲) اپنے آپ کو غصہ پینے پر آمادہ کرے۔

② (دوسرا ترجمہ) مل جاوے (یعنی چار مہینے پورے ہونے سے پہلے بیوی سے جماع کر لیوے تو صرف قسم کا کفارہ دینا ہے)۔

③ یعنی چار مہینے تک جماع نہیں کیا تو بیوی کو طلاق پڑ جائے گی۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٢٨﴾ ع

اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ عورتیں تین مرتبہ حیض آنے تک خود کو روکے رکھیں① اور اگر وہ (طلاق والی عورتیں) اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں تو ان کے لیے حلال نہیں کہ جو کچھ (حیض یا حمل) اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے وہ اس کو چھپائیں اور ان (مطلقہ عورتوں) کے شوہر اس عدت (کے دنوں) میں ان سے رجوع کر لینے کے زیادہ حق دار ہیں②، اگر وہ (ان عورتوں سے) حسنِ سلوک کا ارادہ رکھتے ہوں اور ان (عورتوں) کو ضابطے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے ان (مردوں) کو ان (عورتوں) پر (حقوق حاصل) ہیں③ اور مردوں کو ان (عورتوں) پر ایک درجہ (فضیلت) حاصل ہے④ اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست، بڑی حکمت کے مالک ہیں⑤ ﴿٢٢٨﴾

---

① یعنی تین حیض تک عدت میں رہیں۔

② آیت کے اندر طلاق دے چکنے کے باوجود عدت کے زمانے میں رجعت کی ترغیب کا انداز معلوم ہو رہا ہے؛ کیوں کہ ’’بعل‘‘ کا لفظ آیا جو شوہر کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ گویا کہ ایامِ عدت کے اندر شوہر کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ تو اس کا سابق شوہر ہے، رجعت کر لے، اسی میں دونوں کی بھلائی ہے۔

③ شوہر بیوی کے حقوق ادا کرے، بیوی شوہر کے حقوق ادا کرے، جانبین سے حقوق کی رعایت ہو اور حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام ہو۔ ④ البتہ شوہر کو ایک درجہ فضیلت دی گئی؛ اس لیے کہ شوہر عورت کے اوپر مال خرچ کرتا ہے، شوہر بیوی کے لیے نفقہ، کپڑے وغیرہ کی ذمے داری اٹھاتا ہے؛ اسی طرح بیوی بہت سی چیزوں میں کمزور ہونے کی وجہ سے فیصلوں کے وقت پر کمزور ثابت ہوتی ہے؛ اس لیے شوہر کو کچھ زائد اختیارات دیے گئے۔

⑤ باری تعالیٰ کی صفات جو آیت کے آخر میں لائی جاتی ہیں اس کا سابقہ مضمون سے بڑا ربط ہوتا ہے، یہاں دو صفت لائی گئیں: [١] عزیز: یعنی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ زبردست ہے [٢] حکیم: یعنی شریعت کے تمام احکام حکمت سے بھرے ہوتے ہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ

اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ

اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

طلاق (رجعی) دو مرتبہ تک دی جاسکتی ہے، پھر (اس کے بعد شوہر کے لیے دو ہی راستے ہیں) یا تو پورے حقوق ادا کرتے ہوئے (بیوی کو اپنے نکاح میں) رکھ لینا ہے[①] یا تو (رجوع نہ کرے اور) اچھے انداز سے چھوڑ دینا ہے اور (اے شوہرو!) تمھارے لیے حلال نہیں ہے کہ جو کچھ تم ان (بیویوں) کو دے چکے اس میں سے کچھ واپس لے لو؛ مگر یہ کہ ان دونوں (میاں بیوی) کو اس بات کا خطرہ ہو کہ (نکاح باقی رہے گا تو) وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی نہیں کرسکیں گے، پھر اگر تم کو خطرہ ہو کہ (نکاح باقی رکھنے میں) وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ عورت مال کا بدلہ دے کر الگ ہوجاوے، یہ تو سب اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، لہٰذا تم اس سے آگے مت بڑھو، اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے حدود سے آگے نکل جائے گا، سو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں ﴿۲۲۹﴾ پھر اگر (دو کے بعد) تیسری طلاق بھی شوہر نے عورت کو دے دی تو وہ (طلاق والی عورت) اس وقت تک اس (اپنے پہلے شوہر) کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ (عورت) اس (طلاق دینے والے) کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح[②] نہ کرلیوے، پھر اگر وہ (دوسرا شوہر بھی) اس عورت کو طلاق دے دیوے تو وہ دونوں پھر آپس میں مل جاویں اس میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، جب کہ ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جاننے والی قوم کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں ﴿۲۳۰﴾

① یہ رکھ لینے کو رجعت کہتے ہیں جو عدت کے زمانے ہی میں ہوسکتی ہے۔

② جس دوسرے نکاح کے بعد جماع بھی ہوا ہو، یہ شرط بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪
وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا
اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ
يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾ ع
وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا
بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق (رجعی) دے دی اور وہ (عورتیں) اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو (اے شوہرو! دو کام میں سے ایک کام کرو) بھلائی کے ساتھ تم ان کو (اپنے نکاح میں) روکے رکھو یا بھلائی کے ساتھ ان (عورتوں) کو چھوڑ دو اور تم ستانے کی غرض سے ان (عورتوں) کو (نکاح میں) روکے مت رکھو؛ تاکہ تم (ان پر) زیادتی کرو اور جو بھی ایسا کرے گا تو پکی بات ہے کہ وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرے گا اور تم اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق مت بناؤ، اور اللہ تعالیٰ نے جو احسانات تم پر کیے اسے اور (خاص کر) کتاب وحکمت کی باتیں جو تم پر اتاری جس کے ذریعہ وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو نصیحت کرتے ہیں ان سب کو یاد رکھو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرتے رہو اور تم یہ بات سمجھ لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۲۳۱﴾

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو پھر وہ (عورتیں) اپنی عدت کو پوری کر چکیں تو ان (عورتوں) کو ان کے (پہلے والے) شوہروں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے تم (یعنی عورت کے والی) مت روکو[1] جب کہ وہ (دونوں مرد اور عورت) آپس کی خوشی سے بھلائی کے ساتھ رہنا چاہیں، ان باتوں کی نصیحت تم میں سے اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو،

[1] بعض مفسرین نے اس سے والیوں کو خطاب مراد لیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سابقہ شوہر کو خطاب مناسب ہے؛ تاکہ ضمیر میں انتشار نہ ہو۔

ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ
اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ
وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ
عَلَیْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ
مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

یہ (نصیحت مان لینا) تمھارے لیے زیادہ صاف ستھرا اور زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو ﴿۲۳۲﴾ اور مائیں پورے دو سال اپنی اولاد کو دودھ پلائیں①، یہ مدت ان لوگوں کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر ضروری ہے کہ ان (دودھ پلانے والی ماؤں) کے کھانے اور ان کے کپڑے کا خرچہ معروف طریقے سے اٹھائے، کسی شخص کو اس کی وسعت (یعنی حیثیت) سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے (خرچہ دینے میں تکلیف دی جائے)② اور (اگر بچے کا باپ نہ ہو تو محرم) وارث پر اسی طرح (بچے کو دودھ پلانے اور پرورش) کی ذمے داری ہے، پھر اگر وہ دونوں (یعنی بچے کے ماں، باپ) آپس کی خوشی اور مشورے سے (دو سال پورے ہونے سے پہلے ہی بچے کا) دودھ چھڑانا چاہیں تو (اس میں بھی) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اور اگر تم یہ چاہو کہ کسی (دایا) سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، جب کہ تم نے (دودھ پلانے کی) جو (اجرت) دینا طے کی تھی وہ بھلے طریقے سے (قاعدے کے مطابق) تم (دایا کو) دے دو،

① طلاق کے احکام کے درمیان بچے کو دودھ پلانے کا ذکر اس وجہ سے آیا کہ بعض مرتبہ یہ مسئلہ ماں باپ کے درمیان جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے۔

② مطلب یہ ہے کہ بچے کے ماں باپ آپس میں ضد اضدی نہ کریں، مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور باپ اس پر یہ سمجھ کر زبردستی کرے کہ آخر اس کا بھی تو بچہ ہے، یہ مجبور ہوگی اور پلا دے گی، یا باپ مفلس ہے، اور ماں کو کوئی معذوری بھی نہیں ہے، ماں پلانے سے اس لیے انکار کرے کہ آخر شوہر کا بھی تو بچہ ہے، مجبوراً کسی اور سے پلوائے گا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ

اورتم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہواور (یہ بات) تم جان رکھو کہ تم جو اعمال کرتے ہو ان کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ﴿۲۳۳﴾ اورتم میں سے جن کی وفات ہوجائے اور وہ (مرنے والے اپنے پیچھے) بیویاں چھوڑ کر جائیں تو وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک (عدت میں) روکے رکھیں، پھر جب وہ (عورتیں) اپنی (عدت کی) مدت کو پوری کر چکیں تو وہ اپنے بارے میں جو وہ شرعی قانون کے مطابق کرنا چاہیں① تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ﴿۲۳۴﴾ اور (عدت جاری ہو تب) اشارے اشارے میں تمھارا عورتوں کو شادی کا پیغام (اگر دینا چاہو تو) دینے میں یا تمھارا (شادی کا ارادہ) اپنے دل میں چھپا کر کے رکھنے میں تم (مردوں) پر کوئی گناہ نہیں ہے②، اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں (سے نکاح) کا تذکرہ کروگے③؛ لیکن تم چھپ کر ان (عورتوں) سے وعدہ مت کرنا؛ الا یہ کہ مناسب طریقے سے کوئی بات کہہ دو④

---

① یعنی عدت کے بعد عورت دوسری شادی کر سکتی ہے۔

② بیوہ سے اُس دور میں نکاح کرنا کتنا عام و آسان اور مرغوب ہوگا کہ لوگ اس کے لیے منتظر و مشتاق ہوتے ہوں گے کہ باقاعدہ عدت کے زمانے میں ممانعت نازل ہوئی، اس دورِ جاہلیت کی تمام تر برائیوں کے ساتھ یہ معاشرتی حسن بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

③ (دوسرا ترجمہ) تم ان سے نکاح کا خیال کروگے۔

④ (دوسرا ترجمہ) ہاں شریعت کے قانون کے مطابق جتنی بات کہہ سکتے ہو اتنی کہہ دو؛ یعنی اس کو آپ کے متعلق نکاح کی چاہت کا اشارہ مل جائے۔

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْۤ

اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۳۵﴾

لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۖۚ

وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ

اور جب تک کہ مقررہ عدت اپنی مدت کو پہنچ نہ جاوے وہاں تک تم نکاح کا عقد پکا کرنے کا ارادہ بھی مت کرو اور تم جان لو کہ جو بات تمھارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں، سو تم اس (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے تحمل والے ہیں ﴿۲۳۵﴾

جن (عورتوں) کو تم نے ہاتھ بھی نہیں لگایا① اور ان کے لیے تم نے کوئی مہر بھی مقرر نہیں کیا (ایسی صورت میں) تم اگر (کسی خاص ضرورت سے) ان عورتوں کو طلاق دے دو تو (اس میں) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور (ایسی صورت میں) ان (عورتوں) کو کچھ تحفہ دے دو②، وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق (ان عورتوں کو) اور غریب آدمی پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے، بھلے طریقے سے فائدہ پہنچائے (یعنی تحفہ دیوے) جو (لوگوں سے معاملہ کرنے میں) نیک ہیں ان کے لیے یہ ضروری ہے ﴿۲۳۶﴾ اور اگر تم نے ان (عورتوں) کو طلاق دے دی ان (عورتوں) کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور تم ان (عورتوں) کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر مقرر کیا تھا اس کا آدھا دینا (ضروری) ہے؛ الا یہ کہ وہ (عورتیں رعایت کرکے) معاف کردیویں (اور مہر ہی نہ مانگیں) یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کا اختیار ہے وہ (رعایت کرکے) معاف کردے (یعنی پورا مہر دے دیوے)

---

① یعنی جماع یا خلوتِ صحیحہ نہیں کی۔ ② یہ اس بات کی نشانی ہے کہ طلاق ضرورت کے پیشِ نظر دی ہے، اور طلاق کے بعد بھی عورت کے ساتھ عناد والا برتاؤ نہیں ہے۔

وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾

اور تمھارا (اپنے حقوق) معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور تم آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا① مت بھولو، جو عمل بھی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں ﴿۲۳۷﴾ تم تمام نمازوں کا پورا خیال رکھو② اور (خاص طور پر) درمیانی نماز کا (برابر خیال کرو) اور اللہ تعالیٰ کے سامنے (نماز میں) فرماں بردار بن کر کھڑے رہو③ ﴿۲۳۸﴾ پھر اگر تم کو (دشمن کا) خوف ہو تو کھڑے کھڑے یا سوار ہو کر (نماز پڑھو)④ پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے (یعنی خوف جاتا رہے) تو تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جیسا اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو وہ سکھلایا جو تم (پہلے سے) جانتے نہیں تھے⑤ ﴿۲۳۹﴾

① رعایت، دریا دلی سے سلوک کرنا، میاں بیوی کے سلوک، خوش گواری، پاس داری کا لحاظ۔

② معاشرتی الجھنوں میں انسان بنیادی فرائض سے غافل نہ رہے اس کی طرف اشارہ معلوم ہو رہا ہے۔ دوسری بات: صلوۃ وسطیٰ کی تعیین میں الگ الگ اقوال ہیں، حالات اور زمانے کے اعتبار سے ہر قول کی اہمیت ہے، جن علاقوں میں جس زمانے میں رات کو خریداری زیادہ ہو جاتی ہے تو عشا صلوۃِ وسطیٰ ہو جاتی ہے، ویسے زیادہ تر اقوال عصر کے متعلق ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) باادب کھڑے رہو (تیسرا ترجمہ) یا خاموش کھڑے رہو۔

قانتین: (۱) اطاعت کرنے والا، قرآن میں تقریباً تمام مقامات پر ''قنوت'' کا لفظ اطاعت کرنے کے معنی میں آیا ہے (۲) قانتین: یعنی ساکتین: نماز میں خاموش کھڑے رہنا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: پہلے ہم نماز میں بات کرتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو پھر ہم نے نماز میں خاموش رہنا شروع کیا۔

④ جنگ میں جب باقاعدہ نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے تو کھڑے کھڑے اشارے سے نماز پڑھ لیوے، چلتے ہوئے نماز نہ پڑھے، کھڑے ہونے کا بھی موقع نہ ہو تو قضا کر سکتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ''رِجالا'' کا معنی قِیاماً علی اَقْدَامِھِنَّ نقل کیا ہے جو مُشَاۃً کی ضد ہے: یعنی اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، معلوم ہوا چلتے ہوئے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

⑤ یعنی نماز کا مسنون طریقہ جب تک اللہ تعالیٰ نے سکھایا نہیں تھا تب تک واقعی تم جانتے نہیں تھے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ
غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع رکوع ۱۵ ۳۱

اورتم میں سے جن کی بھی وفات ہوجائے اوروہ بیویوں کو (اپنے پیچھے) چھوڑ کر جاویں تووہ اپنی بیویوں کے بارے میں ایک سال تک خرچہ دینے کی اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر کے جائے، پھر اگروہ (عورتیں) خود نکل جائیں ① توتم پراس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ (عورتیں) اپنی ذات کے بارے میں قاعدے کے مطابق جو کچھ بھی کریں ② اور اللہ تعالیٰ تو بڑے اقتدار کے مالک ہیں، حکمت کے مالک ہیں ﴿۲۴۰﴾ اور (سب) مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے ③ (ایسا کرنا) تقویٰ والوں پر ایک حق ہے ④ ﴿۲۴۱﴾ اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمھارے لیے اسی طرح (وضاحت کے ساتھ) بیان کرتے ہیں؛ تاکہ تم سمجھ داری سے کام لو ﴿۲۴۲﴾

---

① ایک سال پورا ہونے سے پہلے۔ یہ آیت منسوخ الحکم، باقی التلاوت ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) توتم پر کوئی گناہ نہیں ہے (کہ شوہر کے گھر سے نکلنے کے بعد) وہ عورتیں اپنے حق میں کوئی بھلی بات یا کام کریں۔

③ (دوسرا ترجمہ) سب مطلقہ عورتوں کو بھلائی کے ساتھ فائدہ پہنچانا ہے۔ شریعت کی پاکیزہ تعلیم دیکھیے کہ نکاح جب ہوتا ہے بیوی کو مہر دلوائی گئی، نکاح کے بعد شوہر بیوی کو نفقہ، سکنی اچھی طریقے سے دیوے اس کی ترغیب دی گئی، ارے! طلاق دیتے وقت بھی متاع؛ یعنی فائدہ پہنچانا، کپڑے کا جوڑا دینا، تحفہ دینا اس کی ترغیب دی جاری ہے۔ معلوم ہوا کہ طلاق غصہ نکالنے کی چیز نہیں ہے؛ بلکہ یہ مجبوری کی چیز ہے کہ بہت مجبوری میں عین ضرورت کی وجہ سے دی گئی ہے۔

④ یعنی تقویٰ والے اخلاقی طور پر ضروری سمجھیں گے؛ اگرچہ ایک صورت کے علاوہ متعہ مستحب ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۟

ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

کیا تم کو ان لوگوں کا حال معلوم نہیں ① جو موت سے بچنے کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور وہ ہزاروں (انسان) تھے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم مر جاؤ، پھر اللہ تعالیٰ نے (لمبے زمانے کے بعد) ان کو زندہ کر دیا، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرماتے ہیں؛ لیکن اکثر لوگ (اللہ تعالیٰ کا) شکر نہیں کرتے ﴿۲۴۳﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو اور تم جان لو کہ یقینی بات ہے اللہ تعالیٰ تو بہت سننے والے، بہت جاننے والے ہیں ﴿۲۴۴﴾

---

① اس طرح کے واقعات قرآن مجید میں کئی جگہوں پر ہیں جو حضور ﷺ کے زمانے سے بہت پہلے ہو چکے تھے اس لیے آنکھ سے دیکھنے کا کوئی امکان ہی نہیں؛ اس لیے ایسے مواقع پر "اَلَمْ تَرَ" سے اس واقعہ کا علم اور ادراک ہونا مراد ہوتا ہے اور اس واقعے کے مشہور ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے: ایک شہر میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت بستی تھی اور وہاں ایک سخت وبا اور طاعون پھیلا جس کی وجہ سے سارے لوگ گھبرا اٹھے، جن کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی، موت کے خوف سے سب وہاں سے بھاگ اٹھے اور ایک لمبے چوڑے میدان میں جا کر رہنے لگے، اللہ تعالیٰ کو دنیا والوں پر اپنی قدرت کا اظہار کرنا تھا کہ موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا: اس لیے میدان کے دونوں کناروں پر دو فرشتے بھیجے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک ایسی آواز لگائی کہ سب کے سب لوگ وہیں مر گئے، گاؤں والوں کو خبر ملی تو اتنے سارے لوگوں کے کفن دفن کا ان کے پاس انتظام تو نہیں تھا: اس لیے انھوں نے ایک باڑہ کی شکل میں اس میدان کو بنا دیا اور اسی میں ان کی لاشیں گل سڑ کر رہ گئیں۔

ایک مدت کے بعد بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ جن کا نام حضرت حزقیل علیہ السلام بتایا جاتا ہے ان کا وہاں سے گزر ہوا، انھوں نے پرانی اور بوسیدہ اتنی ساری ہڈیاں دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔

وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا واقعہ بتایا تو انھوں نے ان مردہ لوگوں کے واپس زندہ ہونے کی دعا کی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے انھوں نے ہڈیوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے پرانی ہڈیا! اللہ تمھیں حکم دیتے ہیں کہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی اپنی جگہ جمع ہو جائے، اتنا سننا تھا کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ جمع ہونے لگی اور انسان کا ہڈی کا ڈھانچہ تیار ہونے لگا، پھر اس پر گوشت اور چمڑی آ گئی، پھر روح سے خطاب کیا: اے ارواح! اللہ تمھیں حکم دیتے ہیں کہ اپنے اپنے ہڈیوں میں لوٹ آئیں۔ اتنا کہنا تھا کہ ساری لاشیں ان کے سامنے زندہ ہو گئیں اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگیں اور سب کی زبانوں پر "سبحانك لا اله الا انت" تھا۔ [ابن کثیر]

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٤٥﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا

لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ

کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھے طریقے پر قرض دیوے① پھر اس (کے دیے ہوئے قرض) کو وہ (اللہ تعالیٰ)② اس کے لیے کئی گنا زیادہ کر دیویں③، اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی (کمی) کرتے ہیں④ اور وسعت دیتے ہیں⑤ اور تم (سب) کو اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹایا جائے گا ﴿۲۴۵﴾ کیا تم کو بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا قصہ معلوم نہیں⑥؟ جو (قصہ) موسیٰ (علیہ السلام کے دنیا سے جانے) کے بعد پیش آیا، جب کہ وہ (بنی اسرائیل) اپنے (زمانے کے) نبی سے کہنے لگے کہ: آپ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو؛ تا کہ ہم (اس کی امارت میں) اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کریں، نبی نے کہا: تمھارے بارے میں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جاوے تو تم جہاد نہیں کرو گے،

①(۱) اللہ کے راستے میں اخلاص سے خرچ (۲) نیک اعمال (۳) مؤمنوں کو غیر سودی قرض دینا تینوں اس میں شامل ہے۔
قرض کی طرح بدلہ ثواب کی شکل میں بندے کو ملنا یقینی ہے؛ اسی لیے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کیا گیا۔ ②قرض دینے والے کے فائدے کے لیے۔
③ ''اضعاف'' ضعف کی جمع ہے: کئی گنا۔ یہ الفاظ متضائفہ میں سے ہے؛ یعنی دوسرے پر وجود موقوف ہے، جیسے: نصف اور زوج۔ ④(دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ ناپ کر دیتے ہیں۔
⑤ ''یقبض'' پہلے ہے، ''یبسط'' بعد میں ہے، معلوم ہوا کہ تنگ حالات کا آنا یہ بھی امتحان ہے اور مالی وسعت کا مل جانا یہ بھی امتحان ہے، البتہ مالی وسعت اور فراخی کی حالت مل جائے یہ امتحان بڑا بھاری امتحان ہوتا ہے۔
⑥الْمَلَا: اسم جمع ہے، اس کا معنیٰ آتا ہے: قوم کے سردار لوگ، قوم کے اہل الرائے۔
ان کو ''مَلَا'' کہنے کی وجہ: (۱) وہ اپنی رائے کی خوبی سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں۔
(۲) ان کے ظاہری حسن، ظاہری جمال اور ظاہری رعب سے لوگوں کی آنکھیں بھر جاتی ہیں۔
(۳) ان کی ہیبت اور عظمت سے لوگوں کے دل بھرے ہوئے رہتے ہیں۔
(۴) ان کے وجود کی وجہ سے مجلس بھری بھری معلوم ہوتی ہے؛ گویا کہ وہ زینتِ محفل ہوتے ہیں۔

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ
بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی
الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾

وہ (بنی اسرائیل جواب میں) کہنے لگے کہ: ہمارے لیے ایسی کون سی گنجائش باقی ہے[1] کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد نہ کریں؛ حالاں کہ ہم کو اپنے گھروں اور اپنی اولاد سے نکال (کر دور کر) دیا گیا ہے، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب پیٹھ پھرا گئے[2] اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۲۴۶﴾ اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے (اس زمانے کے) نبی[3] نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر بادشاہ مقرر کر دیا ہے، وہ (بنی اسرائیل) کہنے لگے: اس (طالوت) کو ہم پر حکومت کرنے کا حق کیسے حاصل ہو گیا؟ حالاں کہ حکومت چلانے کے تو اس (طالوت) سے زیادہ ہم حق دار ہیں اور اس (طالوت) کو تو کوئی مالی وسعت بھی نہیں ملی ہے[4] تو نبی نے کہا کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمھارے مقابلے میں اس (طالوت) کو پسند فرما لیا اور اس (طالوت) کو علم (کی وسعت) اور جسم کے پھیلاؤ میں بڑھا دیا ہے[5] اور اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت جس کو چاہتے ہیں (اس کو) عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے[6]، بہت جاننے والے ہیں ﴿۲۴۷﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) ہمارے لیے کیا عذر ہوگا۔ ② انسان بزدلی کی وجہ سے جنگ سے پیٹھ پھرا کر لوٹ جاتا ہے اور یہاں بنی اسرائیل میدانِ جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی راستے سے بھاگ گئے تھے۔

③ وہ نبی کون تھے؟ [۱] وہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ [۲] حضرت شمعون علیہ السلام تھے۔ [۳] حضرت اشموئیل علیہ السلام تھے۔ اس زمانے میں سلطنت کا کام بادشاہوں سے ہوتا تھا اور وہ انبیا کی اطاعت کرتے تھے۔

④ یعنی طالوت کوئی زیادہ مال دار نہیں ہے۔ فقیر کو بادشاہ اور بادشاہ کو فقیر بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے دیکھو اس واقعے میں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)=

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع

اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے (اس زمانے کے) نبی نے کہا: یقیناً اس (طالوت) کے بادشاہ ہونے کی نشانی① یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق (واپس) آجائے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے دل کی تسلی کا سامان ہے اور موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کی اولاد جو کچھ چھوڑ کر گئے تھے ان میں سے باقی رہ جانے والی چیزیں بھی ہیں②، اس (صندوق) کو فرشتے اٹھا کر لاویں گے، اگر تم مؤمن (یعنی یقین والے) ہو تو اس میں تمھارے لیے بڑی نشانی ہے ﴿۲۴۸﴾

= ⑤ علم اور صحت افضل ہے جہالت اور مال کے مقابلے میں۔ اس آیت سے اہم سبق: ہمارے دین میں عہدے اوصافِ خیر اور قابلیت کی بنیاد پر ہے، مال و دولت اور خاندانی بنیادوں پر نہیں ہے۔ حضرت طالوت کا امارت پر انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا؛ اس لیے کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں، حضرت طالوت کے اندر دونوں طرح کی خوبیاں تھیں، آیت میں علمی قابلیت کو مقدم بتلایا گیا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ علمی قابلیت یہ فضیلت کی چیز ہے؛ اگرچہ جسمانی خوبی تندرستی یہ بھی اچھی چیز ہے اور علم اور جسم دونوں کی وسعت یہ انسان کی شخصیت کو پر رعب بنا دیتی ہے۔

آیت میں اول علم کی وسعت کو بیان کیا گیا، پھر جسم کی وسعت کو بیان کیا گیا، اندازہ یہ ہے کہ پہلے انھوں نے گہرا علم حاصل کیا، اس کے پیچھے سعی اور محنت کی، لوگوں نے ان کے علم کا اکرام کیا اور اتنا اکرام کیا کہ ان کے جسم کا پھیلاؤ بھی زیادہ ہو گیا، جیسا کہ اِس وقت بھی اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ بہت سے بڑے علما کو عوام کے اکرام کی وجہ سے جسم کا پھیلاؤ ہو جاتا ہے الا ماشاء اللہ!

⑥ اللہ تعالیٰ کی صفت وسعت والے ہونا یعنی فقیر کو، راعی کو اپنی وسعتوں سے بادشاہ بنا دیوے۔ وسعتِ صفتی مراد ہے۔

اِس صفحے کا حاشیہ:

① حضرت طالوت کی امارت کے بارے میں نبی نے اللہ کی طرف سے پیغام سنا دیا؛ لیکن بنی اسرائیل حضرت طالوت کی امارت پر ظاہری علامت بھی چاہتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتا دی گئی۔

② اِس آیت سے بزرگوں کے تبرکات کو سنبھال کر رکھنا ثابت ہوتا ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ تبرکات سکونِ قلبی کا ذریعہ ہے، اس کو شرعی احتیاطات کے ساتھ رکھا جائے، اس کی مزید تفصیل بندے کا سفرنامہ دیکھی ہوئی دنیا جلد: ۵ میں دیکھیں۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ
فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ
الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾

پھر جب طالوت فوجوں کے ساتھ باہر نکلا تو اس (طالوت) نے (لشکر والوں سے) کہا کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ایک نہر[①] (یعنی دریا) کے ذریعے تمہارا امتحان لینے والے ہیں[②]، سو جو شخص بھی اس (دریا) سے (پانی) پیے گا تو وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں ہے اور جو اس (پانی) کو چکھے گا بھی نہیں تو وہ میرا (یعنی میری جماعت کا آدمی) ہے، ہاں! جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر (کے پی) لیوے (تو اتنی اجازت ہے) پھر (ایسا ہوا کہ) ان میں کے چند آدمیوں کے سوا باقی سب نے اس (دریا) سے (خوب) پانی پیا، پھر جب وہ (طالوت) اور ان کے ساتھ ایمان والے اس (دریا) کو پار کر گئے تو (دیکھا کہ طالوت کی بات ماننے والوں کی تعداد تو کم ہے، اس وقت) کچھ لوگ کہنے لگے کہ: آج کے دن جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلے کی ہم میں بالکل طاقت نہیں ہے، (یہ بات سن کر) جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے (جا کر) ملنا ہے وہ کہنے لگے: بہت سی مرتبہ (ایسا ہوا کہ) چھوٹی سی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آ گئی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے[③] ﴿۲۴۹﴾

---

① اس سے نہر اردن مراد ہے جو فلسطین اور اردن کے درمیان میں ہے، تفصیل کے لیے بندہ کی کتاب "دیکھی ہوئی دنیا" جلد سوم دیکھیں۔ ② سخت گرمی کا موسم اور سفر ایسے وقت میں پانی بہت مرغوب ہوتا ہے؛ لیکن اس سے روکا گیا۔ معلوم ہوا کہ مرغوب اور چاہی ہوئی چیز سے روک کر بھی امتحان لیا جاتا ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) (میدان میں) ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۛ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

اور جب وہ لوگ (یعنی طالوت اور اس کے رفقا) جالوت اور اس کے لشکر کے (آمنے) سامنے ہوئے تو (طالوت اور ان کے ساتھیوں نے) دعا کی: اے ہمارے رب! آپ ہم پر (یعنی ہمارے دلوں پر) صبر ڈال دیجیے اور ہم کو ثابت قدم رکھیے اور کافر قوم کے مقابلے میں آپ ہماری مدد کیجیے[1] ﴿۲۵۰﴾ پھر انھوں نے (یعنی طالوت اور ان کے ساتھیوں نے) ان (جالوت اور اس کی فوج) کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہرا دیا اور داؤد (علیہ السلام) نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان (داؤد علیہ السلام) کو حکومت اور حکمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ان (داؤد علیہ السلام) کو سکھا دیا (یعنی زبور کتاب کا علم اور دوسرے علوم) اور اگر اللہ تعالیٰ بعض (مفسد) لوگوں کو بعض (اچھے) لوگوں کے ذریعے دفع نہ کرتے رہتے تو زمین میں فساد پھیل پڑے[2]؛ لیکن اللہ تعالیٰ تمام عالم والوں پر فضل والے ہیں ﴿۲۵۱﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم تمھارے سامنے صحیح صحیح تلاوت کرتے ہیں اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ تم (یعنی محمد ﷺ) رسولوں میں سے ہو ﴿۲۵۲﴾

---

① ظاہری اسباب نہیں تھے، عرض کیا کہ: اللہ! ہم آپ کی نصرت کے محتاج ہیں، بس اس وقت بھی ہم مسلمان نصرتِ الٰہیہ کے محتاج ہیں۔ ② مسلمانوں کو دین کے مخالفوں سے کسی نہ کسی طرح کی مدافعانہ کارروائی جاری رکھنی چاہیے، جہاں دفاعی قتال کا موقع نہ ہو تو پرامن احتجاج کی الگ الگ مختلف شکلیں بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد کا مقصد فتنہ وفساد کو ختم کرنا ہے، امن وامان کو قائم کرنا ہے، آج دنیا بھر کے اندر فتنہ وفساد جو پھیلا ہوا ہے تو اس کا ایک سبب اِس جہاد جیسی اہم ترین چیز جو امن وامان قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس کا چھوڑنا بھی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ ع ٣٣

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٥٤﴾

یہ جتنے پیغمبر ہیں ہم نے ان میں سے بعض (حضرات) کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، ان (پیغمبروں) میں سے بعض تو وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، اور ان (پیغمبروں) میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے درجات میں بلند فرمایا، اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو (ان کی سچائی پر) کھلے دلائل عطا کیے اور ہم نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کی روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) کے ذریعہ تائید (یعنی مدد) کی[1] اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان (پیغمبروں) کے بعد کے لوگ ان کو صاف احکام مل جانے کے بعد (دین میں اختلاف پیدا کر کے) آپس میں نہ لڑتے؛ لیکن ان لوگوں نے (آپس میں) اختلاف کیا، سو ان میں سے کچھ ایمان لے آئے اور ان میں سے کچھ نے کفر اپنا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں ﴿۲۵۳﴾

اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ) خرچ کر لو، اس (قیامت کے) دن کے آنے سے پہلے جس میں کوئی سودا (یعنی خریدنا اور بیچنا) نہیں ہوگا اور (اس میں) نہ کوئی دوستی (کام آئے گی) اور (اس میں اللہ کی مرضی کے بغیر) نہ کوئی سفارش (چلے گی) اور جو لوگ کفر اختیار کر چکے ہیں وہی ظالم (ناانصاف) ہیں ﴿۲۵۴﴾

[1] ''روح القدس'' کے معنی ہے: مقدس روح، اور قرآن میں یہ لقب حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے (بھی) استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبریل علیہ السلام کی یہ تائید حاصل تھی کہ وہ ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کے لیے ان کے ساتھ رہتے تھے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٢٥٥﴾

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، ہمیشہ زندہ ہیں، سب کو سنبھالنے والے ہیں① ان (اللہ تعالیٰ) کو نہ اونگھ پکڑ سکتی اور نہ نیند② آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مالکی میں ہے، ایسا کون ہے جو ان (اللہ تعالیٰ) کے پاس ان (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر (کسی کی) سفارش کر سکے؟ وہ (اللہ تعالیٰ) ان (تمام مخلوق) کے آگے کے اور ان کے پیچھے کے حالات کو (اچھی طرح) جانتے ہیں③ اور وہ سب (مخلوق) ان (اللہ تعالیٰ) کے علم کی کوئی بات (اپنے علم کے) احاطے میں نہیں لا سکتے؛ مگر (ہاں) جتنا وہ (خود اللہ تعالیٰ) چاہیں④ ان (اللہ تعالیٰ) کی کرسی⑤ نے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے⑥ اور ان دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت کا ان (اللہ تعالیٰ) کو کوئی بوجھ نہیں ہے⑦ اور وہ (اللہ تعالیٰ) اونچے مقام والے ہیں، بڑی عظمت والے ہیں ﴿۲۵۵﴾

① قیوم: وہ ذات ہے جو خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھے، سنبھالے۔

② جب انسان کو نیند آنے لگتی ہے تو شروع میں جو اثرات ظاہر ہوتے ہیں اس کو عربی میں ''سِنة'' اور اردو میں ''اونگھ'' سے تعبیر کرتے ہیں، جس میں غفلت آنے لگتی ہے؛ لیکن سمجھ اور احساس باقی رہتا ہے، پھر جب مکمل غفلت آ جاوے، شعور اور احساس بھی باقی نہ رہے تو اس کو عربی میں ''نوم'' اور اردو میں ''نیند'' کہتے ہیں۔

③ ہر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کے حالات اور بعد کے حالات، اسی طرح ہر مخلوق کے ظاہری و باطنی حالات اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

④ بندے اتنی بات اللہ تعالیٰ کے علم کی جان سکتے ہیں جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے حکومت کے تخت نے۔

⑥ یعنی اپنی وسعت کے گھیرے میں لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کرسی کیسی ہے؟ وہ دنیا میں رہ کر سمجھنا مشکل ہے۔

کرسی کے سلسلے میں چند اقوال ہیں:

[۱] اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے؛ ورنہ واقع میں نہ اللہ تعالیٰ کی کرسی ہے اور نہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

[۲] کرسی سے مراد علم ہے، صحیفۂ علمی کو ''کراسة'' اسی لیے کہتے ہیں۔
[۳] کرسی سے مراد حکومت اور اقتدار ہے، موروثی حکومت کو عرب ''کرس'' کہتے ہیں۔
[۴] کرسی ایک جسم ہے (جس میں لمبائی، چوڑائی اور موٹائی ہے)۔
[۵] کرسی ہی عرش ہے۔
[٦] کرسی عرش کے سامنے قائم ہے۔
[۸] کرسی کی وسعت زمین اور آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ ساتوں آسان اور ساتوں زمینیں کرسی کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے کسی بیابان میں کوئی چھلا پڑا ہو اور کرسی سے عرش کی بڑائی (بھی) ایسی ہے جیسے چھلے سے بیابان کی بڑائی۔ [ابن مردویہ]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرسی کے اندر ساتوں آسمان ایسے ہیں جیسے کسی ڈھال میں سات درہم ڈال دیے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مقاتل کا قول ہے کہ کرسی کے ہر پایہ کی لمبائی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے برابر ہے۔

کرسی، عرش اور بیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں ایک خاص قسم کے جلوۂ الٰہی کے لیے مخصوص ہیں۔

⑥(دوسرا ترجمہ) آسمان اور زمین کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے لیے ذرا بھی بھاری نہیں ہے۔ (تیسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۟ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ ع

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰھٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ

دین (کے بارے) میں کوئی زبردستی نہیں ہے، پکی بات یہ ہے کہ ہدایت کا راستہ گمراہی سے جدا ہو کر (پورے طور پر) ظاہر ہو چکا ہے، سو جو شخص طاغوت (یعنی بت اور شیطان) کا انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو اس نے حقیقت میں (بہت) مضبوط حلقہ (یعنی کڑا) تھام لیا ہے①، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ (ہر بات کو) سننے والے، (ہر چیز کو) جاننے والے ہیں ﴿۲۵۶﴾ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ولی (یعنی مدد کرنے والے) ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ) ان (ایمان والوں) کو (کفر کی) اندھیریوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاتے ہیں اور جو کافر ہیں، شیطان ان کے دوست ہیں جو ان (کافروں) کو (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) اندھیریوں کی طرف لے جاتے ہیں، وہی لوگ آگ (میں جانے) والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵۷﴾

کیا تم نے اس شخص (کی حالت) پر غور نہیں کیا؟② جس کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی تھی③، وہ ابراہیم (علیہ السلام) سے ان کے رب (اللہ تعالیٰ کے وجود) کے بارے میں حجت بازی (یعنی بحث) کرنے لگا،

---

① یعنی مضبوطی سے پکڑ لیا۔ مراد اسلام ہے، جس طرح مضبوط حلقے کو پکڑنے سے آدمی آفت سے محفوظ ہو جاتا ہے، اسی طرح اسلام کو مضبوطی سے پکڑ لینے سے دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) اس آدمی کا واقعہ نہیں دیکھا؟

③ نمرود نے اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو بے وقوفی سے مباحثہ کیا اس کی طرف اشارہ ہے کہ نمرود ہی پہلا شخص ہے جس نے سر پر تاج پہنا، ربوبیت کا دعویٰ کیا اور زمین پر زبردستی کی۔

إِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهِمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥٨﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ

جب کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے (اس سے) کہا کہ: میرے رب تو وہ ہیں جو زندگی دیتے ہیں اور موت دیتے ہیں تو (اس پر) وہ (ظالم) کہنے لگا کہ: میں (بھی) زندگی اور موت دیتا ہوں، (اس پر) ابراہیم (علیہ السلام) نے (اس ظالم سے) کہا کہ: یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج کو (روزانہ) مشرق سے نکالا کرتے ہیں، سو اب تُو اس (سورج) کو (کسی ایک دن بھی) مغرب سے نکال کر لا، تو (اس بات کو سن کر) وہ کافر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتے ﴿٢٥٨﴾ یا اسی طرح (تم نے) اس شخص (کے واقعے) پر غور کیا① جو ایک بستی پر ایسی حالت میں گزرا کہ اس (بستی) کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے② اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ اِس (بستی) کو اس کے مرنے (یعنی ویران ہونے) کے بعد کیسے (دوبارہ) زندہ کریں گے③! اس پر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے اس کو زندہ کر کے اٹھایا (اور پھر) اس (اللہ تعالیٰ) نے (اس سے) پوچھا: تو کتنی مدت تک (اس موت کی حالت میں) رہا؟ (تو جواب میں) اس شخص نے کہا: ایک دن یا ایک دن سے بھی کم (میں موت کی حالت میں رہا)

---

① اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ: اِس آیت میں "کاف" زائدہ ہے اور "الذی" کا عطف "حاجّ" پر ہے۔ "قریہ" سے مراد بیت المقدس یا ہرقل کا کلیسہ۔
گذرنے والا شخص: [١] ارمیا نبی [٢] بعض لوگوں نے ارمیا سے مراد حضرت خضر کو لیا ہے [٣] حضرت عزیر۔
② کسی حادثے میں پہلے چھت گری، پھر دیواریں گریں اور پوری بستی ویران ہوگئی۔ ③ اس سوچ کا منشا کوئی شک کرنا نہیں تھا؛ بلکہ حیرت کا اظہار تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی قدرت کا مشاہدہ اس طرح کرایا جس کا آیت میں ذکر ہے۔

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۫ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: (نہیں) بلکہ تو (اس موت کی حالت پر) سو سال رہا ہے، سو تو اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھ! وہ (اللہ تعالیٰ کی قدرت سے) بالکل بھی سڑی نہیں ہیں اور (ساتھ ہی) تو اپنے گدھے کو دیکھ (کہ سڑ کر اس کی حالت کیسی ہوگئی؟) اور (اس طرح تم کو موت دے کر دوبارہ زندہ کرنے میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ) تاکہ ہم تجھ کو لوگوں کے لیے (ہماری قدرت کا) ایک نشان بنائیں[1] اور تو (مرے ہوئے گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھ! ہم کس طرح (اٹھا کر) ان کو جوڑ دیتے ہیں، پھر ہم ان پر (کس طرح) گوشت چڑھاتے ہیں، سو جب اس کے سامنے حقیقت کھل کر ظاہر ہوگئی تو وہ (بندہ) کہنے لگا: مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیز پر قدرت رکھتے ہیں[2] ﴿۲۵۹﴾ اور (وہ واقعہ ذرا سنو!) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھایئے! آپ کس کیفیت سے مردوں کو زندہ کریں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تجھ کو (اس مرنے کے بعد زندہ ہونے پر) یقین نہیں ہے؟ تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے عرض کیا کہ: کیوں نہیں (یعنی یقین رکھتا ہوں)[3] لیکن (چاہت یہ ہے کہ آنکھ سے وہ کیفیت دیکھ لوں)؛ تاکہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جاوے[4]،

① اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کم از کم تین نشانیاں اس آیت کے اندر ظاہر ہوئیں: (۱) خود نبی کی ذات کے اندر (۲) گدھے کی ذات میں (۳) کھانے میں، کھانا جو بہت تیزی سے خراب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح سلامت رکھا، یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب قدرت! گدھا گل سڑ کر بالکل منتشر ہو گیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو مکمل دوبارہ پیدا فرمایا اور خود نبی اتنے طویل عرصے تک موت کی حالت میں رہ کر دوبارہ زندہ کیے گئے۔

② اس میں سے ایک مردے کو زندہ کرنا بھی ہے۔ ③ (دوسرا ترجمہ) یقین تو میں رکھتا ہوں۔

④ اس سوال وجواب سے اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کردی کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ فرمائش کسی شک کی بنا پر نہیں تھی، ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر پورا بھروسا تھا؛ لیکن آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦٠﴾ ع ٣٥ ٣

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اچھا تو چار پرندوں کو پکڑ لے، پھر ان کو اپنے سے مانوس کر لے[①] پھر (ذبح کر کے) ہر پہاڑ پر ان (پرندوں کے بدن) کا ایک ایک حصہ رکھ دے، پھر ان (پرندوں) کو تو پکار تو وہ (چاروں پرندے) تیرے پاس دوڑتے ہوئے چلے آویں گے[②]، اور (یہ بات اچھی طرح) جان لے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں ﴿۲۶۰﴾

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ، اس (دانہ) نے سات بالیاں اگائیں (اور) ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتے ہیں (ثواب) بڑھا دیتے ہیں[③] اور اللہ تعالیٰ وسعت والے، (ہر چیز) جاننے والے ہیں ﴿۲۶۱﴾ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد (جس پر خرچ کیا اس پر) احسان بھی نہیں جتلاتے اور تکلیف بھی نہیں دیتے تو ان (لوگوں) کے لیے ان (کے خرچ کیے ہوئے مال) کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین بھی نہیں ہوں گے ﴿۲۶۲﴾

① جانور اور پرندوں کو ایک مدت تک اپنے پاس رکھنے سے وہ مانوس ہو جاتے ہیں، آپس میں جان پہچان ہو جاتی ہے، جب بھی آواز دے کر بلاؤ، آنے لگتے ہیں۔

② دنیا میں کیسا ہی اچھا آپریشن ہو اس کے بعد کوئی فوری طور پر پاؤں سے چل کر دوڑ کر آ نہیں سکتا؛ لیکن اللہ کی قدرت دیکھو! پرندے میں ایسا عجیب وغریب آپریشن ہونے کے بعد بھی وہ فوراً دوڑ کر آ رہے ہیں۔ ③ اخلاص کی برکت سے اور خرچ کے تقاضوں اور موقعوں کے اعتبار سے اجر اور ثواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادتی ہوتی ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾

(سوال کرنے والوں کو) نرمی سے (اچھا) جواب دینا اور معاف کر دینا① اس صدقے سے بہتر ہے جس (صدقے) کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں، حلیم ہیں ﴿۲۶۳﴾ اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع مت کرو، اس شخص کی طرح (ضائع مت کرو) جو (محض) لوگوں کو دکھلانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا ہے، سو (لوگوں کو دکھلا کر خرچ کرنے والے) اس شخص کی حالت صاف چکنے پتھر جیسی ہے جس پر (معمولی) مٹی (جمی ہوئی) ہو، سو اس (پتھر) پر زوردار بارش گرے اور وہ (بارش) اس کو (پہلے کی طرح) بالکل صاف کر دیوے②، ایسے لوگوں کو ان کے کیے ہوئے کاموں کا کچھ (ثواب) ہاتھ میں نہیں آئے گا③ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتے ﴿۲۶۴﴾

---

① یعنی وہ اصرار کرے یا بے وقت آوے یا کسی طرح بھی تکلیف دیوے تب بھی۔

② بارش جب برستی ہے تو پتھر پر گرد و غبار کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا، اسی طرح جو آدمی دکھلاوا کرتا ہے یا شرک کرتا ہے تو آخرت میں اس کے صدقے کا کوئی ثواب کسی طرح بھی باقی نہیں رہے گا۔

③ چٹان پر اگر مٹی جمی ہو تو یہ امید ہو سکتی ہے کہ اس پر کوئی چیز اگائی جائے؛ لیکن اگر بارش مٹی بہا لے جائے تو چٹان کے چکنے پتھر کاشت کے قابل نہیں رہتے، اسی طرح صدقہ و خیرات سے آخرت کے ثواب کی امید ہوتی ہے؛ لیکن اگر اس کے ساتھ ریاکاری یا احسان جتانے کی خرابی لگ جائے تو وہ صدقے کو بہا لے جاتی ہے اور ثواب کی کوئی امید نہیں رہتی۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ
فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ ع

اوران لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اپنے دلوں میں (ثواب ملنے کے) پورے یقین کے ساتھ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے کہ ایک اونچی جگہ پر باغ ہو، اس پر زوردار بارش برسے تو وہ (باغ) اپنے پھل دُگنا لائے، سو اگر اس (باغ) پر زوردار بارش نہ برسے تو ہلکی سی پھوار① بھی اس (اونچے باغ) کے لیے کافی ہے اور جو کام تم لوگ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب اچھی طرح دیکھتے ہیں②﴿٢٦٥﴾ کیا تم میں سے کوئی (یہ بات) پسند کرے گا کہ اس کے لیے کھجور اور انگوروں کا ایک باغ (باڑی) ہو، جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں (اور) اس (شخص) کے لیے اس (باغ) میں ہر قسم کے پھل (بھی) ہوں اور اس شخص پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کی اولاد کمزور ہوں③، اتنے میں ایک آگ سے بھرا ہوا بگولا④ (یعنی ہوا کا چکر) اس (باغ) پر آ پڑا، سو وہ (پورا باغ) جل گیا⑤، اسی طرح اللہ تعالیٰ (اپنی) آیتوں کو تمھارے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں؛ تاکہ تم غور کرو﴿٢٦٦﴾

---

① یعنی ہلکی سی بارش ہی برس جائے۔ ② جو بوؤگے، جس طرح بوؤگے، اسی طرح کا پھل آخرت میں پاؤگے۔
③ بڑھاپے میں انسان کے اعضا کمزور ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں انسان اپنے ذرائع آمدنی؛ مثلاً باغ وغیرہ پر زیادہ امید رکھتا ہے، اولاد ہو تو اولاد سے بھی بڑی توقعات وابستہ ہوتی ہیں؛ لیکن یہ شخص دونوں چیزوں سے محروم تھا؛ لہٰذا اس کا بوڑھاپا پریشانیوں سے بھر گیا۔ ④ ”اعصار“ ایسی تیز ہوا جو گرد و غبار اڑاتی ہو، ستون کی طرح آسمان کی طرف بلند ہو جاتی ہو، گجراتی میں اس کو ”વંટોળિયો“ کہتے ہیں۔ ⑤ صدقات و خیرات کو برباد کرنے کی یہ دوسری مثال اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے، جس طرح ایک آگ سے بھرا بگولا ہرے بھرے باغ کو یکا یک تباہ و برباد کر ڈالتا ہے، اسی طرح: (١) ریا کاری یا (٢) صدقہ دے کر احسان جتلانا (٣) کسی اَور طرح غریب آدمی کو ستانا صدقے کے عظیم ثواب کو برباد کر ڈالتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ ۖۙ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہے اور جو چیزیں ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی (یعنی پیدا کی) ہیں اس کی عمدہ چیزوں کا ایک حصہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) تم خرچ کیا کرو اور اس میں سے خراب چیزوں کو (اللہ تعالیٰ کے نام پر) خرچ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرو؛ حالاں کہ (کوئی دوسرا آدمی ایسی خراب چیز تم کو دیوے تو نفرت کی وجہ سے) تم خود بھی اس کو آنکھ بند کیے بغیر نہ لے سکو① اور تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں ہیں (ہر قسم کی) تعریف کے مالک ہیں ﴿٢٦٧﴾ شیطان تم کو مفلسی سے ڈراتا ہے اور وہ تم کو بے حیائی② کی باتیں سکھاتا ہے③ اور اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور فضل کا تم سے وعدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے، (ہر بات) جاننے والے ہیں ﴿٢٦٨﴾ وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں دین کی سمجھ دیتے ہیں④

---

① اغماض کا معنی آنکھ بند کرنا، یہاں مجازاً: (١) درگزر کرنا مراد ہے۔ (٢) کسی چیز کو چلا لینا (٣) دینے والے کی عظمت اور محبت کی وجہ سے کسی چیز کو قبول کرنا؛ چاہے دل اس کو لینا نہ چاہتا ہو۔

② (دوسرا ترجمہ) بخیلی۔ مفسرین کی ایک جماعت نے یہاں ”فحشاء“ سے بخیلی کا معنی مراد لیا ہے؛ یعنی خرچ کروگے تو مفلس ہو جاؤگے۔ ③ (دوسرا ترجمہ) شیطان تم کو بے حیائی کی باتوں کی ترغیب دیتا ہے۔

④ حکمت سے مراد: (١) نبوت (٢) قرآن کی معرفت (٣) قرآن میں سمجھ (٤) سنت (٥) دین میں سمجھ (٦) ہر وہ چیز جو تم کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرے اور معصیت سے روکے وہ حکمت ہے (٧) بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اور ہدایت پر ہو اور عمل کرنے والا ہو (٨) قول اور عمل میں صحیح بات کو پہنچنا۔ معلوم ہوا مطلق علم فائدہ مند نہیں ہے؛ بلکہ وہ علم فائدہ والا ہے جو عمل تک لے جائے اور اسی میں حکمت ہے (٩) اللہ کے دین کی معرفت اور اس کی اتباع (١٠) دنیوی ظاہری نمائشی فائدوں میں انسان پھنس کر نہ رہ جائے؛ بلکہ حقیقی اپنے نفع اور نقصان کو سمجھے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَآ

أَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ

عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ

اور جس کو دین کی سمجھ عطا کی گئی تو پکی بات ہے کہ اس کو بہت ساری بھلائی عطا کی گئی اور عقل والے لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں ﴿۲۶۹﴾ اور جو کچھ خیرات تم خرچ کروگے یا تم کوئی منت مانوگے تو یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں① اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ہوں گے ﴿۲۷۰﴾ اگر تم صدقات کو ظاہر کر کے دو تو بھی بہت اچھا ہے② اور اگر تم ان (صدقات) کو پوشیدہ رکھو اور اسے فقرا کو پہنچاؤ تو وہ تمھارے لیے اور بہتر ہے③ اور اللہ تعالیٰ تمھارے کچھ گناہ تم سے دور کر دیں گے④ اور تم جو کام کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ﴿۲۷۱﴾ (اے نبی!) ان (کافروں) کو سیدھے راستے پر لانا تمھاری ذمے داری نہیں ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں (اس کو) سیدھے راستے پر لے آتے ہیں اور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو⑤ تو وہ (خود) تمھارے فائدے کے لیے (ہوتا) ہے جب کہ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کروگے،

---

① اس لیے اس کا اجر اللہ تعالیٰ دیں گے۔

② دوسروں کو صدقے کی ترغیب ہوگی اور اس کا تم کو بھی ثواب ملے گا۔

③ اس میں ریا کاری کا اندیشہ نہیں ہوگا اور فقیر کو لینے میں شرم نہیں ہوگی۔

④ یعنی معاف کر دیں گے۔ ''من'' تبعیض کے لیے معلوم ہو رہا ہے؛ اس لیے کہ حقوق العباد وغیرہ گناہ باقی رہتے ہیں۔

⑤ مال کو لفظ ''خیر'' سے تعبیر فرمایا:

[الف] مال کی وجہ سے خیریت رہتی ہے۔

[ب] مال کی وجہ سے بہت سارے خیر کے کام ہوتے ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ
اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾ ع ۳۷ ۵

اور جو مال (یعنی خیرات) بھی تم خرچ کروگے تو تم کو وہ (ثواب) پورا پہنچا دیا جائے گا اور تم پر (ذرا بھی) ظلم نہیں کیا جاوے گا① ﴿۲۷۲﴾ (مالی مدد خاص طور پر) ان فقیروں کے لیے ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خود کو اس طرح پابند رکھا ہے② کہ (روزی کی تلاش کے لیے) وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے③ (ان کے کسی سے) سوال نہ کرنے کی وجہ سے④ ناواقف لوگ⑤ ان کو مال دار سمجھتے ہیں، تم ان (کے فقر) کو ان (کے چہرے) کی علامتوں سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر (اصرار کرکے) سوال نہیں کرتے اور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو تو یقینی بات ہے کہ اللہ اس کو پوری طرح جانتے ہیں⑥ ﴿۲۷۳﴾

① یعنی ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ کافر دنیا میں نیک کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کا بدلہ انھیں دنیا ہی میں کسی نہ کسی شکل میں عطا کرتے ہیں: [۱] ان کے نیک کاموں کے بدلے میں انھیں ایمان کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ [۲] دنیا میں ان کے نیک اعمال کے عوض لوگوں میں ان کا ذکرِ خیر عام کردیتے ہیں کہ لوگوں میں ان کے حسنِ کارکردگی کا چرچا عام ہوجاتا ہے۔ [۳] ان کی روزی میں فراخی اور کشادگی پیدا کرتے ہیں۔ [۴] دنیوی تکالیف دور کردیتے ہیں۔

② جنھوں نے خود کو دین کے لیے وقف کر رکھا ہے ان کو صدقہ دینا سب سے افضل ترین صدقہ ہے۔ یہاں فقراء سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو دینی مشغولیت کی وجہ سے دوسرا کوئی کام نہیں کرسکتے۔

③ نفس ایک وقت میں ایک کام میں مشغول رہے اس میں بڑی خیر ہے کہ اس میں پوری توجہ ہوتی ہے، ایک وقت میں دو کام کرنے سے دونوں کام کی یا ایک کام میں نقصان کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

④ تعفف: نفس پر زور ڈال کر سوال کرنے سے بچنا۔

⑤ جاہل سے مراد ہے ان کے حالات سے ناواقف آدمی؛ یعنی جو دین کے لیے وقف ہے ایسے لوگوں کے احوال سے جو ناواقف ہے وہ مراد ہے، مطلق جہالت مراد نہیں ہے۔

⑥ (دوسرا ترجمہ) جو کام کی چیز تم خرچ کروگے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح جانتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾

جو لوگ اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں چھپا کر کے اور ظاہر کر کے خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے ﴿۲۷۴﴾ جو لوگ سود کھاتے ہیں① وہ (قیامت کے دن قبر سے) اس شخص کے اٹھنے کی طرح ہی اٹھیں گے جس کو شیطان نے چھو کر (یعنی چمٹ کر، لگ کر) پاگل② بنا دیا ہو، یہ سزا اس لیے ہوگی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بیع③ بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے④ حالاں کہ (بیع اور سود میں کھلا فرق ہے، کہ) اللہ تعالیٰ نے خریدنے، بیچنے کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے، سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت کی بات پہنچ گئی پھر وہ (آئندہ کے لیے سودی معاملات سے) رک گیا تو (حرمت سے پہلے) جو کچھ (سود) وہ لے چکا وہ اسی کا ہے اور اس (کے دل کے اندر) کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے اور جس شخص نے دوبارہ پھر وہی کام کیا⑤ سو وہی لوگ آگ (میں جانے) والے ہیں، وہ اس (آگ) میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۷۵﴾

---

① یعنی سود کا لین دین کرتے ہیں۔ سود میں کسی طرح بھی مبتلا ہونا۔ سود: قرض دینے والا اس شرط پر قرض دیوے کہ قرض لینے والا جتنا لیا ہے اس سے زیادہ یا اس سے اچھا واپس کرے؛ گویا سود میں جو زیادہ لیا جاتا ہے وہ بغیر کسی عوض کے ہوتا ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) حواس باختہ۔ مخبط: (۱) چلنے میں توازن نہ ہونا (۲) عقل میں کمی آنا (۳) جنون اور پاگل ہونا۔

③ یعنی جائز طریقے سے خریدنا، بیچنا۔

④ کیوں کہ بیع میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اور سود میں بھی زیادہ ملتا ہے یا زیادہ دینا پڑتا ہے۔

⑤ یعنی سود کی حرمت کو نہ مانے اور سودی لین دین کے حرام ہونے پر اعتراض کرتا رہے اور اس میں پڑا رہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ
مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ
وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ
فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں① اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک بڑے ناشکرے (بڑے) گنہ گار کو پسند نہیں کرتے ﴿۲۷۶﴾ یقینی بات ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اور انھوں نے نماز قائم کی اور انھوں نے زکوۃ ادا کی ان کو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ملے گا، اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین بھی نہیں ہوں گے ﴿۲۷۷﴾ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (سود کے حرام ہونے کے اعلان کے بعد کسی سے لینا) باقی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو ﴿۲۷۸﴾ سو اگر تم ایسا نہیں کرو گے② تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو③ اور اگر تم (سود سے) توبہ کرلو تو تم کو تمھارا اصل مال مل جائے گا، تم کسی پر ظلم مت کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے ﴿۲۷۹﴾ اور اگر کوئی (مقروض) تنگی میں ہو④ تو اچھی حالت ہونے تک⑤ مہلت دینی چاہیے،

---

① مٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ فی الحال ظاہری طور پر سود کھانے میں مال بڑھتا ہوا نظر آتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آدمی پر ایسے حالات دنیا میں آسکتے ہیں کہ دنیا میں ہی سب مال برباد ہو کر وہ آدمی فقیر بن جاتا ہے اور اگر دنیا میں برباد نہ بھی ہوا تو آخرت میں برباد ہونا یقینی ہے؛ کیونکہ وہاں اس آدمی پر عذاب ہوگا۔ اسی طرح سود والے معاملات میں دنیا ہی میں خیر و برکت نہیں ہوتی چاہے مقدار بڑھ جائے، بے اطمینانی والی زندگی رہتی ہے۔

② یعنی سود سے باز نہیں آؤ گے۔

③ [۱] قیامت کے دن سود خور سے جنگ کی طرح کا برتاؤ کیا جائے گا۔ [۲] یعنی تم اللہ اور رسول کے (حکم کے) دشمن ہو۔

④ یعنی قرض ادا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ ⑤ یعنی قرض ادا کرنے کی طاقت آجائے وہاں تک۔

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى
اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ۳۸ ع ۸ ۲
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ
كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ
عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور اگر تم صدقہ ہی کر دو① تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو (تو) ﴿۲۸۰﴾ اور تم اس (قیامت کے) دن سے ڈرو جس میں تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر ہر ایک نفس کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا (پورے) پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا② ﴿۲۸۱﴾

اے ایمان والو! جب تم آپس میں مقرر کی ہوئی مدت کے لیے قرض کا کوئی معاملہ کرو تو تم اس کو لکھ لیا کرو اور جو شخص لکھنا جانتا ہو وہ تمھارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے، اور جو شخص لکھنا جانتا ہو وہ لکھنے سے انکار نہ کرے (بلکہ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (لکھنا) سکھایا تو (اس نعمت کا شکریہ ہے کہ) اس کو لکھ دینا چاہیے③ اور جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہے④ اس کو چاہیے کہ وہ (تحریر کا مضمون) لکھوائے،

① یعنی قرض کو معاف کر دو، مقروض کا پورا قرض معاف کر دیا جائے یا قرض کی کچھ مقدار معاف کر دی جائے یہ بھی صدقہ ہے جس کی قرآن میں یہ تعبیر ہے۔ ② نوٹ: کہتے ہیں کہ نزول کے اعتبار سے یہ آخری آیت ہے۔

③ اللہ کا فضل ہے کہ لکھنا سکھا کر کے تم کو فضیلت عطا فرمائی: لہذا کوئی لکھوانا چاہے تو بخیلی نہ کرے؛ بلکہ لکھ دیوے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ علم جس میں مخلوق کے لیے دینی و دنیوی نفع ہو وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کا تقاضا شکر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبِ فن فنی خدمات انجام دینے میں تکلف اور نخرے بازی سے کام نہ لیوے؛ بلکہ بے تکلف تواضع کے ساتھ خدمت انجام دے دیا کرے۔ ’’فلیکتب‘‘ یہ ترغیبی پہلو ہے: یعنی جس کو لکھنا آتا ہو وہ لوگوں کو لکھنے کے کاموں میں مدد کرے، جیسے کہ بہت ساری سرکاری اور غیر سرکاری کارروائیوں کے اندر لکھنے کا فارم بھرنے وغیرہ کا کام ہوتا ہے اس میں مدد کرنا یہ بھی بڑا نیکی کا کام ہے جب کہ وہ شریعت کے نظر میں صحیح کام ہو۔

④ یعنی ادھار لینے والا۔ مقروض، مدیون کی طرف سے قرض کا اقرار لکھوایا جاوے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ
ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ
مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ
وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ

اور (ادھار لینے والے کو) چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کے رب ہیں اور اس (ادھار دینے والے کے حق کو لکھوانے) میں کچھ کمی نہ کرے (بلکہ پوری بات لکھوائے) سو اگر وہ شخص جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہے (یعنی ادھار لینے والا) ناسمجھ ہے (یعنی کم عقل ہے) یا کمزور ہے یا (کسی اور وجہ سے) وہ تحریر نہیں لکھوا سکتا تو اس (ادھار لینے والے) کا ذمہ دار (والی یا وکیل جس کو مدیون کی طرف سے کام کا اختیار ہوتا ہے وہ) انصاف کے ساتھ (ادھاری کی تحریر) لکھوائے ① اور (ادھاری کی تحریر میں لکھے ہوئے معاملے پر) تم اپنے (مسلمان) مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، سو اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو جن گواہوں کو تم پسند کرو ② ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنیں کہ ان دو (عورتوں) میں سے ایک (عورت) بھول جائے تو ان دو میں سے ایک دوسری کو یاد دلا وے اور گواہوں کو جب (گواہ بننے کے لیے یا گواہی دینے کے لیے) بلایا جاوے تو وہ انکار نہ کریں، اور قرضے کے کسی معاملے کو اس کے مقررہ وقت تک لکھنے میں تم کوتاہی مت کرو ③ (یا اکتا مت جاؤ) چاہے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ④۔

① "بالعدل" کا لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ کسی کی سمجھ کم ہو یا سمجھ میں کمزوری ہو تو اس کی کم سمجھی یا کمزوری سے غلط فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، اِس وقت لوگ اس طرح کے کمزوروں اور بے وقوفوں سے بہت ہی غلط ناجائز فائدے اٹھاتے ہیں قرآن نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ② جن پر اطمینان ہونے کی وجہ سے یعنی عادل اور ثقہ ہونے کی وجہ سے گواہی معتبر ہوگی۔
③ قرض میں ادائیگی کے لیے وقت پہلے سے مقرر کر ہی لینا چاہیے۔ ایک ہی آیت میں دو مرتبہ "اجل" کا تذکرہ ہوا، معلوم ہوا کہ قرض اور معاملات کی مدت کو متعین کرنا یہ بھی بڑا اہم کام ہے، اگر معاملات قرض وغیرہ کے لیے مدت کو متعین کر لیا جائے تو بڑے جھگڑوں اور فتنوں سے حفاظت ہو جائے گی۔ ④ شریعت نے چھوٹے بڑے ہر معاملے کو لکھنے کی تاکید فرمائی ہے؛ اس لیے کہ بعض مرتبہ چھوٹا سا معاملہ یا بڑا معاملہ، چھوٹا قرض یا بڑا قرض، اس کو نہ لکھا جائے تو وہ بڑے بڑے فتنوں کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ جیسا کہ آج کل کثرت سے اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے؛ اس لیے ہر معاملے کو لکھنے میں بہتری ہے۔

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا
فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ

یہ (ادھاری کی تحریر لکھ لینا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اس بات سے بھی زیادہ نزدیک ہے کہ تم (مستقبل میں) شک میں نہیں پڑو گے ①، مگر یہ کہ نقد لین دین سے تمھارے آپس میں کوئی سودا ہو تو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے اور (ہاں! اس قسم کے نقد) خرید نے بیچنے کے وقت پر بھی (احتیاطاً) تم گواہ بنا لیا کرو اور لکھنے والے کو اور گواہ بننے والے کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اگر تم یہ (تکلیف پہنچانے کا) کام کرو گے تو وہ تمھارے لیے گناہ کی بات ہوگی اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ② اور اللہ تعالیٰ (آپس میں معاملات کیسے کرنا ہے وہ) تم کو سکھلاتے ہیں ③ اور اللہ تعالیٰ تمام چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں ④ ﴿٢٨٢﴾ اور اگر تم سفر میں ہو اور تم کو کوئی (ادھاری کی تحریر کو) لکھنے والا نہ ملے تو (ادھاری کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) کوئی چیز گروی ہو جس پر قبضہ بھی کر لیا گیا ہو ⑤

① دَین جو وصول کرنا ہے اس کی مقدار کتنی ہے اور ادھاری کی مدت کتنی ہے اس میں کوئی شک باقی نہ رہے۔
② یہ آیتِ مداینہ کے اخیر میں ''واتقوا اللہ'' لایا گیا، معلوم ہوا کہ معاملات کی صفائی تقویٰ کے حاصل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور معاملات میں بھی تقویٰ مطلوب ہے، یہ بتانا ہے۔
③ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے علم میں ترقی ہوتی ہے۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور علم پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے قرآن کے معانی کی معرفت کا دروازہ کھول دیتے ہیں؛ چوں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ خود اس کی تعلیم اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں، خود سکھلاتے ہیں۔
④ اللہ تعالیٰ کے یہاں معاملات کی صفائی کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے، قرآن کی سب سے بڑی آیت معاملات کے متعلق ہے۔ ⑤ یعنی گروی کی چیز پر ادھار دینے والے کا قبضہ ہو جائے؛ لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع ٣ ٧
لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ
يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

اور اگر (ایسے موقع پر) تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو (اور بغیر گروی ادھار دے دو) تو جس پر بھروسہ کیا گیا① وہ (پوری پوری) اپنی امانت② (یعنی حق) ادا کر دیوے③ اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کے رب ہیں④ اور تم گواہی کو نہ چھپایا کرو اور جو شخص اس (گواہی) کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا⑤ اور اللہ تعالیٰ تم جو کام کرتے ہو اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۲۸۳﴾

آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ (سب) اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے، اور جو باتیں تمھارے دلوں میں ہیں چاہے تم اس کو ظاہر کرو یا اس کو تم چھپاؤ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے، سو وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے اور وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۲۸۴﴾

---

① یعنی بغیر گروی رکھے ادھار لینے والا۔
② یعنی لیے ہوئے قرض یا ادھار مال کی پوری مقدار واپس کرے۔
③ یہاں امانت کے ایک معنی قرض لیا گیا ہے: یعنی مدیون اپنا قرض اچھی طریقہ سے ادا کر دے۔
④ معاملات کی درستگی اللہ کے ڈر سے ہی ہوگی؛ ورنہ عام طور پر دیکھا گیا کہ جس انسان کے دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہوتا وہ معاملات کے اندر صاف ستھرا نہیں رہتا۔
⑤ یعنی گواہی کے چھپانے کا صرف زبان کا گناہ نہ سمجھے: بلکہ یہ تو دل کا گناہ ہے، اس لیے کہ اصل ارادہ تو پہلے دل ہی نے کیا۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا
وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا
اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا
كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ

رسول (یعنی محمد ﷺ) پر ان کے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور (رسول کے ساتھ) سب ایمان والے بھی (ایمان لائے) وہ سب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے[1] (وہ کہتے ہیں کہ ایمان لانے میں) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق (یعنی جدائی) نہیں کرتے اور وہ سب کہتے ہیں کہ: ہم نے (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو دھیان سے) سن لیا اور (خوشی سے) ہم اطاعت کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں اور (ہم کو) آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے ﴿۲۸۵﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی وسعت (یعنی طاقت) سے زیادہ ذمے داری نہیں دیتے[2]، جو اعمال اس نے کیے اس کا فائدہ اس کو ملے گا اور جو گناہ اس نے کیے اس کا نقصان اس پر پڑے گا، (اے مسلمانو! یہ دعا کرو) اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو جائے تو آپ (اس پر) ہماری پکڑ نہ فرمایئے، اے ہمارے رب! اور ہم پر ایسے (سخت احکام کا) بوجھ نہ ڈالیے جیسا بوجھ آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا،

---

① یعنی تمام رسولوں کو برحق مانتے ہیں، عمل کریں گے حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر۔

② تکلیفِ شرعی مراد ہے؛ اس لیے کہ تکوینی امور میں طاقت سے زیادہ کام سونپا جائے یہ ہوسکتا ہے، تشریعی امور میں مطلوب عمل ہے؛ اس لیے طاقت سے زیادہ سونپا نہیں جاتا۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾ ع ٨

اے ہمارے رب! اور آپ ایسے (سخت احکام کا) بوجھ ہم سے نہ اٹھوائیے جن (کو اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو، اور آپ ہم کو معاف کر دیجیے اور آپ ہم کو بخش دیجیے①، اور آپ ہم پر رحم فرمائیے، آپ ہی ہماری مدد کرنے والے ہیں (آپ کے سوا ہمارا ہے کون؟)، سو کافر قوم کے مقابلے میں آپ ہماری مدد فرمائیے ﴿٢٨٦﴾

---

① مغفرت کا اصل مادہ (غ ف ر) ہے۔ (١) عام طور پر ستر (یعنی ڈھانپنے، چھپانے) پر دلالت کرتا ہے اور "الغَفْرُ اور الغُفْرَان" کا ایک ہی معنی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں: "غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ" یعنی اللہ نے اس کے گناہوں پر پردہ رکھ دیا۔ (٢) راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے کہا: الغَفْرُ: "إِلْبَاسُ مَا يَصُونُهٗ عَنِ الدَّنَسِ" کسی کو وہ چیز پہنانا جو کہ اسے میل سے بچائے۔ اسی سے کہا جاتا ہے اور وَاصْبُغْ ثَوْبَكَ فَإِنَّهٗ أَغْفَرُ لِلْوَسَخِ" یعنی کپڑے کو رنگ دے؛ کیوں کہ یہ اس کو میل سے زیادہ بچانے والا ہے (٣) "الغُفْرَانُ وَالْمَغْفِرَةُ مِنَ اللّٰهِ هُوَ أَنْ يَصُونَ الْعَبْدَ مِنْ أَنْ يَمَسَّهُ الْعَذَابُ" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے بچاتے ہیں۔

عفو و مغفرت میں فرق؟

(١) مغفرت: اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرے (یعنی سزا نہ دے)؛ مگر اعمال نامہ میں وہ گناہ لکھا ہوا رہے گا۔

عفو: اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے اور اعمال نامہ سے بھی اس کو مٹا دے؛ گویا کہ گناہ ہوا ہی نہیں، ایسا ہو جائے۔

(٢) عفو: ایسی ذات جو گناہوں کو مٹا دے اور نافرمانیوں سے درگزر کرے؛ کیوں کہ غفران میں گناہ کو چھپانے کا معنی ہے، جب کہ عفو میں گناہ مٹانے کا معنی ہے۔

(٣) ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں لفظ "عفو" کا معنی یہ ہے کہ: گناہوں کے تمام اثرات کو کلی طور پر زائل کر دیا جائے؛ یعنی گناہوں کو کراماً کاتبین کے رجسٹروں سے بھی مٹا دیا جائے اور قیامت کے دن ان کے بارے میں بالکل بات تک نہ کی جائے؛ بلکہ ان گناہوں کو دلوں سے بھی بھلا دے؛ کہیں یہ نہ ہو کہ بندہ اپنے گناہوں کو یاد کر کر کے شرمندہ ہوں، پھر ان گناہوں کی جگہ پر نیکیاں رکھ دے، جب کہ مغفرت میں جرم پر پردہ ڈالنا ہوتا ہے؛ تاکہ شرمندگی اور رسوائی نہ ہو؛ اس لیے غفران کا حق دار ایسا مؤمن ہی ہوتا ہے جو ثواب کا مستحق بھی ہو، اسی لیے صرف اللہ تعالیٰ کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(٤) عفو کا لفظ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ساقط کرنے اور انہیں معاف کرنے کو شامل ہے، جبکہ مغفرت کا لفظ لوگوں کو گناہوں کے شر سے تحفظ، اللہ تعالیٰ کی بندوں کی جانب مکمل توجہ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے راضی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ

(مدنية)

سورۂ آلِ عمران

یہ سورت مدنی ہے، اس میں دوسو (٢٠٠) آیتیں ہیں، سورۂ بقرہ کے بعد اور سورۂ انفال سے پہلے یا سورۂ انفال کے بعد (٤٨) نمبر یا (٨٩) نمبر پر نازل ہوئی۔

آلِ عمران کا مطلب ہے "عمران کا خاندان"۔ اس سورت میں آلِ عمران کے فضائل بیان کے گئے ہیں؛ یعنی عمران بن ماتان جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور ان کی آل؛ یعنی حضرت عمران کے خاندان والے جن میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام بھی عمران ہے؛ لیکن وہ اور ان کی نسل یہاں مراد نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: تم دو روشن سورتیں: بقرہ وآل عمران پڑھا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن (عمل کرنے والے قاری کے آگے آگے) دو گھیرے سیاہ بادلوں یا دو سائبانوں یا صف بستہ پرندوں کی دو ٹولیوں کی شکل میں آئیں گی (ان دونوں سورتوں کے درمیان ایک روشنی اور چمک حدِ فاصل ہوگی جس سے بسم اللہ کے فاصلے کی طرف اشارہ ہے) یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی زبردست سفارش کریں گی۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم (جس کے ذریعہ دعا مانگی جائے تو قبول ہوجاتی ہے) ان دو آیتوں میں ہے: "والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم" (البقرة:١٦٣) دوسری آلِ عمران کی شروع والی آیت "اللّٰہ لا الہ الا ھو الحي القیوم۔

اس سورت کی ایک آیت ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾: حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوۂ احد کے فوراً بعد خطرناک موقع پر اس کو پڑھا تھا، اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تب آپ نے اس کو پڑھا۔ معلوم ہوا کہ مصیبت اور تکلیف کے مواقع پر اس کا وِرد کرنا مفید ہے۔

اس سورت کا ایک نام "سورۂ مجادلہ" بھی منقول ہے؛ نجران (یمن) سے نصاریٰ کا ایک وفد نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اِلٰہ ہونے کے سلسلے میں مجادلہ اور مباحثہ کیا۔

اٰيَاتُهَا ٢٠٠ | (٣) سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ (٨٩) | رُكُوْعَاتُهَا ٢٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓمّٓ ۝١ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝٢ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ
یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝٣ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ۬ اِنَّ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝٤ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ
شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝٦

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

الم ﴿١﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہیں جن کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ زندہ (اور) پوری کائنات کو سنبھالنے والے ہیں ﴿٢﴾ جس (اللہ تعالیٰ) نے تم پر سچی کتاب اتاری① جو اپنے سے پہلے (نازل ہونے) والی (کتابوں) کو سچا بتاتی ہے اور اس (اللہ تعالیٰ ہی) نے تورات اور انجیل (بھی) اتاریں ﴿٣﴾ جو اس (قرآن) سے پہلے لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ تھیں② اور اس (اللہ تعالیٰ) نے حق کو باطل سے جدا کرنے والی چیز بھی اتاری③ یقینی بات ہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ تو زبردست، انتقام (یعنی برائی کا بدلہ دینے) والے ہیں ﴿٤﴾ یقینی بات ہے کہ زمین اور آسمان میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے (بالکل) چھپ نہیں سکتی ﴿٥﴾ وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتے ہیں تمھاری صورتیں بناتے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں ﴿٦﴾

① (دوسرا ترجمہ) ایسی کتاب اتاری جو حق پر مشتمل ہے (یعنی جن میں سچے مضامین ہوں)
② (دوسرا ترجمہ) اس (قرآن) سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل کو اتارا۔
③ قرآن خود حق اور باطل میں فیصلہ کرتا ہے، اسی طرح نبیوں کے معجزات بھی حق اور باطل میں جدائی کرتے ہیں اور ہر زمانے میں اس زمانے کے حالات کے مناسب حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ نے اتاریں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ

تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ

(اے نبی!) اسی (اللہ تعالیٰ) نے تم پر کتاب (یعنی قرآن) اتاری، اس (کتاب) میں سے بعض آیتیں محکم ہیں وہی (محکم آیتیں) کتاب کی اصل (بنیاد) ہیں اور دوسری (کچھ آیتیں) متشابہات ہیں①، سو جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے② وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے (لگے) رہتے ہیں③ فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور ان کی تاویلات تلاش کرنے کے لیے④؛ حالاں کہ ان (متشابہ) کا صحیح مطلب⑤ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں

---

① محکم اور متشابہ: محکم وہ ہے جس کی حقیقی مراد سمجھ میں آجاوے اور متشابہ وہ ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہو (۲) محکم: جس کا معنی ظاہر ہو۔ متشابہ: جس کا معنی ظاہر نہ ہو (۳) محکم: جس میں لغت کے اعتبار سے ایک ہی معنی کا احتمال ہو۔ متشابہ: جس میں لغت کے اعتبار متعدد معانی نکلتے ہوں؛ اسی لیے اس میں غور کر کے دوسرے نصوص کو سامنے رکھ کر مناسب معنی متعین کر سکتے ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت میں اکثر حضرات کا یہ کہنا ہے کہ قرآن میں جتنی بھی متشابہ آیتیں ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے؛ البتہ متشابہ آیتوں کا معنی اور مراد اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے، اس میں تاویل کرنا بھی مناسب نہیں ہے؛ البتہ بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ متشابہ کی ایسی تاویل جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہو وہ کر سکتے ہیں لیس کمثلہ شئی کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

② یعنی جن کی سوچ ہی ٹیڑھی ہے۔ ③ (دوسرا ترجمہ) وہ متشابہ آیتوں کے غور و خوض کرنے ہی میں لگے رہتے ہیں۔

④ غلط تاویل کے ذریعہ اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔

⑤ تاویل: یہ لفظ "اول یؤول تاویلا" بابِ تفعیل کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی "رجوع کرنے" کے ہیں، کسی چیز کو چاہے وہ چیز علم ہو یا فعل ہو اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانا۔ یہاں اردو والی تاویل مراد نہیں ہے جس میں غلط بات کو یا اپنی کسی غلطی کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تاویل کی اصطلاحی تعریف: (۱) کسی کلام سے جو مفہوم اخذ کیا گیا ہو اسے تاویل کہتے ہیں۔ (۲) ھو صرف اللفظ عن المعنی الراجح الی المعنی المرجوح لدلیل یقترن به. کسی دلیل کے پیشِ نظر لفظ کے راجح معنی کو ترک کر کے مرجوح معنیٰ مراد لے لینا تاویل کہلاتا ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر) =

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧

اور جن لوگوں کا علم مضبوط ہے① وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: ہم ان (متشابہ آیات) پر (اجمالی) یقین رکھتے ہیں② سب (آیتیں: محکم اور متشابہ) ہمارے رب کی طرف سے (اتری) ہیں اور عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں ﴿۷﴾ (ایسے عقل والے لوگ یہ دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! جب آپ ہم کو ہدایت دے چکے تو اب اس (ہدایت) کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھا پن پیدا نہ ہونے دیجیے اور (خاص) اپنے پاس سے آپ ہم کو رحمت عطا فرمائیے③ یقینی بات ہے کہ آپ ہی سب سے زیادہ دینے والے ہیں ﴿۸﴾

= امام ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مختلف احتمالات رکھنے والے معانی میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جائے؛ لیکن یقینی فیصلہ نہ کیا جائے تو اسے تاویل کہتے ہیں۔ امام ثعلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی لفظ کے باطنی اور مخفی معنی کے واضح کرنے کو تاویل کہتے ہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیت سے ایسا معنی مراد لینا جس کی اس میں گنجائش ہو اور وہ آیت کے سیاق وسباق کے مطابق ہو، نیز قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو اسے تاویل کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک جو مفہوم ترتیب عبارت سے اشارتاً حاصل ہو وہ تاویل کہلائے گا۔

"وما یعلم تاویله الا الله" پر وقف کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے؛ گویا کہ متشابہ کے صحیح معنی اللہ ہی جانتے ہیں۔

① والراسخون فی العلم یقولون آمنا به: یعنی راسخین فی العلم تو اپنے علم کی کوتاہی کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے چاہے ہمیں اس کا معنی صحیح معلوم نہ ہو، بعض حضرات نے والراسخون فی العلم پر وقف کیا تو اس صورت میں مطلب یہ نکلے گا کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ اور راسخین فی العلم جانتے ہیں؛ البتہ متشابہات کی حقیقت اور کنہ کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور راسخون فی العلم اس کا کسی قدر مفہوم جانتے ہیں۔

راسخین فی العلم سے مراد: (۱) علم ہونے کی حالت میں جو لوگ لذت پاتے ہیں (۲) علم نہ ہو تو تنگی محسوس کرتے ہیں (۳) ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی کرتے ہیں۔

② یہ متشابہ آیات بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ہی آئی ہے اس بات کا ہم یقین رکھتے ہیں اگرچہ ان کا مفہوم ہم کو معلوم نہیں ہے۔

③ یہاں رحمت کا ایک مطلب یہ لیا گیا ہے کہ دین کے اوپر جم جانا، ایمان اور ہدایت کے اوپر جم جانا اور یہ بھی جس کو نصیب ہو جائے سمجھو اس کو اللہ کی بڑی رحمت نصیب ہوگئی۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹ ع

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ

وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۱ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۲ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ

اے ہمارے رب! یقینی بات ہے کہ آپ لوگوں کو ایک ایسے دن (یعنی قیامت) میں جمع کرنے والے ہیں جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) وعدے کے خلاف نہیں کرتے ﴿۹﴾

یقینی بات ہے کہ جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) کے مقابلے میں ان کے مال اور ان کی اولاد ان کے کچھ بھی کام نہیں آویں گے① اور وہی لوگ آگ کا ایندھن بنیں گے ﴿۱۰﴾ ان کا حال فرعون والے اور ان کے پہلے لوگوں (کافروں) جیسا ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، پھر (انجام یہ ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا② اور اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے ﴿۱۱﴾ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے تم ان سے کہہ دو کہ: عنقریب (دنیا میں) تم ہرا دیے جاؤ گے اور (آخرت میں) تم کو جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جاوے گا اور وہ (جہنم) بہت برا ٹھکانا ہے ﴿۱۲﴾ پکی بات یہ ہے کہ تمھارے لیے دو جماعتوں③ میں بڑی نشانی ہے④ جن میں آپس میں ایک دوسرے سے (بدر کے میدان میں) مقابلہ ہوا،

① لن تغنی کا ایک دوسرا ترجمہ: ان کے مال اور اولاد ان سے عذاب کو ہرگز دور نہیں کریں گے۔ انسان کی ایک عام عادت یہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو مال کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتا ہے، پھر اپنی اولاد کی مدد سے مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے عذاب سے ان کو بچانے کے لیے کوئی بھی چیز ان کو کام نہیں آئے گی۔

② فرعونیوں نے اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اجتماعی طور پر گناہ کی سزا میں عذاب میں پکڑ لیا۔

③ بدر کے واقعے میں ایک مسلمان کی جماعت اور دوسری مشرکین کی جماعت میں۔ (باقی اگلے صفحہ پر) =

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ
يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ
الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ایک (مسلمانوں کی) جماعت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑ رہی تھی اور دوسری جماعت کافروں کی تھی جو کھلی آنکھوں سے ان کو اپنے سے دوگنا (زیادہ) دیکھ رہے تھے① اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی مدد سے طاقت پہنچاتے ہیں، یقینی بات ہے اس میں آنکھوں (سے دیکھنے) والوں کے لیے بڑی عبرت ہے ﴿۱۳﴾ جو چیزیں (نفسانی) خواہشات کے مطابق ہوتی ہیں② ان (چیزوں) کی محبت لوگوں کے لیے خوش نما بنا دی گئی، یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیر اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی؛ (مگر) یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہے اور بہترین ٹھکانا (جنت) تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ﴿۱۴﴾

=④ یہاں آیت کا ایک معنی عبرت بھی ہے کہ تمھارے لیے عبرت کا سامان ہے؛ یعنی غزوۂ بدر میں صحابہ ﷺ کا کم تعداد اور کم ہتھیار ہونے کے باوجود زوردار فتح حاصل کرنا یہ بڑی عبرت کی چیز ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا: ① غزوۂ بدر میں الگ الگ حالات پیش آئے، یہاں ایک خاص حالت کا بیان ہے کہ کافروں کے لشکر کو مسلمانوں کی تعداد اپنے سے دوگنی نظر آ رہی تھی جس کی وجہ سے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کی تعداد کے زیادہ ہونے کے خیال سے ایک رعب پیدا ہو گیا۔ دوسرا: مسلمانوں کو کافروں کی تعداد اپنی تعداد سے دوگنی نظر آئی، یعنی تقریباً چھ سو چھبیس (۶۲۶)؛ اس لیے کہ شجاع لوگ اپنے سے دوگنے سے مقابلے کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ حضرت علامہ عثمانیؒ کی بات کا خلاصہ: بدر میں ایک موقع پر مسلمان اور کافر ہر ایک کے لشکر کو ایسی حالت پیش آئی کہ ہر ایک مدِ مقابل کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے؛ اس لیے کفار کے دل مرعوب ہو گئے اور مسلمانوں کو کفار کی تعداد اپنے سے دوگنی نظر آئی؛ اس لیے حق تعالیٰ کی طرف توجہ زیادہ ہو گئی اور سورۂ انفال میں ایک دوسرے موقع کا بیان ہے جس میں ہر لشکر کو دوسرا لشکر کم نظر آ رہا تھا۔
② (دوسرا ترجمہ) مرغوب چیزوں کی محبت نے لوگوں کو فریفتہ کر دیا ہے۔ مرغوبات کی اس فہرست پر غور کرو، اس میں اول نمبر عورت کو دیا ہے، معلوم ہوا اس لائن سے آنے والی آزمائشوں سے خود کو بچانا بہت ضروری ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ﴿۱۵﴾
اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ
وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ

(اے نبی!) تم (ان سے) کہو کہ: کیا ان سب (دنیوی سامان) سے بہتر چیز میں تم کو بتلاؤں؟ تقویٰ والوں کے لیے ان کے رب کے پاس وہ باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں (بھی) ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشی بھی (ان کو حاصل ہوگی) اور اللہ تعالیٰ (تمام) بندوں کو اچھی طرح دیکھتے ہیں ﴿۱۵﴾ جو (تقویٰ والے بندے یوں) کہتے ہیں کہ: اے ہمارے رب! یقینی بات ہے کہ ہم ایمان لے آئے، سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجیے اور آپ ہم کو آگ کے عذاب سے بچا لیجیے ﴿۱۶﴾ جو صبر کرنے والے ہیں اور جو سچائی پر رہنے والے ہیں① اور جو فرماں بردار (یعنی ماننے والے) ہیں اور جو (اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے) خرچ کرنے والے ہیں اور جو رات کے آخری حصے میں استغفار کرنے والے ہیں ﴿۱۷﴾ (خود) اللہ تعالیٰ نے گواہی② دی ہے کہ یقینی بات ہے کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی (توحید ہی کا اقرار کیا ہے) وہی (اللہ تعالیٰ) انصاف کو قائم کرنے والے ہیں،

① یعنی سچائی ان کی عادت ہے۔ اس آیت میں ثلاثی مجرد و مزید فیہ دونوں طرح کے اسم فاعل کے صیغے ہیں، یہ بھی بلاغتِ قرآنی کا حسن ہے۔ ② شہادت کا معنی آگاہ کرنا؛ یعنی ہر ہر چیز سے توحید کا پتہ چلنا: (الف) اللہ تعالیٰ کی گواہی کا مطلب: اس کائنات میں جتنی بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں ہر چیز اس کی وحدانیت کی دلیل ہے، اسی طرح آسمانی کتابوں میں جو باتیں اللہ نے بیان فرمائی ہیں وہ سب توحید ہی کو بتلاتی ہیں (ب) فرشتوں کی گواہی: فرشتے غیب کی بہت ساری چیزیں جانتے اور دیکھتے ہیں اور اپنے ذکر میں توحید سے بھرے ہوئے کلمات پڑھتے ہیں، اس سے فرشتوں کی بھی شہادت ہوگئی کہ اللہ ایک ہے اور فرشتے توحید کا پیغام بھی لاتے ہیں۔ (ج) اہلِ علم کی شہادت: اہلِ علم سے اللہ کے نبی اور پیغمبر خاص طور سے مراد ہیں، ساتھ ہی ہر زمانے کے آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے علما، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی شہادت دیتے ہیں، اسی طرح جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں غور کرتے ہیں وہ خود بھی اللہ کے ایک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

النّصف

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ
وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ

ان (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بڑے زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۸﴾ یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں (مقبول) دین (تو) اسلام ہی ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ (اسلام کی سچائی کا) علم ان کو حاصل ہونے کے بعد آپس کی حسد کی وجہ سے ہی مخالف ہو گئے① اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے انکار کرے تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں ﴿۱۹﴾ (اے نبی!) سو اگر وہ (مشرکین اور اہلِ کتاب میں سے اسلام کا انکار کرنے والے) تم سے جھگڑا کریں تو (جواب میں) کہہ دو کہ: میں نے اور میرے ماننے والوں نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری قبول کر لی② اور (اے نبی!) جن کو کتاب دی گئی ہے ان سے اور (عرب کے) ان پڑھ (مشرک) لوگوں سے سوال کرو کہ: کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟

---

①(دوسرا ترجمہ) اہلِ کتاب نے اسلام کے بارے میں جو اختلاف کیا۔

خلاصہ: اہلِ کتاب کو مسلمانوں سے حسد تھا؛ اس لیے وہ ایمان نہیں لائے، اسی طرح اہلِ کتاب علما میں "بڑا" بننے کی ایک بیماری تھی تو ان کو یہ ڈر لگ گیا کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو جو ہم کو عوام پر سرداری حاصل ہے وہ چلی جائے گی، اسی طرح "ضد" بھی ان میں تھی اور ضد انسان کو بہت ساری خیر سے محروم کرتی ہے۔

②(دوسرا ترجمہ) اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا۔

وجھی للّٰہ: "وجہ" سے مراد ذات ہے کہ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیوے۔

اِس آیت میں نبی کے متبعین کے لیے بڑی بشارت ہوگئی؛ اس لیے کہ "اسلمت" یہ نبی کی ذات کے لیے اور "ومن اتبعن" نبی کے متبعین کے لیے ہیں: گویا کہ نبی کے ضمن میں نبی کے متبعین کو کامل فرماں برداری کی بشارت یا سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل گئی۔

ع
فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا
مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

سو اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو پکی بات یہ ہے کہ وہ سیدھا راستہ پالیں گے اور اگر وہ (اسلام قبول کرنے سے) منہ پھرا دیں① تو آپ کی ذمے داری تو (اللہ تعالیٰ کی بات) صرف پہنچا دینے کی ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں کو (اچھی طرح) دیکھ رہے ہیں② ﴿٢٠﴾

یقینی بات ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کا ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم دینے والوں③ کو قتل کرتے ہیں تو ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو④ ﴿٢١﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے اور ان کا کوئی بھی (آخرت میں) مدد کرنے والا نہیں ہوگا ﴿٢٢﴾ (اے نبی!) کیا تم نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (یعنی تورات) کا ایک حصہ دیا گیا (جب) ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب⑤ کی طرف بلایا جاتا ہے؛ تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی کتاب) ان کے درمیان میں فیصلہ کرے اس کے باوجود ان (اہل کتاب) کی ایک جماعت اعراض کرتے ہوئے منہ پھرا لیتی ہے ﴿٢٣﴾

---

① یعنی اسلام قبول کرنے سے انکار کرے۔
② اِس آیت میں عجیب بلاغت ہے کہ جتنے بھی فعل اس آیت میں استعمال ہوئے ہیں وہ سب ماضی کے صیغے سے ہیں۔
③ (دوسرا ترجمہ) انصاف کی ترغیب دینے والوں کو۔ (انصاف یہ دین ہے؛ گویا کہ دین کے داعیوں کو)
نوٹ: جو ظلم پچھلی امتوں کے ظالم لوگوں نے کیا آج بھی انصاف کے علم برداروں اور دین کے داعیوں کو ظالم لوگ اسی طرح ناحق قتل کر دیتے ہیں۔
④ کافر اپنے جن کرتوت پر آج دنیا میں خوش ہو رہے ہیں آخرت میں وہی کرتوت عذاب کا ذریعہ ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کافروں کے لیے عذاب پر خوش خبری کا لفظ استعمال ہوا وہ بھی ان کا ایک طرح کا مذاق ہے۔ باقی اگلے صفحہ پر=

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ۫ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘

یہ (قرآن کی دعوت کو نہ ماننا) اس لیے ہوا کہ وہ (اہلِ کتاب) کہنے لگے کہ: چند دنوں کے سوا جہنم کی آگ ہم کو ہرگز نہیں لگے گی اور ان کو ان کے دین کے بارے میں اپنی خود کی بنائی ہوئی (یعنی گھڑی ہوئی) باتوں نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ﴿۲۴﴾ پھر کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس (قیامت کے) دن میں جمع کر کے لاویں گے جس (کے آنے) میں ذرا بھی شک نہیں ہے اور ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا① ﴿۲۵﴾ (اے نبی!) تم (ایسا) کہو کہ: اے اللہ! جو حکومت (یعنی اقتدار اور سلطنت) کے مالک ہیں آپ جس کو چاہتے ہیں حکومت عطا فرماتے ہیں اور آپ جس سے چاہتے ہیں (اس سے) حکومت کو چھین لیتے ہیں،

=⑤ کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟

(الف) اگر قرآن مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ خود تورات اور انجیل نے قرآن مجید کے سچا ہونے کی خوش خبری دی ہے، لہٰذا قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مذہبی اختلاف کا فیصلہ کرالو۔

(ب) کتاب سے مراد خود تورات اور انجیل ہے، تورات اور انجیل کی جو باتیں اصلی تھیں، تحریف سے بچی ہوئی تھیں اور وہ اصلی آسمانی مضامین کا تھوڑا بہت حصہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے اہلِ کتاب کو پہنچا تھا، جن میں نبی کریم ﷺ اور قرآن کے سچائی کی باتیں تھیں؛ اگرچہ اس طرح کی کچھ باتیں آج بھی ان محرف کتابوں میں ہیں، تورات اور انجیل کی ان باتوں کی روشنی میں مذہبی اختلاف کا فیصلہ کرانا آسان ہے۔

اِس صفحے کا حاشیہ: ① یعنی کسی انسان کی کوئی بھی نیکی ضائع نہیں ہوگی، چھوٹی بڑی ہر نیکی پر ثواب ملے گا، اسی طرح کسی نے کوئی جرم نہ کیا ہو اس کے باوجود اس نے یہ جرم کیا ایسا بتا کر سزا نہیں دی جائے گی جس کے جیسے اور جتنے گناہ ہو ں گے اسی کے مطابق اس کو سزا دی جائے گی اس سے زیادہ سزا اس کو نہیں دی جائے گی۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫
وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

اورآپ جس کو چاہتے ہیں(اس کو) عزت دیتے ہیں اورآپ جس کو چاہتے ہیں ذلیل کرتے ہیں، تمام(قسم کی) بھلائی آپ ہی کے اختیار میں ہے، یقینی بات ہے کہ آپ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں①﴿۲۶﴾ آپ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں② اور آپ ہی دن کو رات میں داخل کرتے ہیں، اور آپ ہی جاندار (جیسے پودا) کو بے جان (جیسے بیج) سے نکالتے ہیں اور آپ ہی بے جان (جیسے انڈے) کو جاندار (جیسے مرغی) سے نکالتے ہیں③ اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں﴿۲۷﴾

① غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ مسلمان ''روم اور ایران'' کو فتح کریں گے تو اس وقت منافقین نے مذاق اڑایا تھا کہ ''یہ مسلمان اس وقت تو اپنی جان بچانے کے لیے خندق کھود رہے ہیں اور کھانے کے فاقے ہیں اور اس زمانے کی دنیا کی سب سے بڑی حکومت روم وایران کو فتح کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں'' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں کو یہ دعا کی تلقین فرما کر ایک لطیف پیرائے میں ان منافقین کا جواب دے دیا گیا۔

② داخل کرنے کا کیا مطلب؟ سال کے بعض دنوں میں دن کا وقت رات میں داخل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے رات لمبی ہو جاتی ہے جیسے سردیوں کے موسم میں۔ اسی طرح سال کے دوسرے بعض دنوں میں رات کا وقت دن میں داخل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے دن لمبا اور رات چھوٹی ہوجاتی ہے جیسے گرمیوں کی موسم میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ دن اور رات کا چھوٹا ہونا سورج اور چاند کے طلوع اور غروب سے لگا ہوا ہے۔ نتیجہ نکلا سورج اور چاند کا طلوع اور غروب رات اور دن کا لمبا اور چھوٹا ہونا یہ سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

③ کافر جو روحانی موت مرا ہوا ہے اس سے مسلمان اولاد اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں، اسی طرح مسلمان جو روحانی زندہ ہے اس سے کافر اولاد پیدا فرماتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) اسی طرح عالم سے جاہل اور جاہل سے عالم اور تندرست سے ناقص اور ناقص سے تندرست اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾

مؤمن لوگ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو (اپنا) مدد کرنے والا (یا دلی دوست) نہ بنائیں[1] اور جو شخص ایسا کام کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں؛ مگر یہ کہ ان (کے ظلم اور شرارت) سے بچنے کے لیے تم بچاؤ کا کوئی راستہ اپناؤ (تو اس میں حرج نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے (یعنی اپنے عذاب اور ناراضگی سے) ڈراتے ہیں[2] اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿٢٨﴾ (اے نبی!) تم (لوگوں کو) بتلادو کہ: جو کچھ تمھارے دلوں میں ہیں[3] اگر تم اس کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے ان سب کو وہ (اللہ تعالیٰ) جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿٢٩﴾

① یعنی ایسی دوستی اور قلبی محبت کا تعلق جس کے نتیجے میں دونوں کا مقصدِ زندگی اور نفع ونقصان ایک ہوجائے، اس قسم کا تعلق مسلمان کا صرف مسلمان ہی سے ہوسکتا ہے، اور کسی غیر مسلم سے ایسا تعلق رکھنا سخت گناہ ہے؛ البتہ جو غیر مسلم مسلمانوں سے جنگ نہ کرے ان کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری اور خیر خواہی کا معاملہ جائز ہے؛ بلکہ مطلوب ہے۔

غیر مسلموں سے تعلقات کے مختلف درجات:

(۱) قلبی موالات یا دلی مودت ومحبت، یہ صرف مؤمنین کے ساتھ مخصوص ہے، غیر مؤمن کے ساتھ مؤمن کا یہ تعلق کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔ (۲) مواسات: جس کے معنی ہیں: ہمدردی اور خیر خواہی اور نفع رسانی کے، یہ حربی کافر (جو مسلمانوں سے لڑتے رہتے ہیں) کے سوا باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ (۳) مدارات: جس کے معنی ہیں: ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کہ یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس سے مقصود، ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہو، یا ان کے شر اور ضرر سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو، ان آیات میں یہی صورت مراد ہے۔

(۴) معاملات: ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت اور حرفت کے معاملات کیے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے؛ لیکن عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو تو نہ کرے۔

② یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی محبت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو خود اپنی ہی ذات سے ڈراتے ہیں۔

③ قلب وصدر کا فرق سورۂ آل عمران میں ص: ۲۰۳ ر پر تفصیل سے آرہا ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا
وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع ۱۱
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

(اس قیامت کے دن کو یاد کرو) جس دن ہر انسان جو کچھ بھلائی کا کام اس نے کیا (اس کو اپنے سامنے) موجود پائے گا اور جو کچھ برائی کا کام کیا تھا اس کو بھی (اپنے سامنے موجود پا کر) وہ تمنا کرے گا کہ کتنی اچھی بات ہوتی کہ اس کے اور اس کی برائی کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (یعنی اپنی ناراضگی) سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر بہت شفقت کرتے ہیں ﴿۳۰﴾

(اے نبی!) تم (لوگوں سے) کہو کہ: اگر (واقعی) تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو①، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے② اور اللہ تعالیٰ تمھارے لیے تمھارے گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۳۱﴾ (اے نبی!) تم (لوگوں سے) کہہ دو کہ: تم اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ پھرائیں③ تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتے④ ﴿۳۲﴾

---

① اللہ تعالیٰ ہی محبوب لذاتہ ہے اور محمود لذاتہ ہے، پھر جو محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوگی اور صحیح ہوگی؛ ورنہ باطل ہوگی، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ ہو تو اس کے لیے اتباعِ رسول لازمی ہے۔

② اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت زندگی کے ہر کام میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مکمل اتباع ہے اور اتباعِ نبوی کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور مغفرت میں ترقی ہوتی ہے۔ زندگی کا ہر کام سنت کے مطابق ہو، کوئی بھی کام سنت کے خلاف نہ رہے، یہ مقام اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی سے بندہ کو حاصل ہوتا ہے، ہاں! اتنا آسان کام کرلو کہ عقائد میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری پوری اتباع کی جائے اور زندگی کے دوسرے اعمال و احوال بھی سنت کے موافق کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

③ یعنی اطاعت نہ کریں۔

④ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کمی آگے بڑھتے ہوئے کفر تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا

فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اور نوح (علیہ السلام) کو اور ابراہیم (علیہ السلام) کے خاندان کو① اور عمران کے خاندان کو تمام دنیا والوں پر (نبوت کے لیے) چن لیا تھا② ﴿٣٣﴾ جو آپس میں ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سنتے ہیں، سب کچھ جانتے ہیں ﴿٣٤﴾ (اللہ کے یہاں دعا قبول ہونے کا واقعہ سنو!) جب کہ عمران کی بیوی (حنہ) نے کہا: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہوکر آپ کے لیے وقف) ہوگا③ سو آپ میری طرف سے (اس منت کو) قبول فرما لیجیے، یقینی بات ہے کہ آپ ہر ایک بات کو سنتے ہیں، ہر ایک بات کو جانتے ہیں ﴿٣٥﴾ پھر جب اس (عمران کی بیوی) کو لڑکی پیدا ہوئی تو وہ (افسوس سے) کہنے لگی: اے میرے رب! مجھ سے تو لڑکی پیدا ہوئی؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ تو پوری طرح جانتے ہیں اس (لڑکی کی شان) کو جو ان کے یہاں پیدا ہوئی ہے اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا④

① بعض مفسرین نے "آل" سے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عمران علیہ السلام ہی کو مراد لیا ہے۔

② یعنی بحیثیت خاندان ان خاندانوں میں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں نبی پیدا ہوئے۔

③ (دوسرا ترجمہ) دنیوی کاموں سے فارغ رکھا جاوے گا۔

④ مفہوم یوں بھی لیا جا سکتا ہے کہ: اے عمران کی بیوی (حنا) جو لڑکا تم نے مانگا تھا وہ اس لڑکی جیسا نہ ہوتا جو لڑکی میں نے تم کو عطا کی ہے؛ بلکہ یہ لڑکی تمھارے مانگے ہوئے لڑکے سے افضل ہے؛ یعنی یہ لڑکی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور بیت المقدس کی خدمت کرنے میں لڑکے کے قائم مقام ہے، یہ عنایت صرف حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ہوئی، ان کے علاوہ کسی اور عورت کو نہیں ہوئی۔

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

اور میں نے اس کا نام ''مریم'' رکھا① اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں② ﴿٣٦﴾ پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کر لیا③ اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا④ اور اس (اللہ تعالیٰ) نے وہ لڑکی زکریا (علیہ السلام) کی نگرانی میں دے دی⑤ جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں⑥ آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے، اس (زکریا علیہ السلام) نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟⑦ تو اس (مریم) نے جواب دیا کہ: وہ (کھانے کی چیزیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں⑧ ﴿٣٧﴾

---

① عربی زبان میں ''رام یروم'' کے معنی ہیں: ہمیشہ برقرار اور ثابت قدم رہے؛ اس لیے مریم کا معنی ہوتا ہے جو بڑی ہمت والی ہو اور گناہ سے بچنے میں ثابت قدم ہو۔ دوسرا معنیٰ: عبادت گذار۔

② ایک عورت کی دعا اللہ کی بارگاہ سے اتنے اچھے نتائج لا سکتی ہے تو پھر لوگ اجتماعی طور پر صحیح ڈھنگ سے دعا کرے تو کیسے نتائج ان کو حاصل ہوں گے!! ③ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی حسنِ قبولیت میں ان کی ماں کی نیت اور اخلاص کا بہت بڑا دخل ہے، ہر ماں کو اپنی اولاد کے بارے میں اچھی نیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے بہترین طریقے سے اس لڑکی کو پروان چڑھایا۔

⑤ ایک معنی یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا سرپرست اور نگران بنا دیا۔

⑥ یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں۔

⑦ یعنی جب کہ مکان بند ہے اور باہر سے کسی کے آنے جانے کا امکان نہیں۔

⑧ نوٹ: اس واقعے کی تفصیلات مع فوائدِ عجیبہ بندے کی کتاب ''قرآنی خواتین'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾
فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ
الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ

اس موقع پر (اسی جگہ) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی (زکریا علیہ السلام نے دعا میں) عرض کیا: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں ﴿۳۸﴾ سو (اس دعا کی قبولیت کا پتہ اس طرح چلا ایک دن) اس (زکریا علیہ السلام) کو جب کہ وہ عبادت کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، فرشتوں نے آواز دے کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو یحیٰی کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے ① (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے اور وہ (دینی) سردار ہوں گے اور خود کو نفسانی خواہشات سے پورے طور پر روکنے والے ہوں گے ② اور نبی ہوں گے (اور) نیک لوگوں میں (ان کا) شمار ہوگا ﴿۳۹﴾ وہ (زکریا علیہ السلام) بولے: اے میرے رب! میرے یہاں لڑکا کس طرح (پیدا) ہوگا؟ اور مجھ پر تو بڑھاپا پہنچ چکا ہے ③ اور میری بیوی (ایشاع) بانجھ ہے، اللہ تعالیٰ نے (جواب میں) فرمایا: اسی طرح (ہوگا) ④ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں ﴿۴۰﴾ اس (زکریا علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میرے رب! آپ میرے لیے (بچہ پیدا ہونے کے وقت کے قریب آنے کی) کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن ⑤ اشارے کے سوا لوگوں سے (کوئی) بات چیت نہیں کر سکو گے،

① آپ بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے کلمہ (کن) سے پیدا ہوئے تھے اس لئے آپ کو ''کلمہ'' کہا گیا۔
② (دوسرا ترجمہ) عورت کے پاس نہیں جاویں گے۔ ③ یعنی میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔
④ یعنی اسی حالت میں اللہ تعالیٰ بچہ عطا فرمائیں گے۔ ⑤ یہاں ''ثلاثة ایام'' ہے اور یہ مدنی سورت ہے جو نزول کے اعتبار سے بعد میں ہے، اس میں لطیف اشارہ ہے کہ اسلامی نظام میں دن بعد میں ہوتا ہے؛ جبکہ سورۂ مریم میں ''ثلاث لیال'' ہے اور وہ مکی ہے؛ یعنی اس کا نزول پہلے ہوا ہے، اس میں لطیف اشارہ ہے کہ اسلامی نظام میں رات پہلے ہوتی ہے۔

ع ۱۱/۱۲

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۟ۧ ﴿۴۱﴾

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ

نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪

اورتم اپنے رب کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرتے رہواورتم صبح وشام (اللہ تعالیٰ کی) تسبیح کرتے رہو① ﴿۴۱﴾

اور(وہ واقعہ یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ: اے مریم! یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو منتخب فرمالیا ہے اور تجھے (ہر قسم کے گندے اخلاق واعمال سے) پاک رکھا ہے اور تمام عالَم کی عورتوں پر تجھ کو چن لیا ہے ﴿۴۲﴾ اے مریم! تو اپنے رب کی بندگی میں لگی رہ اور تو سجدہ کرتی رہ اور تو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ② ﴿۴۳﴾ (اے نبی!) یہ سب باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ تمھاری طرف پہنچا رہے ہیں؛ ورنہ تم ان لوگوں کے پاس (اس وقت) موجود نہیں تھے جب وہ (بیت المقدس کے اس دور کے علما) اپنے قلموں کو (دریا میں) ڈال رہے تھے، (اپنی اس بات کو طے کرنے کے لیے) کہ ان سب میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا

---

① اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے ایسا مضمون والا کلمہ پڑھا کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ: کسی اللہ کے نیک بندے کی وجہ سے جگہوں میں برکت آتی ہے اور ایسی جگہوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نشانی عجیب مقرر کی گئی: (۱) اس نشانی کے اندر دنیوی کلام سے حفاظت تھی؛ چوں کہ دنیوی کلام اکثر لغویات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں (۲) اللہ کے ذکر کی کثرت ہے (۳) اپنی ضروریات اور موقع موقع کے کام کو انجام دینے کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام کو اشارہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

ولادت کے لیے حمل وغیرہ ہوا تھا یا نہیں؟ لگتا یہ ہے کہ حمل نہ ہوا ہو؛ اس لیے تو کوئی علامت طلب کی گئی؛ ورنہ حمل، ولادت کی علامت ہوتی ہے۔ ② سجدہ پہلے اور رکوع بعد میں ہونے کی وجہ:

(۱) آیت میں واقعہ کی رعایت کا التزام نہیں ہے۔ (۲) ہوسکتا ہے ان کی شریعت میں ایسی ترتیب ہو۔

(۳) ہوسکتا ہے نماز والا رکوع سجدہ مراد نہ ہو۔ (۴) سجدہ کی اہمیت کی وجہ سے سجدہ کو رکوع پر مقدم کیا۔

وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓـئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ

مِّنۡهُ ۖ اسۡمُهُ الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ وَجِيۡهًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ

الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ

لِىۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا

يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۴۷﴾

اور تم اس وقت بھی ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ (اس پرورش کے معاملے میں) آپس میں (قلم کے ذریعہ قرعہ ڈالنے سے پہلے) بحث کر رہے تھے ﴿۴۴﴾ (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے ایک کلمے① کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام "مسیح عیسیٰ ابن مریم" ہوگا جو دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا ہوگا اور (اللہ تعالیٰ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا ﴿۴۵﴾ اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) گہوارے میں اور بڑی عمر (یعنی اڈھیر پن) میں لوگوں سے بات کرے گا② اور وہ (اللہ تعالیٰ کے) نیک بندوں میں سے ہوگا ﴿۴۶﴾ وہ (مریم) بولی: اے میرے رب! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا؛ حالاں کہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا③: اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا فرماتے ہیں، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس (کام) کو (بس) اتنا فرماتے ہیں "ہوجا" تو وہ (کام) ہو جاتا ہے ﴿۴۷﴾

---

① حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا "کلمہ" کہتے ہیں: کسی بچہ کی پیدائش میں دو چیزیں ہوتی ہیں: (۱) نطفہ (۲) اللہ تعالیٰ کا حکم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں نطفہ شامل نہیں تھا، صرف اللہ کا حکم تھا؛ اس لیے "کلمہ" کہا گیا (۲) بعض لوگوں نے کہا: "کلمۃ اللہ" بشارۃ اللہ کے معنی میں ہے، جو کہ فرشتوں کے ذریعہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سنائی گئی (۳) بعض نے کہا کہ آیت اور نشانی کے معنی میں ہیں (۴) انھوں نے بچپن میں بڑا عاقلانہ کلام کیا تھا۔ ② متوسط عمر کا آدمی، پچاس کی عمر کے آس پاس، بالوں میں سفیدی سیاہی دونوں ہوں، اس کو "کہلاً" کہتے ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے قبل یہ عمر ہوئی نہیں تھی؛ اس لیے دنیا میں واپس اتر کر اس عمر کا ہونا اور اس میں کلام کرنا معجزہ ہوگا؛ گویا اس آیت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ نزول کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ ③ فرشتوں کے واسطے سے جواب دیا۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ
جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ
طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ
بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور وہ (اللہ تعالیٰ) اس (عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) کو (آسمانی) کتاب[1] اور حکمت اور (خاص کر) تورات اور انجیل کی تعلیم دیں گے ﴿۴۸﴾ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول مقرر کریں گے[2] (اور عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے یہ کہتے تھے) کہ میں تمھارے پاس تمھارے رب کے یہاں سے نشانی لے کر آیا ہوں، میں تمھارے سامنے مٹی (کے گارے) سے پرندے جیسی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے (اڑتا ہوا) پرندہ بن جاتا ہے[3] اور ماں کے پیٹ سے جو اندھا اور کوڑھ والا (آیا) ہو میں اس کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور جو (چیزیں) تم کھا کر آتے ہو اور جو (آنے والے دنوں کے لیے) اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے تم رکھتے ہو میں تم کو وہ بتا دیتا ہوں، اگر تم ایمان والے ہو تو یقیناً تمھارے لیے اس میں (کافی) نشانی ہے[4] ﴿۴۹﴾

---

① کتاب سے مراد: عام آسمانی کتابوں کا علم ہے خاص کر تورات و انجیل کا علم، اسی طرح قرآن و حدیث کا علم بھی سکھانا مراد ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جب دوبارہ تشریف لاویں گے تو قرآن و حدیث کے مطابق حکم جاری کریں گے اور لکھنے کا فن سکھانا بھی مراد ہو سکتا ہے۔

② معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اس زمانے کے بنو اسرائیل تک ہی محدود تھی، اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو امتِ محمدیہ کے ایک فرد بن کر اور شرعِ محمدی پر عمل کرنے والے اور اس کی اشاعت کرنے والے ہوں گے۔ ③ "باذن اللہ" کی قید سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جن لوگوں نے الٰہ اور معبود ہونے کی باتیں گھڑی کی ہیں اس وہم کو رد کیا جا رہا ہے۔ ④ یعنی توحید اور نبوت پر اگر تم ایمان لانا چاہو تو اس میں تمھارے لیے کافی دلیل ہے۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ
بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٥٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٥٢﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾

اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی میں اس کو سچا بتاتا ہوں اور (میں اس لیے بھیجا گیا ہوں) تاکہ بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں ان کو تمھارے لیے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) حلال کردوں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے (اپنے نبی ہونے پر) دلیل لے کر آیا ہوں سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو ﴿٥٠﴾ یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں① اور تمھارے بھی رب ہیں، سو انہی کی تم عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿٥١﴾ پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے معلوم کیا کہ وہ (بنی اسرائیل) تو کفر پر ہیں② تو (عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں سے) کہا: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں میری مدد کرے③؟ تو (جواب میں) حواریوں④ نے کہا کہ: ہم لوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرنے والے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور (اے عیسیٰ!) تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان (یعنی فرماں بردار) ہیں ﴿٥٢﴾ اے ہمارے رب! جو کچھ آپ نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے رسول (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کی اتباع کی ہے، سو آپ ہم کو (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجیے⑤ ﴿٥٣﴾

① یعنی اللہ تعالیٰ میرے رب ہیں، اَب (یعنی باپ) نہیں ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے، مجھے خدا (God) مت سمجھو۔ ② (دوسرا ترجمہ) سو جب عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے کفر پر ہونے کا احساس ہوگیا۔
③ (دوسرا ترجمہ) کون ہے جو اللہ کے دین کی خاطر میری مدد کرے؟۔ ④ حواریون: حواری کی جمع ہے، یہ حور سے مشتق ہے، جس کے معنیٰ خالص سفیدی کے ہیں: [١] بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اُن کے کپڑے سفید تھے؛ اس لیے ان کو حواری کہا گیا۔ [٢] ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ: حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ [٣] ابن الکلبی نے حواری کا معنیٰ دلی دوست بتایا ہے۔ [لغات القرآن ٢/٢٩٦] یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفادار ساتھیوں کا لقب تھا۔ ⑤ (دوسرا ترجمہ) (آپ کا) حکم ماننے والوں کے ساتھ لکھ دیجیے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ ع

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ

فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٥٦﴾

اور انھوں نے (یعنی یہودی کافروں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف) ایک خفیہ سازش کی اور اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کی) ایک خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں[1] ﴿۵۴﴾

(وہ وقت یاد کرو) جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! یقینی بات ہے کہ میں تم کو (صحیح سالم اپنے پاس آسمان پر پورا) لے لوں گا[2] اور میں تم کو اپنے پاس اٹھالوں گا اور کافروں (کی تہمتوں) سے میں تم کو پاک کردوں گا[3] اور جن لوگوں نے تمھاری اتباع کی ان کو قیامت کے دن تک (تمھارے) منکرین پر غالب رکھوں گا[4] پھر تم (سب) کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، سو جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے میں ان میں تمھارے درمیان فیصلہ کردوں گا ﴿۵۵﴾ سو جن لوگوں نے کفر اپنالیا تو میں ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور کوئی بھی ان کا مدد کرنے والا نہیں ہوگا ﴿۵۶﴾

---

[1] مکر: (۱) مضبوط تدبیر کو ''مکر'' کہتے ہیں (۲) جو آدمی کسی برائی کا ارادہ کرے، حیلہ کرکے اس کو اس کے برے ارادے سے روک دینا یا برے ارادے کو اچھے ارادے کی طرف پھیر دینا (۳) مکر و تدبیر کرنے والے کا ارادہ اچھا ہے تو وہ مکر و تدبیر اچھی ہے، اور اگر وہ ارادہ برا ہے تو وہ مکر و تدبیر بری ہے۔

[2] (دوسرا ترجمہ) اے عیسیٰ میں تیری (دنیا میں رہنے کی) مدت پوری کروں گا۔

[3] ومطہرک: اس کا ایک معنی ہے: میں تم کو الگ کردوں گا، دور کردوں گا؛ یعنی کافروں سے میں تم کو بچا کر رکھوں گا؛ اس لیے اب یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ طہارت کے لیے پہلے سے گندگی کا ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا اس کی ضرورت نہیں رہی۔

[4] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے دو طرح کے ہیں:

(۱) صحیح طور پر ماننے والے مسلمان۔ (۲) عیسائی لوگ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں؛ لیکن قرآنِ مجید نے جس طریقے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ بتلایا اس کے مطابق ماننا ضروری ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٧﴾
ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿٥٨﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ
اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٥٩﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾
فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ
وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ
عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کا پورا ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتے ﴿۵۷﴾ یہ جو ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں یہ (تمھاری نبوت کے) دلائل ہیں اور حکمت سے بھری نصیحت ہے ﴿۵۸﴾ یقینی بات ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی حالت اللہ تعالیٰ کے یہاں آدم (علیہ السلام) جیسی ہے کہ اس (آدم علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ''ہوجا'' تو وہ ہوگئے[۱] ﴿۵۹﴾ (عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) حق وہی ہے جو تمھارے رب کی طرف سے (آیا) ہے، لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہوجانا ﴿۶۰﴾ پھر تمھارے پاس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صحیح) علم آجانے کے بعد جو شخص بھی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے تو (ان جھگڑنے والوں کو) کہہ دو کہ: آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو اور تم تمھارے بیٹوں کو بلائیں اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم تمھاری عورتوں کو (بلائیں) اور ہم خود بھی (شریک ہوں) اور تم خود بھی (شریک ہوؤ) پھر ہم سب مل کر (اللہ تعالیٰ کے سامنے) گڑگڑا کر دعائیں کریں اور ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں[۲] ﴿۶۱﴾

---

① کن فیکون: ''یکون'' ''کان'' کے معنی میں ہے؛ اس لیے وہ مرفوع ہے اور نون ساقط نہیں ہوا ہے، نون کے مرفوع ہونے پر قراء کا اجماع ہے۔ ② مباہلہ: اگر کسی معاملے کے حق اور باطل ہونے میں دو فریق کے درمیان مباحثہ ہوجائے اور دلائل سے بحث ختم نہ ہو تو دونوں فریق مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ جو باطل پر ہے اس پر اللہ کی طرف سے وبال اور ہلاکت پڑے، جھوٹے پر قہر نازل ہو، اس طرح دعا کرنے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اس میں اصل خود دونوں فریق کا جمع ہو کر دعا کرنا ہے اور اگر رشتے دار اور تعلق والوں کو جمع کر لیا جاوے تو اہتمام اور زیادہ ہوجائے گا۔

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا

نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا

فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا

أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾

یقینی بات ہے کہ یہی (جو ابھی بتایا گیا) واقعات کا سچا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں (اس لیے بدلہ دیں گے) ﴿۶۲﴾ پھر اگر وہ منہ پھرا لیویں ① تو فساد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۶۳﴾

(اے نبی!) تم کہو کہ: اے اہلِ کتاب! تم سب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان میں برابر (اور مشترک) ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں ② پھر بھی اگر وہ منہ پھرا لیویں ③ تو تم (مسلمانوں ان اہلِ کتاب سے) کہہ دو کہ: تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں ﴿۶۴﴾ اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑا کیوں کرتے ہو؛ حالاں کہ تورات اور انجیل تو اس (ابراہیم) کے بعد ہی نازل ہوئی، کیا پھر بھی تم (اتنی بات) سمجھتے نہیں ہو؟ ④ ﴿۶۵﴾

① یعنی جو سچی بات کو قبول نہیں کرتے۔ ② (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہیں بنائے گا۔ یعنی پادریوں کو رب والا درجہ مت دو، کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا یہ اللہ کا اختیار ہے، انھوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو یہ مقام دے دیا تھا کہ وہ جس چیز کو حلال کہتے وہ اس کو حلال سمجھتے اور جس کو حرام کہتے اس کو حرام سمجھتے، آسمانی شریعت سے اس کو ملاتے نہیں تھے، اس طرح کا حلت و حرمت کا مطلق اختیار دے دینا یہ ان کو رب ماننے کے درجے میں ہوا۔

③ (دوسرا ترجمہ) بات قبول نہ کرے۔ ④ یہودیوں نے عقل کے بالکل خلاف بات کہی تھی؛ اس لیے ان کو عقل سے کام لینے کی دعوت دی گئی؛ چوں کہ انھوں نے کہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے تو ظاہر ہے کہ یہودیت کا وجود تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت بعد ہوا؛ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی ہو ہی نہیں سکتے، یہ عقل کے خلاف بات تھی، پھر بھی وہ ایسی عقل کی خلاف باتیں بولتے تھے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا
نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى
النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾
وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾

دیکھو! تم وہی لوگ تو ہو جو ان باتوں میں بحث کیا کرتے تھے جن کا تھوڑا بہت علم تم کو تھا، اب تم ان باتوں میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تم کو (بالکل) علم ہی نہیں ہے[1]؟ اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو ﴿٦٦﴾ ابراہیم (علیہ السلام) یہودی نہیں تھے اور نصرانی بھی نہیں تھے؛ لیکن وہ بالکل سیدھے راستے پر تھے، پورے فرماں بردار (یعنی حکم ماننے والے) تھے اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے ﴿٦٧﴾ ابراہیم (علیہ السلام) سے لوگوں میں سب سے زیادہ قریبی تعلق ان لوگوں کو تھا جنھوں نے اس (ابراہیم علیہ السلام) کی (دین کے اصول وفروع میں ان کے زمانہ میں کامل) اتباع کی اور یہ نبی (محمد ﷺ) اور جو (اس نبی پر) ایمان لائے ہیں ان کو بھی اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے والی ہیں ﴿٦٨﴾ اہلِ کتاب کی ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ وہ (کسی طرح بھی) تم (مسلمانوں) کو گمراہ کر دیوے؛ حالاں کہ وہ اپنے سوا کسی اور کو گمراہ نہیں کرتے[2] اور ان کو (اس کا) احساس بھی نہیں ہے ﴿٦٩﴾

① "ھاانتم" یہ کلمات تحقیر کو بتلانے کے لیے ہیں، تم ایسے احمق ہو کہ جس چیز کے متعلق تمھارے پاس جیسا تیسا علم تھا اس میں تو تم حد سے آگے بڑھ گئے تو جس چیز کا علم ہی نہیں ہے اس میں تم لوگ کیوں دخل گری کرتے ہو؟ اور یہ تمام انسانوں کے لیے نصیحت ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس میں انسان کو دخل نہیں دینا چاہیے، اور جس چیز کا علم ہو تو اس میں جتنا علم ہے اسی قدر ہی انسان دائرہ میں رہے۔ اس میں بحث کے بنیادی اصول کی طرف رہنمائی ہے:

[۱] جس موضوع سے واقفیت ہے اس کے متعلق بوقتِ ضرورت بحث کی جاسکتی ہے۔

[۲] جس موضوع سے واقفیت نہ ہو اس میں بحث کی اجازت نہیں ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) حالاں کہ وہ خود ہی کو گمراہ کر رہے ہیں (چوں کہ گمراہ کرنے کا وبال ان پر پڑے گا)۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ
لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ ع ٨/١٥
وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ
وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ

اے اہلِ کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو①؟ حالاں کہ تم خود (ان آیتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی) گواہی دیتے ہو② ﴿۷۰﴾ اے اہلِ کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور تم سچی بات کو جان بوجھ کر کیوں چھپاتے ہو؟ ﴿۷۱﴾

اور اہلِ کتاب کی ایک جماعت نے (اپنے کچھ لوگوں سے) کہا کہ: جو کتاب (آخری نبی کے) ماننے والوں پر نازل ہوئی اس پر دن کے شروع حصہ میں تو ایمان لے آؤ اور اس (دن) کے آخری حصہ میں (اس قرآن کا) انکار کردو، شاید (اس تدبیر سے) وہ (مسلمان اپنے دین سے) پھر جائیں ﴿۷۲﴾ اور (اہلِ کتاب نے آپس میں یہ بھی کہا کہ) جو تمھارے دین پر چلے (بس) اسی کو تم (دل سے) ماننا③

① یعنی تورات اور انجیل کی جن آیتوں میں حضور ﷺ کی نبوت کی سچائی کا بیان ہے۔ ② (دوسرا ترجمہ) قائل ہو۔
③ بعض یہودی ظاہر میں مسلمان ہوئے تھے یعنی منافق ہوئے؛ لیکن دل سے اپنے پرانے مذہب پر ہی تھے، ان کو ان کے مذہب کے پکے لوگ سمجھا رہے ہیں کہ دیکھو! تم جو مسلمانوں کے سامنے خود کو مسلمان ظاہر کر رہے ہو یہ صرف دنیوی فائدے کے لیے ہے، صرف مسلمانوں کے سامنے دکھلاوے ہی کے لیے ایمان کو ظاہر کرنا ہے، باقی تم یہودی مذہب پر ہی ہو اور سچے دل سے تم کو صرف یہودی مذہب پر عمل کرنے والوں کی بات کو ماننا ہے۔ لگتا ایسا ہے کہ پکے یہودیوں کو ان منافق (یہودیوں) کو یہودیت پر جمانے کے لیے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں کہ کہیں ظاہر میں اسلام بولتے بولتے دل میں نہ آجائے اور اوپر جو اسلام سے لوگوں کو بدگمان کرنے کا منصوبہ انھوں نے بنایا کہ صبح میں ایمان کا (ظاہری) اقرار کرو اور شام کو پھر سے اپنے کافر ہونے کا اعلان کردو، اس میں بھی سچا ایمان لانا نہیں؛ بلکہ صرف دکھاوا کرنا اور مسلمانوں کو اس تدبیر سے گمراہ کرنے کی کوشش کرنا ان کا مقصد تھا۔

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ
مَنْ يَّشَاۤءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ
وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ
قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ

(اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو کہ: حقیقت میں ہدایت وہی ہے جو ہدایت اللہ تعالیٰ دیوے اور یہ (نبوت وغیرہ) جو (کسی زمانے میں) تم کو دی گئی تھی وہ (اب) کسی اور کو کیوں مل گئی[1]؟ یا وہ (مسلمان) تم پر تمھارے رب کے پاس (کیوں) غالب آ گئے[2]؟ (اے نبی!) تم (ان سے) کہو: (ہر قسم کی) فضیلت تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں اپنا فضل عطا فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تو وسعت والے ہیں، ہر چیز کو جانتے ہیں ﴿۷۳﴾ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت (یعنی نبوت اور ایمان) کے لیے جس کو چاہتے ہیں خاص کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں ﴿۷۴﴾ اور اہلِ کتاب میں سے کچھ (لوگ) ایسے (امانت دار) ہیں کہ اگر تم ان کے پاس (مال اور دولت کا) ایک ڈھیر بھی امانت رکھو تو وہ اسے تم کو واپس دے دیں گے اور ان (اہلِ کتاب) میں سے کچھ (دوسرے) ایسے بھی ہیں کہ تم اگر ایک دینار ان کے پاس امانت رکھو تو وہ اسے تم کو واپس نہیں دیں گے؛ الا یہ کہ تم ان (کے سر) پر (وصول کرنے کے لیے) ہر وقت کھڑے رہو (تو وہ واپس کریں گے) یہ (خیانت) اس وجہ سے کہ وہ (اہلِ کتاب) یہ کہتے ہیں کہ امیوں[3] کا حق دبا لینے سے ہم کو کوئی گناہ نہیں ہوگا[4]

[1] یعنی یہ سب سازشیں تم بنی اسرائیل اس حسد کی وجہ سے کر رہے ہو کہ جو نبوت اور آسمانی کتاب، فضائل اور کمالات کسی زمانے میں تم کو دیے گئے تھے وہ اب کے زمانے میں بنی اسماعیل کو کیوں مل گئے؟۔

[2] مذہبی اور دینی محنت میں مسلمان تم یہودیوں سے کیوں آگے نکل گئے یا مسلمان مذہبی مناظرہ میں کیوں غالب آجاتے ہیں، اسی حسد کی وجہ سے یہود اسلام اور مسلمانوں کو نیچا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (دوسرا ترجمہ) یا یہ مسلمان تمھارے رب کے پاس تم سے حجت بازی کرے۔

[3] یعنی غیر یہودی عرب۔ [4] یہودی دوسرے مذہب والوں پر ظلم کو اور ان کی ہر حق تلفی کو حلال جانتے تھے۔

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ
لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ
الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ

اور وہ (اس طرح) جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں ﴿۷۵﴾ (گناہ) کیوں نہیں (ہوگا؟ ضابطہ یہ ہے کہ) جو شخص اپنا عہد پورا کرے گا اور (گناہ سے خاص کر خیانت سے) بچے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے متقیوں سے محبت کرتے ہیں ﴿۷۶﴾ یقینی بات ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت میں بیچ ڈالتے ہیں[۱]، تو ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں (اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا) کوئی حصہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے (محبت اور نجات کی) بات نہیں کریں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف (رعایت کی نظر سے) نہیں دیکھیں گے اور وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو (گناہوں سے) پاک نہیں کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ﴿۷۷﴾ اور یقینی بات ہے کہ ان (اہلِ کتاب) کی ایک جماعت ہے جو (تورات) کتاب پڑھتے وقت اپنی زبان کو (اس طرح) مروڑ کر (اپنی خود بنائی ہوئی عبارت) پڑھتے ہیں[۲]؛ تاکہ تم اس (بنائی ہوئی عبارت) کو (اصل) کتاب (تورات) میں سے (ایک حصہ) سمجھو؛ حالاں کہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور (اوپر سے) وہ (اہلِ کتاب اپنی بنائی ہوئی عبارت کے متعلق) کہتے ہیں کہ: یہ تو اللہ تعالیٰ کی بات ہے؛ حالاں کہ وہ (بات) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) نہیں ہے،

---

[۱] یعنی جھوٹی قسم کھا کر دوسرے کے مال کو اپنا مال بتلاتے ہیں۔

[۲] آسمانی کتاب کی تلاوت کا ایک خاص طرز ہے، اس طرزِ خاص کو غلط طریقے پر استعمال نہ کیا جاوے، بہت سے لوگ لطائف کے طور پر یا کسی دوسرے فاسد مقصد کے لیے کتاب اللہ کے طرز پر دوسری چیز کو پڑھتے ہیں، یہ بالکل نامناسب طریقہ ہے، بعینہٖ کتاب اللہ کے طرز پر دوسری چیز کو پڑھنا بالکل مناسب نہیں ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا
رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا
الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾ ع ۱۲/۸

اور وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں ﴿۷۸﴾ کسی بشر کا① یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور حکمت (یعنی صحیح علم اور دین کی سمجھ) اور نبوت عطا کرے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ: تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ②؛ لیکن (اس کے بجائے) یوں کہے کہ: تم جو (اللہ تعالیٰ کی) کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم خود بھی (اللہ تعالیٰ کی کتاب) پڑھتے ہو اس کی برکت سے تم اللہ والے بن جاؤ③ ﴿۷۹﴾ اور ایسا شخص (کبھی) تم کو یہ بات نہیں سکھلائے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو (اپنا) رب بنالو، جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو اس کے بعد کیا وہ شخص تم کو کفر اپنانے کا حکم دے گا؟④ ﴿۸۰﴾

① بشر انسان کے لیے بولا جاتا ہے، مذکر ہو یا مؤنث، واحد ہو یا جمع، اس کا واحد نہیں آتا

② معلوم ہوا کہ نبیوں کا طریقہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا ہے، نبی کبھی بھی بندوں کو خود کی عبادت کی دعوت نہیں دیتے، یہی حال اولیائے کرام کا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کی دعوت دیتے ہیں، خود کی عبادت یا خود کے سامنے سجدہ کرنے کی دعوت نہیں دیتے۔

③ آیت میں ''ربانی'' یعنی اللہ والا بننے کا طریقہ سمجھ میں آتا ہے، قرآن کی تعلیم، تعلم اور تلاوت کی برکت سے انسان اللہ والا بن جاتا ہے؛ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ: تم میں بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔

ربانی کون ہے؟ (۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ الذی یعلّم الصغار قبل الکبار۔ یعنی وہ لوگ جو بچوں کو بڑا ہونے سے پہلے سکھاتے ہیں وہ عالم ربانی ہیں۔ اہم نکتہ: معلوم ہوا کہ مکتب میں پڑھانے والے عالمِ ربانی کہلانے کے مصداق ہیں۔ (۲) اسی طریقے سے لوگوں کی تربیت کر کے ان کو علم وعمل کے ذریعہ ادب وتہذیب سکھائیں۔ (۳) ربانی وہ ہیں جو رب کے طریق کے تابع ہیں، کامل علم وعمل سے مزین ہیں، اللہ کے دین اور اطاعت کو مضبوطی سے پکڑ کے رہیں۔ (۴) ربانی وہ ہیں جو طالب کو اس کی استعداد کے مطابق سبقاً سبقاً چھوٹے چھوٹے علوم کے ذریعہ بتدریج اونچے علوم تک پہنچا دیں (۵) رب کی طرف نسبت یعنی اللہ والا بننا۔ (۶) ربان کی طرف نسبت ہے اور ربان اس کو کہتے ہیں جو خیر وبھلائی کی بات سکھلائے، لوگوں کا ذمہ دار (امیر) بن کر رہے اور لوگوں کو دین کی بات سکھلائے۔

④ استفہام نفی کے معنی میں ہے؛ یعنی کوئی بھی نبی یا نبی کا سچا جانشین کسی کو بھی کفر کی دعوت نہیں دے سکتا۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور (وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے اقرار لیا تھا کہ جو کتاب اور حکمت (یعنی شریعت کا علم) میں تم کو عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی ایسا رسول آوے جو تمھارے پاس (پہلے سے) موجود (کتاب) کو سچا بتاتا ہو تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور تم اس کی مدد (بھی) کرنا①، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس بات پر تم نے میرا عہد (یعنی حکم) قبول کیا؟ تو انھوں (یعنی نبیوں) نے عرض کیا: ہم اقرار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو تم سب (ایک دوسرے کے اقرار پر) گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہی دینے والوں میں (شامل) ہوں ﴿۸۱﴾ پھر اس (پکے عہد) کے بعد بھی② جو پھر جاوے سو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں ﴿۸۲﴾

① میثاق: (۱) اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء سے صرف حضرت محمد ﷺ کے بارے میں لیا تھا کہ اگر انبیاء، خاتم الانبیاء کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید و نصرت کریں، اور اپنی اپنی امتوں کو بھی یہی ہدایت کر جائیں۔ (۲) یہ میثاق انبیاء سے اس لیے لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی تائید و نصرت کریں۔

نوٹ: تمام انبیاء نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا ہے۔

اِس عہد کا ثمرہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ حضرت محمد ﷺ کسی بھی نبی کے زمانہ میں تشریف نہیں لائیں گے، پھر بھی یہ عہد کروا کر کے نبیوں کو محمد ﷺ کے اوپر ایمان، ان کی نصرت اور ان کی اتباع کے عزم کی برکت سے ثواب دینا مقصود ہے؛ گویا یہ نبیوں کے واسطے بہت بڑی بشارت ہوگئی۔

اِس معاہدہ میں دو پہلو ہو سکتے ہیں: (۱) حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے متعلق یہ معاہدہ ہے، اس صورت میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شان نبی الانبیاء والی ہے (۲) نبیوں سے آپس میں نصرت و مدد کے متعلق یہ معاہدہ ہے، البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ اِس معاہدہ میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ شامل نہیں؛ کیوں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔

② اوپر آیت میں جو عہد لیا گیا ہے وہ نبیوں کے لیے تھا جب نبی اس عہد کے پابند ہیں تو عام امتوں کو بدرجۂ اولی اس عہد کی پابندی کرنی ہے؛ اس لیے جو انسان بھی اللہ کے دین اور نبیوں کی بات کا انکار کرے وہ نافرمان کافر ہوگا۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ
يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ
يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ
اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ

کیا اب اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا وہ لوگ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں؛ حالاں کہ جو (مخلوق) بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں (ان میں سے کچھ) خوشی سے اور (دوسرے کچھ) ناخوشی (یعنی لاچاری) سے اسی (اللہ تعالیٰ) کے فرماں بردار ہیں، اور اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف وہ سب لوٹائے جائیں گے ① ﴿۸۳﴾ (اے محمد!) تم (ان سے) کہو: ہم تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور جو (دین) ہمارے اوپر اتارا گیا اس پر اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر (دین) اتارا گیا اس پر اور جو (دین) موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا اس پر بھی (ہم اجمالی ایمان لائے) ان (نبیوں) میں سے کسی کے درمیان بھی ہم (کوئی) فرق نہیں کرتے ② اور ہم اسی (ایک اللہ) کے فرماں بردار ہیں ﴿۸۴﴾ اور جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اس سے وہ (دین اللہ تعالیٰ کے یہاں) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں نقصان میں پڑنے والوں میں ہوگا ﴿۸۵﴾ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دیں گے جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا؛ حالاں کہ یہ رسول سچے ہیں اس بات کی وہ (زبان سے) گواہی دے چکے تھے اور ان کے پاس (رسول کی سچائی کی) دلیلیں بھی آچکی تھیں،

① جتنے بھی مسلمان ہیں وہ تو اللہ کے ہر حکم کو خوشی خوشی مانتے ہی ہیں اور جو کافر ہیں وہ اللہ کے دین کے احکام کو تو مانتے نہیں؛ لیکن اللہ کے فیصلے کے مطابق ہی ان کو زندگی گزارنی، موت، حیات، خوشی، غمی، روزی میں تنگی اور وسعت ہر چیز میں اللہ کے فیصلے کے وہ پابند ہیں۔ طوعاً او کرھا: مصدر اسم فاعل "طائعین و کارھین" کے معنی میں ہیں۔

② یعنی کسی نبی کو ماننا، کسی نبی کو نہ ماننا یہ ہمارا طریقہ نہیں، تمام نبی اور ان کی شریعت کو ہم حق مانتے ہیں۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا
وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ ع ١٧

اور ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتے[1] ﴿۸۶﴾ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی ﴿۸۷﴾ اس (لعنت) میں وہ ہمیشہ رہیں گے، (کسی وقت بھی) ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور ان کو ذرا سی ڈھیل (یعنی فرصت، مہلت) بھی نہیں ملے گی ﴿۸۸﴾ مگر اس کے بعد بھی جو شخص توبہ کر لیوے اور اصلاح کر لیوے[2] تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۸۹﴾ (اس کے برخلاف) یقینی بات ہے کہ جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اپنا لیا، پھر وہ (موت تک) کفر میں آگے ہی بڑھتے چلے گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور ایسے لوگ بالکل ہی بھٹک چکے ہیں ﴿۹۰﴾ یقینی بات ہے کہ جن لوگوں نے کفر اپنایا اور وہ کافر ہونے ہی کی حالت میں مر گئے، ایسے لوگوں میں سے کسی سے بھی پوری زمین بھر کر سونا قبول نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ اسے (یعنی پوری زمین بھر کر سونا اپنی جان عذاب سے) چھڑانے کے لیے فدیہ میں دینا چاہے[3] ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان لوگوں کے لیے کوئی بھی مدد کرنے والا نہیں ہوگا ﴿۹۱﴾

① کچھ لوگ ایسے ہیں جو دل سے اسلام کو صحیح سمجھ رہے ہیں اس کے باوجود تکبر، حسد، مال اور عہدوں کی محبت کے خاطر ایمان نہیں قبول کرتے، ایسے لوگوں کو عام طور پر ایمان کی سعادت نصیب نہیں ہوتی، اسی طرح بعض لوگ ایسے بھی جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے اور اس ارتداد کو ہدایت سمجھتے ہیں حالاں کہ یہ ارتداد ہے، ہدایت نہیں ہے۔

② اپنے کو سنوارنا، یعنی دل سے ایمان لانا، خالی منافقانہ طور پر ایمان کا اقرار کافی نہیں۔ ③ (دوسرا ترجمہ) وہ آدمی اپنی جان (عذاب سے) چھڑانے کے لیے پوری زمین بھر کر کے سونا دینا چاہے تو بھی اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

تم (اے مسلمانو! کامل) نیکی ① ہرگز حاصل نہیں کرسکو گے، جب تک تم اپنی محبوب چیزوں میں سے (اللہ تعالیٰ کے لیے) خرچ نہ کروگے ②، اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۹۲﴾ تورات کے اترنے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں (جو اِس وقت مسلمانوں کے لیے حلال ہیں وہ) بنی اسرائیل کے لیے (بھی) حلال تھیں؛ مگر وہ چند چیزیں جو اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کرلی تھیں ③ (اے نبی!) تم (یہودیوں سے) کہو: اگر تم (تمھارے دعوے میں) سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس کو پڑھو ﴿۹۳﴾ سو اس (طرح صاف بات آجانے) کے بعد جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا سو وہی لوگ بڑے ظالم (یعنی گنہگار) ہیں ﴿۹۴﴾ تم کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، سو تم ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی اتباع کرو، جو پوری طرح سیدھے راستے پر تھے اور وہ (بھی) مشرکوں میں سے نہیں تھے ﴿۹۵﴾

① البر: اعتقادی اور عملی دونوں قسم کی نیکیاں "بر" میں داخل ہیں۔

② جو چیز انسان کے کام میں آتی ہو، اسی طرح انسان کو اس کی حاجت اور ضرورت ہو انسان کو وہ چیز بڑی پیاری ہے۔ اس کو خرچ کرنا بہت بہتر ہے اور زائد چیزوں کو بھی خرچ کر دینا چاہیے اس پر بھی اجر ملے گا۔

③ کمر سے نیچے والے حصہ میں جو درد ہوتا ہے اس کو "عِرق النساء" کی بیماری کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ درد رات بھر ستاتا تھا تو آپ نے منت مانی کہ اگر مجھے شفا نصیب ہوجائے تو میں اپنی پیاری چیز چھوڑ دوں گا۔ اللہ نے شفا دے دی تو آپ نے اپنی پیاری چیز اونٹ کا گوشت چھوڑ دیا اور منت پوری کی، یہ پچھلی شریعت کی بات ہے، امتِ محمدیہ کے لیے کسی حلال چیز کو اس طرح حرام کرلینا جائز نہیں ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۶﴾ فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ

مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ

سَبِيۡلًا ؕ

یقینی بات ہے کہ (دنیا کا) سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے مقرر کیا گیا وہ (یہی مکان ہے جو) مکہ میں ہے ① (جو شروع ہی سے) برکت والا ہے ② اور تمام عالموں کے لیے ہدایت (کا مرکز) ہے ③ ﴿۹۶﴾ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ④ (اور) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے رہنے کی جگہ ہے، اور جو شخص بھی اس (کی حدود) میں داخل ہوا اس کو امن مل جاتا ہے، اور جو بھی اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت ⑤ رکھتا ہو، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس (گھر) کا حج کرنا (فرض) ہے

---

① آیت میں "بَكَّة" (۱) "تَبَاكَ" سے ہے جس کے معنیٰ "ازدحام، بھیڑ" کے ہے، وہاں طواف میں بھیڑ ہوتی ہے۔ (۲) یا "بَکَ" سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہے "مزاحمت کرنا، پھاڑنا" ہے؛ چوں کہ جو شخص بھی مکہ میں ظلم کرنے کی یا الحاد کی کوشش کرتا ہے اس کی کمر توڑ دی جاتی ہے۔ نوٹ: قرآن کے اشارہ سے اور رسولِ اکرم ﷺ کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان جب کبھی کوئی نئی آبادی بناوے تو سب سے اول مسجد کی فکر کرے۔

② برکت کے معنیٰ کسی چیز کا بڑھنا یا ثابت رہنا، مقدار بڑھ جائے یا جو موجود ہے اتنی ہی مقدار میں سارے ضروری کام پورے ہو جائے اس کو برکت کہتے ہیں۔

③ (دوسرا ترجمہ) تمام جہاں کے لوگوں کے لیے (نماز جیسی عبادت میں) رہنما (یعنی قبلہ) ہے۔

④ کھلی ہوئی چند نشانیاں یہ ہیں: (۱) خود اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر کا حکم دیا۔ (۲) اس کے بانی خود حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ (۳) حجرِ اسود (۴) حطیم (۵) زمزم (۶) صفا، مروۃ، مزدلفہ، عرفہ، منیٰ۔ (۷) ظالموں نے جب بھی کعبہ کے ساتھ برا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا، جیسے: اصحابِ فیل۔ (۸) جو بھی اس میں داخل ہوگا امن والا ہو جائے گا۔ (۹) نیکیوں کا وہاں بڑھ جانا۔ (۱۰) بیت اللہ کی برکت سے مکہ والے مخالفین کے حملے سے محفوظ ہیں۔ (۱۱) حدودِ حرم میں جانوروں کا شکاری سے فائدہ حاصل کرنا کہ وہاں کوئی شکار نہیں کر سکتا۔ (۱۲) بیت اللہ کی جس جانب بارش ہوتی ہے اس جانب کے ممالک زیادہ بارش سے مالا مال ہوتے ہیں۔ (۱۳) جمرات کی کنکر کا اٹھا لیا جانا؛ حالاں کہ ہر سال لاکھوں حجاج کے کنکر سے پہاڑ بن جانا چاہیے۔ (۱۴) مقامِ ابراہیم جو جنتی پتھر ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کے نشانات کا باقی رہنا۔ (۱۵) ٹخنوں تک آپ علیہ السلام کے قدم کا پتھر میں چلے جانا۔

⑤ استطاعت: یعنی قدرت، حیثیت، سفر میں آنے جانے کی اور قیام وطعام کے ضروری خرچ کی طاقت مراد ہے، اور جن لوگوں کا خرچ شرعاً اس پر لازم ہے اس کا بھی نظم کر کے جاوے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ
شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا
مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور جو شخص بھی انکار کرے [۱] تو اللہ تعالیٰ کو تمام جہانوں کے لوگوں کی پروا نہیں ہے ﴿۹۷﴾ (اے نبی!) تم کہو: اے کتاب والو! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں (یعنی احکام) کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے گواہ ہیں [۲] ﴿۹۸﴾ (اے نبی!) تم کہو کہ: اے اہلِ کتاب! تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں عیب ڈھونڈھ (نے کی کوشش) کر کے ایمان لانے والوں کو اس (ایمان) سے کیوں روکتے ہو [۳]؟ حالاں کہ تم خود (حقیقت کو) جانتے ہو [۴] اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہیں ﴿۹۹﴾ اے ایمان والو! جن کو کتاب دی گئی ان میں سے کسی ایک جماعت کا اگر تم نے کہنا مان لیا (یعنی اطاعت کر لی) تو وہ تم کو تمھارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا کر چھوڑیں گے [۵] ﴿۱۰۰﴾

---

① جو آدمی حج کی فرضیت کا انکار کرے وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے اور فرض مانتا ہو؛ لیکن استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرے تو اس کا یہ عمل کافروں جیسا ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو ان سب کاموں کی خبر ہے۔
③ (دوسرا ترجمہ) جو ایمان لا چکا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے کیوں روکتے ہو اس طرح کہ تم اس راستے (اسلام) میں عیب ڈھونڈتے رہتے ہو (یعنی اسلام میں کوئی عیب نہیں ہے، لیکن تم اپنی طرف سے عیب کھڑے کرتے ہو؛ تاکہ لوگ بدگمان ہو کر اسلام سے دور ہو جائیں۔ اس طرح کا برا کام اس دور کا اکثر میڈیا (media) انجام دے رہا ہے)۔
④ یعنی اسلام کا حق ہونا۔
⑤ (۱) یَرُدُّوْكُمْ ای صیر کم۔
(۲) ''یرد'' کے معنیٰ کے اعتبار سے الٹا کافر ہی بنا کر رہیں گے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

اور تم کیسے کفر قبول کر سکتے ہو؟ حالاں کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ① اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لے ② پکی بات یہ ہے کہ وہ سیدھے راستے پر پہنچا دیا جاتا ہے ﴿۱۰۱﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جیسا کہ ان سے ڈرنے کا حق ہے ③ اور تم مسلمان ہونے کی حالت ہی میں مرنا ④ ﴿۱۰۲﴾ اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی (یعنی قرآن) کو مضبوط پکڑے رہو ⑤ اور تم (آپس میں) جدا جدا نہ ہو جاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو تم پر ہے اس کو یاد رکھو جب کہ تم (آپس میں ایک دوسرے کے) دشمن تھے،

---

① مشاہدہ یہ ہے کہ جن علاقوں میں قرآن پڑھا پڑھایا جاتا ہو، تعلیماتِ رسول کو پڑھایا جاتا ہو اس پر عمل کیا جاتا ہو وہاں سے کفر دور ہوتا ہے اور جو علاقے ان مبارک سلسلوں سے محروم ہوتے ہیں وہاں کفر، ارتداد قریب آنے لگتا ہے؛ اس لیے مکاتبِ قرآنیہ کے ذریعہ اس طرح کی مبارک تعلیمات کو عام کرنا ارتداد سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے؛؛ اس لیے جس نے مکتب کی تعلیم اچھی طرح حاصل کی وہ ان شاء اللہ مرتد نہیں ہوگا۔

② اعتصام کا معنی ہے: کسی چیز کے سہارے سے نفس کو آفت میں پڑنے سے روکنا، اب جب اعتصام باللہ ہے تو حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے گناہ و معصیت سے رک جانا۔

③ یعنی (۱) گناہ سے بچنے میں پوری طاقت خرچ کرنا (۲) کامل اطاعت کی جائے (۳) معصیت سے مکمل بچا جائے۔

④ اسلامی زندگی گذارنا اختیاری چیز ہے اس کی برکت سے انشاء اللہ! اسلام پر موت نصیب ہوگی۔

اسلامی زندگی پر مداومت کرو، اس کی برکت سے جس حال میں بھی موت آئے گی وہ اسلام پر موت کہی جائے گی۔

⑤ یعنی شریعت کے تمام احکامات پر عمل کرو۔ اللہ کی رسی' سے مراد '' قرآن مجید ہے'' حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔

فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں کو جوڑ دیا①،سوتم اس (اللہ تعالیٰ) کے فضل سے (آپس میں) بھائی بھائی ہو اور تم (جہنم کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے،سو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچالیا،اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمھارے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں؛ تا کہ تم سیدھی راہ پر قائم رہو②﴿۱۰۳﴾ اور (ضرور) تمھارے درمیان ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے③جو بھلائی کی طرف دعوت دیا کرے اور اچھی باتیں سکھلایا کرے④اور بری چیزوں سے روکا کرے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں﴿۱۰۴﴾

① (دوسرا ترجمہ) دلوں میں الفت ڈال دی۔ دل کا جوڑ اصل جوڑ ہے، بہت سے ظاہر اً ملتے ہیں دل سے نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنا جوڑ کا ذریعہ ہے اور اس کو چھوڑنا توڑ کا ذریعہ ہے۔

② شریعت کے احکام کو سیکھنا اس پر عمل کرنا، اس کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہدایت کا ذریعہ ہے؛ اس لیے ہدایت کی محنت کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے احکام عام ہو جائے، لوگ اس کو سیکھیں، اس پر عمل کریں، اشاعت کریں، یہی اصل ہدایت کی محنت ہے۔ ③ معلوم ہوا کہ یہ کام ہر وقت ہر فرد کے لیے ضروری نہیں ہے، دوسرے بھی دینی بنیادی کام ہیں اور انسان کے اپنے ضروریات بھی وابستہ ہیں۔

④ آیت میں مضارع کے صیغے ہیں جو استمرار کو بتلاتے ہیں؛ یعنی یہ کام مسلسل ہوتے رہنے چاہیے۔

امر بالمعروف کی چند صورتیں ہیں: (۱) جب انسان کو غالب خیال یہ ہو کہ اگر میں بھلی بات سکھاؤں گا تو لوگ اس کو قبول کریں گے اور بری بات سے روکوں گا تو رک جائیں گے تو ایسی صورت میں امر بالمعروف کرنا واجب ہو جاتا ہے (۲) اگر غالب خیال یہ ہو کہ میں ان کو بھلی بات کا حکم دوں گا تو میری بات کو رد کر دیں گے، مجھے گالی گلوچ کریں گے تو ایسی صورت میں امر بالمعروف چھوڑنے کی گنجائش ہے۔ (۳) اگر اس کو یہ معلوم ہے میں امر بالمعروف کروں گا تو تو لوگ مجھے ماریں گے، جسمانی تکلیف پہنچائیں گے اور میں اس پر صبر نہیں کر سکوں گا تو ایسی صورت میں امر بالمعروف چھوڑنے کی گنجائش ہے؛ بلکہ بعض حضرات اس کو افضل کہتے ہیں۔ (۴) اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی وجہ سے دشمنی پیدا ہوتی ہو، لڑائی کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع کے اوپر اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔ (۵) جب انسان کو معلوم ہے کہ میں امر بالمعروف کروں گا تو لوگ میری بات نہیں مانیں گے؛ لیکن ساتھ میں مجھے ماریں گے بھی نہیں، اور بری بات بھی نہیں بولیں گے تو اختیار ہے؛ چاہے تو امر بالمعروف کرے چاہے تو چھوڑ دے؛ لیکن کرنا افضل ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۚ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۰۷﴾

اورتم ان (یہوداورنصاریٰ) لوگوں کی طرح مت ہوجانا جن کے پاس صاف صاف احکام پہنچ جانے کے بعدوہ (آپس میں) جدا جدا (یعنی متفرق) ہوگئے اوروہ (آپس میں) اختلاف میں پڑ گئے ① اور ایسے ہی لوگوں کے لیے (اس دن) بڑا عذاب ہے ﴿۱۰۵﴾ جس (قیامت کے) دن کچھ چہرے (یعنی ایمان والوں کے) سفید (چمکتے) ہوں گے اور کچھ چہرے (یعنی کافر اور نافرمان کے) کالے پڑے ہوں گے، سوجن کے چہرے کالے پڑے ہوں گے ان کو کہا جائے گا کہ تمھارے ایمان لانے کے بعد کیا تم نے کفر اپنا لیا تھا ②؟ سو جو کفر تم کرتے تھے اس کی سزا میں (اب) تم عذاب چکھو ﴿۱۰۶﴾ اور جن لوگوں کے چہرے سفید (یعنی روشن چمکتے) ہوں گے سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت (یعنی جنت) میں ہوں گے ③، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۰۷﴾

---

① یعنی اللہ کے احکام میں بے جا اختلافات اور عملی تفرقے انھوں نے کھڑے کر دیے جو ہرگز مناسب نہیں۔

② ایمان لانے کے بعد کفر کا مطلب:

(الف) جو اہلِ کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تورات، انجیل میں بتائی ہوئی نشانیوں کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے اور آپ کی بعثت کا انتظار کرتے تھے، پھر جب آپ کی بعثت ہوئی تو ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

(ب) ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی فطرت پر پیدا فرمایا؛ لیکن کافر لوگ اس فطرت کو ضائع کرتے ہیں اور کفر اپنا لیتے ہیں۔ (ج) مرتد اور منافق بھی مراد ہیں۔

(د) فاسق مسلمان جو ایمان لانے کے بعد کافروں کے جیسا عمل کرتے ہیں، یعنی جن ایمان والوں کا عمل کافروں جیسا ہے وہ بھی مراد ہے۔

③ اس آیت میں جنت کو رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے، اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جنت کا داخلہ اللہ کی رحمت ہی سے حاصل ہوگا، انسان محض اپنے اعمال سے جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

ع ۸ ۳

تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۱۰۹﴾
كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ
وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اٰمَنَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ؕ مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ
الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم تمھارے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمام عالم والوں پر (ذرا سا بھی) ظلم کرنا نہیں چاہتے (۱) ﴿۱۰۸﴾ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی مالکی میں ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۱۰۹﴾

تم (اے امتِ محمدیہ!) بہترین امت ہو جو (عالم میں عام) لوگوں کے فائدے کے لیے بھیجی گئی ہو (۲) تم اچھا کام کرنے کے لیے کہتے ہو اور تم برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ تو ایمان والے ہیں (۳) اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں (۴) ﴿۱۱۰﴾

---

(۱) یعنی عذاب وثواب جو کچھ ہے وہ عین انصاف اور مقتضائے رحمت وحکمت ہے۔

(۲) یعنی تمھارا سراپا وجود لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے ہے۔
امر بالمعروف کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں:
(۱) معروف کا علم ہو؛ اس لیے کہ جو آدمی معروف کا علم نہیں رکھتا ہے وہ کبھی اچھی بات نہیں سکھلا سکتا۔
(۲) اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ (۳) شفقت اور نرمی کے ساتھ بات کہے۔
(۴) امر بالمعروف کرنے والا صبر کرنے والا اور حلیم ہو۔
(۵) امر بالمعروف کرنے کی طاقت اور قدرت بھی ہو۔
(۶) امر بالمعروف کرتے وقت اپنی ذات کے لیے کوئی سوال نہ کرے۔

(۳) جو نبیٔ کریم ﷺ پر ایمان لائے اور مسلمان ہوگئے۔

(۴) اس آیت کے متعلق اہم فوائد اور نکات بندہ کے خطبات میں ملاحظہ فرمائیں۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ

وہ (تھوڑا بہت) ستانے کے سوا تم کو (کوئی بڑا) نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکیں گے① اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی ﴿۱۱۱﴾ جہاں کہیں بھی وہ (اہلِ کتاب) پائے جائیں ذلت ان پر ماردی گئی②: الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سبب بن جائے یا③ لوگوں کی طرف سے کوئی ذریعہ نکل آوے④ اور وہ (اہلِ کتاب) اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر لوٹے ہیں⑤ اور ان (اہلِ کتاب) پر محتاجی مسلط کردی گئی ہے، اس (برے حال) کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

① معلوم ہوا کہ تمام اہلِ کتاب آپس میں مل کر مسلمانوں کا کلی خاتمہ ہرگز نہیں کرسکتے۔

② (دوسرا ترجمہ) ذلت ان پر لازم کردی گئی۔

③ جس کے سہارے وہ حفاظت میں آجاوے۔ بہت سے حضرات نے یہاں ''واؤ'' کا ترجمہ ''اور'' کیا ہے۔

④ ایک تفسیر اس کی یہ ہے کہ دو رسیاں یہودیوں کے گلے میں رہیں گی: (۱) اللہ کا قانون (یعنی تورات جسے وہ نہیں چھوڑ سکیں گے) (۲) انسانوں کی غلامی کی رسی۔

حبل من اللہ کی تفسیر یہ ہے کہ: (۱) تورات کی بعض بچی ہوئی رسموں پر وہ لوگ عمل کرتے تھے، اس کے طفیل میں ان کو ذلتی سے حفاظت ملی۔ (۲) دوسرا مطلب: اللہ کا ذمہ۔ (۳) تیسرا: اسلام قبول کرلیوے۔ (۴) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے قانون میں امن دے دیا ہو، جیسے: نابالغ بچے، عورتیں یا ایسے اپنی مذہبی عبادت میں لگے رہنے والے جو مسلمانوں سے لڑتے نہیں، وہ محفوظ و مامون رہیں گے۔

اور ''من الناس'' سے مراد: (۱) کسی کی رعیت بن کر پناہ میں پڑے رہیں (۲) مسلمانوں سے صلح کا عہد کرکے اللہ تعالیٰ کے ذمے میں آجاویں۔ (۳) جزیہ دے کر مسلمانوں کے ملک میں رہنے آجاویں۔ (۴) قرآن میں ''من الناس'' فرمایا ہے، ''من المسلمین'' نہیں؛ اس لیے یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ دوسرے غیر مسلموں سے صلح کا معاہدہ کرکے ان کی پشت پناہی میں آجائیں تو مامون رہ سکتے ہیں۔

⑤ یعنی اللہ کے غضب کے مستحق ہوگئے ہیں۔ ان میں سے اکثر مالداری کے باوجود محتاج اور حریص کی طرح رہتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ۝۱۱۲ لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ
يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ۝۱۱۳ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ
وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ
مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝۱۱۴ وَمَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ۝۱۱۵

(نیز) اس (بری حالت) کا سبب یہ (بھی) ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے① اور (اللہ تعالیٰ کی) حد سے وہ لوگ نکل گئے تھے② ﴿۱۱۲﴾ (لیکن) وہ سب (اہلِ کتاب) ایک جیسے نہیں ہیں، اہلِ کتاب میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (سیدھے راستے یعنی اسلام پر) قائم ہیں، وہ رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو پڑھتے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ کے آگے) سجدہ کرتے ہیں③ ﴿۱۱۳﴾ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور وہ اچھی باتیں سکھلاتے ہیں اور وہ برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں (کے کرنے) میں جلدی کرتے ہیں④ اور ایسے ہی (صفات والے) نیک لوگوں میں سے ہیں ﴿۱۱۴﴾ اور وہ لوگ جو بھی نیک کام کریں گے⑤ تو اس کی ہرگز ناقدری نہیں کی جائے گی⑥ اور اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۱۱۵﴾

---

① اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ان کی عادت بن گئی ہے، آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

② اِس میں یہودیوں کی چار شرارتوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا: (۱) اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار (۲) نبیوں کا ناحق قتل (۳) احکامِ شریعت کی نافرمانی (۴) حدودِ شریعت سے حد تجاوزی، اور اس کے اوپر تین سزائیں بتلائی گئیں: (۱) اللہ تعالیٰ کا غضب (۲) ذلتی (۳) محتاجی کو مسلط کر دیا جانا۔

③ (دوسرا ترجمہ) نماز پڑھتے ہیں۔

④ (دوسرا ترجمہ) نیک کام کرنے میں چست رہتے ہیں۔

⑤ معروف اور بھلی بات کا انسان داعیِ حق بن جائے تو اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ دوسروں کے غلط داؤ پیچ سے اس کی حفاظت ہوتی ہے، داعیِ حق میں ایک روحانی قوت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کی غلط دعوت سے متاثر نہیں ہو پاتا۔

⑥ یعنی اس کے ثواب سے محروم نہیں رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱۶ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا
صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ۝۱۱۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ
وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا
لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۱۸

یقینی بات ہے جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تو نہ ان کا مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام آئیں گے اور وہی (جہنم کی) آگ (میں جانے) والے ہیں، اس میں وہ (کافر) ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۱۶﴾ (کافر) لوگ اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ (اپنے مال اور صلاحیت کو) خرچ کرتے ہیں اس (خرچ کے ضائع اور برباد ہونے) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سخت ٹھنڈک والی (تیز) ہوا ہو، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو جا لگے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہو، سو وہ (ٹھنڈی ہوا) اس (کھیتی) کو (بالکل) برباد کر دیوے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا؛ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں[۱] ﴿۱۱۷﴾ اے ایمان والو! تم اپنوں کے علاوہ (کسی دوسرے) کو (اپنا) راز دار مت بناؤ[۲] وہ تمھارے خلاف فتنہ (فساد) کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے[۳]، جتنی تکلیف تم کو پہنچے اس میں ان کی خوشی ہے[۴]، دشمنی ان کی زبان سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو (کینہ) اپنے سینوں میں وہ چھپا کر بیٹھے ہیں وہ تو اس (ظاہر ہونے والی دشمنی) سے بہت بڑا ہے، پکی بات یہ ہے کہ ہم نے (ان کی دشمنی کی) علامتیں تمھارے سامنے ظاہر کر دیں، اگر تم سمجھ سے کام لو[۵] ﴿۱۱۸﴾

① یعنی خود اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ ② بِطَانَۃٌ: معتمد، مشیر، اپنے نظام میں دخل اندازی کرنے والا، یہ سب معانی ''بطانۃ'' کے نکلتے ہیں، جو یہاں آیت میں ہو سکتے ہیں۔ ③ (دوسرا ترجمہ) کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔
④ (دوسرا ترجمہ) وہ تمھارے نقصان کی دل سے تمنا کرتے ہیں (تیسرا ترجمہ) وہ چاہتے ہیں کہ تم کو تکلیف پہنچے۔
⑤ تو تم ان یقینی علامتوں سے دشمن کو پہچان لوگے۔

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ
وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲ ۴
وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ لا

(اے مسلمانو!) سن لو! تم ایسے ہو کہ تم ان (منافقوں) سے محبت (کا برتاؤ) رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم (مسلمان) تو تمام (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور (ان کی حالت ایسی ہے کہ) جب وہ تم (مسلمانوں) سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: ہم تو ایمان لے آئے اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو تمھارے خلاف غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں① تم (ان کو ایسا) کہہ دو کہ: تم اپنے غصہ میں مرو②، یقینی بات ہے کہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۱۱۹﴾ اگر تم (مسلمانوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم (مسلمانوں) کو کوئی برائی پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر اپنا لو اور تم تقویٰ کے پابند رہو تو ان کی سازش تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی، یقینی بات ہے کہ جو کام بھی وہ لوگ کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ (کے علم اور قدرت) کے احاطہ میں ہیں③ ﴿۱۲۰﴾ اور (احد کی لڑائی کا وقت یاد کرو) جب صبح کے وقت تم اپنے گھر والوں سے نکلے④، ایمان والوں کو لڑائی کی غرض سے (الگ الگ) ٹھکانوں پر مقرر کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتے ہیں، ہر چیز کو جانتے ہیں ﴿۱۲۱﴾

---

①(دوسرا ترجمہ) انگلیاں چبا ڈالتے ہیں۔②یعنی اے منافقو! موت تک مسلمانوں کے متعلق غصے میں پڑے رہو، تمھارے اس غصے سے مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور تمھاری جو چاہت ہے کہ مسلمان برباد ہو جائے وہ چیز حاصل نہ ہوگی۔③(دوسرا ترجمہ) ان کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہے۔

④اس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی، گویا کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے احد کے لیے روانہ ہوئے، اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ظاہر ہوئی۔

نوٹ: احد کی لڑائی ۷ ار شوال ۳ھ میں ہوئی، مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ ر اور مشرکینِ مکہ کی تعداد ۳۰۰۰ ر تھی۔

إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

أَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ أَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ ط بَلٰٓى ۙ إِنْ تَصْبِرُوْا

وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

اس وقت تم میں سے دو قبیلے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر رہے تھے① اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کے والی تھے② اور مومنوں کو تو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ﴿۱۲۲﴾ اور پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بدر (کی لڑائی) میں تمھاری مدد کر چکے تھے؛ حالاں کہ تم (اس وقت) کمزور (یعنی بے بس) تھے؛ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو؛ تاکہ تم شکر کرنے والے بن جاؤ ﴿۱۲۳﴾ (بدر میں یہ مدد اس وقت آئی) جب تم ایمان والوں سے کہہ رہے تھے: کیا تمھارے لیے یہ (بات) کافی نہیں ہے کہ تمھارے رب تین ہزار فرشتے (خاص طور سے) اتار کر تمھاری مدد کرے؟③ ﴿۱۲۴﴾ کیوں نہیں؟ اگر تم صبر کرو گے④ اور تم تقویٰ اپناؤ گے⑤ اور وہ (دشمن) اچانک (ایک ساتھ) تم پر ٹوٹ پڑے تو تمھارے رب پانچ ہزار خاص نشان والے⑥ فرشتوں سے تمھاری مدد کریں گے ﴿۱۲۵﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) جب کہ تم میں سے دو قبیلوں کے لوگ ہمت ہار گئے (اور واپس جانے کا ارادہ کر رہے تھے) مراد: بنو حارثہ اور بنو سلمہ ہیں۔ ② (دوسرا ترجمہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے مددگار تھے۔

نوٹ: اس میں دونوں قبیلے کی فضیلت کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جما دیا۔

③ یعنی جو ملائکہ زمین پر مختلف انتظامات میں ہوتے ہیں ان کے علاوہ آسمان سے خاص مدد ہی کے لیے اتارے جائیں۔

④ یعنی میدان میں ثابت قدم رہو گے۔

⑤ یعنی نافرمانی سے بچو گے۔

⑥ خود فرشتوں پر بھی خاص نشانی تھی اور ان کے گھوڑوں پر بھی خاص نشانی تھی، جنگ کے موقع پر اپنی اپنی فوج کی پہچان کے لیے خاص وردی اور خاص نشان لگائے جاتے ہیں۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآىٕبِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَیْسَ
لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳ ۲

اور اس (اتنی بڑی تعداد میں مدد) کو اللہ تعالیٰ نے تمھاری خوشی کے لیے ہی مقرر کیا؛ اور تاکہ اس (بڑی تعداد) کے ذریعہ تمھارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور مدد (یا فتح) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے جو (اللہ تعالیٰ) بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۲۶﴾ (بدر میں یہ مدد اللہ تعالیٰ نے اس لیے کی:) تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو (اللہ تعالیٰ) ہلاک کر دیویں یا (اللہ تعالیٰ) ان کو ذلیل کریں (یا ہرا دیویں) کہ وہ (کافر) ناکام ہو کر واپس بھاگ جاویں ﴿۱۲۷﴾ (اے نبی!) تم کو ان (کافروں) کے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں ہے[1] یا وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو توبہ کی توفیق دیویں[2] یا (اللہ تعالیٰ) ان کو عذاب دیویں؛ کیوں کہ یقینی بات ہے کہ وہ (کافر) ظالم ہیں[3] ﴿۱۲۸﴾ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ مہربان ہیں ﴿۱۲۹﴾

---

① وہ کافر مسلمان بن جاویں یا کفر پر رہیں۔

اِس آیت کا شانِ نزول:

(۱) حضور ﷺ نے مکہ کے کافروں کے لیے ان کی شرارتوں کی وجہ سے نام بنام لعنت فرمائی، جیسے: ابوسفیان، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ، اس طرح ان حضرات پر نام بنام لعنت سے آیت میں روکا جا رہا ہے؛ چوں کہ آئندہ ان تمام حضرات کو ایمان کی توفیق دینا اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں مقدر میں تھا۔

(۲) اُحد میں بہت سے شہدائے کرام کو کافروں نے ناک، کان وغیرہ کاٹ کر مثلہ کیا تھا تو اس کا اثر قلبِ اطہر پر ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر غلبہ عنایت فرمایا تو ہم بھی ان کے ساتھ ایسا ہی

کریں گے جیسا انھوں نے کیا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) مکہ والوں کی بالکل تباہی اور بربادی ہوجائے ایسی بددعا کا ارادہ ہوا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۴) بئرِ معونہ والے واقعے میں جب ۷۰ رقرائے کرام کو دشمنوں نے دھوکا دے کر شہید کیا تو آپ ﷺ کو سخت رنج ہوا اور ایک مہینے تک ہر نماز میں ان کے لیے بددعا فرمائی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۵) ایک قریشی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: تم ایک بات سے منع کرتے ہو، پھر اس کو پلٹ دیتے ہو (منسوخ ہونے والے احکام کے لیے وہ کہہ رہا تھا) ایسا کہہ کر اس نے اپنی پیٹھ گستاخی کے طور پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے کی اور پیچھے سے اپنی سرین حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے کھول دی، اس کی انتہائی درجے کی گستاخی پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بددعا کی، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، بعد میں اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دی اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا۔

یہاں کافروں کی چار حالتیں بیان کی ہے جیسا کہ بدر میں ہوا:

(۱) کافروں کی ایک جماعت کی ہلاکت۔

(۲) کافروں کی دوسری جماعت کو شکست۔

(۳) کافروں کو ناکام لوٹانا۔

(۴) کافروں کو اسلام کی توفیق دے کر ان پر رحم کرنا؛ گویا کچھ مواقع پر بددعا سے اس طرح روکا گیا۔

② یعنی کافر مسلمان ہوجائیں۔

③ او یتوب علیھم او یعذبھم کا مطلب: اگر وہ مسلمان ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائیں گے اور اگر کفر پر جمے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں گے۔ دنیا میں عذاب قتل یا قید کی صورت میں، اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہوگا۔ فانھم ظالمون: یہ عذاب دینے کی علت ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں: اَوْ یَتُوْبَ میں "اَوْ" حتی (یہاں تک) کے معنی میں ہے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں: "اَوْ" الّا ان کے معنی میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دشمنوں کو عذاب دینا یا نہ دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہے یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے رحم سے مسلمان ہوجائیں گے اور اس کے ذریعے نبی کو خوشی ہوگی یا وہ کفر پر جمے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں گے جس سے آپ کو سکون حاصل ہوگا۔

اَوْ یَتُوْبَ کا عطف اَلْاَمر یا شیءٌ پر ہے: یعنی ان کافروں کے معاملے کا یا ان کو عذاب دینے کا یا رحم کرنے کا کوئی اختیار آپ کو نہیں ہے، آپ کا کام ہے ان کو جہنم سے ڈرانا، ان کے ساتھ دینی نسبت سے قتال کرنا، نتیجہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۳۰
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝۱۳۱ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲
وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴

اے ایمان والو! تم کئی گنا بڑھا کر سود مت کھاؤ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو①؛ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ﴿۱۳۰﴾ اور تم ایسی آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے ﴿۱۳۱﴾ اور تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی بات مانو؛ تاکہ تم پر رحم کیا جائے② ﴿۱۳۲﴾ اور تم اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ③ کہ اس (جنت) کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (جیسی) ہے جو تقویٰ والوں کے لیے تیار کی گئی ہے ﴿۱۳۳﴾ (تقویٰ والے لوگ وہ ہیں) جو خوشی (یعنی اچھی حالت) اور تکلیف میں (اللہ تعالیٰ کے لیے مال) خرچ کرتے ہیں④ اور وہ غصہ کو دباتے ہیں⑤ اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں⑥ اور اللہ تعالیٰ (ایسے) نیکی کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں ﴿۱۳۴﴾

---

① اور ہر طرح کے سود سے خود کو بچاؤ۔
② اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت رحمتِ الٰہی کو حاصل کرنے کا بہترین نسخہ ہے، یہ اس آیت میں بتلایا گیا ہے۔
③ یعنی ایسے نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور مستعدی دکھاؤ جو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے۔
④ مال کی کمی کے زمانے میں بھی جو میسر ہو اس میں سے صدقہ کیا کرو، اس سے صدقہ کی نیک عادت باقی رہے گی اور صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ وسعت عطا فرمائیں گے۔
⑤ (دوسرا ترجمہ) غصہ کو قابو میں رکھتے ہیں۔ ایک معنیٰ ہے: اپنے غصے کو ضبط کرنے والے ہیں۔
⑥ یعنی غصہ کو دبانا اور معاف کرنا ان کی عادت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪
وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

اور (تقویٰ والے لوگ) وہ ہیں کہ جب وہ کوئی کھلا گناہ کر بیٹھتے ہیں① یا (برا کام کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (تو فوراً) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں② سو (اللہ تعالیٰ سے) اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور (حقیقت بھی یہی ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ اور اپنے کیے ہوئے (گناہوں) پر اڑے نہیں رہتے③ حال یہ کہ وہ جانتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی سچی توبہ قبول کرتے ہیں) ﴿۱۳۵﴾ یہ (تقویٰ والے) وہ لوگ ہیں کہ ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور (جنت کے) باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان (باغات) میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (نیک) عمل کرنے والوں کا بدلہ کتنا اچھا ہے! ﴿۱۳۶﴾ تم سے پہلے بہت سارے واقعات ہو چکے ہیں، سو تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو④ کہ (نبیوں کو) جھٹلانے والوں کا (برا) انجام کیسا ہوتا ہے؟ ﴿۱۳۷﴾

---

① یعنی بے حیائی کا کام ہو جاتا ہے۔
② یعنی گناہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب کی یاد تازہ ہوگئی اور فوراً معافی مانگنے لگ جاتے ہیں، عام طور پر گناہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے غفلت کی وجہ سے ہوتے ہیں؛ اس لیے گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، ذکر میں مشغول ہو جاؤ اور معافی کے شرائط کے ساتھ استغفار کرو۔
توبہ کی شرطیں: (۱) ندامت (۲) گناہ کا ترک (۳) آئندہ نہ کرنے کا عزم (۴) حقوق کی ادائیگی، اسی طرح دو رکعت استغفار کی نیت سے پڑھ کر کے بھی معافی مانگے۔
③ (دوسرا ترجمہ) جانتے ہوئے اپنے کیے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے۔ ④ عبرت کی نیت سے سفر اچھی چیز ہے، اب تو عبرت کے مقامات تفریح گاہ بن گئے ہیں، یا للعجب! مزید تفصیل کے لیے بندے کی تالیف ''دیکھی ہوئی دنیا'' دیکھیے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ
مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ
حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

یہ (تمام) لوگوں کے لیے (صاف صاف) بیان (یعنی اعلان) ہے اور (خاص) تقویٰ والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے ﴿۱۳۸﴾ اور تم کم ہمت مت بنو[1] اور تم غمگین بھی مت ہوؤ اور تم ہی لوگ غالب رہو گے اگر تم (کامل) ایمان والے ہو جاؤ[2] ﴿۱۳۹﴾ (اے مسلمانو!) اگر تم کو ایک زخم (احد میں) پہنچا ہے تو اس (کافر) قوم کو بھی ایسا ہی زخم (اس سے پہلے بدر میں) پہنچ چکا ہے اور یہ (ہار جیت کے) دن (یا اوقات) ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں اور (احد میں تکلیف پہنچنے کے حالات اس لیے آئے)؛ تاکہ اللہ تعالیٰ (کامل) ایمان والوں کو (جانچ کر یا ظاہر کر کے یا جدا کر کے) جان لیویں اور تم (مسلمانوں) میں سے بعض لوگوں کو شہادت دیویں اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے ﴿۱۴۰﴾ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (گناہ کے میل کچیل سے) پاک کر دیویں اور کافروں (کے زور) کو (اللہ تعالیٰ) مٹا دیویں[3] ﴿۱۴۱﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؛ حالاں کہ ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے (جانچ کر یا ظاہری طور پر جدا کر کے) تم میں سے نہ جہاد کرنے والوں کو معلوم کیا اور نہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کیا[4] ﴿۱۴۲﴾

---

① سست، کمزور مت بنو، ہمت مت ہارو۔ ② جب انسان کا ایمان صحیح اور مضبوط ہوتا ہے تو دل میں ایک طاقت اور قوت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ ہوتا ہے اور دشمنوں سے انسان بے پرواہ ہو جاتا ہے، تو کمالِ ایمان کا تقاضا ہو گیا کہ انسان ہمت نہ ہارے، حالات کے اوپر غم زدہ نہ ہوئے۔ ③ یعنی ایمان والوں کو جو مصیبت پہنچی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک کر دیوے اور کافروں کو ہلاک کر دیوے، محق کا ایک معنی: ہلاک کرنا۔
④ (دوسرا ترجمہ) دیکھا ہی نہیں (یعنی کامل ایمان اور صبر کا ظاہر میں بھی امتحان ہوتا ہے)۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور پکی بات ہے کہ اس (شہادت کی موت) کے سامنے آنے سے پہلے تم (شہادت کی) موت کی تمنا کیا کرتے تھے، سو واقعتاً تم نے اس (موت کے اسباب) کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا[1] ﴿۱۴۳﴾

اور محمد (ﷺ) رسول ہی تو ہے[2]، پکی بات ہے کہ ان سے پہلے بہت سارے رسول گذر چکے[3] سو اگر وہ وفات پا جائیں یا ان کو شہید کر دیا جائے تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے[4] اور جو شخص بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو بدلہ (یعنی ثواب) دیں گے ﴿۱۴۴﴾ اور کسی بھی نفس (یعنی جان والے) کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے، جس (موت) کا ایک مقرر وقت پر آنا لکھا ہوا ہے اور جو شخص (بھی) دنیا کا ثواب (یعنی بدلہ) چاہتا ہے تو ہم اس کو اس (دنیا) میں سے کچھ حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا (ہمیشہ کا) ثواب چاہتا ہے تو ہم اس کو اس (آخرت) میں سے حصہ دے دیتے ہیں اور شکر کرنے والوں کو عنقریب ہم بدلہ دیں گے[5] ﴿۱۴۵﴾

---

① غزوۂ احد میں موت کے حالات سامنے آ گئے تھے۔ ② "محمد": جس شخص کی تعریف بہت زیادہ یا بار بار کی گئی ہو، جو اچھے صفات کا مجموعہ ہو۔ ③ (دوسرا ترجمہ) بہت سارے رسول ہو چکے۔ "خلت" کے معنی فوت ہونے کے نہیں؛ بلکہ گزرنے اور جگہ خالی کرنے کے ہے۔ ④ یعنی اسلام چھوڑ دو گے۔ ⑤ یعنی جو دین پر ثابت قدم رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائیں گے۔ اس سے اشارہ مالِ غنیمت کی طرف ہے؛ یعنی اگر کوئی صرف مالِ غنیمت حاصل کرنے کی نیت سے جہاد میں شریک ہوگا تو اسے مالِ غنیمت میں سے تو حصہ مل جائے گا؛ لیکن آخرت کا ثواب حاصل نہیں ہوگا اور اگر اصل نیت اللہ کے حکم پر عمل کی ہوگی تو ثواب ملے گا اور ساتھ ساتھ مالِ غنیمت بھی ملے گا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا
ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾
فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤٨﴾ ع ١٥

اور بہت سارے نبی ہیں کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سارے اللہ والوں نے (اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے) جنگ کی، پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو تکلیف پہنچی اس سے وہ ہمت نہیں ہارے اور نہ کمزور ہوئے اور وہ نہ (دشمن کے آگے) جھکے① اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں ﴿۱۴۶﴾ اور ان (مجاہدین) کی زبان سے یہی بات نکلی کہ وہ (یوں) کہنے لگے کہ: اے ہمارے رب! آپ ہمارے گناہوں کو اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو زیادتی ہوئی اس کو معاف فرما دیجیے اور آپ ہمارے قدموں کو جما دیجیے، اور آپ کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد کیجیے② ﴿۱۴۷﴾ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب (یعنی بدلہ) اور آخرت کا بہترین ثواب عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں ﴿۱۴۸﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) دشمن سے دبے نہیں۔

② دیکھیے دعا کی اہمیت کہ عین قتال اور جہاد کے موقع پر بھی گناہوں کی مغفرت کی دعا:

(۱) شریعت کے حدود سے حد تجاوزی نہ ہو جائے، زیادتی نہ ہو جاوے، اسراف نہ ہو جائے۔

(۲) ثابت قدمی کی دعا۔

(۳) دشمنوں پر مدد اور نصرت کی دعا۔

معلوم ہوا کہ انسان ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ دعا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ
مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا
فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ

اے ایمان والو! جنھوں نے کفر اپنا رکھا ہے اگر تم ان کی بات مانو گے تو وہ تم کو الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے، سو (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) تم نقصان میں پڑ جاؤ گے ﴿۱۴۹﴾ (یہ کافر لوگ تمھاری مدد نہیں کر سکتے) بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمھاری مدد کرنے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) سب سے بہتر مدد کرنے والے ہیں ﴿۱۵۰﴾ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے عنقریب ہم ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے[۱]؛ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک کیا جس (کے شریک ہونے) کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان (کافروں) کا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ ہے اور وہ ظالموں کے رہنے کی بہت بری جگہ ہے ﴿۱۵۱﴾ اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ اپنا وعدہ (اس وقت) سچا کر دیا جب کہ تم ان (دشمنوں) کو اسی (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے (احد کی لڑائی کے شروع میں) قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم ہمت ہار گئے اور (نبی کے) حکم (کو پورا کرنے) کے بارے میں آپس میں بحث (یعنی اختلاف) کرنے لگے اور اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو جو چیز پسند تھی وہ (فتح اور مالِ غنیمت[۲]) تم کو دکھا دی اس کے بعد تم نے (امیر کی) بات نہیں مانی،

---

۱ ایمان کی برکت سے ہمت اور جرأت آتی ہے اور کفر کی نحوست سے بزدلی اور مرعوبیت آتی ہے۔

۲ ''پسندیدہ چیز'' یہاں مراد ''مالِ غنیمت'' ہے جسے دیکھ کر ٹیلے پر جو حضرات تھے ان میں سے اکثر اپنے امیر کے حکم کے خلاف ٹیلہ چھوڑ گئے تھے۔

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

تم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو دنیا کو چاہتے تھے① اور تم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو آخرت کو چاہتے تھے②، پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے ان (کافروں) پر سے تمھارا رخ پھیر دیا③؛ تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ) تمھارا امتحان لیویں، اور یقینی بات ہے کہ (اب) وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو معاف کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں پر (بڑے) فضل (کرنے) والے ہیں ﴿۱۵۲﴾ جب تم منہ اٹھا کر چلے ہی جا رہے تھے اور تم کسی کو پیچھے مڑ کر دیکھ نہیں رہے تھے؛ حالاں کہ رسول تم کو تمھارے پیچھے کی جانب سے پکار رہے تھے، سو اللہ تعالیٰ نے تم (مسلمانوں) کو غم کے بدلے غم دیا④؛ تاکہ کسی چیز کے تمھارے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے اور کسی مصیبت کے پیش آنے کی وجہ سے تم غمگین نہ ہوا کرو⑤ اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ﴿۱۵۳﴾

---

① اس لیے کہ غنیمت کا مال دنیا میں بھی فائدہ مند ہے۔

② حضراتِ صحابہؓ کے سامنے دو اہم چیزیں تھیں: [۱] جس جگہ نبیٔ کریم ﷺ نے بٹھایا تھا اس مورچے کی حفاظت۔ [۲] مالِ غنیمت کو جمع کرنا؛ چوں کہ جنگ میں ضابطے کے مطابق غنیمت کو جمع کرنے کے وہ مستحق تھے، اب اس وقت مصلحت یہ تھی کہ صرف مورچے کی حفاظت کی جائے؛ لیکن انھوں نے مورچے کی حفاظت اور مالِ غنیمت کو جمع کرنا دونوں کو ایک وقت میں حاصل کرنے کی کوشش کی اور جنگ ختم ہوگئی یہ سمجھ کر جگہ سے ہٹ گئے جو مناسب بات نہیں تھی، حضرات صحابہؓ صرف حصولِ دنیا کو مقصود بالذات سمجھے ایسا نہیں تھا۔

③ (دوسرا ترجمہ) پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے تم (مسلمانوں) کو ان (کافروں) پر غالب آنے سے ہٹا دیا۔

④ دو غم کس طرح: (۱) اجتہادی غلطی کی وجہ سے حضور (ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی تو نبی کو تم نے غم پہنچایا اس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو شکست کا غم پہنچایا۔ (۲) ساتھیوں کی شہادت اور شکست اس طرح غم پر غم تم کو پہنچا۔ (۳) احد میں مسلمان شروع میں کامیابی کی طرف آگے بڑھ رہے تھے وہ کامیابی فوت ہوگئی، اس کا غم اور ساتھ میں نبیٔ کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلی اس کا غم، اس طرح دوہرے غم جمع ہوگئے۔ ⑤ (دوسرا ترجمہ) تم زیادہ صدمہ نہ کرو۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ

الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ

الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ

پھر (اس) غم کے بعد (اللہ تعالیٰ نے) تم پر اطمینان اتارا①، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے ایک جماعت پر پوری طرح چھا گئی تھی اور (دوسری) ایک جماعت کو اپنی جان ہی کی فکر لگی ہوئی تھی②، جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق (جھوٹے) جاہلوں جیسے گمان کر رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے: کیا ہم کو بھی کوئی اختیار حاصل ہے③؟ تو تم (جواب میں ایسا) کہو کہ: اختیار تو سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے، وہ لوگ اپنے دلوں میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو وہ تمھارے سامنے ظاہر نہیں کر رہے تھے، ان کا کہنا یہ تھا کہ اگر اس معاملے میں ہم کو کچھ بھی اختیار حاصل ہوتا④ تو ہم یہاں (میدان احد میں) قتل نہ کیے جاتے، تو (اے نبی!) تم (جواب میں ایسا) کہو: اگر تم لوگ اپنے گھروں میں رہتے تو بھی جن کے لیے قتل ہونا (تقدیر میں) لکھا ہوا ہوتا تو وہ ضرور باہر نکل کر اپنی قتل کی جگہ پر پہنچ جاتے اور (یہ قتل وشکست کا معاملہ اس لیے پیش آیا) تا کہ جو کچھ تمھارے سینوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو آزمائیں اور تا کہ جو (ایمان) تمھارے دلوں میں ہے اس کو (اللہ تعالیٰ وساوس وغیرہ سے) پاک صاف کر دیں⑤

① ایسے غم کے مواقع پر خیالات بے قابو ہو جاتے ہیں اور قسم قسم کے برے وساوس آنے لگتے ہیں۔ عین لڑائی کے وقت پر نیند کا آنا یہ سکون اور چین تھا جو اللہ کی طرف سے ان کو نصیب ہوا جس کی برکت سے وہ پھر تازہ دم ہو گئے اور دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ ② اس سے مراد منافقین کی جماعت ہے۔ ③ یعنی منافقوں کی رائے یہ تھی کہ مدینے سے باہر نہ نکلے۔ ④ یعنی ہماری رائے پر عمل ہوتا، ہماری بات مانی جاتی تو یہ مصیبت نہ آتی؛ گویا تقدیر کا انکار کر رہے تھے۔
⑤ تمحیص کے اصل معنی: کسی عیب دار چیز کو عیب سے پاک، صاف کر دینا۔ یعنی ایمان کو گندگی اور وساوس سے صاف کرنا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴿١٥٤﴾

اور اللہ تعالیٰ سینوں کی بات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں①﴿١٥٤﴾

① پورے قرآن میں یہ آیت اور سورۂ فتح کی "محمد رسول اللہ" والی آیت ہے جس میں حروفِ معجم (حروفِ ہجا) مجتمع ہیں؛ اس لیے دونوں آیتوں کو "قَرِيْنَيْنِ" کہا جاتا ہے۔

قلب، صدر اور فواد میں فرق:

(۱) قلب: مشہور عضو۔ عقل، فہم، سوچ، فکر کے لیے اللہ تعالیٰ نے دل کو مخاطب بنایا ہے؛ یعنی جو افعال جدید طب نے دماغ سے متعلق بتلائے ہیں قرآن نے دل سے متعلق کیے ہیں، ارشادِ باری ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (الاعراف:۱۷۹)

ان کے دل تو ہیں؛ لیکن وہ ان سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

(۲) فؤاد: بعض نے کہا ہے کہ جو فرق 'عین' اور 'بصر' یا 'اُذن' اور 'سمع' میں ہے، وہی فرق 'قلب' اور 'فؤاد' میں ہے، جیسے اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے: ان السمع والبصر والفواد کل اولئك کان عنه مسولا.

اللہ تعالیٰ نے فؤاد سے جس باز پرس کا ذکر فرمایا ہے وہ ایسے ہی اعمال سے متعلق ہوگی جو شدتِ جذبات کے تحت انسان کر بیٹھتا ہے۔

فؤاد: گرمی اور شدید حرارت پر دلالت کرتا ہے؛ لہٰذا جہاں انسان کے جذبات کی شدت اور اس کی تاثیر کا ذکر آئے گا وہاں اس لفظ کا استعمال ہوگا۔ مثلاً:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (القصص:۱۰)

اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہوگیا (یعنی اس میں چین نہ رہا)۔

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (ابراهيم:۴۳)

سر اُٹھائے دوڑتے ہوں گے، ان کی نگاہیں (بھی) ان کی طرف نہ لوٹ سکیں گی اور دل (دہشت کے مارے) اُڑ رہے ہوں گے۔

(۳) صدر: سینہ۔ اور سینہ کے اندر ہی دل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴿۴۶﴾ (الحج:۴۶)

لیکن وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

لہٰذا کبھی صرف 'صدور' کہہ کر قلوب مراد لیے جاتے ہیں، جیسے: شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (یونس:۵۷)

اب چوں کہ صدر کا تعلق ظرف مکان سے ہے؛ لہٰذا اگر دل کی تنگی یا وسعت ہو تو صدور کا لفظ آئے گا۔ مثلاً:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ (الحجر: ۹۷)

اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمھارا دل تنگ ہوتا ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح: ۱)

کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا۔

پھر کسی چیز کو چھپانے کے لیے بھی چوں کہ ظرف کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا راز کی بات کے چھپانے، خیالات اور وسواس کے ذکر میں بھی صدر کا استعمال ہوگا۔ مثلاً:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (المومن: ۱۹)

وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتے ہیں اور جو باتیں دلوں میں ہیں ان کو بھی جانتے ہیں۔

الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (الناس: ۵)

وہ (شیطان) لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

(۴) اس معنیٰ میں قرآن میں ایک اور لفظ کا بھی استعمال ہوا ہے اور وہ ہے نفس (جمع نفوس)۔ اس سے خواہشات کا مبدأ اور آرزو کرنے اور خوش ہوجانے والا دل مراد ہوتا ہے، جہاں تک پوشیدہ باتوں اور خیالات وغیرہ کو چھپانے کا تعلق ہے، یہ صفت نفوس اور صدور دونوں میں پائی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ (الاحزاب: ۳۷)

اور تم اپنے دل میں وہ چیز چھپاتے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والے تھے۔

خواہشات کا تعلق نفس سے ہوتا ہے، خواہ وہ اچھی ہوں یا بری۔ ارشاد باری ہے:

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ (النجم: ۲۳)

یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل رہے ہیں۔

خوش ہونے کا تعلق بھی نفس سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا (النسا: ۴)

پھر اگر وہ عورتیں اپنے دل کی خوشی سے اس (یعنی اپنے مہر) میں سے تم کچھ چھوڑ دیں تو اسے شوق سے کھاؤ۔

اِس تفصیل سے ”دل“ کے لیے قرآن میں مستعمل الفاظ (قلب، فؤاد، صدر اور نفس) کے درمیان فرق کی کچھ وضاحت ہوجاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ
وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي
الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

رکوع ۷

یقینی بات ہے کہ جس دن (یعنی احد میں) دو لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اس دن جو لوگ تم میں سے پیٹھ پھرا گئے حقیقت میں شیطان نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے① اور پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے حلم والے ہیں ﴿۱۵۵﴾

اے ایمان والو! جنھوں نے کفر اپنا لیا ہے تم ان کی طرح نہ ہو جانا، اور جب ان کے (نسبی / وطنی) بھائی (زمین میں) کہیں سفر کرتے ہیں یا کسی جنگ میں شامل ہوتے ہیں (اور تقدیر کی بات کہ ان کو موت آ گئی یا وہ شہید ہو گئے) تو وہ (منافق) لوگ ان کے بارے میں (یوں) کہتے ہیں کہ: اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کر دیے جاتے (یہ بات اس لیے کہتے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو ان کے دلوں میں افسوس کا ذریعہ بنا دے② (ورنہ حقیقت یہ ہے کہ) زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح دیکھتے ہیں ﴿۱۵۶﴾

---

① اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے حکم کی خلاف ورزی کا ایک اثر بزدلی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے؛ یعنی ثبات قدمی باقی نہیں رہتی ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ گناہوں کے اثرات سے شیطانی وساوس کا غلبہ ہوتا ہے۔

② [۱] لام غایت کا ہے (یعنی لام کے بعد والا کلام پہلے کلام کا نتیجہ اور علت ہے) اور ذلک سے اعتقاد کی طرف اشارہ ہے، اور لام کا تعلق قالوا سے ہے، یعنی جو غلط عقیدہ ان کے دل میں تھا وہ بات ان کی زبان سے نکل رہی تھی، وہی چیز ان کی حسرت اور افسوس کا ذریعہ بن جائے گی۔

[۲] لام کا تعلق لاتکونوا سے ہے، یعنی منافقوں کی طرح تمھارا عقیدہ اور قول نہ ہونا چاہیے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾
وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ
فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي
الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ① یا تم (مقرر وقت پر اپنی موت) مر جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مغفرت اور رحمت (ملنے والی) ہے وہ ان (چیزوں) سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کو وہ (نافرمان) لوگ جمع کر رہے ہیں ﴿۱۵۷﴾ اور اگر تم اپنی موت مر جاؤ یا تم کو قتل کر دیا جائے تو بھی تم اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لے جا کر جمع کیے جاؤ گے ﴿۱۵۸﴾ سو اللہ تعالیٰ کی (بڑی) مہربانی کی وجہ سے تم ان کے لیے نرم (دل) ہو② اور اگر تم سخت مزاج، سخت دل والے (یعنی بد اخلاق، بد کلام) ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے (ہٹ کر) منتشر ہو جاتے، سو تم ان کو معاف کر دو اور تم (اللہ تعالیٰ سے) ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو③ اور تم (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کرتے رہو④، سو جب تم (کسی کام کا) پکا ارادہ کر لو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾

① (دوسرا ترجمہ) شہید ہو جاؤ۔
② نبی کو وفادار اور جاں نثار صحابہ ﷺ کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ نرمی کا سلوک کیا جاوے تو دوسروں کے لیے تو زیادہ ان اوصاف کو اپنانے کی تاکید ہے کہ نرمی اختیار کریں، سخت مزاجی اور سخت دلی سے وہ فائدہ نہیں ہوتا جو نرم مزاجی اور حسنِ اخلاق سے ہوتا ہے۔
③ کسی سے اتنا زیادہ درگزر کرنا کہ اس کو مجرم ہی نہ سمجھا جائے، یہ بڑے حوصلے والوں کا کام ہے۔
④ صاحبِ وحی کو مشورہ کا حکم ہے تو دوسروں کے لیے تو اس کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہے، مشورے سے ماتحتوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے اور کام کی مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں، تو امت کے بڑے لوگ اپنے ماتحتوں کے ساتھ یہ رویہ اور زیادہ اچھی طرح اپنا دے، اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ ۗ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ
ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ
بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ
بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

اگر اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کریں تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ) وقت پر تمھاری مدد کرنا چھوڑ دیں تو کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے[۱]؟ اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے ﴿۱۶۰﴾ اور کسی نبی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ (مالِ غنیمت میں) خیانت کرے[۲] اور جس نے خیانت کی ہوگی وہ قیامت کے دن وہ (خیانت والی) چیز لے کر حاضر ہوگا[۳]، پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۶۱﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا (یعنی خوشی) کے تابع ہے تو کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر لوٹا ہو[۴]؟ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو اور وہ (جہنم) بہت بری پہنچنے کی جگہ ہے ﴿۱۶۲﴾ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں (الگ الگ) درجے ہیں اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح دیکھتے ہیں ﴿۱۶۳﴾

---

① اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہوگی تو انسان کو رسوائی سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

② (دوسرا ترجمہ) وہ (کسی چیز کو) چھپا دیوے۔ یہاں ''غلول'' سے مراد: مالِ غنیمت چھپانا اور اس چیز میں خیانت کرنا جس کا اسے منتظم بنایا گیا ہے۔

③ مؤمنوں کو ہر طرح کی خیانت سے بچنا چاہیے، خیانت کبیرہ گناہ ہے۔

④ یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق ہوا ہو۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ
وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک ایسے رسول بھیجے جو ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں[۱] اور ان کو (ظاہری و باطنی گندگی سے) پاک صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں، اور یقینی بات ہے کہ وہ لوگ (رسول کے تشریف لانے سے) پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ﴿۱۶۴﴾ اور جب (احد میں) ایک مصیبت تم کو پہنچی جس سے دوگنی مصیبت تم (دشمن کو بدر میں) پہنچا چکے تھے تو کیا تم ایسے موقع پر یوں کہنے لگے کہ: یہ (شکست کی مصیبت) کہاں سے آ گئی؟ تو تم (ان کو جواب میں) کہو: وہ (مصیبت) تو خود تمھاری طرف سے آئی ہے[۲] یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں ﴿۱۶۵﴾ اور وہ نقصان جو دو لشکر کے ٹکرانے کے دن[۳] تم کو پہنچا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم (یعنی قضائے الٰہی) سے (پہنچا) ہے؛ اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (ظاہر میں بھی جانچ کر) معلوم کر لیویں ﴿۱۶۶﴾

---

① اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔
② (۱) نبی کی حاضری میں بھی نبی کے حکم کی خلاف ورزی کرو تو اللہ کی مدد رُک جاتی ہے۔
(۲) گویا مصیبت کے حالات اپنی خود کی کوتاہی کی وجہ سے آئے۔
(۳) کسی واقعے سے واقعی جائزہ لے کر عبرت حاصل کرنا۔
(۴) فتح و شکست کے اسبابِ واقعی کو معلوم کرنا؛ تا کہ آئندہ فائدہ مند ہو، یہ قرآن کا بتایا ہوا طرز ہے۔
(۵) تبصرہ اور جائزہ بس سرسری نہ ہو۔
③ مراد: احد کی جنگ۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور تا کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو (بھی ظاہر کر کے) معلوم کر لیویں اور ان (منافقوں) سے (یہی تو) کہا گیا تھا کہ تم آؤ! اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جنگ کرو یا (کم از کم دشمن کا) دفاع کرو، تو (جواب میں منافقین) کہنے لگے: اگر ہم (اس کو واقعی) لڑائی سمجھتے تو ہم ضرور (جنگ میں) تمھارے ساتھ چلتے، (جس دن وہ منافقین یہ بات کہہ رہے تھے) اس دن وہ (منافقین ظاہر میں بھی) اپنے ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہو گئے①، وہ (منافقین) اپنی زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی ہے② اور وہ (منافقین) جو کچھ (اپنے دلوں میں) چھپا رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۱۶۷﴾ (منافق ایسے لوگ ہیں کہ) وہ خود تو بیٹھے رہے اور اپنے (شہید) بھائیوں کے متعلق③ کہنے لگے: کہ اگر وہ ہمارا کہنا مان لیتے (اور جنگ میں نہ جاتے) تو وہ قتل نہ کر دیے جاتے، تم (ان منافقوں سے) کہہ دو: اگر تم (واقعی) سچے ہو تو (موت کا وقت آوے تب خود) اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا ﴿۱۶۸﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل (یعنی شہید) کر دیے گئے ہیں ان کو ہرگز (عام مردوں کی طرح) مردہ مت سمجھنا؛ بلکہ وہ تو زندہ ہیں④، ان کے رب کے پاس ان کو روزی عطا کی جاتی ہے ﴿۱۶۹﴾

① زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے، ② یعنی اسلام کو منہ سے ظاہر کرتے ہیں، اور دلوں میں کفر چھپا ہوا ہے، ③ احد میں جو مسلمان شہید ہوئے تھے بہت سوں کی منافقوں کے ساتھ خاندانی رشتہ داری ہوتی تھی، کم سے کم وطن تو ایک تھا ہی؛ اس لیے خاندانی وطنی بھائی ہونا مراد ہے، ④ یعنی ان کو برزخ میں دنیوی زندگی سے بہتر ایک خاص قسم کی زندگی عطا کی جاتی ہے۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۸

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو دیا ہے اس پر وہ خوش وخرم ہیں، اور ان کے پیچھے جو (مسلمان ابھی شہید ہوکر) ان تک نہیں پہنچے (اور دنیا میں زندہ ہیں) ان کے بارے میں (بھی) وہ خوش ہیں کہ (جب وہ شہید ہوکر آخرت میں ان سے آ کر ملیں گے تب) ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا[۱] ﴿۱۷۰﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمت[۲] اور فضل پر وہ خوشی مناتے ہیں اور اس بات پر بھی (خوشی مناتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے ﴿۱۷۱﴾

وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کا حکم قبول کیا[۳] ان میں سے جنھوں نے بھی نیک کام کیے اور تقویٰ اپنالیا ہے ان کے لیے بڑا اجر ہے[۴]۔ ﴿۱۷۲﴾

---

① آئندہ زمانے میں جس ناگوار بات کے پیش آنے کی توقع ہوتی ہے اس پر جو غم ہوتا ہے، اس کو "خوف" کہتے ہیں، اور نفع دینے والی چیز فوت ہوجائے، یا کوئی نقصان ہوجائے، اس پر جو غم ہوتا ہے اس کو "حزن" کہتے ہیں۔ ② اقربا اور رفقا کے اچھے احوال کی اطلاع، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ ③ یعنی احد کی جنگ کے بعد جب مکہ کے دشمنوں کا پیچھا کرنے کے لیے بلایا گیا تب زخم خوردہ شیر کی طرح پھر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے، یہ غزوۂ حمراء الاسد کی طرف اشارہ ہے۔

④ دیکھیے! صحابہ احد میں زخمی تھے، نیز ساتھ میں ستر بھائیوں کی شہادت کا غم ناک موقع تھا؛ لیکن اس کے باوجود انھوں نے تعزیتی جلسے نہیں کیے، ماتم کی مجلسیں منعقد نہیں کی؛ بلکہ اللہ ورسول کی طرف سے دین کا نیا تقاضا آیا تو فوراً اُس کے لیے تیار ہوگئے، اور اللہ کے دین کے لیے قربانی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ آج مسلمان بڑوں کے کارناموں کو آگے بڑھانے کی محنت کم کرتا ہے اور زیادہ وقت تعزیتی جلسے، مقالہ نگاری ہی میں گزارتا ہے۔ شرعی حد میں رہتے ہوئے تعزیتی جلسہ اور ان کے اوصاف حمیدہ کو جمع کرنا واقعی اچھی چیز ہے؛ لیکن زیادہ محنت اور جدوجہد بڑوں کے کارہائے خیر کو آگے بڑھانے کی فکر میں لگانا چاہیے۔ یہ اس آیت سے سبق ملتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝١٧٣ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ

وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝١٧٤ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٧٥ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ

یہی وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے یہ کہا تھا کہ: یقیناً (مکہ کے کافر) لوگ تمھارے مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے ہیں [١] لہٰذا تم ان سے ڈرتے رہنا، سو اس (خبر) نے ان کے ایمان کو اور زیادہ (قوی) کر دیا اور وہ (ایمان والے) بول اٹھے: ہم کو تو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہیں اور وہ (اللہ) کتنے اچھے کام بنانے والے ہیں [٢] ﴿۱۷۳﴾ سو وہ (مسلمان) اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے مالا مال ہو کر [٣] اس طرح واپس ہوئے کہ ان کو ذرا سی تکلیف بھی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی اتباع کی [۴] اور اللہ تعالیٰ تو بڑے ہی فضل (فرمانے) والے ہیں ﴿۱۷۴﴾ حقیقت یہ ہے کہ شیطان (تم مسلمانوں کو) اپنے دوستوں سے ڈرایا کرتا ہے [۵] اگر تم (حقیقت میں) ایمان والے ہو تو تم ان (شیطان کے دوستوں) سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے تم ڈرو ﴿۱۷۵﴾ اور جو لوگ دوڑ دوڑ کر کے کفر میں گرتے ہیں [٦] وہ تم کو صدمہ میں نہ ڈالیں، یقین رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے [٧]،

---

(١) (دوسرا ترجمہ) (مکہ کے کافر) لوگوں نے تمھارے (مقابلے کے) لیے (پھر سے سامان) جمع کیا ہے۔

(٢) مؤمن ظاہری ڈرانے والی چیزوں سے گھبرایا نہیں کرتا؛ بلکہ شیطان اور شیطان کے چیلوں کی طرف سے اس طرح کی گھبرانے والی بات آتی ہے، تو اللہ پر توکل کر کے آگے بڑھتا ہے۔ (٣) غزوۂ بدرِ صغریٰ کے موقع پر مسلمانوں کو بڑی نعمتیں حاصل ہوئی: (١) سلامتی (٢) تجارتی نفع (٣) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا؛ اس لیے کفار بھاگ گئے، قتل وقتال نہیں ہوا۔ (۴) (دوسرا ترجمہ) اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشی (کے مطابق) چلے۔ (۵) ایسی خبریں پھیلانا جن سے مسلمان کافروں سے خوف زدہ ہو جائے، یہ شیطانی حرکت ہے، خاص کر جب کہ بے بنیاد ہو۔ (٦) (دوسرا ترجمہ) جو لوگ کفر میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھلاتے ہیں یعنی کفر میں پیش پیش رہتے ہیں۔ (٧) مراد: اسلام یا نبی کو۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ
بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ
لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ
اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ
تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ آخرت (کے ثواب) میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے ﴿۱۷۶﴾ یقیناً جن لوگوں نے ایمان چھوڑ کر① کفر خریدا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا ذرا بھر بھی کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے② ﴿۱۷۷﴾ اور کافر لوگ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان کو جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لیے کوئی اچھی بات ہو، ہم تو صرف ان کو ڈھیل دے رہے ہیں؛ تاکہ وہ گناہ (کرنے) میں ترقی کر جاویں③ اور ان کے لیے ایسا عذاب ہے جو ان کو ذلیل کر کے رکھ دے گا ﴿۱۷۸﴾ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اسی حالت پر چھوڑے رکھیں جس (حالت) پر تم اس وقت ہو، جب تک کہ وہ ناپاک (یعنی منافق) کو پاک (یعنی مؤمن) سے جدا نہ کر دیویں، اور (دوسری طرف) اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ بھی نہیں ہے کہ وہ (بغیر واسطے کے) غیب کی باتیں تم کو بتلا دیا کریں؛ لیکن اللہ تعالیٰ (غیب کی خبر بتانے کے لیے) اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتے ہیں چن لیتے ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان پر رہو گے اور تقویٰ والے رہو گے تو تمھارے لیے بڑا اجر ہے ﴿۱۷۹﴾

① (دوسرا ترجمہ) ایمان بیچ کر۔

② [۱] اللہ تعالیٰ کے دین کو ضرر نہیں پہنچا سکتے [۲] وہ اللہ تعالیٰ کو؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

③ (دوسرا ترجمہ) وہ گناہ زیادہ کریں۔ شریف انسان کے لیے ڈھیل اور مہلت یہ توبہ اور اصلاح کا ذریعہ بنتی ہے اور شریر کے لیے مہلت نافرمانی میں ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ
هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ ع
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ
اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ

اور جو (مال) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اس میں بھی جو بخیلی کرتے ہیں وہ ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ (بخیلی کرنا) ان کے لیے اچھا ہے؛ بلکہ وہ (بخیلی کرنا) ان کے لیے بہت برا ہے، جس (مال) میں وہ لوگ بخیلی کرتے رہے ہیں عنقریب قیامت کے دن وہ مال طوق (یا ہار) بنا کر ان کو (گلے میں) پہنا دیا جائے گا[1] اور آسمانوں اور زمین کی میراث (یعنی حقیقی مالکی) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۱۸۰﴾

بالکل پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (گستاخ یہود) لوگوں کی بات سن لی جو یہ کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ تو فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں، جو کچھ انھوں نے کہا وہ (ان کے اعمال نامہ میں) ہم لکھ رکھیں گے اور انھوں نے نبیوں کو جو ناحق قتل کیا ہے اس کو بھی (لکھ رکھیں گے) اور ہم (ان سے آخرت میں) کہیں گے: جلتی آگ کا عذاب تم چکھو ﴿۱۸۱﴾ جو کرتوت تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یہ (جہنم) اس کی سزا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں ﴿۱۸۲﴾ جن لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہم (یہود) سے (پچھلے نبیوں کے واسطے سے) یہ عہد لے رکھا ہے کہ ہم کسی بھی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لے آویں جس کو (آسمانی) آگ کھا جاتی ہو[2]

① آیت میں بخل سے شرعی بخل مراد ہے: یعنی جو آدمی زکوۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی وغیرہ جو واجب ہے وہ ادا نہ کرے۔
② ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، یہ یہود کی جھوٹی بات نقل کی گئی، ایمان نہ لانے کا اس کو بہانہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ
بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ
فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

تو (ان کے جواب میں) تم (یوں) کہو: پکی بات ہے کہ مجھ سے پہلے بہت سارے رسول تمھارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں اور وہ چیز (یعنی معجزات) بھی لے کر آئے جو تم نے (مجھ سے) کہی تھی① پھر اگر تم سچے ہی تھے تو تم نے ان (نبیوں) کو کیوں قتل کر دیا؟②《۱۸۳》سو (اے محمد!) وہ (یہودی) لوگ اگر تم کو جھٹلائیں③ تو (کوئی نئی بات نہیں ہے) پکی بات یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سارے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے؛ جو (رسول) کھلی ہوئی نشانیاں اور (لکھے ہوئے) صحیفے اور (حق کو) روشن کرنے والی کتاب (بھی) لائے تھے《۱۸۴》ہر جاندار کو موت (کا مزہ) چکھنا ہی ہے④ اور تمھارے (اعمال کے) بدلے قیامت کے دن تم کو پورے پورے دے دیے جائیں گے، سو جو شخص آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا سو وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا⑤ اور دنیا کی زندگی (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے⑥۔《۱۸۵》

---

① (دوسرا) جس کا تم نے مجھ سے مطالبہ کیا۔ ② نبیوں نے تمھاری مانگی ہوئی چیز دکھائی پھر ایمان لانے کے بجائے کیوں ان کو قتل کر دیا؟ ③ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جھٹلانے کے اوپر وہ لوگ مداومت اور ہمیشگی اختیار کرے۔

④ نفس یعنی جس میں زندگی محسوس ہوتی ہو، اب مطلب یہ ہوگا: کل نفس ذائقة موت البدن یعنی ہر نفس کو بدن کی موت کا مزہ چکھنا ہے؛ اس لیے کہ روح تو بدن سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتی ہے، البتہ موت کا مزہ بدن کو چکھنے کو ملتا ہے۔

⑤ فوز کے معنیٰ میں سلامتی کے ساتھ خیر اور بھلائی کو پالینا بھی شامل ہے۔

⑥ حضرت سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ: یہ آیت اس آدمی کے لیے ہے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے؛ لیکن جو آدمی دنیا کے ذریعہ آخرت کو کما لیوے تو اس کے لیے متاع الغرور نہیں ہے؛ بلکہ آخرت کے کمانے کا ذریعہ ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ

(اے مسلمانو!) تم کو اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمایا جائے گا① اور تم کو اپنے سے پہلے اہلِ کتاب سے اور مشرکوں سے بہت تکلیف دینے والی باتیں سننی پڑے گی② اور اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ کے پابند رہو تو یقیناً یہ (بڑے) ہمت کے کاموں میں سے ہے③ ﴿۱۸۶﴾ اور (ان اہلِ کتاب کو وہ وقت بھولنا نہیں چاہیے) جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے پکا عہد لیا تھا کہ تم اس (آسمانی کتاب کی تمام باتوں) کو لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر ہی دو گے اور اس (کتاب کی کسی بات) کو تم نہیں چھپاؤ گے،

---

① مال میں امتحان یہ ہے کہ: (۱) حلال کماتا ہے یا حرام طریقے سے کماتا ہے؟ (۲) جائز کام میں خرچ کرتا ہے یا ناجائز کام میں؟ (۳) مال کے حقوقِ واجبہ مثلاً زکات، صدقہ، قربانی ادا کرتا ہے یا نہیں؟ (۴) گناہ، نافرمانی اور خلافِ شرع کاموں میں لگاتا ہے یا اطاعت والے کاموں میں؟۔

اور جان میں امتحان یہ ہے کہ: (۱) اپنی جان کے ذریعے سے جو عبادات جسمانی طور پر انجام دی جاتی ہے وہ کرتا ہے یا نہیں؟ (۲) اللہ کے دین کی خاطر بوقتِ ضرورت قتال کرتا ہے یا نہیں؟ (۳) جسمانی صلاحیت اور قویٰ- جو اللہ کی نعمت ہے- کو اللہ کے دین کے لیے استعمال کرتا ہے یا نہیں؟

② اہلِ کتاب اور مشرکین کی طرف سے تم کو گالی اور طعن وتشنیع سننے کو ملے گی (۲) مسلمان عورتوں کے خلاف عشقیہ اشعار (۳) مسلمان عورتوں کو معاشقہ میں پھنسا کر کے مرتد بنا دینا بھی ''اذی کثیرا'' ہے۔ اِس کی طرف علامہ سیوطی نے جلالین میں اشارہ فرمایا ہے۔ ③ موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں مسلمان اس آیت کو غور سے سمجھیں: اس وقت مسلمانوں کے مال میں عالمی آزمائش ہے، جان کے بارے میں جو حالات ہیں وہ سامنے ہیں، اور اہلِ کتاب اور دیگر دشمنوں کی طرف سے جو مسلمانوں کے خلاف باتیں لکھی بولی جاتی ہیں وہ بھی سامنے ہیں، چاہے وہ میڈیا کے ذریعے سے ہوں یا کسی بھی ذریعے سے، ایسے سنگین حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ وہ اس آیت کریمہ کے اندر موجود ہے، کہ صبر اور تقویٰ، یہ دونوں چیزیں دشمنوں کی تمام سازشوں کو ناکام کرنے والی ہے۔ صبر کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا یہ دونوں ہمت کے کام ہے، حالاں کہ لوگ صبر کرنے کو بزدلی سمجھتے ہیں، جب کہ قرآن نے صبر کرنے کو ہمت کا کام بتلایا ہے۔

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع ۱۹

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

سو انھوں نے (یعنی اہلِ کتاب نے) اس (عہد) کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا① اور اس (کتاب) کے بدلے بہت ہی معمولی قیمت حاصل کرلی، سوکتنی بری چیز ہے جو وہ لوگ خریدتے ہیں② ﴿۱۸۷﴾ تم ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ جولوگ اپنے کیے ہوئے (برے) کام پر خوش ہورہے ہیں اور وہ یوں چاہتے ہیں کہ جوکام انھوں نے نہیں کیے اس پر ان کی تعریف کی جاوے، سوایسے لوگوں کے بارے میں تم ہرگز یہ مت سمجھنا کہ وہ عذاب سے چھوٹنے میں کامیاب ہوجائیں گے اوران کے لیے تو دردناک عذاب ہے③ ﴿۱۸۸﴾ اورآسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہرچیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۸۹﴾ یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمین کے بنانے اوررات اوردن کے (لگا تار باری باری) بدلنے میں عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں④ ﴿۱۹۰﴾

---

① یعنی بالکل عمل نہیں کیا۔ ② (دوسرا ترجمہ) وہ حاصل کر رہے ہیں۔

③ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی؛ لیکن حکم عام ہے، برے کام پر خوش ہونا اور نہ کیے ہوئے کاموں پر تعریف کروانا چاہے یہ عذاب کاذریعہ بننے والی بات ہے۔

④ عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال؛ قال رسول الله ﷺ "فکر ساعة خیر من عبادة ستین سنه" (رواه ابو الشیخ الاصبهانی فی "العظمة") اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ایک لحہ غور کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ (یہ حدیث ضعیف ہے)۔ لِاُولِی الْاَلْبَابِ سے ایک اشارہ یہ بھی نکلتا ہے کہ: ذکر سے عقل بڑھتی ہے اور چھوڑنے سے غبی بنتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ۚ

وہ (عقلمند) لوگ جو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹ کر یعنی ہر حالت میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں① اور وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق (یعنی ساخت) میں غور وفکر کرتے ہیں (اور دل کے یقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! یہ سب کچھ آپ نے بے مقصد نہیں بنایا، آپ کی ذات (فضول کاموں سے) پاک ہے، سو آپ ہم کو آگ کے عذاب سے بچا لیجیے ﴿۱۹۱﴾ اے ہمارے رب! یقینی بات یہ ہے کہ آپ جس کو آگ میں داخل کر دیں گے سو حقیقت میں اس کو آپ نے رسوا کر دیا اور (ایسے) ظالموں کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا ﴿۱۹۲﴾ اے ہمارے رب! یقینی بات ہے کہ ہم نے ایک پکارنے والے (یعنی محمد ﷺ) کو سنا جو ایمان (لانے) کے لیے پکار رہے تھے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ، سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! سو (ہماری درخواست ہے کہ) آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجیے اور ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجیے② اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجیے③ ﴿۱۹۳﴾

① تین حالت کو اس آیت میں ذکر کیا گیا، چوں کہ انسان عام طور پر ان تین حالت میں ہوتا ہے، اور اس سے مراد تمام حالت اور تمام ہیئت ہے، کہ ہر حال میں اور ہر ہیئت میں اللہ کو یاد کرنا۔

② (دوسرا ترجمہ) ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دیجیے، ③ (دوسرا ترجمہ) ہم کو نیک لوگوں میں شامل کر کے موت دیجیے، نیک لوگوں کے ساتھ زندگی، ان کے ساتھ موت اور ان کے ساتھ حشر اور دخولِ جنت؛ یہ تینوں چیزیں مطلوب محمود ہے، قرآن کی مختلف آیتوں میں اس کا تذکرہ ہے، جیسے سورۂ یوسف میں فاطر السموات والارض والی آیت میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ
الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ
سَبِيْلِىْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

اے ہمارے رب! اور جن چیزوں کا وعدہ آپ نے اپنے رسولوں کی معرفت ہم سے کیا ہے وہ ہم کو عطا فرما دیجیے ① اور آپ ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، یقینی بات ہے کہ آپ کبھی بھی وعدے کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے ﴿۱۹۴﴾ سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی (اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک دوسرے جیسے ہو، سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے راستے میں وہ ستائے گئے اور انھوں نے (دین کے خاطر) لڑائی لڑی اور وہ قتل کر دیے گئے ② تو ضرور میں ان سے ان کے گناہوں کو معاف کر دوں گا ③ اور ضرور میں ان کو ایسے باغات میں داخل کروں گا کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس تو بہترین بدلہ ہے ④ ﴿۱۹۵﴾

① مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے؛ لیکن دعا کا حاصل ہے کہ: اے اللہ! آپ اپنے وعدہ کے مستحقین میں ہمیں شامل فرما دیجیے، اور یہ چیز ایمان پر دوام کی برکت سے حاصل ہوگی، نتیجہ نکلا: اے اللہ! ہمیں ایمان پر دوام عطا فرمائیے، اور اس وعدے کے مستحقین میں شامل فرما دیجیے اور جنت کی نعمت سے مالا مال فرما دیجیے۔

حضرت جعفر صادقؒ نے اس آیت سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ: چوں کہ یہاں پر پانچ مرتبہ ربنا آیا ہے: لہٰذا جس آدمی کو کوئی اہم کام پیش آئے تو وہ اپنی دعا میں پانچ مرتبہ ربنا پڑھ کر دعا کرے، تو جس چیز کا ڈر ہے اللہ اُس کو اس چیز سے نجات دیں گے، اور جس چیز کا وہ ارادہ کر رہا ہے وہ چیز اللہ اس کو عطا فرمائیں گے

② (دوسرا ترجمہ) شہید کر دیے گئے۔ ③ (دوسرا ترجمہ) میں ضرور ان سے ان کی برائیاں دور کر دوں گا، ④ ثواب کے لغوی معنی آتے ہیں لوٹنے کے، پہلی حالت کی طرف لوٹنے کو بھی ثواب کہتے ہیں، انسان کا عمل جو بدلے کی طرف لوٹا اس کو ثواب کہتے ہیں، چاہے وہ بدلہ اچھا ہو یا برا ہو؛ لیکن زیادہ تر اچھے بدلے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الثلثة
لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰

کافروں کا (موج مزہ کے ساتھ) شہروں میں چلنا پھرنا تم کو ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے ① ﴿۱۹۶﴾ یہ تھوڑا سا مزہ ہے (ان کو اڑا لینے دو) پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت برا بچھونا ہے ﴿۱۹۷﴾ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے ایسے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یہ ان کی) مہمانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے ﴿۱۹۸﴾ اور اہلِ کتاب میں ضرور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور (دین کی تعلیم) جو تم پر اتاری گئی اس پر اور جو (تعلیم) ان پر اتاری گئی اس پر بھی (پورا ایمان رکھتے ہیں) ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرنے والے ہیں ②، وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر بیچ نہیں ڈالتے، یہ ایسے لوگ ہیں جن کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا بدلہ ہے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں ③ ﴿۱۹۹﴾ اے ایمان والو! (مصیبت پر) تم صبر اختیار کرو ④ اور (دشمن سے مقابلے کے وقت پر) مضبوطی سے جمے رہو ⑤ اور مستعد رہو ⑥ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو؛ تاکہ تم (مقصد میں) کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿۲۰۰﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اے نبی! شہر بہ شہر کافروں کا آنا جانا تم کو کسی مغالطہ میں مبتلا نہ کردے۔

(۱) امور میں تصرف کرنے کو "تقلب" کہتے ہیں، اور اس میں نقلِ مکانی ضروری نہیں ہے۔

(۲) کافروں کا تجارت کے لیے یا تفریحات کے لیے یا کسی دوسرے مقاصد کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلنا پھرنا، موج مزہ، عیاشی کرنا دھوکہ کھانے کی چیز نہیں ہے کہ ایک مسلمان اس کو اہمیت اور رشک کی نگاہوں سے نہ دیکھے؛ اس لیے کہ یہ دنیا کا چندروزہ مزہ ہے، مرتے ہی اس کا نام ونشان تک نہیں رہے گا۔

(۳) لا یغرنك حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور پوری امت کو سنانا مقصود ہے؛ اس لیے کہ نبی کبھی مغرور نہیں ہوتے؛ اس لیے نبی کو سنا کر پوری امت کو سنانا مقصود ہے۔

④ خشعین للہ کا ایک ترجمہ ہے: اللہ کے سامنے تواضع کرنے والے۔ (۲) عام اہل کتاب نے اللہ کے بارے میں غلط عقائد گھڑ ڈالے ہیں؛ لیکن یہ اہل کتاب اللہ سے ڈرتے ہوئے غلط عقیدے ایجاد نہیں کرتے۔

③ (۱) جلدی حساب ہوجائے گا، دنیا میں جو دن ہوتا ہے اس کے آدھے دن میں باری تعالیٰ حساب سے فارغ ہوجائیں گے، چوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر ایک چیز کو جانتے ہیں؛ لہٰذا کس کو ثواب دینا اور کس کو سزا دینا یہ سب اللہ کے علم میں ہے۔

(۲) جلدی بدلہ دینا مراد ہے۔

(۳) ہر ایک کا حساب ضروری نہیں، بہت سارے لوگ بے حساب جنت میں جائیں گے اور بہت سے بے حساب جہنم میں جائیں گے۔

(۴) اللہ کے یہاں دنیا کے حساب کی طرح ٹال مٹول نہیں ہوگا۔

④ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: صبر کہتے ہیں نفس کو ناگوار چیز پر روکے رکھنا، اس طریقے پر کہ جزع یعنی کہ شور شرابا کرنا بھی باقی نہ رہے، ناگواری بھی باقی نہ رہے، اس طرح نفس کو ناپسندیدہ چیز پر روکے رکھنا صبر کہلاتا ہے

⑤ نیک کام کرنے میں خود کو جما کر رکھو اور اپنی خواہشات سے مقابلہ کرو۔

⑥ (دوسرا ترجمہ) اور لگے رہو (تیسرا ترجمہ) سرحدوں کی حفاظت کے لیے جمے رہو۔ (اپنے نفس کی نگرانی کرنا بھی اس میں داخل ہے)۔

سُورَةُ النِّسَاء

(مدنية)

سورۂ نساء کبریٰ

یہ سورت مدنی ہے، اس میں ایک سو چھہتر (۱۷۶) یا (۱۷۵) آیتیں ہیں۔ سورۂ ممتحنہ کے بعد اور سورۂ زلزال سے پہلے ترانوے (۹۳) یا (۹۲) نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کو نساء کبریٰ بھی کہتے ہیں اور سورۂ طلاق کو نساء صغریٰ کہتے ہیں۔

''نساء'' عورتوں کو کہتے ہیں، رشتے داریوں کے وجود میں آنے کی جگہ عورت کی رحم دانی بھی ہے، اس سورت میں عورتوں کے متعلق بہت سارے احکام آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: جو آدمی سورۂ نساء کی یہ دو آیتیں پڑھ لے:

① وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۶۴﴾

② وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۱۰﴾

پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادیں گے۔

اِس سورت کی آیت ۹۵ کا ایک حصہ ''غَیۡرِ اُولِی الضَّرَرِ'' ہے جو پورے قرآن میں مستقل نزول کے اعتبار سے کم از کم مقدار ہے، پہلے آیت اِس حصے کے بغیر نازل ہوئی تھی۔ آیت سن کر معذور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے درخواست کی، اِس پر باری تعالیٰ نے یہ حصہ نازل فرمایا۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی فضیلت ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ظاہر میں کمزور، جہاد میں شرکت نہ کرسکے اس طرح کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی قدر و قیمت تھی کہ ان کی تسلی کے لیے باقاعدہ وحی نازل ہوئی اور یہ حصہ بڑھایا گیا۔ اس جزو نے بتادیا کہ بیمار، لنگڑے، لنجے اور اندھے جیسے معذوروں پر جہاد فرض نہیں ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ نساء کی اول آیت نکاح کے خطبے میں پڑھتے تھے۔

آیاتھا ۱۷۶ | (۴) سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ (۹۲) | رکوعاتھا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝۱ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠
وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا
تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

اے انسانو! تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا (یعنی حوا کو) بنایا اور ان دونوں (کے ذریعہ) سے بہت سارے مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا اور تم اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے (حقوق) مانگتے ہو اور رشتے داریوں (کی حق تلفی) سے (تم بچو) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری نگرانی کر رہے ہیں ﴿۱﴾ اور تم یتیموں کو ان کا مال دے دو اور تم اچھے مال کو خراب مال سے مت بدلو اور تم ان (یتیم) کے مالوں کو اپنے مال کے ساتھ (غلط طریقے سے ملا کر) مت کھاؤ، یقیناً وہ تو بڑا گناہ ہے ﴿۲﴾ اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں (شادی کرکے) تم انصاف نہیں کر سکو گے تو (ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کے بجائے دوسری) عورتوں میں سے جو تم کو پسند آویں دو دو اور تین تین اور چار چار (عورتوں) سے نکاح کرلو، سو اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ تم (ان دو یا زیادہ بیویوں کے درمیان) انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو① یا تمھاری مالکی میں جو باندیاں ہیں (ان پر اکتفا کرو) ناانصافی سے بچنے کے لیے یہ طریقہ زیادہ قریب ہے ﴿۳﴾

① (دوسرا ترجمہ) ایک ہی بیوی سے کام چلالو۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۴
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ
مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ

اورتم عورتوں کوان کا مہر (دل کی) خوشی سے ادا کر دیا کرو① پھر اگر وہ (عورتیں) خود خوشی سے اس (مہر) کا کچھ حصہ تمھارے لیے چھوڑ دیویں توتم اس کو خوش گواری اور مزے سے کھاؤ﴿۴﴾ اور تم (اے والیو! ان) ناسمجھوں② کو اپنے وہ مال حوالے نہ کرو جن (مالوں) کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زندگی کے گذارے کا ذریعہ بنایا ہے③ اورتم ان (مال) میں سے ان (ناسمجھ) کو کھلاؤ اور ان کو کپڑے پہناؤ اور ان کو مناسب بات کہتے رہو④﴿۵﴾ اور یتیموں (کی عقل اور ہوشیاری) کوتم جانچتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کے لائق عمر) کو پہنچ جائیں پھر اگر تم کو یہ محسوس ہو کہ ان (یتیموں) میں سمجھ داری آچکی ہے⑤ تو ان کا مال ان کے حوالے کردو اور ان (یتیموں کے مال) کو ضرورت سے زیادہ (فضول خرچی کرکے) اور حاجت سے پہلے (جلدی کرکے) مت کھا جاؤ (اس خوف سے) کہ (کہیں) وہ (یتیم لڑکے) بڑے نہ ہوجائیں⑥

---

① عربی زبان میں مہر کے لیے ''صدقة'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے؛ چوں کہ مہر کے ذریعہ شوہر کی بیوی کی طرف سچی رغبت ظاہر ہوتی ہے۔ ② ناسمجھ سے مراد کون ہے؟ [۱] یتیم [۲] عورت اور بچے؛ یعنی عورت اور بچے کو سب کچھ حوالے کر کے آدمی پھر خود ان کا دست نگر بن جائے ایسا مت کرو [۳] ہر وہ بے وقوف مراد ہے جس کو اپنے مال کی حفاظت کا سلیقہ نہ ہو اور بے وقوفی سے مال ضائع کردے۔ باری تعالیٰ کا منشا یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یتیم، ضعیف اور عاجز لوگوں کا مال سلامت رہے۔
③ مال زندگی کا سرمایہ ہے، دینی اور دنیوی مصلحتوں اور ضرورتوں کا بقا مال پر ہے۔
④ یعنی یتیم کے بالغ ہوجانے کے بعد بھی اگر اس میں مال کے صحیح استعمال کی صلاحیت نہ ہو اور وہ مال کا مطالبہ کرے تو اس وقت اس کو تسلی بخش جوابات دیں کہ یہ تمھارا مال ہے، تمھاری خیر خواہی کی وجہ سے تمھیں ابھی نہیں دیا جارہا ہے، ذرا سمجھ دار ہوجاؤ گے تو تمھیں دے دیں گے۔
⑤ یعنی مال سنبھالنے کی ہوشیاری اور صلاحیت۔ ⑥ اور ان کا مال ہاتھ میں دے دینا پڑے۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ
إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٦﴾ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿٨﴾

اور جو (یتیم کا والی) خود مال دار ہو تو (یتیم کا مال کھانے سے) بالکل بچتا رہے، اور جو (وہ والی خود) محتاج ہے تو وہ معروف طریقہ کے مطابق ① کھا لیا کرے، سو جب تم ان (یتیموں) کو ان کے مال حوالے کرو تو ان پر تم گواہ بنا لیا کرو اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لیے کافی ہے ② ﴿۶﴾ مردوں کے لیے (چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے) حصہ (مقرر) ہے اس (مال) میں سے جو (مردوں کے) ماں باپ نے اور نزدیک کے رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی (چاہے عورت چھوٹی ہو یا بڑی) حصہ (مقرر) ہے اس (مال) میں سے جو (ان عورتوں کے) والدین اور نزدیک کے رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے وہ (چھوڑا ہوا مال) کم ہو یا زیادہ ہو، یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے ﴿۷﴾ اور جب تقسیم کے وقت (جو وارث نہیں ہیں ایسے) رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجاویں تو ان کو بھی اس (ترکہ کے مال) میں سے کچھ (مال استحبابا) دے دو اور ان سب سے مناسب (یعنی نرمی سے) بات کرو ③ ﴿۸﴾

---

① اپنی ضروریات کو سامنے رکھ کر یتیم کی خدمت کی اجرت کا جو رواج چلتا ہو اس کے مطابق لے سکتا ہے۔
② یعنی یتیم کے حساب میں گڑبڑی مت کرو، اللہ کو حساب دینا ہے، یتیم کو بے سہارا مت سمجھو، اللہ تعالیٰ یتیم کے معاملات کا بھی حساب لینے والے ہیں۔ ③ دادا کی زندگی میں اگر پوتے یتیم ہو جائیں؛ یعنی دادا کا بیٹا انتقال کر جائے، یتیموں کا باپ، تو پوتے کو باقاعدہ میراث نہیں ملتی ہے، یہ شرعی قانون ہے؛ لیکن لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب اس آیتِ کریمہ میں دیا گیا ہے کہ: یتامیٰ، مساکین جن کا باقاعدہ شرعی حصہ تو نہیں ہے؛ لیکن تقسیمِ میراث کے وقت ورثا مل جل کر ان کا لحاظ کریں، وہ اتنی بات سوچیں کہ اگر ہمارا مرحوم بھائی حیات ہوتا تو وہ میراث میں کتنا حصہ لے جاتا، ہم صلہ رحمی کا حق ادا کرتے ہوئے، یتیم مسکین پر شفقت کرتے ہوئے اور رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہوئے تقسیمِ میراث کے موقع پر ان کو کچھ نہ کچھ ضرور دیں!=

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ

وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ

بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ ع۱ ۲

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۠ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ

اور (یتیموں کے مال میں گڑبڑ کرنے سے یہ خیال کر کے) ڈرنا چاہیے ایسے لوگوں کو کہ اگر وہ (خود)① اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ کر جاویں تو ان (اپنے بچوں) کے بارے میں کیسے کیسے اندیشے ہوتے ہیں؟ لہٰذا وہ (یتیموں کے بارے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور وہ سیدھی سچی بات کہیں ﴿۹﴾ یقینی بات ہے کہ جو لوگ یتیموں کے مال کو ناحق کھاتے ہیں، وہ تو اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ﴿۱۰﴾

اللہ تعالیٰ (ترکہ کی تقسیم کے لیے) تم کو تمھاری اولاد کے بارے میں حکم کرتے ہیں کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، سو اگر (میراث لینے والی) عورتیں ہی عورتیں (یعنی لڑکیاں دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو اس (مرنے والے) نے جو (مال) چھوڑا ہے اس میں سے دو تہائی حصہ ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو (مرنے والے کے چھوڑے ہوئے مال کا) آدھا ملے گا،

= بلکہ یہ لوگ آپس میں اپنی خوشی سے مل جل کر یا اپنے اپنے طور پر یتامیٰ مساکین کو بڑی مقدار میں بھی دے سکتے ہیں، یعنی اِن کا باپ حیات ہوتا اور جو حصہ اُس کو ملتا، اُس سے بھی زیادہ اس کو دے سکتے ہیں، اور اس میں تو ان یتامیٰ کا فائدہ ہی فائدہ ہو گیا؛ لہٰذا اسلام کے اس قانون پر اب اعتراض کا کوئی موقع نہیں رہا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وارث بڑے ہوں تو اُن (یتامیٰ) کو کچھ دے دیں، اور اگر وارث چھوٹے ہوں تو ان کا ولی یا وصی مذکورہ بالا مستحقین سے عذر کر دیں اور کہہ دیں: یہ مال بچوں کا ہے، میرا نہیں ہے، اگر میرا ہوتا تو میں ضرور کچھ دیتا، اسی کو فرمایا گیا: اور ان سے اچھائی کے ساتھ بات کرو۔

اس صفحے کا حاشیہ: ① عام مسلمان، قوم کے ذمے دار، یتیم کے والی، مرحوم کے وصی ان سب کی ذمے داری ہے کہ یتیم کے مال کو ضائع ہونے سے بچاویں۔

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ
وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۞۱۱ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ
وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ

اور اگر میت کی اولاد بھی ہوں تو مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو اس (میت) کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور اگر مرنے والے کی کوئی اولاد نہ ہوں، اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس (مرنے والے) کی ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا، سو اگر (مرنے والی کی اولاد نہ ہوں) مرنے والے کے ایک سے زیادہ بھائی (یا بہن) ہوں تو اس (مرنے والے) کی امّاں کو چھٹا حصہ ملے گا (یہ سب تقسیم میت نے) جو وصیت کی ہو اس کو پورا کرنے کے بعد یا (میت کا کوئی قرض ہو تو) قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی)، تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ تمھارے باپ (دادے) اور بیٹے (پوتے) میں سے کون فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے تم سے زیادہ نزدیک ہے①، یہ (سب حصے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۱﴾ اور (اے شوہرو!) تمھارے لیے تمھاری بیویاں جو (مال) چھوڑ کر (مر) گئیں اس کا آدھا حصہ ہے اگر ان عورتوں کی کوئی اولاد (چاہے تم سے ہو یا اگلے شوہر سے زندہ) نہ ہوں، سو اگر ان (بیویوں) کی اولاد ہوں تو تم (شوہروں) کو ان (بیویوں) کے چھوڑے ہوئے (مال) کا چوتھائی حصہ ملے گا، بیویوں نے جو وصیت کی ہو یا جو قرضہ چھوڑا ہو اس کو ادا کرنے کے بعد،

① یہ تنبیہ اس لیے کی گئی کہ کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ فلاں وارث کو زیادہ حصہ ملتا تو اچھا ہوتا، یا فلاں کو کم ملنا مناسب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ: تمھیں مصلحت کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے، اللہ نے جس کا جو حصہ مقرر فرما دیا ہے وہی مناسب ہے۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ

اور ان (زندہ رہنے والی بیویوں) کے لیے تمھارے (یعنی مرنے والے شوہر کے) چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھائی حصہ ہوگا، اگر تمھاری اولاد نہ ہوں، سو اگر تمھاری اولاد ہوں① تو ان (بیویوں) کو تمھارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے آٹھواں حصہ ملے گا، تم نے جو وصیت کی ہو یا جو قرضہ چھوڑا ہے اس کو ادا کرنے کے بعد اور اگر جس کی میراث تقسیم کرنی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو ② اور اس (کلالہ) کے (ماں شریک) بھائی یا بہن (زندہ) ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، سو اگر وہ (یعنی ماں شریک بھائی بہن دو یا) اس سے زیادہ ہوں تو وہ ایک تہائی حصہ میں (برابر) شریک ہوں گے③، جو وصیت کی گئی ہو یا قرضہ (چھوڑا) ہو تو اس کو چکا دینے کے بعد (میراث دینی ہے) جب کہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے④،

① چاہے اولاد اس بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے۔ ② جس مرنے والے کے والدین اور اولاد کوئی زندہ نہ ہو وہ کلالہ ہے۔ کلال کے معنیٰ ہیں: تھک جانا، کمزور ہو جانا، رشتے دار نہ ہونے سے گویا وہ کمزور ہے۔

③ حاصلِ کلام یہ کہ: اگر کوئی مرد یا عورت وفات پا جائے اور اس کے باپ دادا نہ ہوں اور اولاد نہ ہوں اور اس نے ایک بھائی یا بہن ماں شریک چھوڑے ہوں، تو اُن میں سے اگر بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا، اور نہیں ہے تو بہن کو چھٹا حصہ ملے گا؛ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں مثلاً ایک بھائی ایک بہن ہو، یا دو بھائی یا دو بہنیں ہوں، تو یہ سب مرنے والے کے کل مال کے تہائی حصے میں شریک ہوں گے، اور اس میں مذکر اور مونث کو برابر میراث ملے گی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

ولیس فی الفرائض موضع یکون فیہ الذکر و الانثی سواء الا فی میراث الاخوۃ للام.

واضح رہے کہ اس آیت میں اخیافی (ماں شریک) بہن بھائی کا حصہ جتلایا گیا ہے، اگرچہ قرآنِ کریم کی اس آیت میں یہ قید مذکور نہیں ہے؛ لیکن یہ قید بالاجماع معتبر ہے۔

④ یعنی: [۱] مرنے والا قرض کا جھوٹا اقرار کرے [۲] ذاتی مال کو دوسرے کی امانت بتاوے [۳] ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرے [۴] قرض باقی ہے؛ لیکن وصول یابی کا اقرار کرے [۵] مرض الوفات میں ایک تہائی سے زیادہ کسی کو ہدیہ دیوے، اس طرح ورثا کو نقصان پہنچانے کی شکلیں ہو سکتی ہیں، اس سے خود بچنا چاہیے اور مرنے والے کو بچانا بھی چاہیے۔

وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ
يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع۲
وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ
شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾

یہ سب اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم (دیا گیا) ہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے جاننے والے، بڑے حلیم ہیں ﴿۱۲﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں① اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان (باغات) میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ﴿۱۳﴾ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدوں سے نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی آگ میں داخل کریں گے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو (آگ میں) ایسا عذاب ہوگا جو (اس کو) ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ ﴿۱۴﴾

اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری (یعنی زنا) کا کام کریں تو تم ان (عورتوں) کے خلاف اپنوں② میں سے چار مردوں کو گواہ بنالو، پھر اگر وہ (چاروں زنا کی) گواہی دیویں تو تم ان (زنا والی عورتوں) کو گھروں میں اس وقت تک روکے رکھو کہ موت ان کو اٹھا کر لے جاوے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ مقرر فرما دیوے③ ﴿۱۵﴾

---

① یعنی جو میراث تقسیم کرنے کے احکام بتائے گئے۔
② یعنی اچھے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ مرد۔
③ اور جو وعدہ اس آیت میں کیا گیا وہ پورا کر دیا گیا، حدیث میں آیا ہے کہ شادی شدہ زنا کرے تو اس کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا جائے اور قرآن کی دوسری آیت میں ہے کہ جس نے شادی نہیں کی اور زنا کیا اس کو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ⑯ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑰ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑱

اور تم میں سے جو دو مرد بدکاری کا کام کریں تو تم ان دونوں کو ایذا دو، پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیویں اور (اپنی) اصلاح کر لیویں تو ان کا خیال چھوڑ دو[۱] یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے توبہ کو قبول کرنے والے اور بہت ہی مہربان ہیں ﴿۱۶﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ ضرور قبول فرماتے ہیں[۲] جو لوگ نادانی سے کوئی برائی کر ڈالتے ہیں[۳]، پھر قریب ہی کے وقت میں توبہ کر لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں[۴] ﴿۱۷﴾ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت کا وقت آ جاتا ہے[۵] تب وہ کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ تو ان لوگوں کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر ہی کی حالت میں مر جاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۸﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) ان کے پیچھے پڑنا چھوڑ دو۔

② اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ضروری نہیں، پھر بھی اس کا بندوں پر احسان ہے کہ وہ توبہ کو قبول کرنے کا وعدہ فرما رہے ہیں۔

③ جہالت کا مطلب: (۱) گناہ کے برے انجام سے ناواقف ہونا (۲) حماقت و بے وقوفی؛ اگرچہ گناہ کو گناہ جانتا ہے؛ لیکن بے وقوفی سے گناہ کرتا ہے، جیسے سورۂ یوسف میں ہے: اذ انتم جاھلون (۳) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جہالت ہی کہلانے کے قابل ہے، چاہے کرنے والا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو۔ ④ موت سے پہلے غیب کی دنیا اور فرشتے نظر آنے لگے اس سے پہلے پہلے جو توبہ اخلاص کے ساتھ ہوتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یعنی دنیوی زندگی کے آخری وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ایسے ایمان کا تقاضہ ہے گناہ ہو جاوے تو قریب ہی میں توبہ کر لیوے تاخیر نہ کرے۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) موت آ کر کھڑی ہو جاتی ہے (یعنی غیب کی دنیا کی چیزیں جیسے فرشتوں کا آنا جانا نظر آنے لگتا ہے)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرۡهًا ؕ وَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ لِتَذۡهَبُوۡا
بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ
فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ فَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔا وَّيَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنۡ
اَرَدْتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ
شَيۡـًٔا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى
بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۲۱﴾

اے ایمان والو! تمھارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں (کے مال یا جان) کو زبردستی میراث میں لے لو اور نہ اس غرض سے تم ان (عورتوں) کو روکے رکھو کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہو اس کا کچھ حصہ واپس لے لو؛ مگر یہ کہ وہ (عورتیں) کھلی بے حیائی کا کام کریں① اور تم ان (عورتوں) کے ساتھ حسنِ سلوک سے زندگی بسر کرو②، سو اگر تم ان (عورتوں) کو ناپسند کرو تو ایسا ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ساری بھلائی رکھ دیوے ﴿۱۹﴾ اور اگر ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی سے تم نکاح کرنا چاہو اور ان میں سے ایک (جس) کو (چھوڑنا چاہتے ہو) ڈھیر سارا مال (مہر یا ہدیہ میں) دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو، کیا تم بہتان③ لگا کر (یعنی ناحق) اور کھلا گناہ (یعنی ظلم) کر کے وہ (دیا ہوا مال) واپس لینا چاہتے ہو؟ ﴿۲۰﴾ آخر کیسے تم وہ (مال واپس) لے سکتے ہو جب کہ تم آپس میں ایک دوسرے تک پہنچ چکے تھے④ اور وہ (عورتیں) تم سے (شرعاً) پکا عہد بھی لے چکی ہیں⑤ ﴿۲۱﴾

---

① فاحشة مبينة سے مراد: [۱] شوہر کی نافرمانی [۲] بدزبانی [۳] زنا [۴] بے حیائی۔
② دنیا میں بہت ساری چیزیں انسان کو پسند نہیں ہے، پھر بھی اُس میں خیر سمجھ کر آدمی اس کو استعمال کرتا ہے، جیسے کہ کڑوی دوا، بیوی کے اندر واقعی اللہ تعالیٰ نے خیر اور بھلائی رکھی ہے، اگر بیوی میں کوئی چیز ناگوار ہو تو بھی اس کو نبھا لو اور چلا لو۔
③ کسی شخص کی ایسی برائی کرنا جو اس میں نہ ہو بہتان کہلاتا ہے۔④ یعنی تنہائی میں بغیر کسی حجاب کے ملنا، جماع کرنا، لطف اندوز ہونا یہ مراد ہے۔⑤ یعنی نکاح کا عہد جو اللہ کے نام کے ساتھ خطبہ پڑھ کر عام مجمع کے سامنے لیا جاتا ہے۔

وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۲۲﴾ ع
حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَبَنٰتُكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ وَعَمّٰتُكُمۡ وَخٰلٰتُكُمۡ وَبَنٰتُ الۡاَخِ
وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ
نِسَآٮِٕكُمۡ وَرَبَآٮِٕبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآٮِٕكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ

اورجن عورتوں سے (کسی بھی وقت) تمھارے باپوں (دادا، نانا) نے نکاح کیا ہوتم ان کے ساتھ نکاح مت کرو؛ مگر جو پہلے ہو چکا وہ ہو چکا، دراصل وہ (باپ دادا کی نکاح کی ہوئی عورت سے شادی کرنا) بڑی بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت ہی برا طریقہ ہے ﴿۲۲﴾

اور تمھارے اوپر حرام کردی گئی ہیں① تمھاری مائیں② اور تمھاری بیٹیاں③ اور تمھاری بہنیں④ اور تمھاری پھوپھیاں اور تمھاری خالائیں⑤ اور بھتیجیاں⑥ اور بھانجیاں⑦ اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے (یعنی دایا) اور تمھاری دودھ شریک بہنیں اور تمھاری بیویوں کی مائیں (یعنی ساس) اور تمھاری بیویوں کی (اگلے شوہر سے) بیٹیاں جو تمھاری پرورش میں ہیں⑧ تمھاری ان بیویوں سے جن کے ساتھ تم نے جماع کرلیا ہو⑨

---

① یعنی ان تمام عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔
② اسی طرح دادی، نانی۔ ③ اسی طرح پوتی، نواسی۔
④ سگی، ماں شریک، باپ شریک۔
⑤ خالہ اور پھوپھی سے اماّ اور ابا کی سگی، ماں شریک اور باپ شریک تینوں طرح کی بہنیں مراد ہیں۔
⑥ یعنی تینوں طرح کے (حقیقی، علاتی، اخیافی) بھائی کی بیٹی، پوتی، نواسی۔
⑦ تینوں طرح کی (حقیقی، علاتی، اخیافی) بہن کی لڑکیاں اور پوتی، نواسی۔
⑧ پرورش میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ یہاں عام حالت کا تذکرہ معلوم ہو رہا ہے۔
⑨ کسی عورت سے شادی کرنے کے بعد اس کے ساتھ جماع کیا تو اس کے اگلے شوہر سے جو بیٹی ہے وہ حرام ہوگئی اور صحبت نہ ہو سکی اور جدائی ہو جائے تو اس کے اگلے شوہر سے جو بیٹیاں ہیں وہ حرام نہ ہوں گی۔

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ﴿۲۳﴾

ہاں! اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو[۱] تو تم پر (ان لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے اور تمھارے صلبی (یعنی نسلی) بیٹوں کی بیویاں (بہو بھی تم پر حرام ہے) اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو؛ مگر جو کچھ پہلے ہو چکا[۲] (وہ معاف ہے) یقین رکھو اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑے رحم کرنے والے ہیں[۳] ﴿۲۳﴾

---

① اور ان کو طلاق دی یا انتقال ہو گیا۔

② آیت نازل ہونے سے پہلے۔

③ اِس پوری آیت میں حرمت کی تین قسم کے مسائل بیان کیے گئے ہیں: (۱) نسبی (۲) رضاعی (۳) مصاہرت۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا

اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا

تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ

فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ

اور وہ عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) جو دوسرے (شوہروں) کے نکاح (کے بندھن) میں ہوں؛ مگر جو (باندیاں) تمھاری مالکی میں آجائیں (ان کا حکم الگ ہے)①، یہ حکم تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہیں، اور ان (حرام بتائی گئی عورتوں) کے علاوہ (باقی بہت ساری) عورتیں (اس طرح) تمھارے لیے حلال کردی گئیں کہ تم اپنا مال (یعنی مہر) خرچ کرکے (نکاح کے ذریعے) ان کو حاصل کرو، شرط یہ ہے کہ (مقصد باقاعدہ) نکاح کا بندھن قائم کرنا ہو، صرف شہوت پوری کرنا نہ ہو، پھر تم نے ان (عورتوں) سے نکاح کرکے فائدہ اٹھایا تو ان کو ان کا مقررہ مہر ادا کردو؛ البتہ (مہر) مقرر کرنے کے بعد آپس میں جس (کمی بیشی) پر تم راضی ہوجاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲۴﴾ اور تم میں سے جو لوگ آزاد مسلمان (پاک دامن) عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو تمھاری مالکی کی ایمان والی باندیوں میں سے کسی سے بھی نکاح کرسکتے ہیں② اور اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان (کی حالت) کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں، تم آپس میں (جنس کے اعتبار سے) ایک ہی ہو،

① دارالحرب کے کافروں سے قتال کرکے وہاں سے عورتیں قید کرکے لائیں اور ان کا شوہر دارالحرب میں ہی رہ گیا ہو تو اس کا نکاح دارالحرب والے شوہر سے ختم ہوگیا، اب اگر یہ عورت کتابیہ ہے یا مسلمان ہوگئی تو کوئی بھی مسلمان اس سے نکاح کرسکتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے امیر نے اگر اس کو باندی کے طور پر فوجیوں کو غنیمت میں تقسیم کردیا تب بھی ایک حیض آجانے کے بعد اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے کے بعد فائدہ اٹھاوے۔

② یعنی کسی بھی مسلمان بھائی کی مسلمان باندی سے نکاح کرلو اس میں خرچ کم آتا ہے۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى
الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ
لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ع
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾

سوتم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلیا کرو اور ان کو ان کا مہر دستور کے مطابق دے دیا کرو، بشرطیکہ نکاح کا رشتہ قائم کرنا (مقصود) ہو①، وہ کھلی ہوئی زنا کار نہ ہوں اور چھپی ہوئی دوستیاں نہ کرتی ہوں②، پھر جب وہ باندیاں (نکاح کے) بندھن میں آگئیں③ پھر اگر وہ زنا کا کام کریں تو (بغیر شادی والی) آزاد عورتوں کو (زنا کی) جو سزا دی جاتی ہے اس سے آدھی سزا ان کو دینا ضروری ہے④، یہ (باندی کے ساتھ نکاح کی اجازت) اس آدمی کے لیے ہے جو تم میں سے (نکاح نہ کرے تو) گناہ میں پڑنے سے ڈرتا ہو⑤ اور تم صبر کرلو (اور ضبط سے کام لو) تو تمھارے لیے بہت ہی بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿٢٥﴾

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ (اپنے احکام) تمھارے (فائدے کے) لیے صاف صاف بیان کردیں⑥ اور تم سے پہلے جو (نیک) لوگ گذریں ہیں ان کے طریقوں پر تم کو چلاویں اور (اللہ تعالیٰ) تمھاری توبہ قبول فرمائیں⑦ اور اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿٢٦﴾

①(دوسرا ترجمہ) پاک دامن ہوں، یعنی نکاح آزاد عورت سے کرے یا باندی سے پاک دامنی کو خاص دیکھا جائے۔
②(دوسرا ترجمہ) چپکے چپکے (ناجائز) دوست بنانے والی نہ ہوں۔③یعنی بیوی بن گئی۔④یعنی اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں۔⑤اس لیے کہ دنیا و آخرت میں زنا کے گناہ کی سزا بھاری ہے۔عنت کا معنیٰ ہے: مشقت، اور زانی دنیا میں بھی حدِ زنا کی وجہ سے مشقت میں ہے، اور زنا کے برے اثرات کی وجہ سے بھی مشقت میں ہے، نیز آخرت میں مشقت (عذاب) میں ہوگا۔خلاصہ: زنا کے اندر دینی، دنیوی اور بدنی ضرر لگا ہوا ہے۔
⑥فائدہ: اللہ تعالیٰ کسی کو جہالت والے کاموں سے بچا کر رکھے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔
⑦(دوسرا ترجمہ) تم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرماویں۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۟ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا
عَظِيْمًا ۝٢٧ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝٢٨ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا
تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝٢٩ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ
نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝٣٠ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝٣١

اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تمھاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بہت دور ہٹ جاؤ[1] ﴿۲۷﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تمھارے ساتھ آسانی کا معاملہ کریں[2] اور انسان (طبعی طور پر) کمزور بنایا گیا ہے[3] ﴿۲۸﴾ اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل (غیر شرعی) طریقے سے مت کھاؤ؛ مگر یہ کہ کوئی تجارت تمھاری آپس کی خوشی سے ہوئی ہو اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو[4]، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت ہی رحم کرنے والے ہیں ﴿۲۹﴾ اور جو شخص زیادتی اور ظلم کے طور پر یہ (قتل اور تمام ممنوع) کام کرے گا تو ہم عنقریب اس کو آگ میں داخل کریں گے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے (بالکل) آسان ہے ﴿۳۰﴾ اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تم کو (اللہ کی طرف سے) روکا گیا ہے تو ہم تمھارے (چھوٹے) گناہوں کو تم سے معاف کردیں گے اور ہم تم کو عزت کی جگہ (جنت) میں داخل کریں گے ﴿۳۱﴾

---

[1] یعنی پاک دامنی کی پاکیزہ راہ سے دور کرنا چاہتے ہیں۔
[2] (دوسرا) تمھارا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔
[3] خواہشوں پر صبر نہ کرسکنا یہ انسانی کمزوری ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی تکمیل کی جائز صورتیں بتادی گئیں۔
[4] یعنی خودکشی نہ کرو (دوسرا) آپس میں ایک دوسرے کو (ناحق) قتل بھی نہ کرو؛ اس لیے کہ دوسرے بھائی کا قتل خود کے قتل کی طرح ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ
عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ
اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع ۵
اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ
اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

اور جن چیزوں میں اللہ نے تم کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے اس کی تم تمنا مت کرو① مردوں کو ان کے کیے ہوئے کاموں میں سے حصہ ملے گا اور عورتوں کو ان کے کیے ہوئے کاموں کا حصہ ملے گا اور تم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، یقین رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور والدین اور (دوسرے) رشتے دار (اپنے مرنے کے بعد) جو (مال) چھوڑ کر جاویں ہم نے اس میں سے ہر ایک کے لیے وارث مقرر کیے ہیں اور جن لوگوں سے تم نے (پہلے سے) کوئی عہد باندھا ہو تو ان کو ان کا حصہ دے دو② یقینی بات ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر ہے ﴿۳۳﴾

مرد عورتوں پر نگران (یعنی حاکم) ہیں③: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے (بھی) کہ ان مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے، سو جو عورتیں نیک ہوتی ہیں وہ (اپنے شوہروں کی بھی) فرماں بردار ہوتی ہیں (اور شوہر کی) غیر حاضری میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حفاظت سے (شوہر کی آبرو اور مال کی) حفاظت کرتی ہیں④،

① خاص ایسے کمالات اور خوبیاں جن میں انسان کی محنت اور عمل کا کوئی دخل ہی نہیں ہے، جو محض اللہ کا انعام ہے، جیسے مرد ہونا، اس میں کوئی عورت کوشش نہ کرے کہ میں مرد بن جاؤں، اسی طرح سفید رنگ ہونا، اس میں دوسرا برابری کی کوشش نہ کرے اور حسد میں نہ پڑے۔ ② یہ ”مَوْلَی الْمُوَالات“ ہے، مولی الموالات کی شکل یہ ہے کہ ایک کافر شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے اور یہ دونوں وارث بنانے کو اور آپس میں ایک دوسرے کی جنایت کا بوجھ اٹھانے کو طے کرلے اور اس نومسلم کا کوئی وارث نہ ہو، تو اس صورت میں اس نومسلم کے انتقال پر پرانا مسلمان وارث بنے گا“۔ یہ رشتہ اب بھی ”نومسلم“ سے قائم ہو سکتا ہے۔ ③ قوّام: یعنی جو کسی کام کے کرنے یا اس کا انتظام کرنے کا ذمہ دار ہو، نظام چلانے والا۔
④ یعنی شوہر کی غیر حاضری میں پرائے مرد سے غلط تعلق قائم نہ کرے اور شوہر کے مال کی بھی حفاظت کرے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ
اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ
شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا
یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾

اور جن عورتوں کی شرارت کا تم کو ڈر ہو تو تم ان (عورتوں) کو (پہلے) نصیحت کرو اور (اس سے کام نہ چلے تو) تم ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو ① اور (اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) تم ان کو مارو ② پھر اگر وہ تمھاری بات ماننے لگیں تو ان کے خلاف (ظلم کی) کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر، سب سے بڑے ہیں ③ ﴿۳۴﴾ اور اگر تم کو ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان آپس میں کش مکش بڑھ جانے کا ڈر ہے تو ایک انصاف کرنے والا مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک انصاف کرنے والا عورت کے گھر والوں میں سے (منتخب کر کے) بھیجو ④ اگر وہ دونوں (حَکَم) (سچے دل سے) اصلاح کا ارادہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان موافقت (یعنی جوڑ) کر دیں گے ⑤ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں ⑥ ﴿۳۵﴾

① یعنی مکان چھوڑ کر نہ چلے جاؤ؛ بلکہ بستر الگ کر دو۔ ② ضرورت کے وقت مارنے میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے: [۱] بدن پر نشان نہ پڑے [۲] ہڈی نہ ٹوٹے [۳] زخم نہ ہو [۴] چہرے پر نہ مارے، اس سلسلے میں تفصیل کے لیے بندہ کے خطبات میں "پرسنل لاء" والے خطبات ضرور دیکھیں۔ ③ قرآن میں آیت کے آخر میں جو باری تعالیٰ کی صفات لائی جاتی ہیں وہ آیت کے مضمون کے عین مطابق ہوا کرتی ہے، یہاں چوں کہ معاملہ عورتوں کا ہے اور بہت شوہر عورتوں کو بے سہارا اور کمزور سمجھتے ہیں؛ اس لیے "علیا کبیرا" کی صفات لا کر بتلایا کہ شوہر اور اس کے گھر والوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات علی اور کبیر ہے؛ لہٰذا عورت کو بے سہارا سمجھ کر اس پر ظلم و زیادتی مت کرو۔
④ قرآن میں "حَکَم" کا لفظ ہے، یعنی: [۱] فیصلہ کرنے والوں میں جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ [۲] علم ہو۔ [۳] دیانت دار ہو۔ [۴] سب سے بڑی بات حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔
⑤ اچھی نیت پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جوڑ ہو جاوے گا اس لیے کہ جب بھی اخلاص نیت میں کمی آتی ہے تو آپس میں صلح میں دشواری ہوتی ہے۔ ⑥ ازدواجی زندگی میں رطب و یابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہو جائے گی۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

اورتم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواورتم اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرواور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرواور رشتے داروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اور قریب والے پڑوسی کے ساتھ [1] اور دور والے (یا اجنبی) پڑوسی کے ساتھ اور پاس میں بیٹھنے والے کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور اپنے غلام، باندی کے ساتھ (بھی اچھا برتاؤ کرو) یقینی بات ہے کہ جو شخص اترانے والا، فخر کرنے والا (یعنی شیخی مارنے والا) ہے اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے [2] ﴿۳۶﴾ جو (خود) بخیلی کرتے ہیں اور (دوسرے) لوگوں کو بخیلی سکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے جو دیا ہے اس کو وہ چھپاتے ہیں [3] اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے ﴿۳۷﴾ اور جو لوگ اپنے اموال کو لوگوں کو دکھلانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ قیامت کے دن پر (ایمان رکھتے ہیں) اور جس شخص کا شیطان دوست ہو وہ بہت ہی برا دوست ہے ﴿۳۸﴾

---

① والجار الجنب: متصل مکان والا پڑوسی ، رشتے دار پڑوسی ، مسلمان پڑوسی ۔

② (دوسرا ترجمہ) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اترانے والے کو، تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اترانا: اپنے اندر ایسی بڑائی کا خیال کرے جو واقعۃً خود میں نہیں ہے، یا خوبی کو اپنا ذاتی کمال سمجھنا۔

مُخْتَال: تکبر کرنے والا، جو دوسروں کی طرف دھیان نہ دیوے، خود کو ہی اونچا، بڑا سمجھے۔

فَخُوْر: جو لوگوں پر فخر کرتا ہو، خود بینی، خود پسندی میں مبتلا ہو، اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو ادا نہ کرتا ہو۔

③ اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا اس کو بخیلی سے چھپاوے اور لوگوں کو نہ دیوے، اسی طرح دین کا علم چھپاوے اور دین کی امانت دوسروں کو نہ پہنچاوے وہ بھی بخیل ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ
لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ
شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ۭ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ
وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ۧ ع

اوران کا کونسا نقصان ہوجاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور جو روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے اس میں سے (اللہ کے راستے میں اخلاص کے ساتھ) خرچ کرتے اور اللہ تعالیٰ ان (کے حال) کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۳۹﴾ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے اور اگر ایک چھوٹی نیکی ہوگی تو (اللہ تعالیٰ) اس کو (کئی گنا) بڑھا دیں گے اور اپنے پاس سے (مزید) عظیم اجر دیں گے [1] ﴿۴۰﴾ سو (ان لوگوں کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ طلب کریں گے اور (اے محمد!) ہم تم کو ان لوگوں پر گواہی کے لیے لائیں گے [2] ﴿۴۱﴾ جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی وہ لوگ اس (قیامت کے) دن یہ آرزو کریں گے کہ کاش ان کو زمین (میں دھنسا کر اس) کے برابر کر دیا جاوے [3] (اور حساب نہ ہو) اور وہ (اس دن) اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے ﴿۴۲﴾

---

① ضابطے کا اجر وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور مزید اپنی طرف سے عنایت ہوگی۔

② نبی کریم ﷺ اپنی امت کے فاسق، فاجر اور کافروں کے خلاف گواہی دیں گے، مراد اس سے نبی کریم ﷺ کے زمانے کے کافر اور منافق ہیں جن سے آپ ﷺ کو سابقہ پڑا، اسی طرح قیامت تک آنے والی پوری امت بھی مراد ہو سکتی ہے؛ اس لیے کہ امت کے اعمال آپ ﷺ پر پیش ہوتے رہتے ہیں، جس طرح پچھلی امتوں کے انبیا اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے اسی طرح آپ ﷺ اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے، اسی طریقے سے پچھلے نبیوں کی تائید میں گواہی دیں گے۔

③ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ دھنسا دیے جائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا
جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا
طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا
السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ
الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ

اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تب نماز کے قریب مت آؤ؛ جب تک کہ (زبان سے) جو کچھ بول رہے ہو اس کو تم سمجھنے لگو① اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز نہ پڑھو) جب تک تم غسل نہ کرلو؛ مگر یہ کہ تم مسافر ہو② اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر (نکلے) ہو یا تم میں سے کوئی (پیشاب، پاخانہ کی) حاجت کی جگہ سے فارغ ہو کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا (یعنی جماع کیا) ہو، پھر تم کو پانی نہیں ملا تو پاک مٹی سے تم تیمم کرلو، سو (تیمم کرنے میں) اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرلو③، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت زیادہ بخشنے والے ہیں ﴿۴۳﴾ کیا تم نے ان لوگوں کی حالت نہیں دیکھی جن کو کتاب (یعنی تورات کے علم) سے ایک (کافی) حصہ دیا گیا تھا وہ تو گمراہی خریدتے ہیں④ اور وہ تو یہ (بھی) چاہتے ہیں کہ تم (صحیح) راستے سے بھٹک جاؤ ﴿۴۴﴾ اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حمایت کے لیے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ مدد کرنے کے لیے کافی ہے ﴿۴۵﴾ یہودیوں میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو (تورات کے) الفاظ کو ان کی (اصلی) جگہوں سے (لفظاً و معنًی) پھرادیتے ہیں

① یہ شروع میں حکم تھا، بعد میں شراب کے بالکل حرام ہونے کا حکم دوسری آیت میں آچکا۔
② اس وقت پانی ملے تو غسل کے بغیر نماز صحیح نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز جائز ہے۔
③ مٹی والے ہاتھ چہرے اور دونوں ہاتھ پر بالاستیعاب پھرالینا مراد ہے۔ ④ یعنی گمراہی اختیار کرتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي

الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اور (حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بات کرتے وقت) اپنی زبان کو مروڑ کر دین میں طعنہ مارتے ہوئے ① ایسا کہتے ہیں ② ''سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا'' ③ (کہ ہم نے بات سن لی اور ہم نے نافرمانی کی) اور ''اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ'' ④ (یعنی آپ ہماری بات سنیں آپ کو کوئی بات سنائی نہ جائے) اور ''رَاعِنَا'' ⑤ (بولتے ہیں) اور اگر وہ (یہودی لوگ دو معنیٰ والے الفاظ کی جگہ پر) یوں کہتے کہ: ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' (ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا ہے) اور ''اسْمَعْ وَانْظُرْنَا'' (آپ سن لیجیے اور ہماری طرف نظر یعنی توجہ فرمائیے) تو (ایسی بات کہنا) ان کے لیے اچھا ہوتا اور (ان کا ایسا کہنا) بہت درست ہوتا؛ لیکن ان (یہودیوں) کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، سو تھوڑے لوگوں کے سوا باقی ایمان نہیں لاتے ﴿۴۶﴾ اے وہ لوگو جن کو کتاب (یعنی تورات) دی گئی! ہم نے جو (قرآن) اتارا اس کو مان لو، جو (قرآن) تمھارے پاس پہلے سے موجود (تورات کتاب) کو سچا بتلاتا ہے

① بولنے کا لہجہ بدل کر بولتے ہیں، توقیر اور احترام کے لہجے سے بولنے کے بجائے تحقیر اور توہین کے انداز میں بولتے ہیں۔
② یعنی دو معنیٰ والے الفاظ بولتے ہوئے، ایک معنیٰ اچھا ہوتا اور دوسرا برا ہوتا۔
③ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا: اس کے دو مطلب ہیں ایک اچھا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی بات سن لی اور آپ کا مخالف جو بہکانے کی بات ہم کو کرتا ہے وہ ہم نے نہیں مانی اور برا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی بات سن لی؛ لیکن ہم مانیں گے نہیں اور عمل نہیں کریں گے۔
④ وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ: اس لفظ کے بھی دو مطلب ہیں اس کا اچھا مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری بات سنو اور ہمیشہ آپ خوشی کی اور آپ کی موافقت کی بات سنتے رہو، کوئی رنج، غم اور مخالفت کی بات آپ کو سننی نہ پڑے اور برا مطلب یہ ہے کہ کوئی خوشی کی بات آپ کو سننے نہ ملے؛ بلکہ جو بات بھی آپ کہیں اس کی مخالفت ہو اور مخالف جواب آپ کو سننے پڑے۔
⑤ اچھا مطلب: ہماری رعایت کیجیے اور برا مطلب: یہودی زبان میں گالی۔ کبھی اس لفظ کو دبا کر بھی یہود بولتے ''راعینا'' جس کا مطلب یہ ہوتا ہے: اے ہمارے چرواہے!

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ
السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝٤٧ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ
ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝٤٨ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝٤٩ اُنْظُرْ كَيْفَ
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٠ ع

اس (عذاب کے آنے) سے پہلے کہ ہم چہروں (کے نشانات) کو مٹا (کر سپاٹ کر) دیویں، پھر ہم ان (چہروں) کو ان کی پیٹھ کی طرف الٹ دیویں یا ہم ان پر لعنت کریں جیسا کہ ہم نے سنیچر والوں پر لعنت کی تھی① اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے ﴿۴۷﴾ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شرک کرنے کو معاف نہیں کرتے اور اس (شرک) سے کم درجے (کے صغیرہ یا کبیرہ گناہوں) کو جس کے لیے چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں② اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے پکی بات ہے کہ اس نے بڑے گناہ کو انجام دیا ﴿۴۸﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ بتاتے ہیں (خود کو پاکیزہ بتانے سے کچھ نہیں ہوتا)؛ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے (اس کو) پاکیزہ کرتے ہیں اور ان پر ڈورے③ کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا ﴿۴۹﴾ تم دیکھو! یہ اللہ تعالیٰ پر کیسا جھوٹا بہتان باندھتے ہیں؟ اور کھلا گناہ (یا کھلے مجرم) ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے④ ﴿۵۰﴾

---

① سورۂ اعراف آیت ۱۶۳ میں بھی واقعہ آ رہا ہے۔

② شرک کو چھوڑ کر کامل توحید اپناوے، یہی شرک کی تلافی کی شکل ہے۔

③ (۱) کھجور کی گھٹلی کے درمیان کا ریشہ (۲) کھجور کی گھٹلی کے اوپر کی جھلی (۳) ایک دھاگا (۴) سوت کا تار کتنا باریک اور معمولی ہوتا ہے اتنا بھی ظلم نہیں ہوگا؛ یعنی ظلم ہوگا ہی نہیں۔

④ وہ کافر ہے پھر بھی خود کو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول بتاتے ہیں، دنیا میں بے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ملتی ہیں اس کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کفر پسندیدہ ہے؛ حالاں کہ یہ بے بنیاد بات ہے، اللہ تعالیٰ نے کفر کو کبھی پسند نہیں فرمایا، دنیوی نعمت تو کافروں کے لیے استدراج ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ
فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ
مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

(اے نبی!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (یعنی تورات) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا تھا (پھر بھی) وہ تو بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ: یہ (کفار) ایمان والوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں① ﴿۵۱﴾ ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر لعنت کرتے ہیں تم ہرگز اس کے لیے کوئی مدد کرنے والا نہیں پاؤ گے ﴿۵۲﴾ کیا ان (یہودیوں) کو (دنیوی) حکومت کا کچھ حصہ ملا ہے؟ (اگر ایسا ہوتا) پھر تو یہ لوگوں کو ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے ﴿۵۳﴾ یا وہ (یہودی دوسرے) لوگوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے②، پکی بات یہ ہے کہ ہم ابراہیم (علیہ السلام) کے خاندان والوں کو کتاب اور نبوت عطا کر چکے ہیں اور ہم نے ان کو بڑی حکومت دی تھی ﴿۵۴﴾ سو ان (لوگوں) میں سے کچھ تو اس (اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب) پر ایمان لے آئے اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس (پر ایمان لانے) سے رکے رہیں اور جہنم کی بھڑکتی آگ (ان کو داخل کرنے کے لیے) کافی ہے ﴿۵۵﴾

---

① جنگِ احد کے بعد کعب بن اشرف مکہ گیا تھا، اس موقع پر ابوسفیان نے اس سے پوچھا تھا کہ: ہمارا مذہب زیادہ اچھا ہے یا مسلمانوں کا؟ تو اس نے کہا تھا کہ تمھارا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ بہتر ہے، اس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

② حضور ﷺ کو نبوت اور حکومت ملی اس پر یہود حسد کرتے ہیں ان کے حسد سے کیا ہوگا؟ اکثر حسد کا سبب اپنے آپ کو اونچا سمجھنے کا خیال ہوتا ہے کہ دوسرے سے اپنے آپ کو برتر سمجھے، اور اگر دوسرے کو بلند مرتبہ پر دیکھ لیا تو زوال چاہتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا
غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا
حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا
بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

یقینی بات ہے کہ جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے، جب جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان (کھالوں) کی جگہ دوسری کھال بدل دیں گے؛ تاکہ وہ (ہمیشہ) عذاب کا مزہ چکھتے رہے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے ہی زبردست، بڑے ہی حکمت والے ہیں ﴿۵۶﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان (باغات) میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، ان کے لیے اس (جنت) میں پاکیزہ① بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سایہ② میں داخل کریں گے③ ﴿۵۷﴾ (اے مسلمانو! یاد رکھو) یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم امانتوں کو اس (امانت) کے حق داروں کو پہنچاؤ، اور (اللہ تعالیٰ یہ بھی حکم دیتے ہیں کہ) جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو تم انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ تم کو اچھی بات ہی کی نصیحت کرتے ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سنتے ہیں، بہت دیکھتے ہیں ﴿۵۸﴾ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور تم رسول کا کہنا مانو اور تم میں سے اولوالامر④ کا بھی (کہنا مانو)

① یعنی ظاہری و باطنی گندگی سے پاک۔ ② اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ اور جنت کا ایسا سایہ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔
③ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں روشنی تو ہوگی؛ مگر دھوپ کی تپش نہیں ہوگی۔
④ اولوالامر: یعنی علما، فقہا جو رسول اللہ ﷺ کے نائب ہیں، اسی طرح حکومت کے ذمے دار جو شریعت کے مطابق کوئی حکم اور فیصلہ کریں۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ع ٨ ٥
اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوا بِمَآ اُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
يُرِيدُونَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوٓا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ اُمِرُوٓا اَنْ يَّكْفُرُوا بِهٖ ۚ وَيُرِيدُ الشَّيْطٰنُ
اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ
رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا
قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ ۖ بِاللّٰهِ إِنْ اَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا وَّتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

پھر اگر تمھارے درمیان کسی چیز میں (آپس میں) اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ (کی کتاب) اور (اس کے) رسول (کی سنت) کی طرف لوٹا یا کرو①، یہ (دنیا میں) اچھا طریقہ ہے اور (آخرت میں اس کا) انجام بھی بہتر ہے ﴿۵۹﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب) پر جو تم پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو (کتاب) تم سے پہلے اتاری گئی (اور) وہ (اپنے آپسی مقدمات میں) فیصلہ شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں②؛ حالاں کہ پکی بات یہ ہے کہ اس کو نہ ماننے کا ان کو حکم دیا گیا اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کو (صحیح راستے سے) گمراہ کر کے دور لے جا کر ڈال دیوے ﴿۶۰﴾ اور جب ان کو کہا جاتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ③ تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تمھارے پاس آنے سے پوری طرح رک جاتے ہیں ﴿۶۱﴾ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوتا ہے جب ان کے ہاتھوں کے (پہلے کیے ہوئے) کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت (یعنی سزا اور ذلت) آ پڑتی ہے، پھر وہ (منافقین) تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا مقصد صرف بھلائی اور میل ملاپ کرا دینا تھا④ ﴿۶۲﴾

① (دوسرا ترجمہ) اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔
② اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کسی کی بات مانی جائے یا جس کسی کی عبادت کی جائے وہ "طاغوت" ہے۔ =

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ
ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں①، سوتم ان کو نظر انداز کردو② اور تم ان کو نصیحت کرو اور خود ان سے ان کے بارے میں ایسی بات کہو جو دل میں پہنچنے والی ہو③ ﴿۶۳﴾ اور ہم نے کسی بھی رسول کو اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جاوے اور اگر یہ لوگ جب انھوں نے (گناہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا④ اسی وقت تمھارے پاس آجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی دعا کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے پاتے ﴿۶۴﴾ سو تمھارے رب کی قسم! وہ لوگ⑤ اس وقت تک (اللہ تعالیٰ کے یہاں کامل) مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں تم سے فیصلہ نہ کروائیں، پھر تم جو فیصلہ کردو اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی گرانی محسوس نہ کریں اور پوری طرح (خوشی سے تمھارے فیصلے کو) مان لیویں⑥ ﴿۶۵﴾

=③ تاکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔
④ توفیق کے کئی معانی ہیں: [۱] ملاپ [۲] موافقت [۳] دو چیزوں میں مطابقت کرنا؛ اسی لیے تقدیر کے مطابق جو اچھے اعمال بندے سے ہوتے ہیں اس کو توفیق کہا جاتا ہے، اور یہاں اصلاح کا معنی ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا:

① ان منافقوں کے زبان سے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ان کو حقیقی مومن مت سمجھ لینا، حقیقت میں وہ سچے ایمان والے نہیں ہیں۔
② (دوسرا ترجمہ) ان کی پرواہ نہ کرو (تیسرا) آپ ان کی طرف سے دھیان ہٹالو (چوتھا) ان سے کوئی تعارض نہ کرو۔
③ (دوسرا ترجمہ) ایسی بات کہو جو اثر انداز ہو۔ ④ یعنی گناہ کرکے خود ہی کا نقصان کیا تھا۔
⑤ لا کا مطلب ہے فلیس الامر کما زعم هؤلاء المنافقون (یعنی بات ایسی نہیں ہے جیسا کہ ان منافقین کا گمان ہے)۔
⑥ اللہ اور نبی کے فیصلے کو دل وجان سے قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا، اسی میں انسان کے ایمان اور اسلام کا کمال ہے۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا
لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ ع۹

اور اگر ہم ان (منافقوں) پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو① یا اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا، اور اگر جس بات کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل وہ کر لیتے تو ان کے لیے زیادہ بہتر ہوتا اور (ایمان پر) زیادہ ثابت قدم رہنے کا ذریعہ بنتا② ﴿۶۶﴾ اور (جب وہ ایسا کرتے) تب تو ہم ان کو اپنی طرف سے بہت بڑا ثواب عطا کرتے ﴿۶۷﴾ اور ہم ان کو ضرور سیدھے راستے پر چلاتے ﴿۶۸﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے (کامل) انعام فرمایا ہے یعنی نبیوں اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ اور وہ سب (حضرات) بڑے اچھے ساتھی ہیں③ ﴿۶۹﴾ (ان اچھے لوگوں کے ساتھ ہونا) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور (لوگوں کے حالات سے) اللہ تعالیٰ کا واقف ہونا کافی ہیں④ ﴿۷۰﴾

---

① یعنی خودکشی کرو۔
② (دوسرا ترجمہ) (ایمان) کو مضبوط کرنے کا ذریعہ بنتا۔
③ صدیق: [۱] جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہو۔
[۲] جو کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو۔
[۳] جس نے سچائی کی عادت بنالی ہو۔
[۴] جو عقیدہ، قول، عمل؛ ہر اعتبار سے سچا ہو۔
④ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کسی کو یہ فضل وکمال معاذ اللہ! بے خبری کے ساتھ نہیں دیتے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے حالات سے باخبر بھی ہے، اس کے مطابق عنایت ہوتی ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ

اے ایمان والو! (دشمن سے مقابلے کے وقت) تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، پھر (مقابلے کے لیے جیسا موقع ہو) الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو[1] یا تم سب اکٹھے ہو کر کے نکلو ﴿۷۱﴾ اور یقیناً تم میں کوئی (منافق) ایسا بھی ضرور ہوگا جو (دشمن کے مقابلہ میں جانے سے) ضرور دیر لگائے گا[2] سو اگر (جنگ میں) تم کو کوئی مصیبت آ گئی تو کہتا ہے: پکی بات ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام (یعنی فضل) کیا کہ میں ان کے ساتھ (لڑائی میں) حاضر نہ تھا ﴿۷۲﴾ اور اگر تم (جہاد کرنے والوں) پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فضل آ گیا[3] تو وہ ضرور (یوں) کہے گا کہ: گویا تم میں اور اس کے بیچ میں کبھی کوئی دوستی کا تعلق نہیں تھا[4] اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی مل جاتی[5] ﴿۷۳﴾ سو وہ (مخلص مسلمان) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں جو دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیتے ہیں[6]

---

① (دوسرا ترجمہ) چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں۔

② یعنی بلا وجہ تاخیر کرے گا۔ عام طور پر خیر کے کام میں جانے کے وقت کچھ افراد دیر لگانے والے، سستی کرنے والے، بہانے کرنے والے ہوتے ہیں۔ ③ یعنی فتح اور غنیمت۔

④ یہ منافقین کی اپنی غرض کی بات ہے کہ خود کو مال نہیں مل رہا ہے اس پر افسوس کرے؛ اس لیے کہ جب انسان کو کسی سے محبت اور تعلق ہوتا ہے تو اس کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھ کر اس پر خوشی کا اظہار کرتا ہے، یہاں مسلمانوں کی کامیابی پر خوشی کی تو کوئی بات ہی نہیں کہی؛ بلکہ اپنے ہاتھ سے اپنی غرض فوت ہو گئی اس پر افسوس کو ظاہر کر رہے ہیں۔

⑤ یعنی مجھے بھی بہت سارا غنیمت کا مال مل جاتا۔

⑥ یعنی جو مسلمان دنیوی زندگی کے بدلے آخرت کو لے رہے ہیں (یعنی فانی دنیا کو چھوڑ چکے ہیں)۔

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا
تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ
وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ
كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرتا ہے پھر چاہے وہ قتل ہو جاوے یا (جیت کر) غالب آجائے (ہر حال میں) ہم اس کو عنقریب بڑا ثواب عطا کریں گے ﴿۷۴﴾ (اے مسلمانو!) اور تمھارے پاس کیا عذر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور ان کمزور (یعنی بے بس) مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر تم نہ لڑو① جو یوں (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں، اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کر دیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے ﴿۷۵﴾ جو ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرتے ہیں اور جو کافر لوگ ہیں وہ شیطان کے راستے میں قتال کرتے ہیں، سو (اے مسلمانو!) تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو، یقیناً شیطان کی چال کمزور ہے ﴿۷۶﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا تھا② کہ تم (ابھی جنگ سے) اپنے ہاتھ روک کر رکھو اور تم نماز قائم کرتے رہو اور تم زکوۃ دیتے رہو،

① تاکہ وہ ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل کر سکیں۔ نوٹ: اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا یہ قتال کا مقصد ہے، اسی طرح مظلوموں کو ظلم سے نجات دلانا یہ بھی قتال کا ایک مستقل مقصد ہے۔

② مکی زندگی میں جب جنگ کی اجازت نہیں تھی تب۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ
خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَ مَا
تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ
يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللّٰهِ ۚ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ
مِّنْ عِندِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾

سو جب ان پر (مدنی زندگی میں) جنگ کرنا فرض ہوا تب ان میں سے ایک جماعت لوگوں (یعنی کافروں) سے ایسے ڈرنے لگی جیسے کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے؛ بلکہ اس (اللہ کے ڈر) سے بھی زیادہ ڈرنے لگے اور وہ (یوں) کہنے لگے: اے ہمارے رب! (ابھی) ہمارے اوپر جہاد کرنا آپ نے کیوں فرض کیا؟ تھوڑی سی مدت تک کے لیے آپ نے ہم کو مہلت کیوں نہیں دی①؟ تم (جواب میں) کہو کہ: دنیا کا سامان② بہت تھوڑا ہے اور تقویٰ والے کے لیے آخرت بہتر ہے اور تم پر تاگے کے برابر (یعنی معمولی) ظلم (بھی) نہیں کیا جائے گا ﴿۷۷﴾ تم جہاں بھی رہوگے (ایک وقت پر) موت (آکر) تم کو (وہیں) پکڑ لے گی، چاہے تم مضبوط قلعے میں (حفاظت سے) رہو اور اگر ان (منافقین) کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ: یہ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آئی③ اور اگر ان (منافقوں) کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ: یہ تمھاری (ناکام تدبیر کی) وجہ سے آئی ہے (اے نبی! جواب میں) تم کہہ دو: ہر ایک (اچھائی یا برائی) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ہی آئی ہے، آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ کوئی بات سمجھنے کے نزدیک بھی نہیں آتے؟ ﴿۷۸﴾

---

① (۱) ایسا وسوسہ ان کے دل میں پیدا ہوا تھا جس کو ”قول“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور وسوسہ کا آنا کوئی معصیت نہیں۔ (۲) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ صحابہ مکہ میں تھے تو کافروں کے ظلم کی وجہ سے تنگ آکر جہاد کی تمنا کر رہے تھے، مدینہ پہنچ کر کچھ عافیت معلوم ہوئی اور جہاد کا حکم آیا تو اس وقت زبان سے یہ بات نکلی کہ ”اگر اس وقت جہاد کا حکم نہ ہوتا تو بہتر تھا“۔ (۳) بعض حضرات کہتے ہیں: یہ منافقین کی بات ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) دنیا کا فائدہ۔ ③ مسلمانوں نے کوئی مضبوط تدبیر نہیں کی تھی، اتفاقی چیز سمجھتے ہیں۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۷۹ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝۸۰ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۸۱ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝۸۲

(اے انسان!) جو بھلائی بھی تجھ کو پہنچی سو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے) اور جو برائی تجھ کو پہنچی سو وہ تمھاری اپنی خطا کے سبب سے ہے (اے محمد!) اور ہم نے تم کو سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور (آپ رسول ہیں اس بات پر) گواہی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے[۱] ﴿۷۹﴾ جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے تو پکی بات ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے بھی (اطاعت سے) منہ پھیر لیا تو ہم نے تم کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا ﴿۸۰﴾ اور وہ (منافقین تمھارے سامنے تو) کہتے ہیں کہ: ہمارا کام تو (آپ کی) اطاعت کرنا ہے، پھر جب وہ تمھارے پاس سے (نکل کر) باہر جاتے ہیں تو ان (منافقین) میں سے ایک جماعت کے لوگ (تم سے) جو بات کہتے ہیں اس کے خلاف رات کے وقت (خفیہ) مشورہ کرتے ہیں، اور رات کے وقت جو مشورہ وہ کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو لکھ رکھتے ہیں[۲] سو تم ان کو نظر انداز کر دو[۳] اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اور اللہ تعالیٰ کام بنانے کے لیے کافی ہے ﴿۸۱﴾ کیا بھلا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اور اگر وہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلافات (یعنی تفاوت) پاتے۔ ﴿۸۲﴾

---

① پہلے دو "ک" سے مطلق انسانوں کو خطاب ہے، اور تیسرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہے۔
② اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ مشوروں کو ملائکہ کے ذریعہ لکھواتے ہیں۔
③ (دوسرا ترجمہ) ان کی طرف دھیان نہ دو۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

اور جب ان (منافقین) کے پاس کوئی (نئی) خبر امن کی یا ڈر کی پہنچتی ہے تو (تحقیق کیے بغیر) اس کو پھیلانا شروع کر دیتے ہیں① اور اگر وہ اس (خبر) کو (پھیلانے سے پہلے) رسول اور اپنے ذمے داروں تک لے جاتے② تو جو لوگ ان میں سے اس کی تحقیق کرنے والے ہیں وہ اس کی پوری حقیقت معلوم کرتے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تھوڑے لوگوں کے سوا (باقی) تم سب شیطان کی اتباع کرنے (یعنی بات ماننے) میں لگ جاتے ﴿۸۳﴾ سو (اے نبی!) اللہ تعالیٰ کے راستے میں تم (دشمنوں سے) قتال کرو، تم صرف اپنی ذات ہی کے ذمے دار ہو اور مومنوں کو (جہاد کے لیے) ترغیب دیتے رہو، اللہ تعالیٰ سے (یقینی) امید ہے کہ وہ کافروں کی لڑائی (کے زور) کو روک دیویں اور اللہ تعالیٰ کی طاقت سب سے بڑی ہے اور (اللہ تعالیٰ کی) سزا بڑی سخت ہے ﴿۸۴﴾

① (دوسرا ترجمہ) اس کو مشہور کر دیتے ہیں (تیسرا ترجمہ) ہر ایک سے کہتے پھرتے ہیں۔ ایسی خبریں بھی بالقصد منافقین پھیلاتے تھے جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہو۔ آج کل سوشیل میڈیا کا یہی کام رہ گیا ہے کہ لوگ اُس کے اندر بے تحقیق باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، خاص طور پر ایسی باتیں جس سے لوگوں میں خوف پیدا ہو، اس کی مذمت اس آیت سے معلوم ہوتی ہے۔ اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد ہی اس کو شیئر کیا جائے۔

② ذمے دار سے مراد:

[۱] علما اور فقہا۔

[۲] اہلِ حکومت۔

[۳] کسی معاملہ کے ذمے دار اور اکابرین جو صحیح بات کی سمجھ اور خبر رکھتے ہیں۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ

لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا

بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع ۱۱ / ۸

جو شخص بھی اچھی سفارش کرتا ہے ① تو اس (سفارش کرنے والے) کو بھی اس میں سے ایک حصہ (ثواب کا) ملے گا، اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے تو اس (سفارش کرنے والے) کو اس (برائی) کا ایک حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں ﴿۸۵﴾ اور جب تم کو کوئی سلامتی کی دعا دے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں سلام کا جواب دو یا (کم سے کم) ان ہی الفاظ میں اس (سلام) کا جواب لوٹا دو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب کرنے والے ہیں ﴿۸۶﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہیں جن کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو قیامت کے دن ضرور جمع کریں گے جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ ﴿۸۷﴾

---

① اچھی سفارش سے مراد:

[۱] جس کا مقصد کسی کا حق پورا دلوانا ہو۔

[۲] جائز نفع پہنچانا ہو۔

[۳] نقصان سے بچانا ہو۔

[۴] رشوت نہ لی جائے۔

[۵] ناجائز کام میں نہ ہو۔

[۶] محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔

[۷] جس ثابت شدہ جرم کی سزا قرآن و حدیث میں آئی ہے اس میں نہ ہو۔

[۸] مسلمان کی حاجت روائی کی دعا کرنا یہ بھی اچھی سفارش ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

پھر تم (مسلمانوں) کو کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے ①؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (منافقوں) کے (برے) کاموں کی وجہ سے ان کو (ظاہری کفر کی طرف) الٹا پھرا دیا ہے ② کیا تم یہ ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے شخص کو تم ہدایت پر لے آؤ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتے ہیں تو تم ہرگز اس کے لیے کوئی (ایمان کا) راستہ نہیں پاؤ گے ﴿۸۸﴾

① کچھ لوگوں نے دار الاسلام کو چھوڑ دیا تھا، یہ عملی ارتداد ہے جس سے نفاق ظاہر ہو ہی گیا تھا؛ اس لیے ان کے بارے میں دو رائے نہ ہو۔

تفصیل: (۱) بعض لوگ ایسے تھے جو ظاہر میں ایمان نہیں لائے اور دل میں تو ایمان تھا ہی نہیں؛ لیکن مسلمانوں سے اور نبیٔ کریم ﷺ سے ملاقات کرتے رہتے تھے اور محبت بھی دکھلاتے تھے؛ لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر مسلمان ہماری قوم پر حملہ کریں تو ہمارے تعلق کی وجہ سے ہماری اور ہمارے گھر والوں کی حفاظت ہو، ان کی اس غلط نیت کا جب پتہ چل گیا تو دو رائے ہو گئیں، بعض حضرات کا یہ کہنا تھا کہ ان سے تعلق بالکل ختم کر دیا جائے؛ تاکہ وہ ہم سے جدا ہو جائیں اور بعض حضرات کی رائے یہ تھی کہ ان سے تعلق باقی رکھو کہ اس تعلق کی برکت سے وہ لوگ ایمان کو قبول کر لیویں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلا دیا کہ تم سب آپس میں ایک رائے ہو کر ان کے بارے میں کارروائی کرو جو آگے والی آیت میں ذکر کی گئی ہے۔

نوٹ: (۲) عرب کے کچھ مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم مسلمان ہیں، ہجرت کر کے آئے ہیں؛ حالاں کہ انھوں نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا تھا، منافقین کی طرح تھے، پھر نبی ﷺ کے سامنے بہانہ کیا کہ مدینہ کی ہواء موافق نہیں آ رہی ہے یا ہم تجارت کا سامان لینے مکہ جا رہے ہیں، اس طرح کی باتیں کر کے مدینہ سے مکہ گئے، پھر وہیں رہ گئے، مدینہ واپس نہیں آئے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے چھپے ہوئے کفر کو ظاہر فرما دیا تو مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات نے ان کی حقیقت کے پیشِ نظر ان کو کافر ہی سمجھا اور کافروں والا سلوک ان کے ساتھ کیا جائے یہ ان کی رائے تھی، ان کی بڑی دلیل یہ تھی کہ ان کا دار الاسلام مدینہ چھوڑ کر دار الکفر مکہ چلا جانا اور وہیں رہ جانا کافر ہو جانے کی نشانی ہے اور دوسرے صحابہ حسنِ ظن کی وجہ سے ان کو مسلمان جیسا سمجھتے رہے؛ حالاں کہ جب وہ مکہ واپس چلے گئے تو اب ان کے بارے میں کسی طرح کا اختلاف رائے نہ ہونا چاہیے؛ چوں کہ اس وقت مکہ سے مدینہ ہجرت لازمی تھی اور قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرے تو اس کو مسلمان قرار نہیں دیں گے۔

② (دوسرا ترجمہ) ان کو اوندھا کر دیا ہے۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى
يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪
وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا
قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ

وہ (منافق) تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ (خود) کافر ہو گئے ہیں تم بھی کافر بن جاؤ؛ تا کہ (وہ منافق اور) تم (مسلمان) سب (کفر میں) برابر ہو جاؤ①؛ لہذا (اے مسلمانو!) تم ان میں سے کسی کو (اس وقت تک) اپنا دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں②، پھر اگر وہ (منافقین اسلام و ہجرت کو) قبول نہ کریں تو جس جگہ بھی تم ان (منافقوں) کو پاؤ ان کو پکڑ و اور ان کو قتل کر دو اور تم ان (منافقوں) میں سے کسی کو نہ (اپنا) دوست بناؤ اور نہ مددگار ﴿۸۹﴾ مگر جو (منافق) لوگ کسی ایسی قوم سے جا ملے کہ تمھارے اور ان کے درمیان (کوئی صلح کا) معاہدہ ہوا ہے، یا وہ لوگ تمھارے پاس ایسی حالت میں آئیں کہ تمھارے خلاف جنگ کرنے سے یا اپنی قوم کے خلاف جنگ کرنے سے ان کے دل تنگ ہوں③ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کر دیتے④، تب وہ تم سے ضرور لڑنے لگ جاتے،

① جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کی طرف سے یہ جو چاہت ہے کہ مسلمان اور کافر سب احکام میں برابر ہو جائیں، اس وقت ہمارے ملک کی اصطلاح میں اس کو یونیفارم سول کوڈ کہا جاتا ہے کہ ایمانیات و دینیات کے بجائے کفریات اور انسانوں کے خود ساختہ قوانین کو اپنایا جائے، اس کی قرآن ہرگز اجازت نہیں دیتا، اسلامی قوانین زندگی کے ہر شعبے میں مطلوب اور ضروری ہے۔

② اس لیے کہ اس زمانے میں دل سے مسلمان بن کر مدینہ منورہ کی ہجرت کرنا اپنے اسلام کو ظاہر میں ثابت کرنے کے لیے ضروری تھا۔

③ (دوسرا ترجمہ) کبیدہ خاطر ہو۔

④ (دوسرا ترجمہ) ان کو تم پر زور دے دیتے۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝٩٠ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ
كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ
وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝٩١ ع

سواگر وہ تم سے (صلح کر کے) دور رہے پھر تم سے جنگ نہ کریں اور تمھارے ساتھ مصالحانہ رویہ رکھے ①
تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے خلاف تم کو کسی بھی کارروائی کا حق نہیں دیا ② ﴿۹۰﴾ (ان منافقین میں
سے) کچھ دوسرے لوگ تم کو ایسے ملیں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم (مسلمان) سے (بھی) امن میں
رہیں ③ اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (مگر ان کی حالت یہ ہے کہ) جب کبھی ان کو کسی شرارت
(فتنہ وفساد) کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس میں (جا کر) وہ اوندھے گرتے ہیں ④، سو اگر وہ تم سے
(جنگ کرنے سے) جدا نہ ہوں ⑤ اور تم سے مصالحانہ رویہ نہ رکھیں اور اپنے ہاتھوں کو (مسلمانوں
کے ساتھ لڑائی سے) نہ روکیں تو جہاں بھی تم ان کو پاؤ، تو ان کو پکڑو اور ان کو قتل کر دو اور ایسے لوگوں
کے خلاف کارروائی کرنے کی ہم نے تم کو کھلی سند دے دی ہے ﴿۹۱﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) تم پر صلح پیش کرے۔
② یعنی ایسے غیر جانب دار لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی صلح سے رہنا چاہیے اور مسلمانوں کی محبت، مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا جذبہ ان کے دل میں آجانا اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر پکڑنا اور قتل کرنا موقوف کرو۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر ہمارے ساتھ صلح وشانتی کو آگے بڑھانا چاہے تو پھر ہر حالت میں ان سے جنگ نہ کرنا چاہیے۔
③ یعنی لڑائی سے بے خطر رہے، بے خوف رہے۔
④ یعنی ان کو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے کہا جاتا ہے تو لڑنے کے لیے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔
⑤ یعنی جنگ نہ چھوڑیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِــيْمًا ﴿۹۲﴾

اور کسی ایمان والے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی ایمان والے کو (ناحق) قتل کر دیوے؛ مگر یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جاوے اور جو شخص کسی ایمان والے کو غلطی سے قتل کر دیوے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایمان والے غلام یا باندی کو آزاد کر دیوے اور دیت اس (مقتول) کے وارثوں کو پہنچا دیوے؛ مگر یہ کہ وہ (مقتول کے ورثاء دیت کو) معاف کر دیویں، سو اگر وہ (مقتول)① تمھاری دشمن قوم سے ہے②؛ حالاں کہ وہ (قاتل) خود ایمان والا ہے تو ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کرنا ضروری ہے③ اور اگر وہ (مقتول) کوئی ایسی قوم سے ہو کہ (جو مسلمان نہیں ہے اور) تمھارے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہے④ تو بھی اس (مقتول) کے گھر والوں (یعنی وارثوں) کو دیت سونپ دینا ضروری ہے اور ایک ایمان والے غلام یا باندی کو آزاد بھی کر دینا ہے، سو جس شخص کو (غلام یا باندی) نہ ملے تو دو مہینے لگاتار روزے رکھنا ہے، یہ توبہ کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۹۲﴾

---

① یعنی جس کو غلطی سے قتل کیا گیا ہے۔
② یعنی دار الحرب کا رہنے والا کافر ہو اور کسی وجہ سے یہاں رہتا ہو۔
③ یعنی دیت کی رقم نہیں دینی پڑے گی۔
④ یعنی ذمی تھا یا مستامن تھا یا اس کو قوم کے ساتھ کوئی صلح ہوئی تھی۔

نوٹ: غیر مسلموں کی جان کی حفاظت کا بھی اسلامی قانون کتنا اچھا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ
وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝٩٣ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا
تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ
فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝٩٤

اور جو شخص کسی ایمان والے کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا① اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر لیا ہے ﴿۹۳﴾ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں سفر (کیا) کرو تو (ہر کام میں) پوری تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے② تو اس کو ایسا مت کہو کہ: ''تو مومن نہیں ہے'' تم (صرف) دنیوی زندگی کا سامان (یعنی غنیمت) حاصل کرنا چاہتے ہو، سو اللہ تعالیٰ کے پاس تو بہت ساری غنیمت ہے (آخر) تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے③، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا؛ لہٰذا (اب) تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، یقینی بات ہے کہ جو کام تم لوگ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۹۴﴾

① (۱) کسی مسلمان کو حلال سمجھ کر ناحق جان بوجھ کر قتل کر دیوے تو وہ آدمی مرتد ہو جاتا ہے اور اس کی سزا دائمی جہنم ہے۔
(۲) حلال نہ سمجھے اور جان بوجھ کر قتل کرے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا حق دار ہے، باقی یہ ہے کہ ایمان کی برکت سے سزا بھگتنے کے بعد دیر سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیویں ایسی امید ہے۔
(۳) خلود سے مراد: لمبی مدت جہنم میں رہنا ہے۔
② سلام کا دوسرا مطلب ہے تمھاری اطاعت قبول کر لیوے۔
نوٹ: یہاں ''سلام'' سے مراد جو ایمان کے اظہار کے طور پر ہو، ورنہ آج کل بہت سے مسلمان غیر مسلموں سے دوستیاں کرتے ہیں اور وہ غیر مسلم کفر پر رہتے ہوئے دوستی میں مسلمان کو سلام کرے وہ سلام علامتِ ایمان نہیں ہے، جیسے کہ ووٹ لینے آنے والے سلام کرتے ہیں۔ بس جو آدمی خود کو ظاہر میں مسلمان بتاوے اور اس کے لیے سلام کرے، ظاہری حکم کے لیے یہ کافی ہے۔
③ انسان اپنی سابقہ حالت کو یاد رکھے گا تو کسی کو حقیر نہیں سمجھے گا۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع۱۴ ۵ ۱۰
إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا
مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ ؕ قَالُوْٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ
فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾

جن ایمان والوں کو کوئی (شرعی) معذوری نہ ہو اور وہ بیٹھے رہیں[۱] وہ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، جو لوگ اپنے مال اور اپنی جان سے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) جہاد کرتے ہیں ان کو (قتال فی سبیل اللہ کی استطاعت کے باوجود) بیٹھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا (یعنی جنت کا) وعدہ کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑے ثواب میں فضیلت دی ہے ﴿۹۵﴾ (وہ عظیم اجر) اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے درجات اور مغفرت اور رحمت ہوگی اور اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۹۶﴾

یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا[۲] (اور اسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کر کے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے[۳] ﴿۹۷﴾

① اس میں معذور صحابہ کی دل جوئی مقصود ہے۔

② یعنی ہجرت چھوڑ کر خود کو گنہگار کر رکھا تھا۔ ③ (دوسرا ترجمہ) اور وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ
سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع
وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ
اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾

مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے (۱) جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے تو اس کو زمین میں بڑی جگہ اور وسعت ملے گی (۲) اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے گا، پھر موت نے آکر اس کو پکڑ لیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو چکا (۳) اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۰۰﴾

اور جب تم زمین میں سفر میں نکلو اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو پریشان کریں گے تو تم کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لیا کرو، یقینی بات ہے کہ کافر لوگ تو تمھارے کھلے ہوئے دشمن ہیں (۴) ﴿۱۰۱﴾

---

(۱) یعنی جن میں ہجرت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔
(۲) ہجرت کی برکت سے گناہوں کی معافی، حلال روزی، عمدہ وسیع مکان، مخالفین پر دینی غلبہ، عزت اور شرافت ملے گی اور دین کی اشاعت کا موقع بھی ملے گا۔
(۳) یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ثواب دیں گے۔ (۴) عام طور پر دشمنوں کی طرف سے سفر میں خطرہ لگا رہتا ہے، ورنہ خطرہ نہ ہو تب بھی شرعی مقدار والے سفر میں نماز قصر کرنی ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا
اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ
يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ
تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ
وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾

اور (اے نبی!) جب (دشمن سے مقابلے کے وقت) تم ان (مسلمانوں) کے درمیان میں موجود ہوں، پھر تم ان کو نماز پڑھانے کھڑے ہوں① تو چاہیے کہ ان (مسلمانوں) کی ایک جماعت تمھارے ساتھ (نماز پڑھنے) کھڑی ہو جائے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار (اپنے ساتھ) لے لیویں، پھر جب وہ لوگ② سجدہ کر چکیں تو ان کو چاہیے کہ وہ تمھارے پیچھے چلے جائیں③ اور دوسری جماعت جس نے (ابھی تک) نماز نہیں پڑھی وہ (آگے امام کے پیچھے) آ جاویں، سو وہ تمھارے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ (دوسری جماعت کے) لوگ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار (ساتھ) لے لیویں④ (کیوں کہ) کافر لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیار اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک دم حملہ کر دیویں، اور اگر بارش کی وجہ سے تم کو تکلیف ہووے یا تم بیمار ہوؤ تو اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہتھیار (اتار کر) رکھ دو اور (اس وقت بھی) تم (صرف) اپنے بچاؤ (حفاظت) کا سامان (ساتھ) لے لو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے ﴿۱۰۲﴾

---

①(دوسرا ترجمہ) تم ان (ساتھیوں) کو نماز پڑھاؤ۔ ②یعنی شروع سے امام کے ساتھ نماز پڑھنے والے۔
③(دوسرا ترجمہ) تمھارے پاس سے پیچھے ہٹ جاویں۔ ④اس کو صلوۃ الخوف کہا جاتا ہے، حضور ﷺ کے بعد قیامت تک صلوۃ الخوف پڑھی جا سکتی ہے، اور جس طرح انسان کے خوف سے یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے اسی طرح شیر، اژدہا حملہ کرے یا اس طرح کے سنگین حالات کے موقع پر بھی پڑھی جا سکتی ہے، یہ خاص کر کے اس وقت ہے جب کہ تمام حضرات ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے اصرار کرے اور سب کے ایک ساتھ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے سنگین خطرات ہو، اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایسے مواقع میں ہتھیار ساتھ رکھنے کا حکم ایک ہی آیت میں دو مرتبہ آیا۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي

ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾ ع ١٥

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ

لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾

پھر جب تم لوگ نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہونے کی حالت میں (بھی) اور بیٹھنے کی حالت میں (بھی) اور اپنی کروٹ پر لیٹے لیٹے (بھی؛ یعنی ہر حالت میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو① پھر جب (دشمن کے حملے سے) تم کو اطمینان ہو جاوے تو (قاعدے کے مطابق) تم نماز قائم کرو، یقینی بات ہے کہ نماز معین وقت (کی پابندی) کے ساتھ ایمان والوں پر فرض ہے②﴿١٠٣﴾ اور تم (دشمن) قوم کا پیچھا کرنے سے ہمت مت ہارو، اگر تم (مسلمانوں) کو (زخموں سے) تکلیف پہنچی ہو تو یقیناً ان (کافروں) کو بھی تمھاری جیسی ہی (زخموں کی) تکلیف پہنچی ہے اور تم (مسلمانوں) کو اللہ تعالیٰ سے اس (ثواب) کی امید ہے جو ان (کافروں) کو نہیں ہے اور اللہ تو سب کچھ جانتے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں﴿١٠٤﴾

یقیناً ہم نے تمھاری طرف سچی کتاب (یعنی قرآن) اتاری ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو (طریقہ) سمجھا دیا اس کے مطابق تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف داری کرنے والے نہ بنو﴿١٠٥﴾ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ بخشنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں﴿١٠٦﴾

---

① یہ ذکر کی اہمیت کی طرف اشارہ کہ جنگ جہاں جان کا خطرہ ہوتا ہے پھر بھی دورانِ جنگ اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے اور شرعی احکام کی خلاف ورزی نہ ہو۔

② (دوسرا ترجمہ) یقیناً معین (مقرر) وقتوں میں ایمان والوں پر نماز فرض ہے۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾

اور جولوگ اپنے بارے میں خیانت کرتے ہیں① ان لوگوں کی طرف سے (کسی بھی معاملے میں) تم وکیل مت بنو② یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو بڑا خیانت کرنے والا، گنہگار ہو③ ﴿١٠٧﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) جولوگ اپنے دلوں میں دغا رکھتے ہیں۔② (دوسرا ترجمہ) آپ جواب مت دینا۔

③ چھوٹی خیانت کو بھی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے؛ لیکن یہ آیت جس کے بارے میں نازل ہوئی وہ بشیر نام کا آدمی بڑا خیانت کرنے والا تھا، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہ مبالغہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چھوٹی بڑی کسی طرح خیانت دین میں پسندیدہ نہیں ہے۔

ان آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے گیہوں کا آٹا خرید کر ایک بوری میں رکھا ہوا تھا، ایک شخص جو حقیقت میں منافق تھا جس کا نام طعمہ یا بشیر ابن ابیرق بتلایا جاتا ہے اس کو جب پتہ چلا تو اس نے نقب لگا کر آٹا اور ہتھیار کی چوری کرلی، اور خود پر الزام نہ آوے اس لیے ایک یہودی کے یہاں چپکے سے چوری کا مال رکھ دیا، طعمہ نے ہوشیاری یہ بھی کی کہ آٹے کی بوری کو تھوڑا سا پھاڑ لیا جس کی وجہ سے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے مکان سے یہودی کے مکان تک آٹا گرتا ہوا چلا گیا اور آٹے کے آثار رہ گئے، بعد میں جب تحقیق ہوئی تو شہرت ہوگئی کہ یہ آٹا اور اسلحہ تو چوری کا ہے، یہودی نے قسم کھالی کہ یہ سب چیزیں طعمہ نے میرے پاس رکھی تھیں۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھتیجے حضرت قتادہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ کو مختلف قرائن سے غالب گمان ہوگیا تھا کہ یہ چوری طعمہ ہی نے کی ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چوری کا واقعہ سنایا اور طعمہ کے متعلق غالب گمان کا تذکرہ کیا۔

طعمہ کو خبر ہوئی تو اس نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ ان کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے پھر بھی وہ میرے اوپر چوری کا الزام لگا رہے ہیں؛ حالاں کہ چوری کا مال یہودی کے گھر سے نکلا ہے اور درخواست کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حضرات کو طعمہ کے نام تہمت لگانے سے روکے اور یہودی کے خلاف دعویٰ دائر کرے۔

ظاہری حالات اور آثار سے خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان یہ ہوا کہ یہ چوری یہودی نے کی ہے اور ارادہ یہ فرمایا کہ: یہودی پر چوری کی سزا جاری کرے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے الخ۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد قرآنِ کریم میں پورا رکوع نازل کیا گیا جس میں یہ واضح کیا گیا کہ طعمہ ہی نے چوری کی ہے اور یہودی بری ہے، طعمہ مدینہ سے مکہ بھاگ گیا، اب تک منافق تھا اب کھل کر پکا کافر ہوگیا، مکہ میں بھی کسی کی دیوار میں نقب لگانے گیا، دیوار گرگئی اور دب کر مرگیا۔

نوٹ: یہ اسلام کا بے نظیر عدل وانصاف کا قانون دیکھیے کہ منافق جو اپنے آپ کو ظاہر میں مؤمن بتلاتا تھا اس کو مجرم بتلایا اور ظاہری اعتبار سے جو دشمن تھا اس کو بری بتلایا!

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى

مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ

وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا

رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾

(ان لوگوں کی عادت یہ ہے کہ) وہ (عام) لوگوں سے تو شرماتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے؛ حالاں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس وقت بھی ان کے پاس ہوتے ہیں جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں [۱] اور وہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کا احاطہ کر رکھا ہے ﴿۱۰۸﴾ ہاں! تمھاری اتنی ہی طاقت ہے کہ تم ان (خیانت کرنے والوں) کی طرف سے دنیوی زندگی میں جھگڑ رہے ہو [۲]، پھر قیامت کے دن کون ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کو جواب دے گا؟ یا کون شخص ان (خیانت کرنے والوں) کا وکیل بنے گا؟ ﴿۱۰۹﴾ اور جو شخص کوئی برائی کا کام کرتا ہے یا اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑے معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے پاوے گا ﴿۱۱۰﴾ اور جو شخص بھی کوئی گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ اپنے گناہ سے خود ہی کو نقصان پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، حکمت کے مالک ہیں ﴿۱۱۱﴾

---

[۱] (دوسرا ترجمہ) جب وہ رات کو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا ایسی باتوں کے مشورے کرتے ہیں۔ (تیسرا ترجمہ) جب وہ چھپ کر ایسی باتوں کا مشورہ کرتے ہیں۔ خلاصہ: ان لوگوں نے رات کے وقت پر مشورہ کیا، اور مشورے کا مقصد بہت برا تھا، چور کو چھپانا اور بے قصور کو پھنسانا ان کا مقصد تھا۔ معلوم ہوا اِس طرح کے غلط کام کے لیے مشورہ خیر نہیں ہوا کرتا۔

[۲] (دوسرا ترجمہ) خیانت کرنے والوں کی طرف سے دنیوی زندگی میں جواب دیتے ہو (دنیا میں تو اس کو بچانے کے لیے تم نے غلط طرف داری کر لی، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کو کون بچا سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے کون اس کی طرف داری کر سکے گا؟)

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع ١٧
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ الثلثة
نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾

اور جو شخص غلطی (یعنی چھوٹا گناہ کرتا ہے) یا (بڑا) گناہ کرتا ہے، پھر اس (گناہ) کا الزام کسی بے گناہ پر لگا دیوے تو یہی بات یہ ہے کہ وہ بڑا بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے (سر کے) اوپر اٹھاتا ہے ﴿۱۱۲﴾

اور (اے نبی!) اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو ان (دشمنوں) میں سے ایک جماعت نے تم کو غلطی میں ڈالنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ لوگ خود اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے① اور وہ آپ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپ کو ایسی بات سکھلائی جس کو آپ (اب تک) نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل (ہمیشہ) آپ پر بہت بڑا ہے② ﴿۱۱۳﴾ ان لوگوں کے بہت سارے خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں ہوتی؛ مگر یہ کہ جو شخص صدقہ کرنے کا یا نیک کام کرنے کا③ یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیوے④ اور جو شخص یہ کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے تو ہم اس کو عنقریب بڑا ثواب دیں گے⑤ ﴿۱۱۴﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اور وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کرتے ہیں۔

② علوم شریعت کا ملنا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

③ جو کام شریعت میں اچھا سمجھا جائے وہ معروف ہے، گویا اہلِ شرع کی نظر میں وہ پہچانا ہوا اور معروف ہو۔

④ یعنی ترغیب دیوے۔

⑤ خفیہ مشوروں کے لیے بنیادی ضابطہ اس آیت میں ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۷ ۱۲

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا

مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد (بھی) رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کے (دینی) راستے کے سوا کوئی اور راستے پر چلے تو ہم اس کو اسی کے حوالے کر دیں گے جو راہ اس نے اختیار کی ہے① اور ہم اس کو (آخرت میں) جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ (جہنم) بہت برا ٹھکانہ ہے ﴿۱۱۵﴾

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو معاف نہیں کرتے اور اس (شرک) سے کم درجے کے گناہ (یعنی صغیرہ یا کبیرہ) جس کے لیے چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے سو پکی بات ہے کہ وہ (سیدھے راستے سے) گمراہ ہو کر بہت دور جا گرتا ہے ﴿۱۱۶﴾ وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں (جیسی چیزوں ہی) کو پکارتے ہیں② اور وہ (مشرک) لوگ جس کو پکارتے ہیں وہ سرکش شیطان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہیں ﴿۱۱۷﴾ اللہ تعالیٰ نے جس (شیطان) پر لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا: میں تیرے بندوں میں سے (میری اطاعت کا) مقرر کیا ہوا حصہ ضرور لے کر ہی رہوں گا③ ﴿۱۱۸﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے۔

② یعنی دیوی، دیوتا، ماتا وغیرہ کا عقیدہ رکھنا جو مشرکوں میں عام ہے۔

③ (۱) انسانوں کے ایک بڑے حصے کو گمراہ کر کے شیطان اپنے ساتھ آگ میں لے جاوے گا۔ (۲) اسی طرح انسان کے کمائے ہوئے مال کا ایک حصہ شیطان گناہ میں خرچ کرواتا ہے۔

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ

اور میں ان کو (سیدھے راستے سے) ضرور گمراہ کروں گا اور میں ان کو یقیناً (بے بنیاد) امیدیں دلاؤں گا اور میں ان کو ضرور (برے کام) سکھلاؤں گا① تو وہ (بتوں کے نام پر) چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے② اور میں ان کو ضرور سکھلاؤں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں میں تبدیلی کر ہی ڈالیں گے③ اور جس نے بھی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا تو پکی بات ہے کہ وہ کھلے نقصان میں پڑ گیا ﴿۱۱۹﴾ وہ (شیطان) ان سے (جھوٹے) وعدے کرتا ہے اور ان کو (بے بنیاد) آرزوؤں میں لگاتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدہ کرتا ہے وہ تو دھوکا ہی ہے ﴿۱۲۰﴾ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں پاویں گے ﴿۱۲۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے④، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بات میں زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے؟ ﴿۱۲۲﴾ (اے مسلمانو!) نہ تو تمھاری تمنائیں (جنت میں لے جانے کے لیے) کافی ہیں اور نہ تو اہلِ کتاب کی تمنائیں (جنت میں لے جانے کے لیے کافی ہیں)

① شیطان کے مستقبل کے عزائم سب مضبوط صیغوں سے ذکر کیے گئے ہیں؛ حالاں کہ باطل عزائم ہیں، کاش ہم خیر کے عزائم مضبوط کرنے والے بنیں۔ ② جاہلیت کے دور میں جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔
③ مراد: اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑ دیں گے جیسے ڈاڑھی منڈانا یا شرعی مقدار سے کم کتروانا وغیرہ۔
④ ''خالدین'' میں ہمیشگی کے معنی ہے؛ لہذا ''ابدا'' تاکید کے لیے ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ

مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

ع ۱۸/۱۱/۱۵ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

(بلکہ بات یہ ہے کہ) جو شخص بھی کوئی برائی کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر نہ کوئی حمایتی اس کو ملے گا اور نہ کوئی مدد کرنے والا (اس کو ملے گا)[1] ﴿۱۲۳﴾ اور جو شخص بھی نیک کام کرتا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، شرط یہ ہے کہ وہ ایمان والا ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور تل کے برابر (بھی) ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۲۴﴾ اور اس شخص سے زیادہ اچھا دین[2] (یعنی طریقہ) کس کا ہو سکتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے آگے اپنے چہرے کو جھکا لیا ہو[3] اور وہ نیکی کی عادت رکھتا ہو[4] اور ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت پر چلتا ہو جو بالکل سیدھے راستے پر تھے اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو (اپنا خالص) دوست بنا لیا تھا ﴿۱۲۵﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ (مخلوقات) ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مالکی میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے[5] ﴿۱۲۶﴾

---

① محض آرزوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، ساتھ میں عملِ خیر شرط ہے۔

② اچھی دین داری اور اچھا دین دار وہ ہے جو اپنے آپ کو شریعت کے تابع بنا دیوے۔

③ یعنی اللہ کا پورا فرماں بردار ہو۔

④ یعنی وہ نیک کاموں میں لگا ہوا ہو (محسن: کا ایک مطلب اخلاص سے عبادت کرنا ہے)۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اپنے قابو میں لے لیا ہے۔

جب کسی کے ماتحت افراد زیادہ ہوں تو افراد پر قابو میں کمی آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہمارے اعتبار سے بے شمار ہے اور اس میں افراد بھی بے شمار ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کا قابو، اللہ تعالیٰ کا احاطہ اُن پر مکمل ہے، اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾

اور وہ لوگ تم سے عورتوں (کی میراث اور نکاح کی مہر) کے بارے میں شریعت کا حکم پوچھتے ہیں تو تم (جواب میں یہ) کہو کہ: اللہ تعالیٰ ان (عورتوں) کے بارے میں تم کو شرعی حکم بتلاتے ہیں اور کتاب (یعنی قرآن) میں جو آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں① وہ بھی ان یتیم لڑکیوں کے متعلق (شرعی حکم بتلاتی) ہیں، جن (یتیم لڑکیوں) کو تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث اور مہر کا واجب) حق نہیں دیتے اور ان سے تم نکاح کرنا بھی چاہتے ہو② اور (قرآن کی آیتیں) کمزور (یتیم) بچوں کے بارے میں بھی (تم کو شرعی حکم بتاتی) ہیں اور یہ (بھی شرعی حکم ہے) کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف قائم کرو③ اور جو بھی بھلائی کا کام تم کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا علم ہے④ ﴿١٢٧﴾

① (١) ومایتلی علیکم فی الکتب: اس کا عطف لفظ ''اللہ'' پر یا یفتیکم کی ضمیر واحد مذکر پر ہے، اور فصل کی وجہ سے ضمیرِ مستتر پر عطف جائز ہے، یعنی اللہ اپنا حکم بیان کر رہے ہیں اور عورتوں کے متعلق اللہ کی کتاب یعنی آیتِ میراث یا آیت وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً بھی حکم بیان کر رہی ہے۔ (٢) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جملۂ معترضہ ہو۔ مَا یتلٰی مبتدا اور فِی الکتب خبر ہو، یعنی جو حکم تم کو سنایا جا رہا ہے وہ کتاب میں یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ (٣) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فعل محذوف ہو اور مَا یتلٰی اس کا مفعول ہو؛ یعنی جو حکم سنایا جا رہا ہے اس کو اللہ بیان کر رہے ہیں۔ (٤) فی یتمی النسآء: یتیم عورتوں کے متعلق۔ اس فقرہ کا تعلق یتلٰی سے ہوگا؛ بشرطے کہ مَا یتلٰی کا عطف لفظ ''اللہ'' پر مانا جائے، یا اس کو فعل محذوف کا مفعول قرار دیا جائے، وغیرہ۔

② تا کہ یتیم لڑکیوں کا مال کسی دوسرے کے گھر میں نہ چلا جاوے اور تمھارے پاس ہی رہے۔ (دوسرا ترجمہ) اور ان یتیم لڑکیوں سے (خوب صورت نہ ہونے کی وجہ سے) تم نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو۔ یعنی ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو یا ان سے نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو۔ ③ قسط سے مراد میراث اور مال میں انصاف ہے۔

④ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح جانتے ہیں؛ لہٰذا اس کے مطابق ثواب دیں گے)۔ نوٹ: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کی میراث اور مہر اور یتامی کے متعلق جو احکام پہلے نازل ہو چکے ہیں وہ عارضی نہیں؛ بلکہ دائمی ہیں۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا
بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ
حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی (یعنی لڑائی)[۱] یا بے رغبتی[۲] کا ڈر ہو، تو ان دونوں (میاں بیوی) پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں (کسی خاص طریقے سے) صلح کر لیویں[۳] اور صلح کر لینا تو (ہر حالت میں) بہتر ہے، اور (طبعی طور پر ہر انسان کے) دلوں میں لالچ تو رکھی ہوئی ہے اور اگر تم احسان (یعنی اچھا برتاؤ) کرو اور تقویٰ والے بن جاؤ تو جو کام تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ﴿۱۲۸﴾ اور چاہے تم کتنی بھی لالچ رکھو[۴] تب بھی تمام بیویوں کے درمیان برابری تم کر ہی نہیں سکتے[۵] سو تم (کسی ایک بیوی کی طرف) پورے پورے جھک نہ جاؤ کہ اس (دوسری بیوی) کو بیچ میں لٹکی ہوئی چیز کی طرح چھوڑے رکھو اور اگر تم اصلاح کر لو[۶] اور (آئندہ) تقویٰ اپنا لو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۲۹﴾

---

(۱) یعنی شوہر بیوی کو اپنے سے دور رکھے، یا خرچہ دینے میں تنگی کرے، بیوی کو جسمانی یا ذہنی تکلیف پہنچاتا رہے۔
(۲) یعنی بیوی سے بات نہ کرے، نرم برتاؤ نہ کرے۔
(۳) اگر شوہر بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تو آپس میں مالی حقوق کی کمی یا مالی حقوق چھوڑنے پر صلح کی جاسکتی ہے، جیسے کہ کل مہر یا مہر کا ایک حصہ معاف کر دیوے، یا دوسرے اخراجات میں کچھ کمی کرے، اگرچہ نکاح کے خطبے میں تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تینوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شوہر کو بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اور اگر عورت کو بے سہارا سمجھ کر اس پر ظلم کیا تو آخرت میں اس پر سخت گرفت ہوگی۔
(۴) (دوسرا ترجمہ) اور تم کتنا بھی چاہو۔ یعنی شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو بیوی کس طرح صلح کرے؟
(۵) قلبی محبت ایک ایسی چیز ہے کہ انسان تمام بیویوں میں اس میں برابری کی چاہت رکھتا ہو تو بھی نہیں کر سکتا، ظاہراً برابری تو کر سکتا ہے، اس لیے تو عربی زبان میں دل کو قلب کہتے ہیں جس کے مادہ میں پلٹنے اور پھرتے رہنے کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔
(۶) یعنی پچھلے دنوں بیوی سے جو نامناسب معاملات کیے اس کی اصلاح کر لو۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ
اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ
يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

اور اگر دونوں (میاں و بیوی طلاق یا خلع سے) جدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی (قدرت و رحمت کی) وسعت سے غنی کر دیں گے[1] اور اللہ تعالیٰ تو بہت وسعت والے، حکمت کے مالک ہیں ﴿۱۳۰﴾ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مالکی میں ہے اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے اہلِ کتاب کو اور خود تم کو اسی بات کا حکم کیا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور اگر تم کفر کرتے ہو (تو اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان؟) سو یقینی بات ہے کہ آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مالکی میں ہے[2] اور اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہیں، سب خوبیوں والے ہیں ﴿۱۳۱﴾ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ ہی کی مالکی میں ہے اور کام بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہیں ﴿۱۳۲﴾ اے لوگو! اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو تم سب کو (دنیا سے) لے جاویں[3] اور (تمھاری جگہ) دوسروں کو لے آویں اور اس (لے جانے اور لانے) پر اللہ تعالیٰ پوری طرح قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۳۳﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) دونوں کو ایک دوسرے کی حاجت سے بے پروا کر دیں گے (مطلب یہ ہے کہ مرد کو دوسری بیوی مل جاوے اور بیوی کو دوسرا شوہر مل جاوے اور ہر ایک کا کام اپنی جگہ چلتا رہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو روزی دے کر ہر ایک کی حاجت بھی پوری فرما دیں گے)۔

② ایک ہی آیت میں دو مرتبہ آسمان، زمین کی ملکیت اللہ تعالیٰ کے لیے بیان کی گئی، تقویٰ کی تاکید اور اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کو تاکید کے ساتھ بتایا گیا۔

③ یعنی فنا کر دیوے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا

بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹/۸/۱۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ

وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ

تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ

جو شخص (صرف) دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو (اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کا بدلہ ہے[1] اور اللہ تعالیٰ تو ہر بات کو سنتے ہیں، ہر چیز کو دیکھتے ہیں ﴿۱۳۴﴾

اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے بنو، اللہ تعالیٰ کے خاطر (سچی) گواہی دینے والے (رہو) اگرچہ (اس صحیح گواہی میں) تمھارا یا (تمھارے) والدین کا اور رشتے داروں کا نقصان ہوتا ہو، اگر وہ (جس کے خلاف گواہی دینی ہے) مال دار ہو یا فقیر ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی (تم سے) زیادہ بھلائی چاہنے والے ہیں، لہٰذا تم نفسانی خواہشات کے پیچھے مت چلو کہ تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم زبان کو دباؤ گے[2] یا تم (شہادت دینے سے) خود کو بچاؤ گے[3] تو یاد رکھنا تم جو کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں ﴿۱۳۵﴾ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب[4] اس (اللہ) نے اپنے رسول پر اتاری اس پر اور جو کتاب[5] اس (اللہ تعالیٰ) نے پہلے اتاری تھی اس پر تم ایمان لاؤ،

---

① یعنی آخرت کا اعلیٰ و باقی اور دنیا کا ادنیٰ و فانی بدلہ دونوں اللہ کے پاس ہی ہے تو آخرت کا اعلیٰ بدلہ اللہ سے زیادہ مانگو، دنیا کا حسن بھی مطلوب ہے۔

② بات کو توڑ موڑ کر کے غلط گواہی دو گے، ہیر پھیر سے گواہی دو گے۔

③ یعنی سچی گواہی دینے کو ٹالو گے، شہادت سے پہلو تہی کرو گے۔

④ قرآن مراد ہے۔ ⑤ پچھلی کتابیں مراد ہیں۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا انکار کرتا ہے تو پکی بات یہ ہے کہ وہ (سیدھے راستے سے) بھٹک کر دور جا کر پڑا ﴿۱۳۶﴾ یقینی بات ہے کہ جو لوگ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، پھر وہ لوگ ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر (اپنے) کفر میں وہ بڑھتے چلے گئے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت نہیں کریں گے اور ان کو ہدایت کے راستے پر نہیں لاویں گے ① ﴿۱۳۷﴾ تم منافقین کو خوش خبری سنا دو کہ: ان کے لیے (آخرت میں) دردناک عذاب ہے ﴿۱۳۸﴾ جو (منافقین) ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو (اپنا) دوست بناتے ہیں، کیا وہ (منافق) ان (کافروں) کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ سو عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے ﴿۱۳۹﴾

① دو قول ہیں: [۱] یہ آیت منافقین کے متعلق ہے، نفاق سے انھوں نے صحیح، سچی توبہ ہی نہیں کی اور مرتے دم تک کفر پر ہی رہے، ان کا برا انجام ہوگا؛ ورنہ جو آدمی نفاق کے بعد کبھی بھی صحیح سچی توبہ کر لیوے اور اس پر موت تک جما ہوا رہے تو نفاق والا گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں۔

[۲] دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق ہے، الگ الگ زمانے میں ان کے الگ الگ حالات رہے:

اٰمَنُوْا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔

ثُمَّ كَفَرُوْا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے زمانے میں بچھڑے کی پوجا کر کے کافر بن گئے۔

ثُمَّ اٰمَنُوْا: پھر توبہ کر کے ایمان لائے۔

ثُمَّ كَفَرُوْا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے کافر ہو گئے۔

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا: حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے کا انکار کر کے کفر میں آگے بڑھ گئے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝١٤٠ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ښ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ
نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝١٤١ ع ١٧

اور پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب (یعنی قرآن کی سورۂ انعام) میں یہ حکم اتارا کہ جب تم (کسی مجمع کے بارے میں) سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا جارہا ہے اور ان (آیتوں) کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے سوا کوئی (دوسری) بات شروع نہ کردیں① یقیناً تب تو② تم بھی (گناہ میں) ان کے جیسے ہی ہوجاؤ گے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک ساتھ جمع کرنے والے ہیں ﴿١٤٠﴾ جو (منافق) تمھارے (یعنی مسلمانوں کے برے انجام کے) بارے میں انتظار میں لگے رہتے ہیں، سو اگر تم (مسلمانوں) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح مل گئی تو وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: کیا ہم تمھارے ساتھ نہیں تھے③؟ اور اگر کافروں کو (غلبے کا) کچھ حصہ مل گیا تو وہ (منافقین ان سے) کہنے لگتے ہیں کہ: کیا ہم تم پر غالب نہیں آرہے تھے④؟ اور ہم نے تم کو ایمان والوں سے بچا نہیں لیا تھا؟ سو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھارے درمیان فیصلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر (غالب آنے کا) ہرگز کوئی راستہ نہیں دیں گے⑤ ﴿١٤١﴾

① (دوسرا ترجمہ:) جب تک وہ دوسری بات میں مشغول نہ ہوجاویں۔ ② اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار اور مذاق کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہے تو۔ ③ یعنی ہم کو بھی غنیمت میں سے حصہ دو ④ (دوسرا ترجمہ) کیا ہم نے تم کو گھیراؤ میں نہیں لے لیا تھا؟ (منافق کے کہنے کا حاصل: تم کافروں کو جو کچھ فتح ملی اس کو ہمارا احسان سمجھو مگر ہم نے تم کافروں کو غالب کرنے کے لیے جان بوجھ کر مسلمانوں کی مدد نہیں کی، نتیجہ یہ کہ جو کچھ مال تمھارے ہاتھ میں آیا اس میں سے ہم کو حصہ دو، یہ منافق دونوں طرف سے حصہ لینے کی کوشش کرتے ہیں)۔ ⑤ کمالِ ایمان پر نصرتِ الٰہی نے کافروں کو غالب آنے سے روکے رکھا، ایمان میں کمزوری یا ایمانی تقاضوں میں کمزوری آوے تو کفار غالب آجاتے ہیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ
يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ
وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾

یقینی بات ہے کہ منافق لوگ (اپنے خیال میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکا دے رہے ہیں[١]؛ حالاں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو دھوکے کی سزا دینے والے ہیں[٢] اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں[٣]، وہ لوگوں کے سامنے (خود کے نمازی ہونے کا) دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا (زبان سے) ذکر بھی تھوڑا سا ہی کرتے ہیں ﴿١٤٢﴾ وہ (منافقین) اس (کفر و ایمان) کے بیچ میں تردد (تذبذب) کی حالت میں ہیں، نہ (پورے طور پر) ان (مسلمانوں) کی طرف اور نہ (پورے طور پر) ان (کافروں) کی طرف اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتے ہیں تو تم ہرگز اس کے لیے (ہدایت پر آنے کا) کوئی راستہ نہیں پاؤ گے ﴿١٤٣﴾ اے ایمان والو! تم ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو (اپنا) دوست مت بناؤ[٤]، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے خلاف کھلا الزام قائم کرو؟[٥] ﴿١٤٤﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) وہ چال بازی کرتے ہیں۔
② (دوسرا ترجمہ) حالاں کہ اللہ ہی ان کو فریب دیں گے۔
③ کسلان اعتقادی اور عملی دونوں شامل ہے۔ نماز میں منافقین کو اکتاہٹ ہوتی تھی۔ صحیح اعتقاد اور ثواب کی امید سے نشاط آتا ہے، دونوں چیزیں منافقین میں نہ تھیں۔
④ چاہے وہ کھلا کافر ہو یا منافق ہو، دلی دوستی کسی سے نہ ہو۔
⑤ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے خلاف کھلی وجہ قائم کرو (کہ ہم عذاب کے حق دار تھے)۔
نوٹ: کافروں سے دلی دوستی کفر سے محبت کی علامت ہے یا کم از کم کفر سے نفرت کی کمی کی نشانی ہے اور ایسا شخص عذاب کے لیے اپنے خلاف ثبوت قائم کر رہا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۱۴۵ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۱۴۶ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۱۴۷

یقینی بات ہے کہ منافق لوگ آگ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے (۱) اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مدد کرنے والا نہیں پاؤ گے ﴿۱۴۵﴾ مگر جن (منافق) لوگوں نے (نفاق چھوڑ کر) توبہ کر لی اور (اپنی) اصلاح کر لی اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے دین کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کر لیا تو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو عنقریب بڑا اجر دیں گے ﴿۱۴۶﴾ اگر تم شکر کرنے والے بن جاؤ اور تم (صحیح معنیٰ میں) ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریں گے (۲) اور اللہ تعالیٰ تو بڑے قدر کرنے والے (سب کے حالات کو) اچھی طرح جانتے ہیں (۳) ﴿۱۴۷﴾

---

(۱) جنت میں درجات ہیں اسی طرح جہنم میں درکات ہیں۔

(۲) یعنی عذاب نہیں دیں گے۔

(۳) یعنی ایمان لانے والے اور شکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دیں گے، وہ تو نافرمانوں کو عذاب دیتے ہیں۔ انسان دنیا والوں سے قدر دانی کو چاہتا ہے؛ حالاں کہ دنیا والا کیسی بھی قدر کرے، فانی ہے، جنت اور رضائے الٰہی کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے یہاں جو قدر ہوگی وہ دائمی اور باقی ہوگی۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ
تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ
بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ
يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع ۲۱

اللہ تعالیٰ (کسی کی) بری بات ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے ہیں①؛ مگر جس شخص پر ظلم کیا گیا② اور اللہ تعالیٰ تو (ہر ایک کی بات) سننے والے، (سب کچھ) جاننے والے ہیں ﴿۱۴۸﴾ اگر کوئی نیک کام تم ظاہر کرکے (یعنی سب کے سامنے) کرو یا اس کو چھپا کر کے کرو یا تم (کسی کی) برائی معاف کردو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے قدرت والے ہیں ﴿۱۴۹﴾ یقینی بات ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں③ اور وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: ہم تو بعض (رسولوں) کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے اور اس (کفر اور ایمان) کے بیچ کوئی (نئے مذہب کا) راستہ نکالنا چاہتے ہیں ﴿۱۵۰﴾ یہی لوگ پکے (اصلی) کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۵۱﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی کے بیچ (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے، ان لوگوں کو بہت جلد ان کا ثواب (اللہ تعالیٰ) دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۵۲﴾

① (دوسرا ترجمہ) (کوئی) کسی کی بری بات ظاہر کرے اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔ (تیسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کہ کوئی کسی کو ظاہر میں برا کہے۔ ② وہ مظلوم ظالم کے ظلم کی داستان ظاہر کرسکتا ہے؛ البتہ مظلوم خلافِ واقعہ بات نہ کہے اور زائد بات نہ بتاوے۔ ③ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور رسول کو نہیں مانتے، کچھ لوگ کسی خاص نبی پر ایمان لاتے ہیں، دوسرے نبیوں کو نہیں مانتے ہیں۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ

وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ

اہلِ کتاب تم سے سوال کرتے ہیں یہ کہ تم ان پر کوئی (خاص) کتاب آسمان سے اتار کر لاؤ (ان کے ایسے سوال سے تعجب مت کرو؛ اس لیے کہ) پکی بات یہ ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے بھی بڑا سوال وہ کر چکے ہیں، سو انھوں نے (یوں) کہا تھا کہ: ہم کو اللہ تعالیٰ کھلی آنکھوں سے دکھا دو①، سو ان کے ظلم (یعنی گستاخی) کی وجہ سے بجلی نے ان کو پکڑ لیا، پھر ان کے پاس (حق کی) کھلی نشانیاں پہنچ جانے کے بعد انھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا، سو ہم نے اس (غلطی) کو معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو صریح غلبہ عطا کیا تھا ﴿١٥٣﴾ اور ان کا (تورات پر عمل کرنے کا) اقرار لینے کے لیے ہم نے طور پہاڑ کو ان پر اٹھایا تھا اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ: تم سجدہ کرتے ہوئے (یعنی سر جھکا کر) دروازے میں داخل ہو، اور ہم نے ان سے کہا کہ: تم سنیچر کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تھا ﴿١٥٤﴾ سو (ہم نے ان کو سزا میں مبتلا کیا) ان (بنی اسرائیل) کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ سے② اور ان کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں (یعنی احکام) کا انکار کرنے کی وجہ سے اور ان کے نبیوں کو ناحق قتل کر دینے کی وجہ سے اور ان (بنی اسرائیل) کے اس کہنے کی وجہ سے کہ: ''ہمارے دل تو غلاف میں محفوظ ہیں''،

---

① یعنی اللہ تعالیٰ ہماری نظروں کے سامنے آجاویں نعوذ باللہ!۔

② اس میں بنی اسرائیل پر الگ الگ سزاؤں کے آنے کی وجہ بتائی گئی ہے۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥٥﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى
مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿١٥٦﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ
مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ
اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ

بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہر لگا دی ہے، سو تھوڑی سی باتوں کے سوا وہ کسی بات پر بھی ایمان نہیں لاتے ① ﴿١٥٥﴾ اور ان (بنی اسرائیل) کے کفر کرنے کی وجہ سے اور ان کے مریم پر بڑے بہتان کی بات کہنے کی وجہ سے ﴿١٥٦﴾ اور (اسی طرح) ان کی اس بات کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح مریم کے بیٹے، اللہ تعالیٰ کے رسول کو قتل کر دیا تھا ②؛ حالاں کہ انھوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور اس کو سولی بھی نہیں دی؛ لیکن (حقیقت کے بارے میں) ان کو اشتباہ ہو گیا تھا اور یقیناً جو لوگ عیسیٰ کے بارے میں مختلف باتیں کر رہے ہیں در اصل اس میں وہ شک (غلط خیال) میں پڑے ہیں، اٹکل کی (خیالی) باتوں پر چلنے کے سوا ان کے پاس اس بارے میں کوئی (صحیح) علم نہیں ہے، اور یقیناً انھوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا ﴿١٥٧﴾ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس عیسیٰ کو اپنے پاس (زندہ آسمانوں پر) اٹھا لیا تھا اور اللہ تعالیٰ تو بڑے ہی زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿١٥٨﴾ اور جتنے بھی اہلِ کتاب ہیں وہ عیسیٰ ③ پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لاویں گے ④

① اور نجات کے لیے مکمل ایمان چاہیے، ان کے پاس تو قلیل ایمان ہے اور وہ معتبر نہیں ہے (دوسرا ترجمہ) سو تھوڑے سے (لوگ) ہی ایمان لاتے ہیں (یعنی کامل ایمان حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے چند ہی حضرات نے قبول کیا)۔

② نبی کے لیے قتل کی بات نبی سے عداوت کی دلیل ہے جس سے آدمی کافر بن جاتا ہے۔

③ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں نزول ہو جائے گا تو اس زمانے میں جتنے بھی اہلِ کتاب موجود ہوں گے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے، اور دجال اور دجالیوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

④ (دوسرا ترجمہ) جتنے بھی اہلِ کتاب ہیں وہ اپنی موت سے (ذرا) پہلے اس (اللہ تعالیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر ضرور ایمان لاتے ہیں، یعنی جب عالمِ غیب نظر آنے لگے تب: حالاں کہ اس وقت کسی چیز کا ماننا فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر جیسا ایمان لانا چاہیے ویسا لانا؛ لیکن نزع کے وقت کا ایمان فائدہ نہیں دے گا۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا
عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾
لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع

اور قیامت کے دن عیسیٰ ان کے خلاف گواہی دیں گے[۱] ﴿۱۵۹﴾ سو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے بہت ساری پاکیزہ چیزیں جو (پہلے سے) ان کے لیے حلال تھیں ہم نے ان پر حرام کر دیں اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ (یہود) بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے ﴿۱۶۰﴾ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے: حالاں کہ ان کو (تورات میں) اس (سود لینے) سے منع کیا گیا تھا اور ان کے لوگوں کے مالوں کو ناحق (یعنی غلط اور ناجائز) طریقے سے کھا جانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۶۱﴾ لیکن ان (اہلِ کتاب) میں سے جو علم میں پکے ہیں اور جو ایمان والے ہیں جو تم پر اتاری گئی شریعت پر اور تم سے پہلے اتاری گئی شریعت پر ایمان لاتے ہیں اور (وہ) نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم عنقریب بڑا ثواب دیں گے[۲] ﴿۱۶۲﴾

---

① گواہی یعنی یہود نے مجھے جھٹلایا تھا اور نصاریٰ نے مجھے اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانا تھا۔

② معلوم ہوا کہ جو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ
وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا
لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا
يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ
يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾

(اے نبی!) یقینی بات ہے کہ ہم نے تمھاری طرف ایسی ہی وحی بھیجی جیسی وحی ہم نے نوح اور
ان کے بعد والے نبیوں پر بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد (میں
جو نبی تھے) اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف ہم نے وحی بھیجی، اور
ہم نے داؤد کو زبور (کتاب) دی ﴿۱۶۳﴾ اور (اسی طرح) بہت سارے رسول ایسے (ہم نے بھیجے)
ہیں کہ ہم نے تمھارے سامنے ان کے واقعات پہلے سنا دیے اور بہت سارے رسول ایسے ہیں کہ ان
کے واقعات ہم نے (اب تک) نہیں سنائے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ خاص کلام فرمایا①
﴿۱۶۴﴾ ان سب رسولوں کو (ایمان والوں کو جنت کی) خوش خبری سنانے والے اور (کافروں کو جہنم کا)
ڈر سنانے والے بنا کر ہم نے اس لیے بھیجا؛ تاکہ رسولوں کے (آ جانے کے) بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ
کے سامنے عذر (یعنی حجت بازی) کرنے کا کوئی موقع نہ رہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست، بڑی
حکمت والے ہیں ﴿۱۶۵﴾ (لوگ مانیں کہ نہ مانیں) لیکن اللہ تعالیٰ (خود) اس بات کی گواہی دیتے
ہیں② کہ جو کچھ آپ پر (اس کتاب قرآن کے ذریعہ) اتارا ہے اس کو اپنے (خاص) علم سے اتارا
ہے③ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور (یوں تو) اللہ تعالیٰ گواہی دینے کے لیے کافی ہیں ﴿۱۶۶﴾

① (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ (فرشتے کے واسطے کے بغیر) بہت ساری بات چیت کی۔
② قرآنِ مجید کی یہ خوبی ہے کہ باری تعالیٰ کا خصوصی علم اس کے اندر موجود ہے۔
③ یا خاص علم کے ساتھ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ
الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا پکی بات ہے کہ وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں ﴿۱۶۷﴾ یقینی بات ہے جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا①، اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف کرنے والے نہیں ہیں اور ان کو (ہدایت کا) راستہ بھی دکھلانے والے نہیں ہیں ﴿۱۶۸﴾ مگر جہنم کا راستہ (ان کو دکھایا جائے گا) جس (جہنم) میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ (سزا دینا) اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے ﴿۱۶۹﴾ اے لوگو! پکی بات یہ ہے کہ تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس (ایک) رسول حق بات لے کر کے آچکے، سو تم (اس رسول پر) ایمان لے آو، تمھارا بھلا ہوگا② اور اگر (اب بھی) تم انکار کرو گے تو (تمھارا ہی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں) اچھی طرح سمجھ لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مالکی میں ہے③ اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۷۰﴾ اے کتاب والو! تم اپنے دین میں مبالغہ مت کرو④ اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات کے سوا کوئی (غلط) بات نہ کہو⑤،

---

① یعنی سچی بات کو چھپا کر دوسروں کو ایمان سے روک کر ظلم کیا یعنی دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں۔

② (دوسرا ترجمہ) تمھارے لیے وہی بہتر ہے؛ یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہے۔

③ مالک پر ایمان نہ لاوے تو مالک سزا دیں گے۔

④ (دوسرا ترجمہ) تم تمھارے دین میں حد سے آگے مت بڑھو۔ غلو کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے یا اپنے جیسے نظریات، عقائد، اعمال، طریقۂ کار میں اپنے خلاف دوسروں کی ان چیزوں میں تنقید، تنقیص، تردید میں مبالغہ سے کام لیوے۔

⑤ جو بات دین میں نہیں ہے اس کو اپنی طرف سے دین میں داخل مت کرو۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ
سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع ٩
لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ
يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

پکی بات یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ، مریم کا بیٹا، اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہے① جس کو اللہ تعالیٰ نے (جبریل علیہ السلام کے واسطے سے) مریم تک پہنچایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح (جان دار چیز) ہے②، سو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (خدا) تین ہیں ایسی بات مت کہو، اس شرک کی بات تم چھوڑ دو، تمھارے لیے (یہی) بہتر ہے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایک معبود ہے، اپنے لیے بیٹے کے ہونے سے وہ (اللہ تعالیٰ) پاک ہے، آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اس (اللہ) کی مالکی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کام بنانے کے لیے کافی ہیں ﴿۱۷۱﴾ مسیح اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھتے اور نہ تو مقرب فرشتے (اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں عار سمجھتے ہیں) اور جس کو بھی اس (اللہ تعالیٰ) کی بندگی سے عار آتی ہے اور وہ تکبر کرتا ہے تو (اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ) عنقریب وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کو اپنے پاس جمع کریں گے ﴿۱۷۲﴾

---

① مادی وظاہری اسباب میں مرد کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کا کلمہ ''کن'' یعنی ''ہوجا'' سے پیدا ہوئے۔ یا نشانی کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی۔

② روح سے مراد: (۱) اللہ تعالیٰ کا حکم۔

(۲) رحمت: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔

(۳) روحانی حیات: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت انسانوں کے قلوب میں روحانی حیات کا ذریعہ۔

(۴) مضاف محذوف معلوم ہو رہا ہے، ذی روح اور اللہ کی طرف نسبت بطورِ شرف ہے۔

(۵) راز: آپ کی بغیر باپ کے تخلیق اللہ تعالیٰ کا راز ہے۔

(۶) روح بمعنی پھونکنا۔ (۷) طہارت اور پاکیزگی کو بتلانے کے لیے بطور مبالغہ۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ
وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝١٧٣ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ
اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝١٧٤ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ
مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝١٧٥

سو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کا پورا ثواب دیں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے (اس سے بھی) زیادہ دیں گے اور جن لوگوں نے (اللہ تعالیٰ کی عبادت کو) عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو دردناک عذاب دیں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی حمایتی ملے گا اور نہ کوئی مددگار (ملے گا) ﴿۱۷۳﴾ اے لوگو! پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے بڑی دلیل (خود حضور ﷺ کی ذات) آچکی اور ہم نے تمھاری طرف صاف نور (یعنی قرآن) اتار دیا ہے① ﴿۱۷۴﴾ سو جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس (اللہ تعالیٰ کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس پہنچنے کا سیدھا راستہ بتلا دیں گے② ﴿۱۷۵﴾

① (دوسرا ترجمہ) ایسی روشنی اتاری جو (سچائی کو) پوری طرح ظاہر کردے۔
② (دوسرا ترجمہ) (اللہ تعالیٰ) ان کو اپنی طرف آنے والی سیدھی راہ پر پہنچا دیں گے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ
فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا
الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾ ع

(اے نبی!) وہ لوگ تم سے (کلالہ کا) شرعی حکم پوچھتے ہیں تو تم جواب دو کہ: اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں شرعی حکم بتلاتے ہیں، اگر ایسا شخص مرجاوے کہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی (حقیقی یا باپ شریک) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس (مرنے والے) کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ملے گا اور اگر اس (بہن) کی اولاد نہ ہو[1] تو وہ (بھائی) اس (بہن کے پورے مال) کا وارث ہوگا، پھر اگر (مرنے والے کی) دو بہنیں (یا زیادہ) ہوں تو ان دونوں (بہنوں) کو اس (بھائی) کے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے دو تہائی (حصہ) ملے گا اور اگر (مرنے والے کے) مرد (بھائی بھی) اور عورتیں (بہن بھی) وارث ہوں تو دو عورتوں کے برابر ایک مرد کو حصہ ملے گا[2] اللہ تعالیٰ تمھارے لیے (احکام کو) کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں؛ تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں[3] ﴿١٧٦﴾

---

① والدین بھی نہ ہو اور بہن مرجاوے، بھائی زندہ ہو۔
② یعنی بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔
③ معلوم ہوا کہ احکام پر عمل کی برکت سے گمراہی سے حفاظت ہوتی ہے۔

سُوْرَةُ الْمَائِدَة

مدنية

سورۂ مائدہ

یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے، اور مدنی سورت میں بھی آخری سورت ہے؛ یہاں تک کہ بعض حضرات نے اس کو قرآن کی آخری سورت بھی کہا ہے۔

اس میں ایک سو بیس (۱۲۰) آیتیں ہیں، سورۂ فتح کے بعد اور سورۂ توبہ سے پہلے ایک سو بارہ (۱۱۲) نمبر پر نازل ہوئی۔

''مائدہ'' دسترخوان کو کہتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضرات نے جب درخواست کی اس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دسترخوان نازل فرمایا تھا۔

اس سورت کا ایک نام ''سورۂ عقود'' بھی ہے، اس سورت میں نکاح، مہر، قسم، امان، امانت، ودیعت اور وصیت وغیرہ عقود یعنی عہدوں کا تذکرہ ہے۔

آیاتُها ١٢٠ — (٥) سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ (١١٢) — رُكُوعَاتُهَا ١٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى
عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

اے ایمان والو! تم قول وقرار کو پورا کرو① تمھارے لیے چوپایوں کی قسم کے تمام جانور حلال کردیے گئے ہیں② سوائے ان (جانوروں) کے کہ (جن کا حرام ہونا) تم کو (آگے والی آیت میں) پڑھ کر سنا دیا جائے گا (لیکن) جب تم احرام کی حالت (اور حرم کی حد) میں ہوں تو تم (ان میں جو) شکار (کے جانور ہیں ان) کو حلال مت سمجھنا، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں (اس کا) حکم دیتے ہیں ﴿١﴾ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی نشانیوں کو حلال مت سمجھو③ اور نہ احترام کے مہینے کو④ اور نہ ہدی (یعنی جو قربانی کا جانور حرم لے جایا جا رہا ہو اس) کو اور نہ جن (جانوروں) کے گلے میں پٹہ ڈالا گیا ہو ان کو،

① [١] عقد بمعنی عہد؛ چوں کہ گرہ کی طرح عہد بھی باندھے جاتے ہیں، آپس میں طے کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ایمان واطاعت کے متعلق جو عہد لیا ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو پورا کرنا۔ [٢] لوگوں کے آپس کے جائز کاموں کے معاہدے۔ [٣] آپس میں مدد کرنے کے لیے بات پکی کرنا۔ [٤] دو شخص یا دو جماعت کے درمیان کوئی کام کرنے یا چھوڑنے کی جو جائز پابندی ایک دوسرے پر ڈالی جائے۔

② اونٹ، بکری، گائے اس طرح کے پالتو جانور کو عربی میں ''اَنعام'' اور اردو میں مویشی کہتے ہیں، جانوروں کی بولی مبہم ہوتی ہے اس لیے ان کو ''بہیمہ'' کہتے ہیں۔ ③ ادب واحترام ہی نہ ہوا ایسا اس کے ساتھ برتاؤ نہ کرو۔ شعائر: جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت اور معبودیت کے لیے خاص علامت قرار دی گئی ہو، اسی طرح جو چیز عرف میں مسلمان ہونے یا مسلمانوں کی علامت سمجھی جائے جیسے مساجد، قرآن، دینی احکام، مکہ ومدینہ میں خاص خاص مقامات، اذان، ختنہ، حج، نماز باجماعت وغیرہ۔ ④ رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم یہ چار مہینے مراد ہیں۔

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ

فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ

تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ

اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ

اور نہ ان لوگوں کو جو اپنے رب کا فضل اور خوشی حاصل کرنے کے لیے احترام والے گھر (یعنی کعبہ) کے ارادے سے جا رہے ہوں [1] اور جب تم (احرام کھول کر کے) حلال ہو جاؤ تو تم شکار (کرنا چاہو تو) کرلو، اور جس قوم کے ساتھ اس وجہ سے دشمنی ہو کہ انھوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا یہ (دشمنی) اس بات پر تم کو نہ ابھارے کہ تم (ان پر) زیادتی کرنے لگو اور تم نیکی اور تقویٰ (کے کام) میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کام) میں تم ایک دوسرے کی مدد مت کیا کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے ﴿۲﴾ تمھارے لیے حرام کر دیا گیا ہے مُردار (جانور) اور (بہنے والا) خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو اور جو (جانور) گلا گھونٹنے سے مرا ہو اور جو (جانور) چوٹ کھانے سے مر گیا ہو اور جو (جانور اوپر سے) گر کر مر گیا ہو اور جو (جانور کسی جانور کے) سینگ مارنے سے مرا ہو اور جس (جانور) کو کسی پھاڑ کھانے والے جانور نے (پھاڑ) کھایا ہو (اور وہ مر جاوے)؛ مگر یہ کہ (مرنے سے پہلے) تم اس کو ذبح کر دو (تو اس کو کھانا حلال ہے) اور وہ (جانور بھی حرام ہے) جن کو بتوں کے تھان [2] پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بات بھی (حرام ہے) کہ جوئے کے تیروں سے تم (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو [3]،

① یعنی ان سب کی بے ادبی مت کرو اور ادب کا لحاظ رکھو۔ ② اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت (پوجا) کی جگہ، استھان۔ جو جگہیں غیر مسلموں کے یہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کے لیے متعین ہوتی ہے اس کو ''نُصُب'' کہا جاتا ہے۔ اگر ایسی جگہ کوئی مسلمان اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کرے تو بھی وہ حلال نہیں ہوگا؛ چوں کہ وہ جگہ بتوں کے چڑھاوے کے جانور کے ذبح کے لیے متعین ہوتی ہے۔ ③ (دوسرا ترجمہ) (یہ بھی حرام ہے) کہ فال کے تیروں سے تم قسمت معلوم کرو۔

ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۗ
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۗ
فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③ يَسْئَلُوْنَكَ
مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۗ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ
تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ؗ

یہ سب باتیں بڑے گناہ ہیں، آج کے دن کافر لوگ تمھارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں①، سو (اے مسلمانو!) تم ان (کافروں) سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے تم ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین (ہر طرح سے) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت میں نے پوری کر دی② اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا③ ہاں! جو آدمی سخت بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے④ شرط یہ ہے کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو⑤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں ﴿۳﴾ وہ لوگ تم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیزیں ان کے لیے حلال کی گئی ہیں؟ تو (جواب میں) کہو: تمام پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے شکار پر دوڑانے کو سدھا لیا ہو جب کہ تم نے ان کو وہ طریقے سکھلائے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھائے ہیں،

① یعنی اسلام ختم بھی نہ ہوگا اور کبھی مغلوب بھی نہ ہوگا۔ آج کے دن کفار تمھارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو چکے، کہ وہ اسلام کو بالکل ختم کر دیوے ایسا نہ ہو سکے گا؛ اس لیے اب تم ان سے کوئی خوف نہ رکھو؛ البتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔
یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر یومِ عرفہ میں رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اُس وقت مکہ اور تقریباً سارا عرب فتح ہو چکا تھا۔ پورے جزیرۃ العرب پر اسلامی قانون جاری تھا؛ اس لیے مسلمان ان سے مطمئن ہو کر اپنے رب کی اطاعت وعبادت میں لگ جائیں۔
② دینی نعمت یہ کہ احکام مکمل ہو گئے۔ دنیوی نعمت یہ کہ مسلمانوں کو طاقت اور مضبوطی مل گئی۔ اِکمال: کسی چیز سے جو غرض اور مقصود ہو وہ پورا ہو جائے۔ اِتمام: دوسری چیز کی ضرورت نہ رہے۔
③ لہٰذا پورے دین پر تم عمل کرو۔
④ اور مجبوری میں حرام چیز میں سے کچھ کھا لیوے۔ ⑤ یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور کھانے میں لذت مقصد نہ ہو۔

فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۴
اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ
حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ

وہ (شکاری جانور) جس (جانور) کو (شکار کر کے) تمھارے لیے پکڑ رکھیں تو اس میں سے تم کھاؤ① اور اس (شکاری جانور کو دوڑاتے وقت اس) پر تم اللہ کا نام پڑھ لیا کرو، اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں ﴿۴﴾ آج کے دن تمھارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن کو کتاب دی گئی ان کا کھانا② تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان (اہلِ کتاب) کے لیے حلال ہے۔ اور ایمان والی پاک دامن عورتیں بھی (تمھارے لیے حلال ہیں) اور تم سے پہلے جن کو کتاب دی گئی ان میں کی پاک دامن عورتیں بھی (تمھارے لیے حلال ہیں) جب کہ تم ان (عورتوں) کو نکاح (کے بندھن) میں لانے کے لیے ان کا مہر دے دو (بغیر نکاح کے) صرف خواہش پوری کرنی نہ ہو③ اور خفیہ دوستی کرنے والے نہ ہوں④

① یہاں خاص طور پر مراد کتے، باز اور ان جیسے جانور جن کو شکار کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ شکار کر لاویں تو شکار کیے ہوئے جانور آیت میں جن شرائط کی طرف اشارہ ہے ان کی رعایت کے ساتھ حلال ہے، وہ شرائط یہ ہیں: (۱) کتا یا باز سکھایا ہوا ہو جس کی ایک علامت یہ ہے کہ جب کتا شکار کرے تو اسے خود نہ کھاوے اور باز کو جب بلاؤ تو فوراً آجاوے (۲) اپنے ارادے سے کتے یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑنا یعنی وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر شکار نہ کریں (۳) شکاری جانور شکار خود نہ کھاوے؛ بلکہ مالک کے پاس لے آوے (۴) بسم اللہ کہہ کر چھوڑے۔
شکاری کتے کے متعلق "مُعَلَّم"، یعنی تعلیم یافتہ ہونا ضروری قرار دیا گیا؛ لیکن کس طریقے سے شکاری جانور کو تعلیم دی جائے اس کا کوئی طریقہ شریعتِ مطہرہ نے متعین نہیں کیا؛ البتہ تعلیم مکمل ہو چکنے کی علامات بتائی گئیں کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف کام کرے، مثلاً: کتے کی فطرت ہے چیر پھاڑ، خون چاٹنا وغیرہ؛ تو جو کتا شکار کرنے کے بعد خود نہ کھاوے، مالک کو لاکر حوالے کر دیوے؛ گویا اس نے اپنی فطرت کے خلاف کام کیا۔ بعض پرندوں کے مزاج میں دوڑنا اور بھاگنا ہے، اب اگر وہ مالک کے بلانے پر خود خوشی سے آجاوے تو گویا اُس نے اپنی فطرت کے خلاف کیا، یہ تعلیم کی تکمیل کی علامت قرار دی گئی۔
② یعنی ذبح کیا ہوا جانور۔ ③ (دوسرا ترجمہ) اور صرف مستی کرنی مقصود نہ ہو۔ ④ پرائی عورت سے معاشقہ جو آج کی دنیا میں ایک فیشن سمجھا جا رہا ہے اور اس کو لوگ برا بھی نہیں سمجھتے شریعت نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝٥ ع ۵

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ ؕ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ؕ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ مِّنۡهُ ؕ مَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰـكِنۡ يُّرِيۡدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ وَلِيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝٦

اور جو شخص ایمان کا انکار کرتا ہے پکی بات یہ ہے کہ اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ﴿۵﴾

اے ایمان والو! جب تم نماز (پڑھنے) کے لیے اٹھو① تو تم اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک (دھولیا کرو) اور اگر تم جنابت کی حالت میں② ہوں تو تم (پورے جسم کو دھوکر) اچھی طرح پاک ہو جاؤ، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں (نکلے) ہو یا تم میں سے کوئی استنجے سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم (مردوں) نے عورتوں سے ملاپ کیا ہو③، پھر (اس کے بعد) تم پانی کو نہ پاؤ④ تو تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو، سو تم اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کرلو، اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی کرنا نہیں چاہتے؛ لیکن وہ (اللہ تعالیٰ) تو تم کو پاک وصاف کرنا چاہتے ہیں؛ اور تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کریں؛ تا کہ تم شکر کرنے والے بن جاؤ ﴿۶﴾

---

① یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔
② یعنی بڑی ناپاکی کی حالت جس میں غسل کرنا ضروری ہوتا ہے۔
③ جماع کرنے سے غسل کی ضرورت پڑتی ہے۔
④ یعنی پانی کا استعمال ناممکن ہو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا
وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹

اور اللہ تعالیٰ کی جو نعمت تم پر ہے (اس کو) اور اس (اللہ تعالیٰ) کے اس عہد کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا تھا جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے (احکام کو) سن لیا اور ہم نے مان لیا اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سینوں کی بات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۷﴾ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو① اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تم کو اس بات کے لیے نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو (بلکہ) تم انصاف کرو②، وہ تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے③ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو④، یقینی بات ہے کہ جو کچھ (اعمال) تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ﴿۸﴾ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لیے مغفرت اور بڑا ثواب ہے ﴿۹﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشی) کے لیے (احکام کی) پوری پابندی کرنے والے (اور) انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔

② انصاف: افراط اور تفریط کے بغیر کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔ دشمن سے بھی انصاف یہ اسلام کی عظیم خوبیوں میں سے ہے۔

③ شرعاً جو چیزیں حرام ہیں ان سے بچنے کی وجہ سے ایک نورانی کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ بھی تقویٰ ہے۔ اس آیت میں انصاف کرنے کا حکم منفی اور مثبت دو طریقے سے دیا گیا، اس سے انصاف کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

④ محبت کے جذبات میں مغلوب ہو کر بے جا طرف داری نہ کرنا اور عداوت کے غلبے میں بے انصافی نہ کرنا یہ تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی طرح اعمالِ خیر اور اچھی عادتوں سے بھی تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ ع ۲
وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ
اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ
وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ⑫

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں ﴿۱۰﴾
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا احسان جو تم پر ہے اس کو یاد رکھو (خاص کر کے) جب کہ ایک قوم نے تم پر اپنا ہاتھ چلانے کا ارادہ کیا[۱] تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم (کو نقصان پہنچانے) سے روک دیے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایمان والوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے ﴿۱۱﴾

اور پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے اقرار لے چکے تھے اور ہم نے ان میں سے بارہ ذمے دار (یعنی نگران) مقرر کیے تھے[۲] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: یقیناً میں (اپنی مدد کے ذریعے) تمھارے ساتھ ہی ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور تم زکوۃ ادا کرو اور تم میرے (سب) رسولوں پر ایمان لاؤ اور تم ان (رسولوں) کی مدد کرو، اور تم اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو[۳] تو میں تم سے ضرور تمھارے گناہوں کو دور کردوں گا اور میں تم کو ضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، سو اس کے بعد بھی جو شخص تم میں سے کفر اختیار کرے گا، سو پکی بات ہے کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا ﴿۱۲﴾

---

① مکہ کے قریشی کافروں کا حملہ مراد ہے۔ کفار کی تدابیر کو ناکام کر کے حفاظت کرنا یہ بھی مؤمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ ② عمل زندہ کرنے کے لیے نگران کی ضرورت پڑتی ہے، نگران کی برکت سے عمل میں پابندی بھی آتی ہے۔
③ یعنی اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا
مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا
نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١٤﴾

سوان لوگوں نے جو اپنے عہد کو توڑ ڈالا اس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا، وہ (بنی اسرائیل کے علما اللہ تعالیٰ کے) کلمات کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں① اور جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ وہ بھول چکے ہیں② ان میں سے چند لوگوں کو چھوڑ کر③ ان کی (کسی نہ کسی) خیانت کا تم کو برابر پتہ چلتا رہے گا④، سو (ابھی تو) تم ان کو معاف کر دو اور تم (ان سے) درگزر کرو⑤ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں ﴿۱۳﴾ اور جن لوگوں نے کہا کہ: ہم تو نصرانی ہی ہیں، ہم نے ان کا اقرار لیا، سو ان کو جو نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ وہ بھول گئے، سو ہم نے قیامت تک⑥ ان کے درمیان میں دشمنی اور بغض (یعنی کینہ) لازم کر دیا اور جو کام وہ کیا کرتے تھے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو بتلا دیں گے⑦ ﴿۱۴﴾

① یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں: [۱] کبھی الفاظ میں [۲] کبھی معنیٰ میں [۳] کبھی تلاوت میں۔
② یعنی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔
③ جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ، جو پہلے اہل کتاب کے دین پر تھے، پھر سچے مسلمان ہو گئے۔
④ یعنی آپ ہمیشہ ان کی کسی دغا، فریب پر مطلع ہوتے رہیں گے۔
⑤ اصلاحی محنت مسلسل کرنے کے باوجود سامنے والے میں تبدیلی نہ آوے تو دو کام کرو:
[۱] ان کی شرارت معاف کر دو [۲] ان کی طرف سے دھیان ہٹا لو۔
⑥ اندازہ یہ ہے کہ آیت میں قرب قیامت مراد ہو؛ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ تشریف لانے پر سب ایمان لے آئیں گے اور یہ دشمنی، کینہ، بغض ختم ہو جائے گا۔
⑦ پھر سزا دیں گے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ
وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ
اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

اے کتاب والو! پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس ہمارے رسول (محمد ﷺ) آچکے، کتاب (یعنی تورات وانجیل) کی بہت ساری باتیں جو تم چھپایا کرتے تھے اس کو تمھارے لیے وہ صاف صاف ظاہر کردیتے ہیں اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتے ہیں ① پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی ② اور (سچائی کو) ظاہر کرنے والی کتاب (یعنی قرآن) آچکی ﴿۱۵﴾ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سلامتی کے راستے دکھلاتے ہیں جو اس کی خوشی چاہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ③ ان کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف نکالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو (ہمیشہ) سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں ﴿۱۶﴾ وہ لوگ یقیناً کافر ہوگئے ہیں جن لوگوں نے ایسی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ ہی مسیح ابن مریم ہے (اے نبی!) تم (ان سے جواب میں) کہو کہ: اگر اللہ تعالیٰ مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی امّاں کو اور سب زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادے کو روکنے کی ذرا بھی طاقت رکھتا ہو؟ اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۷﴾

① یعنی جن باتوں کو اب چھپانے سے عقیدے یا عمل میں کوئی نقصان نہ ہو۔ نوٹ: ماضی کی باتیں ظاہر کرسکے تو کردینی چاہیے، تمام باتیں ظاہر نہ کرے؛ ورنہ فساد ہوگا ② نور سے مراد نبیٔ کریم ﷺ کی بشری ذات نورانی الصفات ہے، اور بعض مفسرین نے عطفِ تفسیری قرار دیا، اس صورت میں نور اور روشنی سے مراد کتاب قرآنِ مجید ہے جو سراپا نور ہی نور ہے۔
③ مراد اپنی طرف سے نیک توفیق کے ذریعے سے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ
بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ
رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا
نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع ٤/٨
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ
وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور یہود اور نصاریٰ کہنے لگے: ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، تو تم (جواب میں) کہو: (اگر ایسی ہی بات ہوتی) تو پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تمھارے گناہوں پر تم کو سزا کیوں دیتے ہیں؟ بلکہ تم اس (اللہ تعالیٰ) کی مخلوق میں سے (عام انسانوں کی طرح) ایک انسان ہو، وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں معاف کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۸﴾ اے اہلِ کتاب! پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس ہمارے رسول آچکے جو تمھارے سامنے (ہمارے احکام) کھول کر بتاتے ہیں (ایسے وقت میں یہ رسول آئے) جب کہ ایک زمانے سے رسولوں کے آنے کا سلسلہ بند تھا؛ تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری سنانے والا اور کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، سو پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا (یعنی رسول محمد ﷺ) آچکا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۹﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے جو احسان تم پر ہیں اس کو یاد کرو: جب کہ اس (اللہ) نے تم میں بہت سارے نبی پیدا کیے اور تم کو حکمران بنایا[1] اور تم کو (کچھ امتیازی) ایسی نعمت بھی عطا فرمائی جو (تم سے پہلے) جہاں والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی ﴿۲۰﴾

① یعنی تمھارے خاندان میں حکومت اور مال داری عطا فرمائی۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۝۲۱ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۝۲۲ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝۲۳

اے میری قوم! تم اس مقدس زمین ① میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے حق میں (اس کی شہر کی فتح) لکھ دی ہے اور تم اپنی پیٹھ دکھا کر واپس مت بھاگو، ورنہ تم نقصان میں پڑ جاؤ گے ② ﴿۲۱﴾ وہ (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ: اے موسیٰ! اُس (شہر) میں تو (ایک) بڑی طاقتور قوم ہے ③ اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جاویں گے ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے، ہاں! اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جاویں تو ہم ضرور داخل ہوں گے ﴿۲۲﴾ (موسیٰ علیہ السلام کی تائید میں) دو آدمیوں نے (بھی) کہا: جو کہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر اپنا (خاص) احسان کیا تھا ④ کہ تم ان پر (حملہ کر کے شہر کے) دروازے سے گھس جاؤ، سو جب تم اس (دروازے) میں داخل ہو جاؤ گے تو یقین رکھو (اسی وقت) تم غالب آ جاؤ گے ⑤ اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم واقعی مؤمن ہو ⑥ ﴿۲۳﴾

① ارضِ مقدسہ سے مراد: (۱) شہرِ قدس، ایلیا (۲) اریحا (۳) دمشق (۴) فلسطین (۵) شام اردن؛ کوئی بھی مراد ہو سکتا ہے۔
② یعنی دنیا میں حکومت جاوے گی اور آخرت میں جہاد چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔
③ ایک قول میں جبارین سے یہاں قومِ عمالقہ مراد ہے، یہ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی اولاد میں سے ہیں، جنھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ایسی سخت قوم تھی جن کا مقابلہ کرنا مشکل تھا، جو لوگوں کو زبردستی اپنا تابع بناتے تھے۔
④ ان دونوں نے نبی سے جو عہد کیا تھا اس پر اللہ کے فضل سے ثابت قدم تھے، نبی کی پوری اطاعت کر رہے تھے اور نبی کی ہدایت کے مطابق طاقتور قوم کے حال کا جو راز تھا انھوں نے کھولا نہیں تھا۔ نوٹ: یہ دو شخص انھی بارہ سرداروں میں سے تھے، بہت سے مفسرینؒ نے ان کا نام حضرت یوشع ابن نون اور کالب ابن یوقنا لکھا ہے۔
⑤ یعنی جلدی فتح ہوگی۔ ⑥ مقصد کو حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کی جاوے، اور اس کوشش کے مثمر ہونے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جاوے، اور اپنی کوشش پر ناز نہ ہو۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا
تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع ٨

(مگر بنی اسرائیل پھر بھی یہی) کہنے لگے: اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ اس (شہر) میں موجود ہیں ہم کبھی بھی اس (ملک) میں داخل نہیں ہوں گے، سو (اے موسیٰ! اگر ان سے لڑنا ہے تو) تم اور تمھارا رب دونوں جاؤ اور تم دونوں (ان سے) جنگ کرو، ہم تو یہیں پر بیٹھے ہیں ﴿۲۴﴾ اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے، سو آپ ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجیے [۱] ﴿۲۵﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب وہ مقدس زمین چالیس سال تک ان پر حرام کر دی گئی ہے [۲] زمین (کے ایک خاص حصہ) میں وہ سر مارتے پھریں گے [۳]، سو (اے موسیٰ!) تم نافرمان قوم پر افسوس (بھی) مت کرو [۴] ﴿۲۶﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) سو آپ ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان فرق (جدائی) کر دیجیے۔
② یعنی گھر میں جا نہیں سکیں گے اور راستہ بھی نہیں ملے گا۔ یہاں شرعی حرمت مراد نہیں ہے۔
بنی اسرائیل کے لیے چالیس سال ایک کھلا میدان قید خانہ بنا دیا گیا۔ وادیٔ تیہ کی تفصیلات بندے کی کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا'' مصر کے سفرنامہ میں ملاحظہ فرمائیں۔
③ (دوسرا ترجمہ) حیران و پریشان پھرتے رہیں گے۔ مراد وادیٔ تیہ ہے۔
④ مسلسل نافرمانی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے سزا ہو تو افسوس نہیں کرنا چاہیے؛ کیوں کہ وہ اسی کے حق دار تھے۔

النصف

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ
مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ
يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾
اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

اور (اے نبی محمد!) تم ان کے سامنے آدم (علیہ السلام) کے دونوں بیٹوں ① کی خبر (یعنی واقعہ) صحیح صحیح پڑھ کر سناؤ، جب دونوں نے (اللہ تعالیٰ کے لیے) قربانی پیش کی تو ان دونوں میں ایک کی (قربانی) قبول ہوگئی اور دوسرے کی (قربانی) قبول نہیں ہوئی، (قابیل نے) کہا کہ: میں تجھے ضرور قتل کردوں گا، (جس کی قربانی قبول ہوئی تھی اس ہابیل نے) کہا: اللہ تعالیٰ تو تقویٰ والوں ہی سے (قربانی) قبول کرتے ہیں ﴿٢٧﴾ اگر تو مجھ کو قتل کرنے کے لیے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں اپنا ہاتھ تیری طرف تجھ کو قتل کرنے کے لیے نہیں اٹھاؤں گا، یقیناً میں تو تمام جہانوں کے رب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں ② ﴿٢٨﴾ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہوں کے ساتھ میرے (قتل کے) گناہ کو بھی حاصل کرلیوے، سو تو جہنم والوں میں (شامل) ہوجائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے ﴿٢٩﴾

① یعنی قابیل اور ہابیل۔ واقعہ کا خلاصہ: اس زمانے میں دنیا میں کوئی اور انسان نہیں تھے؛ اس لیے قانون یہ بنایا گیا کہ جو جڑوے لڑکے لڑکی حضرت حواءؓ سے ایک مرتبہ ولادت میں پیدا ہو وہ آپس میں حقیقی بھائی بہن سمجھے جائیں گے اور ان کی آپس میں شادی نہیں ہوسکتی، اس لحاظ سے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کے ساتھ قابیل کا نکاح نہیں ہوسکتا؛ بلکہ اس کا نکاح ہابیل کے ساتھ ہوسکتا ہے؛ لیکن بات یہ ہوئی کہ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بہت خوب صورت تھی اور ہابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ سانولی تھی؛ اس لیے اس زمانے کے قانونِ الٰہی کے مطابق قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح ہابیل سے اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح قابیل سے ہو؛ لیکن یہ رشتہ قابیل کو منظور نہیں تھا؛ کیونکہ اس کے ساتھ جس کا نکاح ہو رہا تھا وہ سانولی تھی؛ اس لیے قابیل نے اس قانون پر عمل کرنے سے انکار کردیا، گویا اس دنیا کا اول جھگڑا اور فتنہ حسن کی بنیاد پر ہوا اور اس میں حسد کا بھی دخل تھا؛ گویا قابیل کو یہ حسد ہوا کہ ہابیل کو حسین بیوی مل رہی ہے اور مجھے سانولی، اس جھگڑے کو حل کرنے کے لیے یہ قربانی والی شکل بتائی گئی جس میں ہابیل کا حق پر ہونا واضح کردیا گیا، پھر بھی قابیل نے اس کو تسلیم نہ کیا، اور ہابیل کی قربانی کی قبولیت پر قابل کو مزید حسد ہوا۔

② بے جا قتل وقتال سے روکنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۰ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا
يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ
مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝۳۱ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ
كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲

سو اس (قابیل) کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا①، اور اس نے اس (اپنے بھائی) کو قتل کر (ہی) ڈالا تو وہ (قاتل) نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا②﴿۳۰﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا، جو زمین میں کھودنے لگا؛ تاکہ وہ (کوّا) اس (قاتل) کو بتائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح چھپائے؟ (یہ دیکھ کر قاتل) بولا: ہائے افسوس! کیا میں اس کوے جیسا بھی نہیں ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش میں چھپا دیتا، پھر وہ اس حالت پر پچھتانے لگا﴿۳۱﴾ اسی (واقعے) کی وجہ سے (یہ فرمان) ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی انسان کو قتل کر ڈالے؛ جب کہ اس (مقتول) نے کسی شخص کو قتل بھی نہیں کیا تھا یا زمین میں فساد بھی نہیں پھیلایا تھا③ تو اس نے (ایسا ہی جرم کیا) گویا کہ تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی (کی زندگی) کو بچا لینے کا ذریعہ بنا تو (اس نے ایسا کام کیا) گویا کہ اس نے تمام لوگوں کی زندگی بچا لی اور پکی بات یہ ہے کہ ہمارے رسول ان (بنی اسرائیل) کے پاس کھلے کھلے احکام لے کر آئے؛ مگر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہتے ہیں (یعنی عقیدے اور عمل میں اسراف کرتے ہیں)﴿۳۲﴾

① نفس پرستی انسان کو ناحق قتل تک پہنچاتی ہے۔ ② قابیل حقیقت میں ناقابل ثابت ہوا۔
نوٹ: قابیل کے مجموعی گناہ: (۱) اللہ کی نافرمانی۔ (۲) والد کی نافرمانی۔ (۳) حسن پرستی کا گناہ۔ (۴) حسد کا گناہ۔ یہ گناہ تھے ہی اور مزید پانچواں گناہ اپنے بھائی کا قتل، وہ بھی ناحق بنیاد پر۔
③ (دوسرا ترجمہ) جو شخص کسی (دوسرے) شخص کو بغیر کسی انسانی خون کے بدلے کے یا زمین میں فساد پھیلائے بغیر قتل کر ڈالے۔

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ

يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ

لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٣٣﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ

اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٤﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾

جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچانے کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں ① ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں یا سولی پر چڑھادیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں ② یا وہ زمین سے دور (یعنی جلاوطن) کردیے جاویں، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴿٣٣﴾ مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پالو (یعنی ان کو گرفتار کرلو) تو تم جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿٣٤﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس (اللہ تعالیٰ) تک (پہنچنے کا) وسیلہ تلاش کرو ③ اور تم اس (اللہ تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرو؛ تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ ﴿٣٥﴾

① فساد: [١] یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے قانون کی برکت سے اسلامی حکومت میں جو امن کا ماحول ہے اس کو ختم کرے۔ [٢] ہتھیاروں کے ساتھ عوام پر حملہ کرکے ڈاکے ڈالنے والے۔ [٣] بدامنی پھیلانے والے۔ [٤] راہ زنی کرنے والے یعنی جو اجتماعی شرارت کرتے ہیں۔ [٥] اسی طرح اہلِ حق کو دینِ حق سے روکنا یہ سب سے بڑا فساد ہے۔ [٦] اس میں نبی کی اہانت، ارتداد کی سعی وغیرہ بھی شامل ہے۔

② یعنی ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے۔

③ وسیلہ: یعنی (١) اللہ تعالیٰ کی رضامندی والے کام کرکے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ (٢) وسیلہ: جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے جس کے اوپر کوئی درجہ ہی نہیں ہے، جو عرشِ رحمن سے نہایت قریب ہے، یہ حضور ﷺ کے لیے خاص ہے، اس کے نیچے کے درجات تمام مؤمنین کے لیے ہیں۔ ہر مؤمن کو چاہیے کہ وہ اذان کے بعد درود پڑھ کر دعا پڑھنے کی عادت بناوے، اس میں وسیلے کی دعا بھی ہے (٣) وسیلہ: ہر وہ چیز جو بندے کو رغبت ومحبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کردیوے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٣٦﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٤٠﴾

یقینی بات ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا، اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب ان کے پاس ہو اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو اور وہ ان (چیزوں) کو قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ میں دینا چاہیں تب بھی ان کی طرف سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿٣٦﴾ وہ (کافر) آگ سے نکل جانا چاہیں گے؛ حالاں کہ وہ اس (آگ) سے نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے ﴿٣٧﴾ اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت سو تم ان دونوں کے (پہنچوں سے) ہاتھ کاٹ دو، یہ ان دونوں کے کیے ہوئے کام کا بدلہ ہے (اور یہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں① ﴿٣٨﴾ سو جس شخص نے اپنے ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کریں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے مہربان ہیں ﴿٣٩﴾ کیا تم کو (یہ بات) معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿٤٠﴾

① قابلِ احترام انسان کا ہاتھ جب خود انسان اس کے احترام کو چوری کر کے باقی نہ رکھے تو وہ ہاتھ بدن سے الگ کر دیے جانے کے لائق ہو جاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا
بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا
فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

اے رسول! جو لوگ دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں وہ تم کو غم میں نہ ڈالیں① (ایک) تو ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے منہ (زبان) سے یہ کہہ دیا کہ ہم ایمان لائے ہیں؛ حالاں کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے② اور (دوسرے) ان لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں، جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں③ وہ دوسری قوم (کو آپ کی بات پہنچانے) کے لیے جاسوسی کرتے ہیں، جو (قوم) تمھارے پاس آئی ہی نہیں④ وہ (اللہ تعالیٰ کی) باتوں کو بدل ڈالتے ہیں اس کا (صحیح) موقع (اور محل) طے ہو جانے کے بعد⑤ وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: اگر تم کو یہ حکم⑥ ملے تو اس کو لے لینا اور اگر ایسا (حکم) نہ ملے تو بچ کر نکل جانا، اور جس کو اللہ تعالیٰ فتنہ (یعنی گمراہی) میں ڈالنا چاہے تو تم اس (کو بچانے) کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں کچھ نہیں کر سکتے⑦

---

①(دوسرا ترجمہ) جو لوگ کفر میں تیزی دکھاتے ہیں وہ آپ کو غمگین نہ کریں۔
②یعنی منافق جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرے، دل میں ایمان نہ ہو۔
③(دوسرا ترجمہ) جھوٹی بات کان لگا کر سنتے ہیں (تیسرا ترجمہ) جھوٹی بات سننے کی ان کی عادت ہے۔ آیت میں لفظ "سَمّٰعُوْنَ" ہے جس کا معنیٰ ہے بہت زیادہ سننا، حاصل معنیٰ ہے جاسوسی کرنا۔ کان لگا کر سننا۔
④(دوسرا ترجمہ) جس قوم نے (تکبر اور دشمنی کی وجہ سے) تم تک آنا ہی گوارا نہیں کیا۔ یعنی یہود خود تو آتے نہیں، منافقوں کے واسطے سے کیا فیصلہ ہوگا وہ معلوم کرواتے تھے۔
⑤(دوسرا ترجمہ) (اللہ تعالیٰ کی کتاب کے) کلمات کے معانی متعین ہو جانے کے بعد بدل دیتے ہیں (تیسرا ترجمہ) (اللہ تعالیٰ کے) کلام کو (جبکہ وہ) کلام اپنے صحیح موقع پر قائم ہوتا ہے (اس کے) بعد (لفظاً و معنیً) بدلتے رہتے ہیں۔ یعنی باتوں کو بدل کر کہاں سے کہاں کر دیتے ہیں، یا بات کہیں سے کہیں لگاتے ہیں۔
⑥یعنی تمھاری مرضی کے مطابق کا فیصلہ ملے تو عمل کرنا؛ ورنہ کسی بہانے سے چلے آنا۔
⑦(دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ (کے یہاں) سے (آنے والے عذاب سے) اس کو بچانے کے لیے آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع ٦ ١٠

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو (کفریات سے) پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی نہیں کیا① ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے، اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴿۴۱﴾ جھوٹ بولنے کے لیے یہ جاسوسی کرتے ہیں②، بڑے حرام کھانے والے ہیں③، سو اگر وہ لوگ تمھارے پاس (فیصلہ کرانے) آجاویں تو تم ان کے درمیان فیصلہ کرو یا تم ان سے اعراض کرو④ اور اگر تم ان سے اعراض کرو گے⑤ تو (بھی) وہ ہرگز تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم کو فیصلہ کرنا ہو تو تم ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور وہ لوگ تم سے کیسے فیصلہ کرائیں گے⑥؟ حالاں کہ ان کے پاس تورات موجود ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم (لکھا ہوا) ہے، پھر اس (یعنی نبی ﷺ کے یا تورات کے فیصلے) کے بعد وہ لوگ منہ پھرا لیتے ہیں⑦ اور (حقیقت میں) وہ لوگ ایمان والے نہیں ہیں ﴿۴۳﴾

---

①(دوسرا ترجمہ) ان لوگوں کے دلوں کو (کفریات سے) پاک کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہی نہیں۔
②(دوسرا ترجمہ) کان لگا لگا کر جھوٹی باتیں سننے والے ہیں (تیسرا ترجمہ) جھوٹی باتیں سننے کی عادت رکھتے ہیں۔
③(دوسرا ترجمہ) حرام کا مال بہت کھانے والے ہیں۔ ''سُحت'' کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی بنیاد کھود کر اس کو برباد کر دینا، رشوت اور حرام مال کا یہی حال ہے کہ وہ دیانت کی بنیادوں کو کھود کر بالکل برباد کر دیتا ہے۔
④یعنی ان کے مقدمے کو آپ نہ سنیں؛ بلکہ ٹال دیں۔
⑤اور ان کا مقدمہ نہ چلائیں۔
⑥(دوسرا ترجمہ) وہ لوگ آپ کو (فیصلہ میں) کیسے حاکم بنانا چاہتے ہیں؟ ⑦یعنی ہٹ جاتے ہیں، مانتے نہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ
هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ
فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ
بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ
تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾

یقیناً ہم ہی نے (موسیٰ پر) تورات اتاری تھی، اس میں ہدایت اور روشنی تھی (اس دور کے) وہ تمام نبی جو (اللہ تعالیٰ کے) فرماں بردار تھے یہودیوں (کے معاملات) میں اس (تورات) کے (حکم کے) مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے، اور تمام اللہ والے اور علما بھی ①؛ کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کا ذمے دار بنایا گیا تھا اور وہی (لوگ) اس پر نگران (یا گواہ) (بھی) تھے، سو (اے یہودیو!) تم لوگوں سے مت ڈرو اور تم مجھ ہی سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلے (دنیا کی) تھوڑی سی قیمت مت لو اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیں ﴿۴۴﴾ اور ہم نے اس (تورات) میں ان کے لیے یہ (حکم) لکھ دیا تھا کہ جان، جان کے بدلے میں اور آنکھ، آنکھ کے بدلے میں اور ناک، ناک کے بدلے میں اور کان، کان کے بدلے میں اور دانت، دانت کے بدلے میں اور زخموں میں بھی (اسی طرح برابری کا) بدلہ لیا جائے گا، سو جو بھی اس (بدلہ لینے) کو معاف کر دیوے تو وہ اس (معاف کرنے والے) کے لیے (گناہ کا) کفارہ ہوگا ② اور جو شخص بھی اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں ﴿۴۵﴾

① یعنی اس تورات کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ دو قسم کی جماعت تھی: اول: رَبَّانِيُّوْن: جن کی عبادت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی تھی، اگرچہ علم بہ قدرِ ضرورت ہوتا تھا، ایسے دنیا سے بے رغبت لوگ جیسے مکتب کے ابتدائی مدرسین۔ دوسرے: احبار: جن میں علم زیادہ ہو اور عمل بھی ہو، یہ لوگ باتوں کو عمدہ طریقے سے پیش کرنے میں ماہر ہوتے تھے۔ دونوں جماعتوں کا مقصد اللہ اور رسول کی اطاعت؛ البتہ ان کے نام غلبہ کے اعتبار سے رکھے گئے جن میں عبادت کا غلبہ تھا ان کو ''رب'' کی طرف نسبت کر کے ''ربانی'' یعنی اللہ والے، اور جن میں علم کا غلبہ تھا ان کو ''احبار'' کہا گیا۔
② یعنی گناہ ختم ہونے کا ذریعہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مجرم کو معاف کر دینا یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے۔

وَقَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ ۪
وَاٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ فِیۡهِ هُدًی وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ وَهُدًی
وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۴۶﴾ وَلۡیَحۡکُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِیۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِیۡهِ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ
بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ
اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ

اوران سب (نبیوں) کے پیچھے ہی ان کے نشان قدم پر ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو اس سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا اور ہم نے اس (عیسیٰ) کو انجیل دی، اس (انجیل) میں ہدایت اور روشنی تھی اور وہ (انجیل) اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی (یعنی سچا بتانے والی) تھی اور تقویٰ والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی ﴿۴٦﴾ اور انجیل والے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس (انجیل) میں اتارا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا کریں اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ نافرمان ہیں[1] ﴿۴۷﴾ اور (اے نبی!) ہم نے تم پر حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے جو اپنے سے پہلی (آسمانی) کتابوں کو سچا بتلاتی ہے اور ان (اگلی کتابوں کے مضامین) کی حفاظت کرنے والی ہے، لہٰذا جو اللہ تعالیٰ نے (تم پر) اتارا ہے اسی کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو اور جو سچی بات تمھارے پاس آگئی اس کو چھوڑ کر تم ان کی خواہشات کے پیچھے مت چلو،

---

① یہاں تین طرح کی آیتیں ہیں، (هم الفسقون، الظلمون، الکافرون) تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے خلاف حکم دینا کبھی تو کفر ہوتا ہے اور کبھی ظلم وفسق، اگر عملاً اس کے خلاف کرنے کے ساتھ ساتھ اعتقاد میں بھی اس کو حق نہ جانتا ہو تو یہ کفر ہے اور اگر عقیدے کی رو سے تو ان احکام کو حق مانتا ہے؛ مگر عملاً اس کے خلاف کرتا ہے تو یہ ظلم وفسق ہے۔ بنی اسرائیل نے آپسی مفاہمت سے شرعی قانون کے خلاف ایک خود ساختہ دستور قائم کر لیا تھا اور اس پر عمل کرتے تھے اور یہ شریعت کے عمل اور انصاف کے قانون کی عملی مخالفت تھی، یہ بھی ان کی طرف سے ایک طرح کا ظلم تھا۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ۱۱

ہم نے تم میں سے ہرایک (امت) کے لیے (الگ الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے① اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم (سب) کو ایک ہی امت کر دیتے②؛ لیکن تا کہ جو کچھ اس نے تم کو دیا اس میں اللہ تعالیٰ تم کو آزماوے، سو بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی تم کوشش کرو، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تم سب کو واپس جانا ہے، سو جن چیزوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ تم کو اس کی حقیقت بتلادیں گے ﴿۴۸﴾ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم اتارا اس کے مطابق تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرو اور تم ان کی خواہشات (خوشی/چاہت) کے مطابق مت چلو اور ان سے اس بات سے بچتے رہو③ کہ وہ تم کو فتنے میں ڈال کر کسی ایسے حکم سے تم کو ہٹادیویں جو اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف اتارا ہے④، سو اگر وہ لوگ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض گناہوں کی (کچھ) سزا (دنیا ہی میں) دینا چاہتے ہیں اور یقیناً لوگوں میں سے بہت سارے فاسق ہی ہیں ﴿۴۹﴾ بھلا کیا جاہلیت والا فیصلہ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں⑤؟ اور جو قوم یقین رکھتی ہو ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ ﴿۵۰﴾

① ہر زمانے میں ہر امت کو فروعات میں الگ الگ طریقہ دیا اور اصول ہر دور میں متحد رہے۔

② اور الگ الگ زمانے میں الگ الگ شریعت نہ آتی۔ ③ (دوسرا ترجمہ) احتیاط رکھو (تیسرا) ان سے ہوشیار رہو۔

④ دشمنوں کی ہمیشہ سے چاہت اور کوشش رہی ہے کہ مسلمان کامل شریعت پر عمل نہ کرے، بس چند اسلامی رسومات کو انجام دے دے۔ ⑤ شریعت کے فیصلوں میں سب کے لیے عدل وانصاف ہے اور جاہلیت کے فیصلوں میں امیر اور غریب قوی اور کمزور میں فرق رکھا جاتا ہے؛ گویا آسمانی شریعت کے خلاف من گھڑت قوانین پر وہ عمل کرتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ
يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ؕ
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اے ایمان والو! تم یہود اور نصاریٰ کو (اپنا گہرا) دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان (یہود و نصاریٰ) سے دوستی کرے گا سو یقیناً وہ ان ہی میں سے ہوگا ① یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیں گے ﴿۵۱﴾ سو تم دیکھو ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ ان (یہود و نصاریٰ) سے جلدی جلدی ملتے ہیں (یعنی دوستی کے تعلقات بڑھا رہے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ ہم پر مصیبت کا کوئی چکر ② پیش نہ آجاوے ③ سو (یہ بات) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کو) فتح دے دیویں ④ یا اپنی طرف سے کوئی (خاص) بات ظاہر کر دیں ⑤ پھر (اس وقت) جو بات ان منافقوں نے اپنے دلوں میں چھپائی تھی اس پر وہ پچھتانے لگے ﴿۵۲﴾ اور (اس وقت) ایمان والے (تعجب سے) کہیں گے کہ: کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پکی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ یقیناً وہ تمھارے ساتھ ہی ہیں، ان کے اعمال برباد ہو گئے جس کے نتیجے میں وہ لوگ نقصان میں رہ گئے ﴿۵۳﴾

① اگر کسی مسلمان نے اس قانون کی خلاف ورزی کر کے کسی یہودی یا نصرانی سے گہری دوستی کر لی تو وہ اسلام کی نظر میں بجائے مسلمان کے اسی قوم کا فرد شمار ہونے کے قابل ہے۔
② مصیبت جس پر آتی ہے وہ اس کو گھیر لیتی ہے، یہ "دائرہ" کی تعبیر کا مفہوم معلوم ہو رہا ہے۔
③ یعنی مسلمان مغلوب ہو گئے اور کوئی برا وقت آ گیا تو یہ یہود و نصاریٰ ہماری مدد کریں گے؛ اس لیے ان سے بھی محبت رکھو۔
④ یعنی مکہ کی فتح ہو گئی ⑤ اس کی ایک مراد منافقوں کے نفاق کا پردہ پھاڑ کر ان کو ظاہر کر دیا جاوے جس میں ان کی رسوائی ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ

وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۟ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا

يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع ٨ / ١٢

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

اے ایمان والو! جو شخص بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے ① تو بہت جلدی اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے، ایمان والوں پر نرم (یعنی مہربانی کرنے والے)، کافروں کے لیے سخت ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ (اللہ) جس کو چاہتے ہیں فضل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑی وسعت والے، بڑے جاننے والے ہیں ﴿۵۴﴾ (اے مسلمانو!) یقیناً تمھارے مدد کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور اس کے رسول ہیں اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ (اللہ کے سامنے) عاجزی کرنے والے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو شخص اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بناتا ہے (اور اللہ تعالیٰ کی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے) تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے ﴿۵۶﴾

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے جنھوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور کافروں کو تم دوست مت بناؤ، اور اگر تم حقیقت میں ایمان والے ہو تو تم اللہ تعالیٰ (ہی) سے ڈرو ﴿۵۷﴾

---

① یعنی مرتد ہوجاوے۔

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ

قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ

دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا

مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾

اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو وہ لوگ اس (اذان ونماز) کے ساتھ کھیل اور مذاق کرتے ہیں، یہ اس واسطے کہ وہ (کافر) ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے ﴿۵۸﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: اے اہلِ کتاب! کیا تم کو ہماری صرف یہ بات بری لگتی ہے① کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو (قرآن) ہم پر اتارا گیا اور جو (تورات وانجیل وغیرہ کتابیں) پہلے اتاری گئی اس پر ہم ایمان لائے، اور یقیناً تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں ﴿۵۹﴾ تم کہہ دو: کیا میں تم کو بتلاؤں کہ اس سے زیادہ بری سزا اللہ تعالیٰ کے یہاں کس کو ہوگی② یہ وہ (یہود) ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان پر غضب اترا، اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنادیا اور ان لوگوں نے شیطان کی عبادت کی، ایسے ہی لوگوں کا بہت برا ٹھکانہ ہے اور (وہی لوگ) سیدھے راستے سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں ﴿۶۰﴾ اور جب وہ (منافق) لوگ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: ہم تو ایمان لے آئے؛ حالاں کہ وہ کفر لے کر (مسلمانوں کی مجلس میں) داخل ہوئے اور وہ اسی (کفر) کو لے کر نکلے اور اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتے ہیں جس کو وہ لوگ چھپاتے ہیں ﴿۶۱﴾ اور تم ان (یہودیوں) میں سے بہت سوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور ظلم اور حرام کے مال کھانے میں دوڑ دوڑ کر وہ آگے بڑھتے ہیں، جو کام وہ کر رہے ہیں وہ بہت ہی برے ہیں ﴿۶۲﴾

① (دوسرا ترجمہ:) کیا تم ہمارے ساتھ صرف اس لیے بیر (یا ضد) رکھتے ہو۔ (تیسرا ترجمہ:) کیا تم صرف ہماری اس بات پر عیب لگاتے ہو۔ ② مخاطبین کو اشتعال پیدا نہ ہو جائے ایسے عنوان سے خطاب کرنا یہ داعی کے لیے ضروری ہے، آیت میں مخاطب یہود ہے؛ لیکن موازنہ اور مثال کے انداز میں کلام کیا گیا ہے۔

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ

مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا

قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ

اللہ والے اور علما گناہ کی بات کہنے اور حرام کا مال کھانے سے ان کو کیوں نہیں روکتے ؟ بہت ہی برا کام ہے جو وہ لوگ کر رہے ہیں① ﴿٦٣﴾ اور یہود لوگ کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ (خرچ کرنے سے) بند ہو گئے ہیں② (بلکہ سچا جواب یہ ہے کہ) ہاتھ تو خود ان (یہودیوں) کے بند ہو گئے ہیں، انھوں نے ایسی (اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی والی) بات کہی ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے؛ بلکہ اس (اللہ تعالیٰ) کے دونوں ہاتھ پوری طرح کھلے ہوئے ہیں③ وہ (اللہ تعالیٰ) جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں،

---

① (دوسرا ترجمہ) واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔

نوٹ: (۱) علمائے یہود نے نہی عن المنکر کا کام قصداً چھوڑ دیا اور اس کی عادت بنالی، یہ عادت محض دنیا طلبی کی وجہ سے تھی۔ (۲) اسی لیے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ آیت قرآنِ کریم کی سخت آیت ہے کہ جس میں نہی عن المنکر چھوڑنے والے کو برائی کرنے والے کے درجے میں سمجھا گیا۔

تنبیہ: عربی زبان میں جب لفظ ''فعل'' استعمال ہوتا ہے تو اس میں ہر قسم کا کام شامل ہوتا ہے، چاہے وہ کام قصداً کرے یا بغیر قصد کے کرے۔ اور ''عمل'' کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ کام ہوتا ہے جو قصد اور ارادے سے کیا جائے۔ اور ''صنع'' کا لفظ ایسے کام کے لیے بولا جاتا ہے جو کام انسان اپنے اختیار اور اپنے ارادے سے کرے اور اس کام کو عادت اور مقصد بنالیوے۔ آیت میں عوام کے برے کاموں کو بتلانے کے لیے ''یعملون'' کا لفظ استعمال ہوا اور مشائخین اور علما کے لیے ''یصنعون'' کا لفظ استعمال ہوا۔ علما عوام سے بدگمان ہو گئے تھے کہ ہم ان کو برائیوں سے روکیں گے تو وہ رکیں گے نہیں اور بڑی بات تو یہ تھی کہ عوام سے تحفے حاصل کرنے کی لالچ میں سچائی کی حمایت کا جذبہ ہی علماء میں پیدا نہیں ہوتا تھا، برے کام کرنے والے علما کی عوام سے بھی زیادہ خطرناک حالت تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کے لوگ اگر گناہ میں مبتلا ہوں اور علما کو اندازہ ہو کہ ہم ان کو روکیں گے تو وہ رک جائیں گے، پھر بھی نہ روکیں، چاہے کسی لالچ کی وجہ سے چاہے کسی ڈر کی وجہ سے تو ان علما کا یہ جرم اصل گنہگاروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس لیے نہی عن المنکر کی کوشش تو کرتے ہی رہنا چاہیے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

② یعنی نعوذ باللہ یہ لوگ اللہ کو بخیل کہنے لگے۔ ③ اللہ تعالیٰ تو بڑے سخاوت کرنے والے ہیں۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ
وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ
اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ
اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ
تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

اور (اے نبی!) تم پر جو (کلام) تمھارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سوں میں (ان کی ضد کی وجہ سے) شرارت اور کفر ضرور بڑھا کر ہی رہے گا اور ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے، جب کبھی بھی وہ (مسلمانوں کے ساتھ) لڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں① تو اللہ تعالیٰ اس (آگ) کو بجھا دیتے ہیں اور وہ زمین میں فساد پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے ﴿۶۴﴾ اور اگر اہلِ کتاب (قرآن اور محمد ﷺ پر) ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی برائیاں ان سے معاف کر دیتے اور ہم ان کو ضرور نعمتوں کے باغات میں داخل کرتے ﴿۶۵﴾ اور اگر وہ (اہلِ کتاب) تورات اور انجیل② اور جو (قرآن) ان پر ان کے رب کی طرف سے اتارا گیا اس پر (عمل کرنے کی) پوری پابندی کرتے تو وہ اپنے اوپر سے③ اور اپنے قدموں کے نیچے④ سے (یعنی ہر طرف سے) ضرور کھاتے⑤ کچھ ان میں سے سیدھے راستے پر بھی ہیں اور ان میں زیادہ لوگ وہ ہیں جو (بہت ہی) برے کام کرتے ہیں ﴿۶۶﴾

① (دوسرا ترجمہ:) آگ سلگاتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کہیں بھی جنگ ہو تو بالواسطہ یا بلا واسطہ اس میں یہودیوں کا ہاتھ ہونے کا بڑا امکان ہے، یا یہ کہ یہودیوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔
② تورات اور انجیل پر پورا عمل اسی وقت ہوگا جب حضور ﷺ پر ایمان لے آویں۔ چونکہ تورات اور انجیل میں جا بجا آپ ﷺ کی پیشین گوئی موجود ہیں۔ سابقہ زمانے میں تورات اور انجیل معمول بہا تھی، آخری امت کے لیے قرآن معمول بہا ہے۔
③ یعنی آسمان سے برکت والا پانی برستا۔ ④ یعنی زمین کی کھیتی۔ اسی طرح معدنیات کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔
⑤ یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق خوب فراغت سے کھاتے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ
لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى
الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

اے رسول! (محمد ﷺ) جو (کلام یا احکام) تم پر تمھارے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ (تمام لوگوں کو) پہنچا دو اور اگر (بالفرض) تم نے ایسا نہیں کیا تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ تعالیٰ کا (کامل) پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں (کی سازشوں) سے بچائیں گے [1] یقیناً اللہ تعالیٰ کفر کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتے ﴿٦٧﴾ (اے نبی!) تم (یوں) کہو کہ: اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل اور جو (قرآن) تم پر تمھارے رب کی طرف سے (محمد ﷺ کے واسطے سے) اتارا گیا اس کو قائم (یعنی پوری پابندی سے عمل) نہ کرو وہاں تک تم (صحیح دین کے) راستے پر نہیں ہو اور (اے نبی!) تم پر جو (قرآن) تمھارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سوں کو شرارت اور کفر میں ضرور بڑھاوے گا، سو کافر قوم پر تم افسوس نہ کیا کرو ﴿٦٨﴾ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی اور صابی اور نصاریٰ ہیں جو بھی (ان میں سے) اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے ﴿٦٩﴾

① (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو حفاظت میں رکھیں گے۔ معلوم ہوا کہ تبلیغ اور دعوت کے کام کے اندر خطرات لاحق ہوتے ہیں، ایک داعی برحق کے پیچھے شیطانی قوت لگ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت ضروری ہے، اگر اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں گے تو ان شاء اللہ! کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ
بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ
الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

پکی بات ہے کہ بنی اسرائیل سے ہم نے (تورات میں تمام نبیوں کو سچا ماننے کا) عہد لیا تھا اور ہم نے ان کے پاس بہت سارے رسول بھیجے، جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ایسا حکم لائے جس (حکم) کو ان کا دل پسند نہ کرتا ہو① تو (رسولوں کی) ایک جماعت کو ان لوگوں نے جھٹلا دیا اور ایک جماعت کو وہ قتل کر دیتے تھے ﴿۷۰﴾ اور انھوں نے ایسا سمجھ لیا کہ (ان کی نبیوں کے جھٹلانے پر) کوئی پکڑ نہیں ہوگی، اس لیے وہ لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی② پھر (بھی) ان میں سے بہت سارے لوگ (اسی طرح) اندھے اور بہرے بنے رہے اور جو کام وہ لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح دیکھتے ہیں ﴿۷۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ وہ لوگ کافر ہو گئے جنھوں نے ایسی بات کہی: یقیناً اللہ تعالیٰ ہی مسیح ابن مریم ہیں؛ حالاں کہ (خود) مسیح نے (یہ) کہا تھا: اے بنی اسرائیل! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرے بھی رب ہیں اور تمھارے بھی رب ہیں، یقینی بات ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس (شخص) کا ٹھکانہ آگ ہے اور (ایسے) ظالموں کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا ﴿۷۲﴾

---

① اپنی چاہتوں کو احکام الٰہی کے تابع بنانا ہے نہ کہ احکام کو مرضی کے تابع بنانا۔

② ان کی ہدایت کے لیے اگلے نبیوں کے بعد دوسرے نبی بھیجے گئے کہ وہ سیدھے راستے پر آویں، اس کے باوجود انھوں نے نبیوں کی اطاعت نہیں کی اور اوپر سے یہ بھی خیال کہ نبیوں کی مخالفت کے باوجود ان پر کوئی عذاب آنے والا نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کی ان شرارتوں کی وجہ سے اللہ کا عذاب ان پر آیا اور ظالم لوگ ان پر مسلط کیے گئے تب انھوں نے توبہ کی؛ لیکن اچھے حالات ہوتے ہی شرارتوں میں لگ گئے، نبیوں کو قتل کیا، سورۂ اسراء کے شروع میں اس کا بیان ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾

پکی بات یہ ہے کہ وہ (نصاریٰ) لوگ (بھی) کافر ہو چکے ہیں جو ایسا کہتے ہیں کہ: یقیناً اللہ تو تین (خداؤں) میں کا تیسرا ہے؛ حالاں کہ ایک معبود (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جو بات وہ (نصاریٰ) لوگ کہتے ہیں اگر وہ اس سے باز نہیں آئے① تو ان میں سے جو لوگ کفر پر (قائم) ہیں ان کو دردناک عذاب پہنچ کر ہی رہے گا ﴿۷۳﴾ بھلا کیا وہ لوگ (ایسے غلط عقیدوں سے) اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں مانگتے: حالاں کہ اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۷۴﴾ مسیح مریم کا بیٹا ایک رسول ہی تو ہے، اس سے پہلے بہت سارے رسول گذر چکے ہیں، اور اس کی اماں بڑی سچائی پر چلنے والی (یعنی ولیہ) تھی، وہ (ماں، بیٹے) دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، تم دیکھو! ہم ان کے لیے کس طرح کھول کھول کر (توحید کی) دلیلیں بیان کرتے ہیں پھر تم دیکھو کہ وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں ﴿۷۵﴾ (اے نبی!) تم (ان سے) کہو: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کیا تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ نقصان کی کوئی طاقت رکھتی ہو اور نہ نفع کی، اور اللہ تعالیٰ ہی بڑے سننے والے، بہت جاننے والے ہیں ﴿۷۶﴾

① (دوسرا ترجمہ) اگر یہ لوگ اپنی کہی ہوئی بات سے باز نہ آئے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا
مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۠﴿۷۷﴾ ع
لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا
كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴿۷۹﴾

(اے نبی!) تم کہو: اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو① اور تم ایسے لوگوں کی (یعنی اپنے اسلاف کی) خواہشات پر مت چلو جو خود پہلے ہی سے گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ بہت سوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور وہ سیدھے راستے (کو جانتے ہوئے بھی اس) سے بھٹک گئے ہیں ﴿۷۷﴾

بنی اسرائیل کے جو لوگ کافر بن گئے ان پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) داؤد (علیہ السلام) اور مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام دونوں) کی زبان سے لعنت کی گئی②، یہ (لعنت) اس لیے ہوئی کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور وہ حد سے نکل جاتے تھے ﴿۷۸﴾ جو برائی کے کام وہ کرتے تھے اس سے آپس میں ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے③ جو کام وہ لوگ کرتے تھے واقعتاً وہ بہت ہی برے تھے ﴿۷۹﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) تم تمھارے دین کی بات میں ناحق مبالغہ مت کرو۔

غلو کے معنی حد سے نکل جانے کے ہیں۔ دین میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد و عمل میں دین نے جو حدود مقرر کی ہے ان سے آگے بڑھ جائے، مثلاً انبیاء کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل جانیں، اس حد سے آگے بڑھ کر اُن ہی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دینا اعتقادی غلو ہے۔

نوٹ: اہلِ کتاب دین کے اندر غلو کر کے برباد ہو گئے؛ اس لیے امتِ مسلمہ کو اپنے آپ کو غلو سے بچانا ہے۔

② ظاہری لعنت: بندر اور خنزیر کی شکل بنا دی گئی۔

باطنی لعنت: اللہ کے نیک بندوں سے نفرت اور مشرکین کی محبت ان کے دل میں آئی۔

③ خود بھی برائی سے رکتے نہیں تھے اور دوسروں کو بھی برائی سے روکتے نہیں تھے۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَاۤ
اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ
عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان (یہود) میں سے بہت سوں کو تم دیکھو گے کہ انھوں نے کافروں کو (اپنا) دوست بنایا ہوا ہے، جو (کام) وہ اپنے لیے آگے (آخرت میں) بھیج رہے ہیں یقیناً وہ بہت ہی برا ہے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گئے ہیں اور عذاب میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۰﴾ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر[1] اور جو (کلام) ان کی طرف اتارا گیا اس پر ایمان لاتے تو ان (مشرکوں) کو کبھی بھی (اپنا) دوست نہ بناتے؛ لیکن ان میں کے زیادہ لوگ تو نافرمان ہیں ﴿۸۱﴾ (اے نبی!) تم ایمان والوں سے لوگوں میں سب سے زیادہ سخت دشمنی کرنے والے یہود اور شرک کرنے والوں کو پاؤ گے اور تم ان (غیر مسلموں میں سے) ایمان والوں سے دوستی کرنے میں زیادہ نزدیک ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا کہ: ہم تو نصرانی ہی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان (نصرانیوں) میں بہت سارے علما اور (دنیا چھوڑ کر تنہائی میں رہنے والے) درویش لوگ ہیں اور اس واسطے کہ وہ (نصاریٰ) تکبر نہیں کرتے[2] ﴿۸۲﴾

---

① مراد: حضور ﷺ ہیں اور آیت منافقین کے لیے ہے، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور آیت یہودیوں کے لیے ہے۔

② یہود اور مشرکین کے مقابلے میں نصاریٰ قدرے غنیمت ہے۔ جب کہ ان کے علما میں درویشی، گوشہ نشینی اور صحیح دین داری ہو، اور تکبر میں کمی ہو، اور وہ علما عوام کو دین کی رہنمائی بھی کرتے رہتے ہوں، تب وہ اس آیت کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہوں گے، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ: یہ آیت نجاشی اور ان کے رفقا کے متعلق نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ
الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ﴿٨٤﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا
قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٨٥﴾
وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿٨٦﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا ع
تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿٨٧﴾

اور جب وہ① اس کلام (یعنی قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول (یعنی محمد ﷺ) پر اتارا گیا ہے تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ وہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق (یعنی اسلام) کو پہچان لیا ہے، وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: اے ہمارے رب! ہم تو ایمان لے آئے، سو آپ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ لکھ دیجیے ﴿۸۳﴾ اور ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو سچا دین ہمارے پاس آ گیا ہے اس پر کیوں ایمان نہ لائیں②؟ اور (پھر) ہم اس بات کی توقع رکھیں کہ ہمارے رب ہم کو نیک لوگوں میں داخل کر دیں گے③ ﴿۸۴﴾ سو اللہ تعالیٰ اُن کی (اِن) کہی ہوئی باتوں کے بدلے میں ان کو ایسے باغات عطا فرمائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے ﴿۸۵﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنم والے ہیں ﴿۸۶﴾

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کر دی ہیں تم ان کو حرام مت کر لیا کرو اور تم (شریعت کی) حد سے آگے مت بڑھو، یقیناً اللہ تعالیٰ (شریعت کی) حد سے باہر نکلنے والوں سے محبت نہیں کرتے ﴿۸۷﴾

---

① یعنی نصاریٰ جو بعد میں مسلمان ہو گئے۔

② حق جب سامنے آ جاوے تو اس کو مان لینا یہ حق کا حق ہے۔

③ آخرت میں نیک لوگوں کے ساتھ شامل ہونے کی امید ایمان لانے پر موقوف ہے: اس لیے ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح حق قبول کرنے والوں پر ملامت کرنا نیک بختی نہیں ہے۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴿۸۸﴾ لَا
يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ
فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا
حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۸۹﴾

اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق تم کو دیا ہے تم اس میں سے حلال، پاکیزہ چیزیں[۱] کھاؤ اور جس اللہ تعالیٰ پر تم ایمان رکھتے ہو تم اس سے ڈرتے رہو﴿۸۸﴾ اللہ تعالیٰ تمھاری لغو قسموں پر تمھاری پکڑ نہیں کریں گے[۲]؛ لیکن جو قسمیں تم نے مضبوط باندھیں[۳] ان (کے توڑنے) پر تمھاری پکڑ کریں گے، سو اس (پکی قسم توڑنے) کا کفارہ یہ ہے: جو درمیانی درجے کا کھانا تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو ویسا دس مسکینوں کو کھلانا ہے یا ان (دس مسکینوں) کو کپڑے دو یا ایک گردن (یعنی غلام یا باندی) آزاد کرو، سو جس کے پاس (اس میں سے کچھ بھی) نہ ہو تو وہ تین دن کے (مسلسل) روزے رکھے، یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو (اور قسم توڑ ڈالی ہو) اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو[۴] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتے ہیں؛ تاکہ تم شکر کرنے والے بنو﴿۸۹﴾

---

۱ طبیعت جس کی طرف رغبت کرے، لذیذ۔

۲ یعنی کفارہ واجب نہیں۔ لغو قسم: کسی گذشتہ واقعہ پر اپنے خیال کے مطابق سچا سمجھ کر قسم کھائے اور واقع میں وہ غلط ہو، اسی طرح بلا قصد جو قسم کے الفاظ زبان سے نکلے۔

۳ یعنی پکی کھائی۔

۴ قسم کھانے میں جلد بازی نہ کرو، بلا ضرورت قسم نہ کھاؤ، قسم کھانے کے بعد شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر قسم کو مت توڑو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾

اے ایمان والو! یقینی بات ہے کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان① اور قسمت معلوم کرنے کے تیر② یہ سب ناپاک، شیطانی کام ہیں، لہٰذا تم اس سے بچو؛ تاکہ تم فلاح پا جاؤ③ ﴿٩٠﴾ شیطان تو یہی ارادہ کرتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز سے روک دیوے، سو کیا تم (اب ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟④ (یعنی رک جاؤ) ﴿٩١﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور تم رسول کی اطاعت کرو⑤ اور تم (نافرمانی سے) بچتے رہو، سو اگر تم منہ پھرا لو گے⑥ تو تم جان لو کہ ہمارے رسول کی ذمے داری صرف صاف صاف (احکام) پہنچا دینا ہے ﴿٩٢﴾

---

① تھان: ہر بت کے آگے جانور ذبح کرنے کے لیے ایک خاص جگہ بناتے تھے، جہاں آکر لوگ اس بت کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے، اسی طرح بغیر تراشے ہوئے پتھر جن میں کوئی صورت بنی ہوئی نہ ہو اس کو بھی ''انصاب'' کہتے ہیں۔

② جب کوئی اہم کام درپیش ہوتا جیسے سفر، جنگ، تجارت یا نکاح وغیرہ تو اس کام کے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ ان تیروں کے ذریعہ کرتے تھے، جو خانۂ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے، ان میں سے کسی پر أَمَرَنِي رَبِّي (میرے رب نے مجھے حکم دیا) اور کسی پر نَهَانِي رَبِّي (میرے رب نے مجھے منع کیا) لکھا ہوا تھا، اور کسی پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا، ان تیروں کو کعبہ کا دربان کسی تھیلے میں رکھ کر قسمت آزمائی کرنے والے کے ہاتھ میں دے دیتا، وہ اس کو گھماتا پھراتا، پھر اس میں سے ایک تیر نکالتا، اگر حکم دینے والا تیر نکلتا تو اس کام کو کرتا، اور منع کرنے والا تیر نکلتا تو اس کام سے باز رہتا، اور اگر خالی تیر نکلتا تو پھر تھیلے کو گھما کر دوبارہ تیر نکالتا؛ یہاں تک کہ امر یا نہی والا تیر نکل آئے۔

③ حرام کام سے بچنا بھی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ④ استفہام تقریر کے لیے ہے۔

⑤ ''اطیعوا'' کی تکرار تاکید کے لیے ہے، رسول کی اطاعت کی اہمیت جتلانا مقصود ہے۔ ⑥ یعنی اطاعت نہیں کروگے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۲
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ
لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٤﴾

جو لوگ ایمان والے ہوں اور وہ نیک کام کرتے رہیں تو (حرام ہونے سے پہلے) جو کچھ کھایا (یا پیا) اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ وہ (اس وقت بھی حرام چیزوں سے) بچتے رہیں اور وہ ایمان پر (قائم) رہیں اور نیک کام کرتے رہیں، پھر (آئندہ جو چیزیں حرام کی گئیں اس سے بھی) وہ بچتے رہیں اور ایمان پر (مضبوط) رہیں، پھر تقویٰ پر رہیں① اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں② ﴿۹۳﴾

اے ایمان والو! شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ضرور تمھاری آزمائش کریں گے③ جن کو تمھارے ہاتھ اور تمھارے نیزے حاصل کرسکیں گے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ (ظاہر کر کے بھی) جان لیویں کہ کون بغیر دیکھے ہوئے اس (اللہ تعالیٰ کے عذاب) سے ڈرتا ہے، پھر جو شخص اس (حرمت) کے بعد زیادتی کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿۹۴﴾

① یعنی ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرتے کرتے اونچے مقام پر پہنچ گئے۔

② اس آیت میں تین مرتبہ "اتقوا" کا ذکر ہے، اس کی مراد یہ سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے سے مراد کفر سے بچنا، دوسرے سے مراد گناہِ کبیرہ سے بچنا اور تیسرے سے مراد گناہِ صغیرہ سے بچنا ہے۔ پہلے "امنوا" میں عمومی ایمان، دوسرے میں یقین مراد لیا جائے۔

③ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایک معمولی سی شکار کی بات میں تمھاری ضرور آزمائش کریں گے۔ حدیبیہ کے سفر کے موقع پر جانور سامنے پھر رہے تھے، یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی؛ لیکن چوں کہ صحابہ ﷺ احرام کی حالت میں تھے اس لیے شکار نہیں کرسکتے اور صحابہ ﷺ نے اس چیز پر عمل کر کے دکھلایا، جبکہ یہود سنیچر کے دن حیلے بہانے کر کے مچھلی پکڑتے رہے؛ حالاں کہ ان کو منع کیا گیا تھا، حضرت طالوت نے بھی لشکر میں مخلصین کی جانچ کے لیے پانی پینے سے منع کیا تھا، گویا معمولی معمولی چیزوں میں نفس پر قابو کرنے کی عادت بنوائی جارہی ہے، چونکہ جو آدمی ایسی معمولی چیزوں میں نفس پر قابو نہیں کرسکتا ایسے آدمی کے لیے بلند کارنامے انجام دینا مشکل ہوا کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا
فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ
كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا
سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ
الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ
حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

اے ایمان والو! تم احرام کی حالت میں ہوتب شکار مت کرواور جوشخص تم میں سے جان بوجھ کر اس (شکار) کوقتل کردیوے تو (اس پر) اس قتل کیے ہوئے جانور جیسا چوپایوں میں سے بدلہ میں دینا ضروری ہوگا، جس کا تم میں سے دومعتبر① شخص فیصلہ کریں گے، جس کو کعبہ تک پہنچا کر ذبح کردیا جائے یا کفّارے میں (اس جانور کی قیمت کا) مسکینوں کو کھانادے دیاجاوے② یااس کے برابر روزے رکھنے ہیں؛ تاکہ وہ (شکار کرنے والا) اپنے کیے ہوئے کام کے وبال کا مزہ چکھے، پہلے جو کچھ ہوچکا اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرچکے ہیں اور جوشخص دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست انتقام لینے والے ہیں ﴿۹۵﴾

تمھارے لیے سمندر کا شکار کرنا اور اس کا کھانا خود تمھارے لیے اور (قافلہ میں چلنے والے) مسافروں کے لیے فائدہ اٹھانے کی غرض سے حلال کردیا گیا ہے اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تمھارے لیے زمین کا شکار حرام کیا گیا ہے اور تم اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے ﴿۹۶﴾

---

①یعنی دیانت دار، تجربہ کار، صاحبِ بصیرت۔

②اس شکار کی قیمت سے مساکین کو غلہ دینا ہے: یعنی ایک مسکین کو ایک صدقۂ فطر کی مقدار کا اناج، اس طرح پوری قیمت سے جس قدر مساکین کو ہوسکے ہر مسکین کو ایک صدقۂ فطر کی مقدار کا غلہ بانٹ دیا جائے یا جتنے مساکین کو غلہ دیا جاسکتا ہے اتنی مقدار میں روزے رکھیں۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

اللہ تعالیٰ نے احترام والے گھر کعبہ کو لوگوں کے لیے (امن اور بھلائی کے) قیام کا ذریعہ بنایا ہے[1] اور احترام والے مہینے[2] اور ہدی[3] اور جن (جانوروں) کے گلے میں پٹہ[4] ڈالا جاتا ہے ان کو بھی[5]؛ یہ اس لیے تاکہ تم لوگ جان لو کہ آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۹۷﴾

---

① قیام کا مطلب: (۱) جس پر کسی چیز کا قائم اور باقی رہنا موقوف ہو۔ (۲) دنیا کا بقا کعبہ سے ہے، دنیا کی شروعات کعبے سے ہوئی اور قیامت کے قریب جب کعبہ نہ رہے گا تو پھر اس دنیا کا فنا ہونا شروع ہو جائے گا۔ (۳) اسی طرح کعبہ نماز، حج، عمرہ کے قائم ہونے کا ذریعہ ہے۔ (۴) مکہ کے لوگوں کو کعبہ کی برکت سے امن اور انواع واقسام کے پھل ملتے ہیں۔ (۵) ظلم اور خون ریزی سے امن ہے۔ (۶) گویا کعبہ پورے عالم کے لوگوں کے لیے بقا اور امن کا ذریعہ ہے۔ (۷) پھر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا مولد ومسکن ہے، جن کی ذات قیامِ انسانیت کا ذریعہ ہے۔

قرآنِ مجید میں مال اور کعبہ دونوں کو "قیاما للناس" کہا گیا، مراد ہے: سہارا؛ کعبہ شریف کو لوگوں کے لیے سہارا بنایا؛ اس لیے کہ جب تک کعبہ ہے دنیا کی آبادی ہے، کعبہ ختم تو دنیا کی آبادی ختم، اور یہی حال ہے مال کا، کہ لوگوں کے لیے مال باقی رہنے کا سبب ہے، جیسے چھت کے لیے ستون کا سہارا ضروری، ایسے ہی لوگوں کے لیے مال کا سہارا ضروری، جب مال نہیں رہتا تو آدمی ہمت ہار جاتا ہے۔

② ذی الحجہ کا مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے یا چاروں احترام والے مہینے: رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم سب مراد ہیں۔

③ حرم کے پاس ذبح کرنے کے لیے جو جانور لے جاتے ہیں۔

④ اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں جو بھی آدمی حج کے لیے جاتا وہ اپنے گلے میں ایک پٹہ ڈال دیتا، جیسے آج کے جاہلیت کے دور کے حاجی گلے میں پھول کا ہار ڈالتے ہیں جو غلط کام ہے، جس سے لوگ یہ سمجھتے کہ یہ انسان حج میں جا رہا ہے، اسلام میں بھی قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالنا جائز ہے؛ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ جانور کعبہ لے جا کر ذبح کرنا ہے تو کوئی اس کو نقصان نہیں پہنچاتا، سب اس کا احترام کرتے ہیں۔

⑤ ان سب کو بھی لوگوں کے لیے امن، بھلائی قائم ہونے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ
وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا
حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا
قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

تم جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۹۸﴾ رسول کے ذمے تو (اللہ تعالیٰ کی بات) پہنچا دینا ہی ہے اور جو کچھ تم لوگ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم لوگ چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں ﴿۹۹﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو: ناپاک چیز اور پاک چیز برابر نہیں ہو سکتی① اگرچہ ناپاک چیز کا زیادہ ہونا تم کو اچھا ہی لگتا ہو، سوائے عقل والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو؛ تا کہ تم لوگ کامیابی حاصل کر لو ﴿۱۰۰﴾

اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جاوے تو وہ تم کو بری لگے اور اگر ان (چیزوں) کے بارے میں ایسے وقت میں تم سوال کرو گے جب قرآن اتارا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی② اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا③ اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، حلیم ہیں④ ﴿۱۰۱﴾ تم سے پہلے (زمانوں میں دوسری امت) کے لوگوں نے (اپنے رسولوں سے) اس قسم کے سوالات کیے تھے، پھر وہ ان کا (جواب ملا تو عمل کرنے سے) انکار کرنے لگے ﴿۱۰۲﴾

① خبیث سے مراد: حرام یا ناپاک چیز، گناہ کرنے والا یا برے اعمال اور طیب سے مراد: حلال یا پاک چیز، اطاعت کرنے والا اور اچھے اعمال۔ ② لیکن جب پورا قرآن نازل ہو چکا تو پھر وحی کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔
③ یعنی پہلے جو ایسے نامناسب سوالات کیے گئے اس کو اللہ نے معاف کر دیا؛ لیکن آئندہ ایسے سوال نہ کرنا۔
④ اللہ تعالیٰ کسی نافرمانی پر دنیا میں سزا نہ دیویں تو ایسا مت سمجھنا کہ آگے بھی کوئی سزا یا عذاب نہیں دیں گے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اللہ تعالیٰ نے (کسی جانور کو) بحیرہ نہیں بنایا اور سائبہ بھی نہیں بنایا اور وصیلہ بھی نہیں بنایا اور حام بھی نہیں بنایا①؛ لیکن کافر لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھتے ہیں اور ان (کافروں) میں سے زیادہ لوگوں کو (دین کی صحیح) سمجھ نہیں ہے ﴿۱۰۳﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ: جو چیز اللہ تعالیٰ نے اتاری اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ، تو وہ (جواب میں) کہتے ہیں: ہم نے جن (طریقوں) پر اپنے باپ دادوں کو پایا وہی ہمارے لیے کافی ہے، کیا بھلا ان کے باپ دادوں کو (دین کی) کسی بات کا علم نہ ہو اور وہ (آسمانی کتاب کی) ہدایت پر نہ ہو تو بھی (ان ہی کے پیچھے چلیں گے؟)② ﴿۱۰۴﴾

---

① بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کی تفصیل:

بحیرہ: جس اونٹنی کا کان چیر کر اس کے دودھ کو بتوں کے لیے چھوڑ دیا جاوے، کوئی اس کا دودھ دوہتا نہیں تھا۔

سائبہ: جو اونٹنی بتوں کے لیے مکمل چھوڑ دی جاتی، اس پر کوئی سواری نہ کرتا، بوجھ نہ لادتا، کسی کام میں اس کو استعمال نہ کیا جاتا، یہ سلسلہ آج کے دور میں بھی ہے۔

وصیلہ: جس اونٹنی کو مسلسل مادہ بچے پیدا ہوں، درمیان میں کوئی بھی نر بچہ پیدا نہ ہو، ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔

حام: جو ایک خاص مقرر کی ہوئی مقدار میں (تقریباً دس) وطی کر لیوے یعنی اس کی نسل سے دس بچے پیدا ہو جائیں تو اس کو بھی مکمل بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس کو کسی بھی کام میں نہ لاتے۔

② یعنی اس طرح کے جاہل آباء واجداد کی جاہلانہ تقلید نہ کریں۔ خاندانی رسم ورواج جس کی بنیاد جہالت پر ہے اہلِ علم کو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۱۰۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ
بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ
مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا
مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر ضرور کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے①، تم سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے، سو جو کام تم کرتے تھے اسے وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو بتلادیں گے ﴿۱۰۵﴾ اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہوجاوے تو وصیت کرنے کے وقت تم میں سے دو امانت دار آدمی کو تمھارے درمیان (وصیت پر) گواہ بنانا مناسب ہے، یا تم زمین میں سفر میں نکلے ہو پھر (وہیں) موت کی مصیبت نے (آکر) تم کو پکڑ لیا (اور مسلمان گواہ نہ مل سکے) تو تمھارے غیروں میں سے دو (غیر مسلموں) کو (وصیت پر گواہ) بنالو② (پھر) اگر تم (وارثوں) کو (ان دونوں وصیت کے گواہ کے بارے میں) کوئی شک ہوجاوے تو ان دونوں (گواہوں) کو نماز کے بعد روک لو، پھر وہ دونوں گواہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر (اس طرح) کہیں کہ: ہم اِس (قسم) کے ذریعے کوئی مال (یا فائدہ) لینا نہیں چاہتے، چاہے وہ (معاملہ ہمارے) کسی رشتے دار کا ہو،

---

① تفسیر بحر محیط میں حضرت سعید ابن جبیرؒ سے آیت کی یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ "تم اپنے واجباتِ شرعیہ کو ادا کرتے رہو، جن میں جہاد اور امر بالمعروف بھی داخل ہے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی جو لوگ گمراہ رہیں تو تم پر کوئی نقصان نہیں ہے"۔ (از معارف القرآن)

"اذا اهتديتم" کے معنی ہے جب تم راہ پر چل رہے ہو تو دوسروں کی گمراہی تمھارے لیے مضر نہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص امر بالمعروف کے فریضہ کو ترک کردے وہ راہ پر نہیں چل رہا ہے۔

② (۱) وصیت پر گواہ مسلم اور غیر مسلم دونوں میں سے بنا سکتے ہیں چاہے سفر ہو یا وطن میں ہو، ایک گواہ بھی چل سکتا ہے، عادل ہو یا نہ ہو دونوں طرح کے چل سکتے ہیں۔ (۲) وصی مراد ہے، غیر مسلم غیر عادل کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔

وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۝۱۰۶

اور اللہ تعالیٰ کی (طرف سے) گواہی (دینے کی جو ذمے داری ہم پر ہے اس) کو ہم نہیں چھپائیں گے (اگر ہم نے چھپایا) تب تو یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہو جائیں گے۔“① ﴿۱۰۶﴾

---

① مرنے والا کسی زندہ انسان کو مال سونپے اور مال کے متعلق کہہ دے کہ: یہ مال فلاں کو دینا، دلانا تو ایسے زندہ شخص کو ”وصی“ کہتے ہیں، وصی ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور ایک سے زیادہ بھی۔

سفر ہو یا حضر وصی مسلمان اور عادل ہو یہ افضل ہے۔

شرعی ضابطے میں دعویٰ کرنے والے سے گواہ لیے جاتے ہیں، اگر وہ گواہ پیش کر دے تو فیصلہ اس کے حق میں ہوگا اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو جس پر دعویٰ ہے اس سے قسم لی جائے گی اور قسم کی بنیاد پر مقدمہ کا فیصلہ اس کے حق میں ہوگا اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو دعویٰ کرنے والے کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

قسم کو پکا کرنے کے لیے خاص جگہ یا خاص وقت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے، حاکم موقع و محل دیکھ کر اس پر عمل کر سکتا ہے۔

شانِ نزول یہ ہے کہ: ایک مسلمان جن کا نام ”بُدَیل“ اور دو نصرانی جن کا نام تمیم اور عدی تھا تجارت کے لیے ملکِ شام کی طرف گئے، شام پہنچ کر بدیل بیمار ہو گئے، انھوں نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر سامان میں چھپا کر رکھ دی اور اپنے دونوں ساتھیوں کو اطلاع نہیں کی، مرض جب زیادہ بڑھ گیا تو انھوں نے اپنے دونوں نصرانی ساتھیوں کو وصیت کی کہ: سب سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انھوں نے سب سامان لا کر وارثوں کے حوالے کر دیا؛ مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع یا نقش و نگار تھا اس میں سے نکال لیا، وارثوں کو سامان میں سے فہرست ملی، فہرست کے مطابق مال میں سے سونے کا ایک پیالہ غائب تھا، وارثوں نے ان دونوں سے پوچھا کہ: مرنے والے نے کچھ سامان بیچا تھا؟ یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ علاج وغیرہ میں خرچ ہوا ہو؟ ان دونوں نے کہا کہ نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ آخر معاملہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا؛ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ: ”ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی، نہ کوئی چیز اس کی چھپائی“۔ قسم کی بنیاد پر ان کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا، کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ انھوں نے وہ پیالہ مکہ میں کسی سنار کو بیچا ہے۔ جب ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ: ہم نے میت سے خرید لیا تھا؛ چونکہ خریداری پر گواہ نہ تھے؛ اس لیے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا۔ میت کے وارثوں نے پھر نبیٔ کریم ﷺ کی طرف رجوع کیا، اب پہلی صورت کے برعکس وہ دونوں خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے، ان دونوں کے پاس گواہ نہیں تھے اس لیے وارث میں سے دو شخصوں نے جو میت کے زیادہ قریبی تھے قسم کھائی کہ ”پیالہ میت کی مالکی کا تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی دعوے میں جھوٹے ہیں“۔ چنانچہ جس قیمت (ہزار درہم) پر غصب کر کے انھوں نے بیچا تھا وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ

عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ

اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ

بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ

پھر اگر (وصیت کے دونوں گواہوں کے بارے میں) پتہ چلا کہ (حق دبا کر جھوٹ بول کر) وہ دونوں گناہ کے حق دار ہوئے ہیں تو جن کا حق دبا ہے ان میں سے دوسرے دو آدمی جو (میت کے) زیادہ قریب کے (رشتے دار) ہوں (گواہی دینے کے لیے) ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں گے، سو وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر کہیں گے کہ: ان (پہلے) دو کی گواہی کے مقابلے میں ہماری گواہی زیادہ سچی ہے اور ہم نے (اس گواہی میں) بالکل زیادتی نہیں کی، یقیناً (اگر ہم نے زیادتی کی) تب تو ہم بڑے ظالم ہوں گے ﴿۱۰۷﴾ اس (طریقے) میں زیادہ امید ہے کہ وہ (وصیت کے گواہ پہلے ہی سے) صحیح صحیح شہادت دیں گے یا اس بات سے ڈریں گے کہ (جھوٹی گواہی دی تو) ان (وصیت کے گواہ) سے قسموں کے بعد لوٹا کر (مرنے والے کے وارثوں سے دوسری) قسمیں لی جائے گی اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم (احکام کو) سنو اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتے ﴿۱۰۸﴾

جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: تم کو (امتوں کی طرف سے دین کی دعوت پر) کیا جواب ملا تھا①؟

① اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود انبیاء سے سوال کرنے کا مقصد پچھلے لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہے، کہ کیوں تم نے میرے نبیوں کی بات نہیں مانی؟۔

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١٠٩﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۛ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ

تو وہ (رسول جواب میں) کہیں گے: ہم کو (ان کے دل کی حقیقت کے بارے میں) کچھ معلوم نہیں ہے①، آپ ہی چھپی ہوئی باتوں کو پوری طرح جاننے والے ہیں ﴿۱۰۹﴾ جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تو میرے احسانات جو تجھ پر اور تیری والدہ پر ہیں ان کو یاد کر②، جب کہ میں نے پاک روح (جبریل) کے ذریعے سے تیری مدد کی تھی، تو گھوارے میں اور بڑی عمر میں (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے بات کیا کرتا تھا③ اور (وہ نعمت بھی یاد کرو کہ) جب میں نے تجھ کو کتاب④ اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھلائی تھی⑤،

① انبیاء جواب دیں گے کہ: ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ ہم کو ہماری قوم نے کیا جواب دیا؛ حالاں کہ انبیاء کو پتہ ہوگا کہ ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، تو پھر ہم کو کچھ معلوم نہیں ایسا کیوں کہا؟ تو اس کا جواب یہ کہ: (۱) اللہ تعالیٰ کے سامنے- جو کہ سب کچھ جانتے ہیں- اپنے آپ کو جھکانا تھا۔ (۲) ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حل یوں بتایا کہ: ہم کو ہماری قوم کے دلوں کی بات معلوم نہیں ہے، دلوں کی بات کو تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔ (۳) ہم جب تک زندہ رہے اس وقت تک ہم کو ہماری قوم کی حالت معلوم تھی؛ لیکن ہمارے مرنے کے بعد وہ لوگ کیا کرتے رہے اور ان کے کیا حالات تھے؟ وہ ہم کو معلوم نہیں ہے۔ (۴) قیامت کے خاص خاص حالات ہوں گے جس کی وجہ سے سب لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے، یہاں تک کہ انبیاء بھی گھبرا جائیں گے، سو اسی گھبراہٹ کی وجہ سے جواب بھول جائیں گے۔ (۵) نبیوں کا "لاعلم" کہنا یہ ادب کی وجہ سے ہوگا؛ کیوں کہ عربی میں کہاوت ہے کہ: الادب فی السکوت (کہ خاموش رہنے میں ادب ہے)، تو چوں کہ انبیاء کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں، تو ادب اسی بات میں ہے کہ قوم کے بارے میں بھی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے۔ (۶) یہ مطلب بھی ہے کہ ہم کو یقینی طور پر معلوم نہیں ہے۔

② اہل اللہ کی اولاد ہونا ایک نعمت ہے۔ ③ مختلف علوم وفنون کا علم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے اچھے ماہر کاتب بھی تھے اور حکمت اور علوم نافعہ سے بھی اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ بعض حضرات نے یہاں "کتاب وحکمت" سے "قرآن وسنت" مراد لیا ہے، چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری دور میں دنیا میں تشریف لا کر اس کے مطابق عمل اور تبلیغ کرنی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ ⑤ محلِ نعمت میں اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ
الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾
وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا
مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ
عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور (وہ احسان بھی یاد کرو) جب تو میرے حکم سے مٹی کے گارے سے پرندے جیسی صورت بنا تا تھا، پھر تو اس میں پھونک مار دیا کرتا تھا تو وہ میرے حکم سے (سچ مچ) اڑنے والا ہو جاتا تھا اور ماں کے پیٹ سے جو اندھا اور کوڑھ والا ہو اس کو تو میرے حکم سے اچھا کر دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مُردوں کو (زندہ) نکالتا تھا، اور (وہ نعمتیں یاد کرو) جب میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو (تجھ کو تکلیف دینے سے) اس وقت روک لیا تھا جب کہ تو ان (بنی اسرائیل) کے پاس (اپنی نبوت کی) کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آیا تھا، سو ان (بنی اسرائیل) کے کافروں نے کہا تھا کہ: یہ تو کھلم کھلا جادو ہے ﴿۱۱۰﴾ اور (یہ واقعہ بھی یاد کرو) جب میں نے حواریین کی طرف (نبی کے واسطے سے) حکم بھیجا[۱] یہ کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ تو (حواریین) کہنے لگے کہ: ہم ایمان لے آئے اور (اے اللہ!) آپ گواہ رہنا کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں ﴿۱۱۱﴾ (وہ واقعہ بھی دھیان میں رکھنے جیسا ہے) جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا) خوان اتاریں[۲]؟ عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: اگر تم حقیقت میں ایمان والے ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو[۳] ﴿۱۱۲﴾

① (دوسرا ترجمہ) میں نے حواریین کے دل میں بات ڈال دی۔
② ہماری درخواست ہمارے لیے آسمانی کھانے کی ہے وہ بطور معجزہ پوری ہوگی کہ نہ ہوگی؟ اس درخواست میں اس طرف بھی اشارہ نکل سکتا ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق عام اسباب سے ہٹ کر ہے اسی طرح روزی ان کی برکت سے عام اسباب سے ہٹ کر ملے۔ ③ روزی حاصل کرنے کے جو عام ذرائع ہیں وہ اختیار کرو۔

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا

مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ

السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾ ع

وہ (حواری لوگ) کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ اس (خوان) میں سے کھاویں اور ہمارے دلوں کو (پورا) اطمینان ہو اور ہم (پہلے سے بھی زیادہ یقین سے) جان لیویں کہ آپ نے ہم سے (اپنے رسول ہونے کے بارے میں جو بھی کہا تھا وہ) سچ کہا تھا اور اس (معجزہ) پر ہم (دوسروں کے سامنے) گواہی دینے والوں میں شامل ہو جاویں ﴿١١٣﴾ مریم کے بیٹے عیسیٰ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! آپ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا ہوا) خوان اتار دیجیے جو ہمارے لیے یعنی ہمارے پہلے[①] اور بعد (کے زمانے میں آنے) والے سب لوگوں کے لیے عید کا دن رہے[②] اور وہ (خوان) آپ کی (قدرت کی) نشانی ہو جاوے اور آپ ہم کو روزی دیجیے اور آپ تو روزی دینے والوں میں سب سے اچھے ہیں[③] ﴿١١٤﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقین رکھو! وہ (کھانے کا بھرا ہوا خوان) میں تم پر اتارنے والا ہوں، سو جو شخص تم میں سے اس کے بعد کفر کرے گا تو میں اس کو ایسی سخت سزا دوں گا جو تمام دنیا والوں میں کسی کو بھی (ایسی سزا) نہیں دوں گا ﴿١١٥﴾

① یعنی موجودہ زمانے کے لوگ۔

② (دوسرا ترجمہ) خوشی کا موقع ہو جاوے (اس دن کو یادگار بنا لیویں)۔ عید میں خوشی ہر سال لوٹ کر آتی ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں۔

③ حواریین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اصرار کیا، معلوم ہوا بعض مرتبہ چھوٹوں کے اصرار پر بڑوں کو کوئی کام کرنا پڑتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ
فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ
عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ
وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

اور (قیامت کے دن کی بات سنو) جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! کیا تم نے لوگوں سے (ایسا) کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود بناؤ؟ تو وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے (کہ اے اللہ!) آپ کی ذات تو (شرک سے) پاک ہے، میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس (کے کہنے) کا مجھے کوئی حق ہی نہیں، اگر میں نے کوئی ایسی بات ظاہر کی ہوتی تو یقیناً آپ کو اس کا علم ہوتا، آپ تو میرے دل کی (ہر چھپی) بات کو جانتے ہیں اور میں آپ کی چھپی ہوئی باتوں کو (آپ کے بتائے بغیر) نہیں جانتا، یقیناً آپ تو تمام چھپی ہوئی باتوں کو پورا پورا جانتے ہو[1] ﴿۱۱۶﴾ میں نے ان لوگوں کو (کچھ) نہیں کہا تھا؛ مگر اتنی بات (کہی تھی) جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا "یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرے بھی رب ہیں اور تمھارے بھی رب ہیں" اور جب تک میں ان میں موجود رہا ان (کے حالات) سے واقف تھا، پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ہی ان پر خبر رکھنے والے تھے اور آپ تو ہر چیز پر گواہ ہیں ﴿۱۱۷﴾

---

① قیامت کے دن ہونے والی بات پہلے سے بتادی گئی؛ تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوری حقیقت لوگ سمجھ لیوے اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ مانے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ
اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶

اگر آپ ان کو عذاب دیں تو وہ آپ ہی کے بندے ہیں [1] اور اگر آپ ان کو معاف کر دیں تو یقیناً آپ تو بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۱۸﴾ (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ نفع دے گا، ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان (باغات) میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے اور وہ اس اللہ سے خوش ہو گئے، یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی ﴿۱۱۹﴾ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان (سب) کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور وہ تمام چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۱۲۰﴾

---

① اور مالک کو حق ہوتا ہے کہ بندوں کو جرم پر سزا دیویں۔

سُوْرَةُ الاَنْعَام

(مكية)

سورۂ انعام

یہ سورت مکی ہے، اس میں ایک سو پینسٹھ (١٦٥) آیتیں ہیں، سورۂ حجر کے بعد اور سورۂ صافات سے پہلے پچپن (٥٥) نمبر پر نازل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں رات کے وقت تقریباً ایک ساتھ یہ پوری سورت نازل ہوئی، ستر ہزار (٧٠٠٠٠) ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہوئے دنیا میں آئے؛ اسی لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: سورۂ انعام قرآنِ کریم کی افضل اور اعلیٰ سورتوں میں سے ہے۔

بعض روایات میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ: یہ سورت جس مریض پر پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیتے ہیں۔

اَنعام: نَعم کی جمع ہے: اصل اونٹ کو کہا جاتا ہے اور اہلِ عرب کے یہاں اونٹ بہت بڑی نعمت ہے، اور بھیڑ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ کو بھی کہتے ہیں۔

یہ سورت حمد سے شروع ہوتی ہے اور مغفرت پر ختم ہوتی ہے۔

آیاتھا ۱۶۵ (۶) سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ (۵۵) رکوعاتھا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیریاں اور روشنی بنائی، پھر بھی کافر لوگ (عبادت میں) اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کا درجہ دیتے ہیں ﴿۱﴾ اسی (اللہ تعالیٰ) نے تم کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا①، پھر (تمھاری موت کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا) ایک وقت اس کے پاس متعین ہے، پھر بھی تم لوگ (قیامت کے بارے میں) شک میں پڑے ہوئے ہو② ﴿۲﴾ اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ تعالیٰ (معبودِ برحق) ہیں③ وہی تمھارے چھپے ہوئے اور تمھارے کھلے ہوئے (سب حالات) کو جانتے ہیں اور جو کچھ عمل تم (چھپ کر یا ظاہر میں) کر رہے ہو اس کو بھی وہ جانتے ہیں ﴿۳﴾ اور (اِن کافروں کی حالت یہ ہے کہ) اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھرا لیتے ہیں ﴿۴﴾

① انسانِ اول: حضرت آدم علیہ السلام کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا، باقی تمام انسانوں کو بالواسطہ مٹی سے پیدا فرمایا، کہ مٹی سے غذا بنتی ہے، غذا سے منی، اور منی سے انسان بنتا ہے۔

② آیت میں دو "اجل" ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اول اجل سے مراد انسان کی ولادت سے موت تک کی زندگی اور دوسرے اجل سے مراد موت سے لیکر دوسری مرتبہ زندہ ہونے تک کا وقت، یہ ایک تفسیر ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی ہے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵
اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ
وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ
فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

سو پکی بات یہ ہے کہ جب وہ سچی بات (یعنی قرآن) ان کے پاس آگئی تو انھوں نے اس (سچی بات) کو جھٹلا دیا، تو اب (نتیجہ یہ ہوگا کہ) جس بات کا وہ مذاق اڑاتے تھے اس کی حقیقت بہت جلد ان کو معلوم ہو جائے گی ﴿۵﴾ کیا انھوں نے (یعنی کافروں نے) نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، جن کو ہم نے زمین میں ایسی طاقت دی تھی①جیسی طاقت (ابھی تک) تم کو (بھی) نہیں دی② اور ہم نے ان پر آسمان سے خوب (لگاتار) بارش برسائی اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے نیچے سے بہتی تھیں (اتنی ساری نعمت پر ایمان نہ لائے تو) پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری امتوں کو پیدا کیا ﴿۶﴾ اور (ان کافروں کی حالت یہ ہے کہ) اگر ہم تم پر کاغذ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب اتارتے، پھر وہ (کافر) اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو (کر کے بھی دیکھ) لیتے پھر بھی کافر لوگ تو یہی بات کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہی ہے ﴿۷﴾ اور وہ (کافر) لوگ (یہ بات) کہتے ہیں کہ: اس (نبی) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو سب قصہ ہی ختم ہو جاتا، پھر ان کو (ذرا بھی) ڈھیل نہ دی جاتی③ ﴿۸﴾

① یعنی ان کے جسم میں بڑی قوت دی گئی، مال و دولت کی بھی کثرت تھی۔
② (دوسرا ترجمہ) ایسا جما دیا تھا جتنا (ابھی تک) ہم نے تم کو نہیں جمایا۔
③ فرشتے کے آجانے کا معجزہ دیکھ لیتے اور اس کے بعد بھی ایمان نہ لاتے تو ان کو ذرا بھی مہلت نہیں ملتی اور فوراً ہلاک کر دیے جاتے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع ۱ ۷
قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲

اور اگر ہم اس (رسول) کو (انسان کے بجائے) فرشتہ بناتے[1] تو ہم اس کو (بھی لازمی طور پر) آدمی ہی (کی شکل) بناتے اور ہم ان کو انہی شبہات میں پھر مبتلا کر دیتے جن میں وہ ابھی پھنسے ہوئے ہیں ﴿۹﴾ اور (اے نبی!) پکی بات ہے کہ تم سے پہلے رسولوں کا (مخالفین کی طرف سے) مذاق اڑایا جاچکا ہے؛ پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے مذاق اڑانے والوں کو اُسی (عذاب) نے آ کر گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ﴿۱۰﴾

(اے نبی!) تم (ان کافروں سے) کہہ دو: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟[2] ﴿۱۱﴾ (اے نبی!) تم (ان سے) پوچھو کہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت میں ہے؟ (پھر وہ جواب نہ دیویں تو آپ ہی) جواب دیجیے کہ: وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے[3]، اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے ساتھ) رحم کا برتاؤ کرنا اپنے ذمے لازم کر رکھا ہے[4]، اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کریں گے، اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے، جن لوگوں نے خود اپنے لیے نقصان کا سودا کر رکھا ہے (یا خود کو نقصان میں ڈال رکھا ہے) سو وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۱۲﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اور اگر ہم (انسان کے بجائے) کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔
② اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو عبرت کے مقامات ہیں، جیسے پچھلی قوموں کے کھنڈرات وہ آئندہ بھی باقی رہیں گے، یہ قرآن کا اعجاز ہو گیا، اور آج تک تو یہ مقامات باقی ہیں جیسے دیارِ ثمود، دیارِ لوط وغیرہ۔
③ اس سوال کا جواب متعین ہے، اس کے سوا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ ④ اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی چیز لازم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے شفقت و رحمت سے اس کا پکا وعدہ کر رکھا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پورا کر کے ہی رہیں گے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ
اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

اور رات اور دن میں ①جتنی مخلوقات بھی آرام پاتی ہیں وہ سب (مخلوقات) اسی (اللہ تعالیٰ) کی ملکی میں ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر بات کو) پوری طرح سننے والے (ہر چیز کو) اچھی طرح جاننے والے ہیں ﴿۱۳﴾ (اے نبی!) تم کہو کہ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو میں مدد کرنے والا مقرر کروں②؟ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) سب کو کھلاتے ہیں اور ان کو کوئی نہیں کھلاتا③ (اے نبی!) تم یہ (بھی) کہو کہ: مجھ کو تو یہ حکم ہوا ہے کہ (سب لوگوں میں) سب سے پہلا حکم ماننے والا بن کر میں رہوں اور تم شرک کرنے والوں میں ہرگز شامل مت ہونا ﴿۱۴﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں ﴿۱۵﴾ جس شخص پر سے اس (قیامت کے) دن وہ (عذاب) ہٹا دیا گیا تو یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہی کھلم کھلی کامیابی ہے ﴿۱۶﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائیں تو اس (تکلیف) کو کوئی دور نہیں کر سکتا، صرف وہی (اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتے ہیں) اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں④ ﴿۱۷﴾

① سابقہ اور اس آیت میں قدرتِ الٰہی کا تعمیم مکان اور زمان کا بیان ہے۔ ② سوال نفی کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود بنانا ہی نہیں ہے۔ ③ (دوسرا ترجمہ) کیا اللہ تعالیٰ جو کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو (سب) کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان کو کوئی نہیں کھلاتا تو (ایسے اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی (دوسرے) کو اپنا معبود قرار دوں؟

نوٹ: کھلانا ظاہر میں بھی ہوتا ہے اور کسی کو سامانِ بقا عطا کرنا یہ بھی ایک طرح کا کھلانا ہے۔ ہر مخلوق کو باقی رہنے کے لیے جن سامان کی ضرورت پڑتی ہو چاہے طعام یا کوئی دوسری چیز ہو تمام کے موجد اللہ تعالیٰ ہے۔

④ اس لیے وہ بھلائی تم کو مل کر ہی رہے گی۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ⑱ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ

اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ

وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ⑲ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑳ ع ٨

اور وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں پر (ہر اعتبار سے) غالب ہیں① اور وہ (اللہ تعالیٰ) بڑی حکمت والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں ﴿١٨﴾ (اے نبی!) تم (ان سے) پوچھو کہ: گواہی دینے کے لیے کونسی چیز سب سے بڑی ہے②؟ (پھر) تم (جواب میں خود) کہو کہ: اللہ تعالیٰ ہی (یعنی سب سے بڑے گواہ ہیں جو) میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہیں اور مجھ پر یہ قرآن وحی کے ذریعے اتارا گیا؛ تا کہ میں تم کو اس (قرآن) کے ذریعے ڈراؤں اور جن کو (یہ قرآن) پہنچ جاوے③ (ان سب کو بھی ڈراؤں)، کیا تم واقعی یہ گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ (یہ بات) بتلا دو کہ: میں تو (کبھی ایسی) شہادت نہیں دوں گا، تم یہ کہہ دو کہ: یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) تو ایک ہی معبود ہیں اور جن چیزوں کو تم شریک کرتے ہو یقیناً میں تو اس سے بری ہوں④ ﴿١٩﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ ان (آخری نبی محمد ﷺ) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں⑤، جن لوگوں نے اپنے آپ کو (ایمان نہ لا کر) نقصان میں ڈالا سو ایسے لوگ ایمان نہیں لائیں گے ﴿٢٠﴾

① جس کا زور ہر چیز پر چلتا ہو وہ "قاہر" ہے۔ ② یعنی جس گواہی پر سارے اختلافات ختم ہو جائیں۔
③ تعمیم نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ ④ یعنی شرک سے میرا کوئی تعلق نہیں۔
⑤ یعرفونه: ہ ضمیر کا مرجع: (١) محمد ﷺ (٢) قرآن (٣) آپ ﷺ جس شریعت کو لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے کے بعد پوچھا کہ: کس طرح تم لوگ نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ اچھی طرح جانتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ: اے عمر! میں اس بات کی تو پکی گواہی دے سکتا ہوں کہ: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں؛ لیکن اپنے بیٹوں کے بارے میں پکی گواہی نہیں دے سکتا کہ وہ میرے ہی ہیں؛ اس لیے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری عورت نے کیا گل کھلائے ہوں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ

نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾

ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا

عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۚ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ

اوراس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا① یا اس (اللہ تعالیٰ) کی آیتوں کو جھٹلایا؟ یقیناً ایسے ظالموں کو فلاح نصیب نہیں ہوگی ﴿۲۱﴾ اور جس (قیامت کے) دن ہم ان سب کو (ایک ساتھ میدان میں) جمع کریں گے، پھر ہم مشرکوں سے پوچھیں گے کہ: تمھارے وہ شریک (معبود) کہاں ہیں جن کے (معبود ہونے کے) بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ ﴿۲۲﴾ پھر ان کے پاس کوئی بہانہ نہیں ہوگا②؛ مگر وہ یوں کہیں گے کہ: ہمارے رب اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ ہم شرک کرنے والے نہیں تھے③ ﴿۲۳﴾ دیکھو تو! وہ اپنے اوپر کیسا جھوٹ بولے اور جو (جھوٹ) وہ بناتے تھے وہ سب ان سے گم ہو گئے ﴿۲۴﴾ اور ان (مشرکوں) میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو (آپ کے قرآن پڑھتے وقت) تمھاری طرف کان لگا کر (قرآن) سنتے ہیں اور (مگر سننے کا مقصد ماننا نہیں ہوتا تھا؛ اس لیے) ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں؛ تاکہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن (یا گرانی پیدا کر دی) ہے، اور اگر وہ لوگ (ایک ایک کر کے) تمام نشانیاں بھی دیکھ لیویں تب بھی وہ ان پر ایمان نہیں لاویں گے،

---

① [۱] یعنی اللہ کی طرف شرک کی نسبت کی۔
[۲] جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا پھر بھی وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔
[۳] سچے نبی کی بات نہ ماننا۔

② یعنی معذرت کرنے کا سامان۔

③ دنیا میں جھوٹ بولنے کی عادت آخرت میں بھی رنگ دکھائے گی اور اللہ کے سامنے بھی جھوٹ بولیں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾
وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرٰٓى
اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا
عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾

(ان کی دشمنی) یہاں تک (پہنچ گئی ہے) کہ جب وہ (کافرلوگ) تمھارے پاس تم سے جھگڑا کرنے کے لیے آتے ہیں① تو (یہ) کافرلوگ (اس قرآن کے بارے میں ایسا) کہتے ہیں کہ: یہ (قرآن) تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں ﴿۲۵﴾ اور وہ (کافرلوگ) اس (قرآن) سے (دوسروں کو بھی) روکتے ہیں اور وہ (خود بھی) اس سے دور رہتے ہیں② اور وہ اپنی ہی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور وہ (اس بات کو) سمجھتے بھی نہیں ہیں ﴿۲۶﴾ اور (اے نبی!) کاش کہ تم (ان کی حالت) دیکھ سکتے جب وہ (کافرلوگ قیامت کے دن) آگ (یعنی جہنم) پر کھڑے کیے جاویں گے، سو وہ (کافرلوگ) بولیں گے: اے کاش! (کوئی ایسی صورت ہو) کہ ہم واپس (دنیا میں) بھیج دیے جاویں③؛ اور ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہوجائیں ﴿۲۷﴾ (حالاں کہ ان کی یہ آرزو بھی سچی نہیں ہوگی) بلکہ جن باتوں کو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے وہ (آج) ان پر ظاہر ہوجائیں گی④ اور اگر ان کو دوبارہ (دنیا میں) بھیج دیا جاوے تو بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو روکا گیا تھا⑤، اور (تم) یقین جانو کہ وہ پکے جھوٹے ہیں ﴿۲۸﴾

① یعنی توحید ورسالت اور قرآن کے لیے بے کار بحث ومباحثہ کرتے ہیں
② دوسرا ترجمہ: بھاگتے ہیں۔ ③ عین سزا کے وقت مہلت مانگنا یہ انسان کی عادت ہے۔
④ مراد آخرت کا عذاب ہے جس کا دنیا میں انکار کرتے تھے، آج وہ سامنے ہوگا (دوسرا مطلب) بدی کے جو اثرات اندر ہی اندر غیر مرئی طور پر پرورش پا رہے تھے وہ دردناک عذاب کی شکل میں ممثل ہوکر سامنے آئے گا [دوسرا ترجمہ] بلکہ دراصل وہ چیز (یعنی آخرت) ان کے سامنے کھل کر آچکی ہوگی جسے وہ پہلے چھپایا کرتے تھے (اس لیے مجبوراً یہ بات کہیں گے)۔
⑤ دنیا میں مشاہدہ ہے کہ مہلت ملنے پر انسان عبرت حاصل کرکے توبہ نہیں کرتا؛ بلکہ انھیں جرائم میں دوبارہ ملوث ہوتا ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى
رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ع
قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا
سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾

اور وہ تو (یوں بھی) کہتے ہیں کہ: بس ہماری تو (جو کچھ ہے وہ) یہی دنیوی زندگی ہے اور (مرنے کے بعد) ہم کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا ﴿۲۹﴾ اور اگر تم وہ وقت دیکھو جب وہ (کافر) اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو وہ (اللہ تعالیٰ ان سے) پوچھیں گے کہ: کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) حق نہیں ہے؟ تو وہ (جواب میں) کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم[۱]! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: سو جو کفر تم کیا کرتے تھے اس کے سبب تم عذاب (کا مزہ) چکھو ﴿۳۰﴾

پکی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا وہ نقصان میں پڑ گئے[۲] یہاں تک کہ جب قیامت ان کے سامنے اچانک آ کر کھڑی ہو جائے گی تب وہ کہیں گے: ہائے افسوس! ہماری اس کوتاہی پر جو اس (قیامت) کے بارے میں ہوئی ہے، اور وہ اپنی پیٹھوں پر اپنے (گناہوں کا بھاری) بوجھ لادے ہوئے ہوں گے[۳] سن لو! بہت ہی برا بوجھ ہے جو وہ (اپنے اوپر) اٹھائیں گے ﴿۳۱﴾ اور دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو لوگ ڈرتے ہیں ان کے لیے تو آخرت کا گھر ہی بہتر ہے، کیا پھر بھی تم (اتنی سی بات بھی) سمجھتے نہیں ہو؟ ﴿۳۲﴾

---

① یعنی موت کے بعد کی دوسری زندگی حق ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) وہ لوگ تباہ ہو گئے۔
③ (دوسرا ترجمہ) اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى
اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ
كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی
السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ الربع

(اے نبی!) ہم کو معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں تم کو رنج میں ڈالتی ہیں، سو حقیقت میں وہ (کافر لوگ) تم کو نہیں جھٹلاتے؛ لیکن ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا (جان بوجھ کر) انکار کرتے ہیں[1] ﴿۳۳﴾ اور پکی بات یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سارے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے، پھر ان (رسولوں) کو جو جھٹلایا گیا اور ستایا گیا اس پر انھوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور پکی بات ہے کہ (پچھلے) رسولوں کے بعض واقعات تم تک (قرآن میں) پہنچ بھی چکے ہیں ﴿۳۴﴾ اور اگر ان (کافروں) کا (ایمان سے) منہ پھرانا تم کو بہت بھاری لگتا ہے تو تم اگر زمین کے اندر (جانے کی) کوئی سرنگ یا آسمان میں (چڑھنے کے لیے) کوئی سیڑھی تلاش کر کے (ان کا منہ مانگا) معجزہ لا سکتے ہو تو لے آؤ، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتے؛ لہٰذا تم ہرگز نادانوں میں شامل نہ ہونا[2] ﴿۳۵﴾

---

① نبوت سے قبل کی زندگی میں بھی نبی کریم ﷺ صادق تسلیم کیے گئے، مکہ والوں نے آپ کو اسی وقت جھٹلایا جب سے آپ نے ان لوگوں کو ایمان اور توحید کی دعوت دی، گویا ان کا آپ کو جھٹلانا یہ عناد اور دشمنی کی وجہ سے تھا۔

② کفار کی طرف سے بہت سارے بیجا معجزات کا مطالبہ ہوتا جس کا مقصد صرف ہٹ دھرمی اور ضد ہوتا، ان کی حالت تو ایسی ہے کہ تمام معجزات بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لاویں گے، ان کے مطالبات کو پورا کرنا بے فائدہ ہے اور خدا کی حکمت کے بھی خلاف ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر) =

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۘ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ
اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

(تمھاری دعوت تو) وہی (لوگ) قبول کرتے ہیں جو (حق کی طلب کے ساتھ) سنتے ہیں اور جو مُردے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو (قیامت میں) زندہ کرکے اٹھائیں گے، پھر وہ اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۳۶﴾ اور وہ (کافر لوگ) کہنے لگے: اس (نبی) پر ان کے رب کی طرف سے (جیسی ہم چاہتے ہیں ویسی) کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ (تو اے نبی!) تم (جواب میں) کہو کہ: یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ (منہ مانگی) نشانی اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں؛ لیکن ان میں کے اکثر لوگ (اس کا انجام) نہیں جانتے① ﴿۳۷﴾ اور زمین میں جتنے بھی جانور چلتے ہیں اور جتنے بھی پرندے اپنے دونوں پروں سے اڑتے ہیں وہ تمھاری طرح (مخلوق) کی مختلف جماعتیں ہیں②، ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کوئی کمی نہیں چھوڑی③، پھر وہ سب اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے ﴿۳۸﴾

= ہاں! اگر آپ ان کے مطالبات پورا کرنے کے لیے ان کے کہنے کے مطابق زمین کے اندر جانے کے لیے کوئی سرنگ بنا سکیں یا آسمان پر چڑھنے کے لیے کوئی سیڑھی ایجاد کرسکیں تو یہ بھی کر دیجیے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر آپ ایسا نہیں کر سکتے؛ اس لیے یہ فکر چھوڑ دیجیے کہ ان کے منہ مانگے مطالبات ان کو دکھائے جائیں۔ اس آیت کے ذریعہ آپ ﷺ کو ان ازلی کفار کے ایمان سے ناامید کرنا ہے اور تسلی ہے کہ ان کافروں کے ایمان نہ لانے سے آپ رنجیدہ نہ ہو۔

اس صفحے کا حاشیہ:

①(۱) خود کے مانگے ہوئے معجزات مل جاویں اور ایمان نہ لاویں تو فوری عذاب آتا ہے۔ (۲) جن قوانینِ حکمت ورحمت پر تکوینی نظام کی بنیاد ہے اس کو وہ لوگ جانتے نہیں۔ یعنی بے جا مطالبے کا برا انجام وہ جانتے نہیں۔

② یعنی قیامت کے دن زندہ ہوکر اٹھنے اور حساب میں سب برابر ہیں، اسی طرح پیدائش اور نظامِ رزق میں بھی یہ مخلوق انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں۔

③ قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ

يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ

السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۰ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا

تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝۴۱ ع

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۴۲

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہریں ہیں اور گونگے ہیں، اندھیریوں میں پڑے ہیں①،
اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو گمراہ کر دیتے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں اس کو سیدھی
راہ پر لگا دیتے ہیں ﴿۳۹﴾ (اے نبی! ان کافروں سے) تم کہہ دو: اگر تم (شرک کے دعوے میں)
سچے ہو تو بتاؤ اگر تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاوے یا تمھارے پاس قیامت آجاوے تو کیا تم
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور (معبود) کو پکاروگے؟ (ہرگز نہیں) ﴿۴۰﴾ بلکہ تم اسی (اللہ تعالیٰ) کو
پکاروگے، پھر جس مصیبت کی وجہ سے تم نے (اس کو) پکارا ہے اگر وہ چاہیں گے تو وہ اس (مصیبت)
کو دور کر دیں گے، اور جن (بتوں) کو تم (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہو (ایسے حالات میں)
تم ان سب کو بھول جاؤ گے ﴿۴۱﴾

اور (اے نبی!) پکی بات یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے، پھر ہم
نے (ان کی نافرمانی کی وجہ سے) ان کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا تھا؛ تاکہ وہ لوگ عاجزی اختیار
کریں② ﴿۴۲﴾

① (دوسرا ترجمہ) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں۔
② (دوسرا ترجمہ) تاکہ وہ لوگ گڑگڑائیں۔ (تیسرا) تاکہ وہ لوگ ڈھیلے پڑ جاویں (اور کفر اور معصیت سے توبہ کر لیویں)۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا
فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ
وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴿۴۶﴾

پھر جب ان کے پاس ہمارا عذاب پہنچا① تو وہ (ہمارے سامنے) کیوں نہیں گڑگڑائے؟ لیکن (بات یہ تھی کہ) ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جو (برے) کام وہ کرتے تھے وہ شیطان نے ان کے سامنے شاندار کر کے دکھلائے تھے② ﴿۴۳﴾ پھر جو نصیحت ان کو کی گئی تھی جب وہ اس کو بھلا بیٹھے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جو (نعمتیں) ان کو دی گئی تھیں ان پر وہ اترانے لگے③ تو اچانک ہم نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا، تب پھر وہ بالکل مایوس ہو کر رہ گئے④ ﴿۴۴﴾ سو ان ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی⑤، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام عالموں کے رب ہیں⑥ ﴿۴۵﴾ (اے نبی!) تم (ان سے) کہو کہ: ذرا مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری سننے کی طاقت اور تمھاری آنکھیں (تم سے) واپس لے اور تمھارے دلوں پر مہر لگا دیویں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کونسا معبود ہے جو یہ (نعمتیں) لاکر تم کو دیوے؟ تم دیکھو ہم کیسے کیسے مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر بھی وہ (ماننے سے) کتراتے ہیں⑦ ﴿۴۶﴾

① (دوسرا ترجمہ) سختی پہنچی۔ ② (دوسرا ترجمہ) بلکہ ان کے دل (تو اور) سخت ہو گئے اور جو (برے) کام وہ کرتے تھے شیطان ان کے سامنے شاندار کر کے دکھلاتا رہا۔ ③ آفت کے وقت شیطان ظاہری اسباب میں لگا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتا ہے۔ ④ بہت سی مرتبہ دولت کی کثرت عذاب کی شکل ہوتی ہے جیسے چوہے کو پنجرے میں ملنے والی روٹی۔
⑤ یعنی ان کو بالکل تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ⑥ ظلم سے نہ رکنے والے ظالموں کا خاتمہ بھی ربوبیت اور رحمت کا اثر ہے۔
⑦ (دوسرا ترجمہ) آپ دیکھیے کہ ہم کیسے آیتوں کو پھیر پھیر کر (الگ الگ انداز سے) بیان کرتے ہیں، پھر بھی وہ (ماننے سے) منہ پھراتے ہیں (تیسرا ترجمہ) بے رخی کرتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴿٤٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿٤٩﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۗ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴿٥٠﴾ ع ٩

(اے نبی!) تم (ان سے) کہو کہ: ذرا تم بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہارے پاس اچانک[1] یا کھلم کھلا آجاوے[2] تو (دونوں حالتوں میں) کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟[3] ﴿۴۷﴾ ہم رسولوں کو (نیک لوگوں کے لیے) خوش خبری سنانے اور (نافرمانی کرنے والوں کے لیے) ڈرانے کے لیے ہی بھیجتے ہیں، سو جو کوئی بھی ایمان لے آیا اور (اپنی) اصلاح کر لی تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین بھی نہیں ہوں گے ﴿۴۸﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو ان کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے عذاب پہنچ کر رہے گا ﴿۴۹﴾ (اے نبی!) تم (ان کافروں سے) کہہ دو: میں تم سے (یہ) نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے (تمام) خزانے ہیں اور نہ (میں یہ کہتا ہوں کہ) غیب (کی تمام باتوں) کا علم میرے پاس ہے اور میں تم سے (یہ بھی) نہیں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو اپنے پاس (اللہ تعالیٰ کا) جو حکم آتا ہے اسی پر چلتا ہوں، تم (ان سے) کہو کہ: کیا اندھا اور بینائی رکھنے والا (دونوں) برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا بھلا پھر تم (اتنا بھی) سوچتے نہیں ہو؟ ﴿۵۰﴾

---

① جس عذاب کی کوئی علامت پہلے عذاب سے ظاہر نہ ہو۔

② یعنی علی الاعلان ہوشیاری کے وقت عذاب آوے یعنی جس کی کچھ اطلاع پہلے ہو جائے۔

③ (دوسرا ترجمہ) تب صرف ظالم لوگ ہی ہلاک ہوں گے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ
لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا
اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور (اے نبی!) اس (قرآن) کے ذریعے سے تم ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کیے جائیں گے کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا ان کا کوئی مدد کرنے والا اور سفارش کرنے والا نہیں ہوگا؛ تا کہ (عذاب کی بات سن کر) وہ (گناہوں سے) بچنے لگیں ﴿۵۱﴾ اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس (رب) کی خوشی حاصل کرنے کے لیے ① ایسے (مخلص) لوگوں کو (اپنی مجلس سے) علیحدہ نہ کیجیے، ان (کے باطن کے اعمال) کے حساب کی کسی چیز کی ذمے داری تم پر نہیں ہے اور تمھارے (اعمال کے) حساب کی کوئی ذمے داری ان پر نہیں ہے، سو تم (بالفرض) ان (مخلص لوگوں) کو اپنے پاس سے ہٹا دو تو پھر تم (بھی) ناانصافی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے ② ﴿۵۲﴾ اور اسی طرح ہم نے بعض (انسانوں) کو بعض کے ذریعے آزمائش میں ڈال رکھا ہے؛ ③ تا کہ وہ (کافر لوگ مسلمانوں کے بارے میں یوں) کہیں کہ: کیا یہی (کم درجے کے) وہ لوگ ہیں کہ ہم سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر ہی (اسلام کا) احسان کیا، کیا اللہ تعالیٰ (اپنے) شکر کرنے والے بندوں کو (دوسروں سے) زیادہ جاننے والے نہیں ہے؟ ﴿۵۳﴾

① (دوسرا ترجمہ) جو لوگ صبح و شام اپنے رب کی یاد میں رہتے ہیں (ہر کام میں) اس کی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔
② بے جا، بے موقع کوئی کام کرنا ظلم کہلاتا ہے، اگر بالفرض یہ (یعنی فقراء صحابہ کو مالداروں کی خاطر مجلس سے ہٹانے کا) کام کیا تو یہ ظلم ہوگا۔ ظاہر بات ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ ایسا کوئی نامناسب کام نہیں کر سکتے تھے، اس آیت میں دوسروں کو تنبیہ ہے۔
③ انسانوں کے ایک طبقے کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرما کر مال دار بناتے ہیں تو غریب لوگ ان کے اوپر حسد کرتے ہیں، اسی طریقے سے ایک طبقے کو اللہ غریب بناتے ہیں تو مال دار لوگ ان کو حقیر سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ مال داروں کے لیے مال داری امتحان ہے کہ وہ مال داری کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھیں، غریبوں کے لیے غربت امتحان ہے کہ وہ غریبی میں رہ کر مال داروں پر حسد نہ کریں۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع ۵ ۱۲
قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ
ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور جب تمھارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو تم (ان سے) کہو کہ: تم پر سلامتی ہو①، تمھارے رب نے (یہ) رحم کا برتاؤ کرنا اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے②، کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے③ کوئی برا کام کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور (اپنی) حالت درست کرلیوے تو یقین رکھو کہ (اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ) وہ بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۵۴﴾ اور اسی طرح ہم نشانیوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں؛ اور تاکہ (لوگ سمجھیں اور) گنہگاروں کا راستہ (بھی سب کے سامنے) کھل کر آجاوے④ ﴿۵۵﴾

(اے نبی!) تم (ان مشرکین سے) کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن (بتوں) کو تم پکارتے ہو ان کی عبادت کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے (اے نبی!) تم (یہ بھی) کہہ دو کہ: میں تمھاری خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا⑤ (اگر میں نے ایسا کیا) تب تو میں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں شامل نہیں رہوں گا⑥ ﴿۵۶﴾

---

① نبی کے واسطے سے اللہ سلام بھیجے یہ صحابۂ کرامؓ کی بڑی سعادت کی بات ہے، ساتھ میں تمام مخلص مؤمنین بھی اس مثالی عنایت میں شامل ہے۔

② یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا پکا وعدہ کر رکھا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پورا کر کے ہی رہیں گے۔

③ جہالتِ عملی (۱) جو کام وقار کے خلاف ہوتا ہے، (۲) مؤمن جو بھی گناہ کرتا ہے تو اس کے برے انجام کے عدمِ استحضار سے کرتا ہے۔ ④ اور نیک لوگوں کا راستہ بھی واضح ہوجاوے؛ تاکہ حق کو اپنانا اور باطل سے بچنا آسان ہوجاوے۔ (مجرموں کی راہ اس لیے ظاہر کی گئی؛ تاکہ اس سے دور رہنا آسان ہوجائے۔)

⑤ (دوسرا ترجمہ) میں تمھاری خوشی پر چل نہیں سکتا۔ ⑥ (دوسرا ترجمہ) ہدایت پر چلنے والوں میں نہیں رہوں گا۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ
اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۵۷ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ
لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۵۸ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا
یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا
حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۵۹

(اے نبی!) تم کہہ دو کہ: مجھ کو تو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل (یعنی قرآن) مل چکی ہے جس پر میں (قائم) ہوں[1] اور تم نے تو اس کو جھٹلا دیا ہے، جس (عذاب) کو تم جلدی مانگتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے[2] حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) سچی بات بیان فرماتے ہیں اور وہی سب سے اچھے فیصلہ کرنے والے ہیں ﴿۵۷﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو: جس (عذاب) کی تم جلدی مچاتے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتا تو میرے اور تمھارے درمیان (کب سے) فیصلہ ہی ہو چکا ہوتا، اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو اچھی طرح جانتے ہیں[3] ﴿۵۸﴾ اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس غیب کی چابیاں ہیں[4]، جن کو اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی نہیں جانتا اور خشکی (یعنی زمین) اور سمندر میں جو بھی ہے وہ (اللہ تعالیٰ) اس کو جانتے ہیں اور (کسی بھی درخت سے) کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اس (اللہ تعالیٰ) کو علم نہ ہو اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی بھی دانہ اور کوئی بھی تر اور خشک چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی ہوئی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں نہ ہو ﴿۵۹﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) یقیناً میں میرے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں۔
② (دوسرا ترجمہ) اس کو لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔
③ اس لیے ان کو کب، کس طرح عذاب دینا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔
④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کے خزانے ہیں۔ جو چیز ابھی تک وجود میں نہیں آئی یا وجود میں تو آ گئی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا وہ بھی غیب کہلاتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى
اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ
وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا
وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾

اور وہی (اللہ تعالیٰ) تو ہے جو رات میں تم کو سلا دیتے ہیں اور جو کچھ تم دن میں کر چکے ہو اس کو وہ (اللہ تعالیٰ) جانتے ہیں، پھر اس (آنے والے نئے دن) میں تم کو (دوبارہ نیند سے) اٹھا دیتے ہیں؛ تاکہ (تمھاری زندگی کی) مقررہ مدت پوری کی جائے، پھر تم (سب) کو اسی کی طرف واپس جانا ہے، پھر اللہ تعالیٰ تم کو جو کام تم کیا کرتے تھے اس کی حقیقت بتلا دیں گے ① ﴿٦٠﴾

اور وہی (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں پر (ہر اعتبار سے) غالب ہیں اور تمھارے اوپر حفاظت کرنے والے (فرشتے) بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں ② اور وہ (کسی قسم کی ذرا برابر) کوتاہی نہیں کرتے ③ ﴿٦١﴾ پھر وہ اپنے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاویں گے، سن لو حکم تو اسی (اللہ تعالیٰ) کا (چلتا) ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) سب سے جلدی حساب لینے والے ہیں ﴿٦٢﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو: زمین اور سمندر کی اندھیریوں سے ④ کون تم کو بچا لیتا ہے جب تم اس (اللہ تعالیٰ) کو گڑگڑا کر اور چپکے سے پکارتے ہو (اور تم یہ کہتے ہو) کہ اگر ہم کو اس (اللہ تعالیٰ) نے اِس (مصیبت) سے بچا لیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاویں گے ⑤ ﴿٦٣﴾

① یعنی اس پر پورا بدلہ دیں گے۔ ② (دوسرا ترجمہ) پورا وصول کر لیتے ہیں۔ ③ وقت، مکان، حالت کسی میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔ ④ ظلمات جمع ہے [۱] رات کی اندھیری [۲] کالے چھائے ہوئے بادل کی اندھیری [۳] سمندر کی اٹھتی ہوئی موجوں کی اندھیری [۴] اگر گرد و غبار بھی اڑ رہا ہو تو اس طرح متعدد تاریکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔
⑤ یعنی ایمان قبول کر لیں گے، نیک ہو جائیں گے، اور احسان مانیں گے۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝٦٤ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ
يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ
بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝٦٥ وَكَذَّبَ بِهٖ
قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦٦ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٦٧
وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ

(اے نبی!) تم کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان (مصیبتوں) سے[1] اور ہر (دوسری) تکلیف سے بچا لیتے ہیں، پھر تم شرک کرنے لگ جاتے ہو ﴿٦٤﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: وہ (اللہ تعالیٰ) اس بات پر (پوری) قدرت رکھتے ہیں کہ تم پر عذاب بھیجے، تمھارے اوپر سے[2] یا تمھارے پیروں کے نیچے سے[3] یا تم کو (کئی) مختلف فرقے کر کے آپس میں بھڑا دے[4] اور (آپس میں) تم کو ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھاویں، تو دیکھ! ہم کس طرح مختلف طریقوں سے (توحید کی) نشانیاں بیان کرتے ہیں[5]؛ تا کہ وہ (لوگ) سمجھ جاویں ﴿٦٥﴾ اور (اے نبی!) تمھاری قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلا دیا؛ حالاں کہ وہ بالکل حق ہے[6] (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: میں تم پر ذمے دار نہیں ہوں ﴿٦٦﴾ ہر ایک واقعہ (یا خبر) کا ایک وقت مقرر ہے، اور عنقریب تم کو (سب) معلوم ہو جاوے گا ﴿٦٧﴾ اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں (بے ہودہ) نکتہ چینی کرنے میں لگے ہیں[7] تو تم ایسے لوگوں سے (اس وقت تک) الگ ہو جاؤ جب تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسری کسی بات میں مشغول نہ ہو جائیں

---

١ (دوسرا ترجمہ) ان (اندھیریوں) سے۔
٢ پتھر برساوے یا ہوا چلاوے یا طوفانی بارش برسائے۔
٣ زمین میں زلزلہ یا سیلاب کے ذریعے یا زمین میں دھسانے کے ذریعے۔
٤ آپس میں فرقہ بندی ولڑائی یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے۔
٥ (دوسرا ترجمہ) ہم آیتوں کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔
٦ (دوسرا ترجمہ) آپ کی قوم نے اس (عذاب) کو جھٹلا دیا؛ حالاں کہ اس (عذاب) کا آنا بالکل سچی بات ہے۔
٧ (دوسرا ترجمہ) جو ہماری آیتوں کے بارے میں برا بھلا کہتے ہیں۔

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى
الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا
كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ
مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ
بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

اور اگر کبھی شیطان تم کو (یہ حکم) بھلا دیوے تو یاد آنے کے بعد (ایسے) ظالم لوگوں کے ساتھ تم نہ بیٹھو ﴿۶۸﴾ اور ان (قرآن کی آیتوں کے بارے میں نکتہ چینی کرنے والوں) کے حساب کی کوئی ذمے داری تقویٰ والوں پر نہیں ہے؛ لیکن (تقویٰ والوں کی ذمے داری یہ ہے کہ) وہ نصیحت کر دیویں؛ تاکہ وہ (ایسی باتوں سے) بچتے رہیں ﴿۶۹﴾ اور تم ان لوگوں کو (ان کی حالت پر) چھوڑ دو جنھوں نے اپنے دین ① کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے اور (ایسے لوگوں کو) اس (قرآن) کے ذریعے نصیحت کرتے رہو؛ تاکہ کوئی بھی شخص اپنے کیے ہوئے (برے) کاموں کی وجہ سے (ہلاکت میں اس طرح) پھنس نہ جاوے کہ اس (نفس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے) کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مدد کرنے والا ہو اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، اور (اس کی حالت یہ ہوگی کہ عذاب سے رہائی پانے کے لیے) اگر وہ ہر ایک چیز اپنے فدیے میں دے دیوے تو بھی وہ (فدیہ) اس سے قبول نہیں کیا جاوے گا، یہی (اپنے دین کو کھیل تماشا بنانے والے) وہ لوگ ہیں جو اپنے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے (ہلاکت میں) پھنسے ہیں، وہ لوگ جو کفر کرتے تھے اس کے بدلے میں ان کے لیے تیز گرم پینے کی چیز اور دردناک عذاب ہوگا ﴿۷۰﴾

① یعنی جس دینِ اسلام کا ماننا ان کے ذمے فرض تھا۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى
ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ الثلث
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

(اے نبی!) تم (کافروں سے) کہہ دو کہ: کیا ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کریں جو ہم کو نفع نہیں پہنچاتی اور نقصان (بھی) نہیں پہنچا سکتی؟ اور جب اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت دے چکے تو اس کے بعد بھی ہم کیا الٹے پاؤں پھر جاویں؟ (تب تو حالت) اس شخص کی طرح (ہو جاوے گی) جس کو شیطانوں نے جنگل میں راستہ سے بھٹکا دیا ہو، جس کی وجہ سے وہ حیران (یعنی مارا مارا) پھرتا ہو، اس کے کچھ ساتھی ہوں جو اس کو سیدھے راستے کی طرف (آنے کے لیے) پکارتے ہوں کہ تو ہمارے پاس آجا① تم کہہ دو کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ کی (دی ہوئی) ہدایت ہی (صحیح) ہدایت ہے اور ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام عالموں کے رب کے سامنے (فرماں برداری سے) جھک جاویں ﴿۷۱﴾ اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اس (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) سے تم بچتے رہو اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جن کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے ﴿۷۲﴾ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جنھوں نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک پیدا کیا، جس دن وہ (اللہ تعالیٰ قیامت سے) فرمائیں گے کہ: تو ہو جا، سو وہ (قیامت واقع) ہو جائے گی، اس (اللہ تعالیٰ) کی بات سچی ہے② اور جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اسی (اللہ تعالیٰ) کی حکومت (ظاہراً اور حقیقۃً) ہوگی، وہ چھپی ہوئی اور حاضر (ہر) چیز کے جاننے والے ہیں اور وہی (اللہ تعالیٰ) بڑی حکمت کے مالک، پوری خبر رکھنے والے ہیں③ ﴿۷۳﴾

① لیکن وہ ایسا بھٹکا ہوا ہے کہ صحیح راستے پر پہنچ نہیں سکتا۔ ② اللہ تعالیٰ جو فرماتے ہیں وہ ہو ہی جاتا ہے، خالی نہیں جاتا۔
③ اس میں تین جگہ ضمیر ہے اور تینوں کا مرجع اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ
الْمُوْقِنِيْنَ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ
اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ
رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ
اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴿٧٨﴾

اور (وہ واقعہ بھی سننے جیسا ہے) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے ابا آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو معبود
بنائے بیٹھے ہو؟ (اے ابا!) میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اور تمھاری قوم یقیناً کھلی گمراہی میں ہے ﴿۷۴﴾ اور
اسی طرح ہم ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی عجیب عجیب چیزیں① دکھلاتے تھے؛ اور تاکہ وہ
(کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہوجاویں ﴿۷۵﴾ پھر جب اس (ابراہیم علیہ السلام) کے سامنے رات
(کی تاریکی) چھا گئی تو اس (ابراہیم) نے ایک تارا دیکھا، (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: یہ میرا رب ہے②
پھر جب وہ (تارا) ڈوب گیا③ تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں
﴿۷۶﴾ پھر جب اس (ابراہیم علیہ السلام) نے (اسی رات یا بعد میں) چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا کہ: یہ میرا
رب ہے، پھر جب وہ (چاند بھی) غائب ہوگیا تو (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ: اگر مجھ کو میرے رب
ہدایت نہ دیتے تو یقیناً میں گمراہ لوگوں میں شامل ہوجاتا④ ﴿۷۷﴾ پھر جب اس (ابراہیم علیہ السلام) نے
سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: یہ میرا رب ہے، یہ (دوسرے ستاروں سے) زیادہ
بڑا ہے، پھر جب وہ (سورج بھی) غروب ہوگیا تو (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: اے میری قوم! جن جن
چیزوں کو تم (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شریک کرتے ہو یقیناً میں ان چیزوں سے سخت بیزار ہوں⑤ ﴿۷۸﴾

① ملکوت سے مراد: [۱] عجائبات [۲] مخلوقات [۳] حکومت [۴] صرف اللہ کی حکومت۔ ② انکار کے انداز میں سوال ہے
یا مخاطبین کو سمجھانے کے لیے ان کے عقیدہ کے مطابق بات ہے۔ ③ یعنی ستارے کی روشنی مغلوب ہوگئی، جو دوسروں سے
مغلوب ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ ④ چاند بہت حسین ہے، اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہ ہو تو انسان اس کی پرستش میں پھنس
جائے۔ ⑤ (دوسرا ترجمہ) میرا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۚ
وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ
اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۟ وَكَیْفَ اَخَافُ
مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ
فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۟ۘ

یقین کے ساتھ میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں بالکل سیدھے راستے پر ہوں① اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ﴿۷۹﴾ اور اس (ابراہیم) کی قوم اس (ابراہیم) سے بحث (یعنی جھگڑا) کرنے لگی، ابراہیم نے (ان سے) کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ (کی توحید) کے بارے میں مجھ سے بحث کرتے ہو؟ حالاں کہ اس نے مجھے ہدایت دے رکھی ہے، اور جن چیزوں کو تم اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک مانتے ہو میں ان سے (بالکل) نہیں ڈرتا ہوں②؛ مگر یہ کہ میرے رب (مجھے) کچھ (نقصان پہنچانا) چاہیں③، میرے رب کے علم نے ہر چیز کو احاطے میں لے لیا ہے، کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں مانتے؟ ﴿۸۰﴾ اور جن چیزوں کو تم نے (اللہ تعالیٰ کا) شریک بنا رکھا ہے میں ان سے کیسے ڈروں؟ حالاں کہ تم ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ماننے سے نہیں ڈرتے جن (کے شریک ہونے) کے بارے میں اس (اللہ تعالیٰ) نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری، اب اگر تم جانتے ہو تو (جواب دو کہ) دونوں فریق میں سے کونسا فریق④ امن (اطمینان) سے رہنے کا زیادہ حق دار ہے؟ ﴿۸۱﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔

② کہ مجھے کچھ نقصان پہنچائیں گے۔

③ تو وہ نقصان ہر حالت میں پہنچ کر رہے گا۔

④ یعنی ہم موحدین یا تم مشرکین؟ ۔فریقین کہا، ہم اور تم نہیں کہا؛ تاکہ اپنے نفس کو پاک بتلانا لازم نہ آئے۔

ع ١٢/١٥ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾
وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ
حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَاعِيلَ
وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ
وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں انھوں نے کسی طرح کا شرک نہیں ملایا ایسے ہی لوگوں کے لیے امن (دل جمعی) ہے اور وہی لوگ صحیح راستے پر ہیں ﴿۸۲﴾

اور یہ (دلیل جو ابراہیمؑ نے توحید پر قائم کی تھی) ہماری (دی ہوئی) وہ مضبوط دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے درجات کو چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں، یقیناً تمھارے رب بڑی حکمت والے ہیں، (ہر چیز کو) اچھی طرح جاننے والے ہیں ﴿۸۳﴾ اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) دیا، سب کو ہم نے ہدایت دے رکھی تھی اور ہم نے نوح کو (تو ابراہیم سے) پہلے ہی ہدایت دے رکھی تھی اور اس (ابراہیم)[1] کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی (ہدایت دی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿۸۴﴾ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی (ہدایت دی تھی) ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۸۵﴾ اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو بھی (ہدایت دی) اور ہر ایک کو ہم نے تمام عالم (کے لوگوں) پر فضیلت دے رکھی تھی ﴿۸۶﴾ اور (ابھی جن کے نام آئے) ان کے بعض باپ دادوں اور ان (کی بعض) اولاد کو اور ان کے (بعض) بھائیوں کو بھی (ہدایت دی تھی) اور ان سب کو ہم نے چن لیا اور ہم نے ان کو سیدھی راہ پر چلایا ﴿۸۷﴾

---

① ومن ذریتہ میں "ہا" ضمیر کا دوسرا مرجع "حضرت نوح علیہ السلام" ہے۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾ ع ۱۰/۸ ۱۲

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس پر چلاتے ہیں، اور اگر (بالفرض) وہ (انبیا بھی) شرک کرنے لگتے تو ان کے بھی وہ سب (نیک) اعمال جو وہ کرتے تھے ضائع ہوجاتے ① ﴿۸۸﴾ یہ (انبیا) وہی لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکمت (یعنی شریعت) اور نبوت عطا کی تھی، سو اگر وہ (مکہ والے) اس کا انکار کردیں ② (تو اس کی پرواہ نہ کرو) سو پکی بات یہ ہے کہ ہم نے اس (پر ایمان لانے) کے لیے (بہت سارے) ایسے لوگ ③ مقرر کردیے ہیں جو اس کا انکار کرنے والے نہیں ہیں ﴿۸۹﴾ یہ تمام (انبیا علیہم السلام) وہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی، سو (اے محمد!) تم بھی ان کے راستے پر چلو ④ (ان کافروں سے) تم کہہ دو کہ: میں تم سے اس (تبلیغ یا قرآن) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، وہ (قرآن) تو تمام عالموں کے لیے نصیحت ہے ﴿۹۰﴾

اور ان کافروں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر نہیں پہچانی ⑤ جب انھوں نے یہ کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری، (اے نبی!) تم (ان سے) سوال کرو کہ: جو کتاب موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے تھے وہ کس نے اتاری تھی؟ جو (کتاب) لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی،

---

① انبیاؑ تو کبھی شرک کر ہی نہیں سکتے؛ لہٰذا یہ دوسروں کو سنانا ہے۔

② یعنی اوپر بیان کی ہوئی باتوں کا اور تمھاری نبوت کا۔

③ لوگ سے مراد: (۱) مہاجرین وانصار (۲) مذکورہ انبیائے کرامؑ (۳) جو بھی ایمان لایا (۴) عرب کے علاوہ عجمی لوگ۔

④ اصولِ دین سب کے متفق ہیں۔ ⑤ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عناد میں اللہ تعالیٰ کی نعمتِ ارسالِ رسل کا انکار کیا۔

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ
اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ
مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

تم نے اس (کتاب) کو الگ الگ ورق کی شکل میں کر رکھا ہے، اس (میں سے کچھ) کو تم ظاہر کرتے ہو① اور بہت سے حصے کو تم چھپاتے ہو② اور تم کو (اس کتاب قرآن کے ذریعے سے) وہ چیزیں سکھائی گئی تھیں جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا (جانتے تھے، اے نبی! اس سوال کے جواب میں) تم (خود ہی اتنا) کہہ دو کہ: (وہ کتاب تو) اللہ تعالیٰ ہی نے (اتاری ہے) پھر ان کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو، وہ اپنی (بے ہودہ) خرافات میں مشغول رہیں③ ﴿۹۱﴾ اور یہ (قرآن بھی) ایک کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے، بڑی برکت والی ہے، جو اپنے سے پہلی (آسمانی کتابوں) کو سچا بتلاتی ہے④؛ اور (یہ اس لیے اتاری) تاکہ (اس کتاب کے ذریعے سے) تمام بستیوں کے مرکز (یعنی مکہ شہر) اور اس کے چاروں طرف (رہنے) والوں کو تم ڈراؤ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس (قرآن) کو (بھی) مانتے (ہی) ہیں اور وہ اپنی نماز پر پوری پابندی کرتے ہیں ﴿۹۲﴾

① (دوسرا ترجمہ) لوگوں کو دکھلاتے ہو (جس میں تمھارے مطلب کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔)

② (۱) اس دور میں تورات کو متفرق اوراق میں لکھتے تھے؛ تاکہ جب جی چاہے کسی ورق کو درمیان سے نکال دیں، اور اس میں لکھے ہوئے مضامین کا انکار کر دیں، جیسے آپ ﷺ کی علامات اور صفات والے اوراق نکال دیے؛ تاکہ حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار نہ کرنا پڑے، اور بندھی ہوئی کتاب کی شکل میں تورات کو لکھے تو جو مضامین اپنے مطلب کے خلاف ہوں اس کو خارج نہیں کر سکتے تھے۔ (۲) یا ذہنی طور پر تورات کے مضامین کے مختلف حصے کر رکھے تھے۔

③ (دوسرا ترجمہ) وہ اپنی (بے ہودہ) خرافات میں کھیلتے پڑے رہے۔

④ قرآن نے نبی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اسلام نیا مذہب ہے، قرآن کی کسی بھی آیت میں نہیں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ کوئی نیا الگ مذہب دنیا میں بھیجا گیا ہو؛ بلکہ پہلے انسان پہلے نبی حضرت آدمؑ کے زمانے سے جو اسلام دنیا میں آیا آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک تمام زمانوں میں اصول کے اعتبار سے دین ایک ہی رہا، اس لیے تمام نبی اور تمام آسمانی کتابیں ایک دوسرے کو سچا بتلاتی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ
قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ
جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ

اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے یا (یوں) کہے کہ: مجھ پر وحی آئی ہے؛ حالاں کہ اس پر ① کوئی چیز وحی میں نہیں آئی، اور (اسی طرح) وہ شخص بھی (بڑا ظالم ہے) جو (یوں) کہے کہ: جو (کلام) اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے میں بھی ویسا ہی کلام اتار دوں گا ② اور کاش کہ! آپ وہ وقت دیکھ سکتے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں (پڑے) ہوں گے اور (موت کے) فرشتے (ان کی طرف) اپنے ہاتھ پھیلائے ③ (یہ کہہ رہے) ہوں گے کہ تم اپنی جانیں (جلدی) نکالو ④ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق (یعنی جھوٹی) باتیں جو کہا کرتے تھے اور اس (اللہ تعالیٰ) کی آیتوں کے خلاف تکبر کیا کرتے تھے اس کی سزا میں آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا ﴿۹۳﴾ اور (اللہ فرمائیں گے کہ) پکی بات یہ ہے کہ تم ہمارے پاس اسی طرح اکیلے (تنِ تنہا) حاضر ہوئے جیسے ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ (سامان) ہم نے تم کو دیا تھا وہ سب اپنے پیچھے تم چھوڑ کر آئے ہو،

① اللہ پر جھوٹی تہمت کا مطلب:
(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بتلانا اور یہ کہنا کہ: یہ شریک بنانے کی بات اللہ کی طرف سے آئی ہے۔
(۲) کوئی آدمی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے، کہ مجھے اللہ نے نبی بنایا ہے۔
(۳) کوئی آدمی یہ دعویٰ کرے کہ: میرے اوپر اللہ کے یہاں سے وحی آئی؛ حالاں کہ حقیقت میں وحی نہیں آئی۔
② (دوسرا ترجمہ) اتار سکتا ہوں (تیسرا ترجمہ) میں بھی لاکر دکھاتا ہوں۔
③ (دوسرا) ہاتھ بڑھا کر۔
④ گویا ملائکہ کافر کی روح نکالتے وقت غیظ وغضب کا اظہار کریں گے۔

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ
بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ ع ١٧
اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ
الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾

اور ہم کو تو تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارش کرنے والے بھی نظر نہیں آتے جن کے متعلق تمھارا یہ خیال تھا کہ وہ تمھارے معاملے میں (ہمارے ساتھ) شریک ہیں، حقیقت میں ان کے ساتھ تمھارے (آپس کے سارے) تعلقات ٹوٹ چکے ہیں اور جن (بتوں) کے بارے میں تم کو بڑا دعویٰ تھا (کہ وہ ہم کو بچالیں گے) وہ سب تم سے گم ہو گئے ہیں ﴿٩٤﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ دانہ اور گٹھلی کو (زمین میں جانے کے بعد) پھاڑنے والے ہیں، وہی مرے ہوئے سے زندہ کو نکالتے ہیں اور وہی زندہ سے مرے ہوئے کو نکالنے والے ہیں، یہی تو (نمودار کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم (اس کو چھوڑ کر) کدھر الٹے پھرے جا رہے ہو[1]؟ ﴿٩٥﴾ وہی (اللہ تعالیٰ) صبح کی روشنی پھاڑ کر نکالنے والے ہیں اور اسی (اللہ تعالیٰ) نے رات کو سکون (یعنی راحت کا وقت) بنایا اور حساب کے لیے سورج اور چاند کو مقرر کیا ہے، یہ اندازہ (یعنی ضابطہ) ایک بڑے زبردست، بڑے جاننے والے (اللہ تعالیٰ ہی) کا (بنایا ہوا) ہے[2] ﴿٩٦﴾ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تمھارے (فائدے کے) لیے ستارے پیدا کیے؛ تاکہ اس کے ذریعے خشکی (یعنی زمین) اور سمندر کی اندھیریوں میں تم راستہ معلوم کرو، پکی بات یہ ہے کہ جاننے والی قوم کے لیے ہم نے آیتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ﴿٩٧﴾

---

① کوئی تم کو بہکا کر کدھر الٹا پھرا کر لے جا رہا ہے؟۔

② (دوسرا ترجمہ) یہ (حساب کے مطابق سورج اور چاند کا چلنا یہ) منصوبہ ہے اس (اللہ تعالیٰ) کا جو زبردست، (ہر چیز کے) جاننے والے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ
فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى
ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾

اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، پھر (ہر ایک کا) ایک ٹھہرنے کا مقام① اور (ایک) امانت رکھے جانے کی جگہ (بنائی) ہے②، پکی بات یہ ہے کہ جو لوگ سمجھتے ہیں ان کے لیے ہم نے آیتوں کو کھول کھول کر کے بیان کر دیا ﴿۹۸﴾ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے آسمان سے (بارش کا) پانی اتارا، پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے ہر قسم کی کونپلیں نکالیں③، پھر اس (کونپل) میں سے ہم نے ہریالی پیدا کی④ جن سے ہم ایک پر ایک چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں، اور کھجور کے گابھے (یعنی شگوفے) میں سے (پھلوں کے) ایسے گچھے (یعنی خوشے) نکالتے ہیں جو (بوجھ سے زمین کی طرف) جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور (اسی پانی سے ہم نے) انگور کے باغات اور زیتون اور انار (کے درخت پیدا کیے) جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں بھی ہوتے ہیں، جب یہ (درخت) پھل دیتے ہیں تب ان کے پھلوں کو اور اس کے پکنے کو تم (غور سے) دیکھو، یقیناً اس میں ایمان والی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں ﴿۹۹﴾

---

① جہاں زیادہ دیر رہنا ہے جیسے آخرت۔

② جہاں عارضی تھوڑا رہنا ہے: (۱) پیدائش سے لے کر موت تک دنیا میں (۲) برزخ میں جس میں موت سے قیامت تک رہنا ہے۔ قیامت کے بعد مؤمن کے لیے مستقر جنت ہے اور کافر کے لیے جہنم ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) ہر قسم کی اگنے والی چیز نکالی۔

④ (دوسرا ترجمہ) پھر ہم نے اس میں سبز رنگ کی شاخ نکالی، پھر ہم اس شاخ میں سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو باہم اوپر تلے گتھے ہوئے ہوتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۸

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

اوران مشرکوں نے جنات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ (خدائی میں) شریک بنا رکھا ہے [۱]؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان (جنوں) کو بھی پیدا کیا ہے اور ان مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر جانے (جہالت سے) بیٹے اور بیٹیاں گھڑ رکھی ہیں [۲]؛ (حالاں کہ) اس (اللہ تعالیٰ کے بارے میں) جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب سے پاک اور دور ہیں ﴿۱۰۰﴾

وہی (اللہ تعالیٰ) آسمانوں اور زمین کو نئی طرح سے بنانے والے ہیں، اس کی کوئی اولاد کہاں ہو سکتی ہے؟ حالاں کہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) نے ہر چیز کو بنایا ہے اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں ﴿۱۰۱﴾ یہی اللہ تعالیٰ تمھارے رب ہیں، اس کے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں ہے، جو ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں، لہذا تم اسی کی عبادت کرو اور وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کی نگرانی کرنے والے ہیں [۳] ﴿۱۰۲﴾

---

① جنات سے مراد شیاطین ہیں، اس آیت میں ان لوگوں کے باطل عقیدے کی طرف بھی اشارہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ: تمام اچھی مخلوقات تو اللہ نے پیدا کی؛ لیکن تمام بری چیزیں اور موذی جانور شیطان نے پیدا کیے؛ حالاں کہ خیر اور شر ہر ایک کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔

نوٹ: ہمارے یہاں کے بعض بے ایمان جنّ کی پوجا کرتے ہیں؛ اسی لیے ان کے یہاں باقاعدہ جِنّالی "jinalay" بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

② عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

③ (حقیقی) کام بنانے والا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٣﴾ قَدْ جَآءَكُمْ
بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ
بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾
اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ
اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

اس (اللہ تعالیٰ) کا آنکھیں ادراک ① نہیں کرسکتیں اور وہ (اللہ تعالیٰ سب کی) آنکھوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہی (اللہ تعالیٰ) باریکی سے دیکھنے والے، پوری خبر رکھنے والے ہیں ﴿١٠٣﴾ (اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دو کہ) پکی بات یہ ہے کہ تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس (آنکھیں کھولنے والی) نشانیاں آچکیں، سو جس نے ان کو دیکھ لیا (اور ایمان لے آیا) تو اس کو اس کا فائدہ ہوگا اور جو (ان سے) اندھا رہا ② تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اور میں تمھاری حفاظت پر ذمے دار نہیں ہوں ﴿١٠٤﴾ اور اسی طرح ہم مختلف طریقوں سے آیتوں کو سمجھاتے ہیں ③؛ اور تاکہ یہ لوگ (دشمنی کی وجہ سے یوں) کہیں کہ: تم نے (یہ قرآن کسی سے) سیکھ لیا ہے ④ اور تاکہ جاننے والوں کے لیے ہم اس (قرآن کی باتوں) کو اچھی طرح ظاہر کردیں ⑤ ﴿١٠٥﴾ (اے نبی!) تمھارے رب کی طرف سے تم پر جو وحی بھیجی گئی تم اس کے مطابق چلو ⑥، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں ہے اور تم مشرکین کی طرف دھیان مت دو ⑦ ﴿١٠٦﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو ان کی حفاظت کے لیے مقرر نہیں کیا اور تم ان پر ذمے دار (بھی) نہیں ہوں ﴿١٠٧﴾

① یعنی اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ (دوسرا ترجمہ) اس کو نگاہیں پا نہیں سکتی۔ ہماری نظروں میں کوتاہی کی وجہ سے اس کی ذات ہماری آنکھوں میں سما نہیں سکتی۔ ② یعنی آنکھ کھول کر دیکھا نہیں اور ایمان نہیں لایا۔
③ (دوسرا ترجمہ) اسی طرح ہم آیتوں کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔ ④ (دوسرا ترجمہ) پڑھ لیا ہے۔
⑤ مخالفین قرآن کے لیے کہیں گے کہ نبی کہیں سے سیکھ کر آئے اور سمجھ دار لوگوں کے سامنے ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔
⑥ نبی کو وحی کی اتباع کا حکم ہے تو امت کو بہ درجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا!
⑦ (دوسرا ترجمہ) مشرکوں سے بے پرواہ ہوجاؤ۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ
زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ
اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ
كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

اور (اے مسلمانو!) جن (بتوں) کی وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تم ان کو برا مت کہو؛ ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ جہالت سے) بغیر سمجھے ہوئے حد سے آگے بڑھ کر وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگے، اسی طرح ہر امت کے لیے ان کے اعمال ہم نے (ان کی نظر میں) مزین بنا کر کے دکھائے ہیں، پھر ان سب کو ان کے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے، سو اس وقت جو اعمال وہ کرتے تھے ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ان کو بتلادیں گے ﴿۱۰۸﴾ اور ان (کافر) لوگوں نے اللہ تعالیٰ (کے نام) کی بڑی زوردار قسمیں کھائی کہ اگر ان کے پاس (ان کی چاہت کے مطابق) کوئی معجزہ آجاوے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آویں گے، (اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو کہ: (ساری) نشانیاں (یعنی معجزات) تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہیں اور تم (مسلمانوں) کو کیا پتہ ہے کہ یہ لوگ (ان کی چاہت کے مطابق) ان (معجزات) کے آجانے کے بعد بھی (دشمنی میں) ایمان نہیں لائیں گے ﴿۱۰۹﴾ اور جس طرح یہ لوگ پہلی مرتبہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائے ہیں ہم (ان کی ضد کی وجہ سے) ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے اور ہم ان کو ان کی شرارت میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے۔ ﴿۱۱۰﴾

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اگر ہم ان (کافروں) پر فرشتے اتار (بھی) دیویں اور مُردے (زندہ ہوکر) ان سے باتیں (بھی) کرنے لگے اور ہر (غیبی) چیز ان کے پاس آنکھوں کے سامنے لاکر ہم جمع (بھی) کردیویں ① تب بھی (کافر لوگ) ایمان لانے والے نہیں ہیں؛ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے ②؛ لیکن ان (کافروں) میں اکثر لوگ جہالت میں پڑے ہوئے ہیں ③ ﴿۱۱۱﴾ اور اسی طریقے سے ④ (بہت سارے) شرارت پسند انسانوں اور جناتوں کو ⑤ ہم نے (پہلے گذرے ہوئے) ہر نبی کا دشمن بنایا تھا جو دھوکہ دینے کی غرض سے ایک دوسرے کو خوش نما ⑥ باتیں سکھاتے تھے ⑦ اور اگر تمھارے رب چاہیں تو وہ اس (طرح کے کام) کو نہ کرتے، سو جو جھوٹ وہ بناتے ہیں اس میں ان کو پڑا رہنے دو ﴿۱۱۲﴾

---

① یعنی جنت، جہنم، فرشتے سب ان کے سامنے آجاویں۔
② یعنی ان کو ایمان پر مجبور کردیوے یا ان کی تقدیر بدل دیوے۔
③ یعنی ان کے دلوں میں ایمان لانے کا ارادہ تو ہے نہیں پھر بھی معجزات مانگتے رہتے ہیں، یہ بڑی جہالت ہے۔
④ یعنی جس طرح یہ مکہ کے لوگ آج ہمارے نبی ﷺ کے دشمن ہیں اس طریقے سے۔
⑤ انسانی شیطان کو اس لیے مقدم کیا کہ وہ تکلیف دینے میں زیادہ سخت ہیں۔
مالک ابن دینارؒ فرماتے ہیں کہ: انسانی شیطان مجھ پر زیادہ سخت ہیں جنی شیاطین کے مقابلے میں؛ اس لیے کہ جب میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تو جن شیطان میرے پاس سے بھاگ جاتا ہے؛ لیکن انسانی شیطان میرے پاس آکر مجھ کو گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔
⑥ خوش نما یعنی چکنی چپڑی بات۔ جو بات ظاہر میں اچھی لگے اور اندر سے بالکل باطل اور دھوکا ہو وہ "زُخْرُفَ الْقَوْلِ" ہے۔
⑦ (دوسرا ترجمہ) دل میں ڈالتے تھے۔

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ
مُّقْتَرِفُوْنَ۝۱۱۳ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِيْنَ۝۱۱۴ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ۝۱۱۵ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ
اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۝۱۱۶

اور (وہ نبی کے دشمن اس طرح کی باتیں اس لیے کرتے تھے:) تاکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان (فریب والی باتوں) کی طرف مائل ہوجاویں اور تاکہ وہ اس سے راضی بھی رہیں[۱] اور وہ (تمام برے) کام بھی کرتے رہیں جو وہ کرتے چلے آئے تھے ﴿۱۱۳﴾ کیا بھلا! اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر (کسی اور کو) فیصلہ کرنے والا میں تلاش کروں؟ حالاں کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تم پر کتاب (یعنی قرآن) اتاری جس میں (پوری) تفصیل ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ (کتاب) تمھارے رب ہی کی طرف سے ٹھیک اتاری گئی ہے، سو تم شک کرنے والوں میں بالکل شامل نہ ہونا ﴿۱۱۴﴾ اور تمھارے رب کا کلام (یعنی قرآن) سچائی اور انصاف[۲] میں کامل ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ بڑے سننے والے، بڑے جاننے والے ہیں[۳] ﴿۱۱۵﴾ اور جو لوگ زمین میں ہیں ان میں سے اکثر لوگوں کا[۴] کہنا اگر (بالفرض) تم ماننے لگے تو وہ تم کو (بھی) اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کردیں گے، وہ سب لوگ تو خیال (یعنی وہم) ہی کے پیچھے چلتے ہیں اور وہ لوگ تو (خیالی) اندازے (یعنی اٹکل) ہی لگاتے ہیں ﴿۱۱۶﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) تاکہ وہ اس کو (دل سے) پسند کریں۔ یعنی نفس کے میلان کے بعد دل کے اعتقاد کے ساتھ بھی قبول کر لیوے اور پسند کرلیوے۔ ② (دوسرا ترجمہ) اعتدال۔

③ یہ ایسی آیت ہے کہ اس کے اندر لفظ "کلمۃ" واحد اور جمع دونوں ایک ساتھ وارد ہوئے ہیں۔

④ دنیا میں اس وقت اکثریت گمراہ لوگوں کی ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ
اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا
لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ
الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

یقین رکھو! تمھارے رب وہی سب سے زیادہ جانتے ہیں کہ کون اس کے راستے سے بھٹک رہا ہے اور وہی (اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کو بھی پوری طرح جانتے ہیں جو ہدایت پائے ہوئے ہیں ﴿۱۱۷﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان رکھتے ہو تو (ہر) اس (حلال) جانور میں سے کھاؤ جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو ﴿۱۱۸﴾ اور تمھارے لیے کیا رکاوٹ ہے کہ جس جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تم اس (جانور) میں سے بھی نہ کھاؤ؟ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان چیزوں کی تفصیل بتلادی ہے جو تمھارے لیے حرام کی ہے؛ مگر یہ کہ تم جن کے (کھانے کے) لیے مجبور ہو جاؤ[۱] اور یقیناً بہت سارے لوگ (وہ ہیں جو) بغیر کسی علم کے (صرف) اپنی خواہشات (یعنی غلط خیالات) کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں، یقیناً تمھارے رب ہی حد سے گزرنے والوں کو خوب (اچھی طرح) جانتے ہیں ﴿۱۱۹﴾ اور تم کھلا گناہ اور چھپا ہوا گناہ[۲] چھوڑ دو، یقیناً جو لوگ گناہ کا کام کرتے ہیں عنقریب ان کو ان کے کیے ہوئے (گناہوں) کی سزا دی جائے گی[۳] ﴿۱۲۰﴾ اور جن جانوروں پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو تم ان میں سے نہ کھاؤ اور وہ (یعنی اس کا کھانا) تو یقیناً کھلم کھلا گناہ ہے

---

① تو وہ حرام چیزیں تم ضرورت کے مطابق استعمال کر سکتے ہو۔

② مثلاً حلال کے بارے میں حرام کا اعتقاد رکھنا یہ باطنی گناہ ہے۔ ③ گناہ کا ایک ہی حل ہے کہ گناہ چھوڑ دیے جائیں۔

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ
لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ ع ١١
مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا
بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں؛ تاکہ وہ تم سے (بے کار) بحث (یعنی جھگڑا) کریں① اور اگر (بالفرض) تم نے ان کا کہنا مانا تو یقیناً تم بھی مشرک ہوجاؤ گے ﴿۱۲۱﴾ کیا بھلا جو شخص مرا ہوا تھا②، سو ہم نے اس کو زندہ کردیا③ اور ہم نے اس کو ایسا نور عطا کیا جس کو لے کر لوگوں میں چلتا پھرتا ہے④ (کیا) وہ اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو (مختلف) اندھیریوں میں (پڑا ہوا) ہو، وہ ان (اندھیریوں) سے باہر نکل نہیں سکتا، اسی طرح کافروں کو جو کام وہ کرتے ہیں ان کی نظر میں وہ خوش نما کردیے گئے ہیں⑤ ﴿۱۲۲﴾ اور اسی طرح⑥ ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو سردار بنا دیے⑦؛ تاکہ وہ اس (بستی) میں (ایمان والوں کے خلاف) سازشیں کیا کریں اور وہ جو سازشیں کرتے ہیں وہ ان کے اپنے ہی خلاف پڑتی ہیں اور وہ سوچتے ہی نہیں ﴿۱۲۳﴾

---

① شریعت کے احکام میں انسان بے جا بحث ومباحثہ کرتے رہتا ہے، یہ شیطانی وسوسوں کا نتیجہ ہے۔
② یعنی گمراہ تھا۔ ③ یعنی مسلمان بنادیا۔
④ یعنی نور کی برکت سے گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور خود بھی اسلامی زندگی گذارے اور دوسروں کے ساتھ اسلامی طریقے سے برتاؤ کرے۔ دوسروں کو اس کے ایمانی نور سے فائدہ پہنچائے۔ ایمانی نور لے کر چلے پھرے، ایمان کی اشاعت کرے، ایمان اور ایمانیات کی تبلیغ کرے، اور اس کے لیے جد وجہد اور محنت کرے۔
⑤ یعنی کافروں کی سوچ میں کفر اچھی چیز ہے (دوسرا) اسی طرح مزین (بھلا) دکھایا ہے کافروں کو جو کام وہ کررہے ہیں۔
⑥ یعنی جس طرح مکہ کے بڑے لوگ سازشیں کررہے ہیں اسی طرح۔
⑦ (دوسرا ترجمہ) اور جس طرح مکہ کے بڑے لوگ جرم کررہے ہیں اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس بستی کے سرداروں ہی کو (مخالف اور) مجرم بنادیا۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ

اور جب ان (مکہ والوں) کے پاس (قرآن کی) کوئی آیت آتی ہے تو وہ (یوں) کہتے ہیں: ہم تو اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم کو ایسی چیز نہ دی جاوے جیسی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی جا چکی ہے①، اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ اپنی رسالت کس کو دیویں②، عنقریب (اس طرح کے) مجرموں کو وہ جو سازشیں کرتے تھے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلتی اور سخت عذاب ہوگا ﴿۱۲۴﴾ سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت پر لانا چاہتے ہیں اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں③، اور جس کو (اس کی ضد کی وجہ سے) گمراہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے سینے کو بہت ہی زیادہ تنگ کر دیتے ہیں④ (اور اس کو ایمان لانا ایسا بھاری لگتا ہے) جیسے اسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو،

---

① یعنی خود ہم پر وحی نازل ہو، فرشتہ آوے۔

② (دوسرا ترجمہ) اللہ ہی اپنے پیغام بھیجنے کے محل (اور موقع) کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

③ یعنی وہ اسلام قبول کرنے میں آگے پیچھے نہیں ہوتا۔

شرحِ صدر کا مطلب: جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے شرحِ صدر، یعنی اسلام کے لیے سینہ کھول دینے کی تفسیر دریافت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ مؤمن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لیے کھل جاتا ہے (یعنی حق بات کو آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے اور خلافِ حق سے وحشت اور نفرت ہونے لگتی ہے)۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرحِ صدر حاصل ہو گیا ہے؟ فرمایا: ہاں! علامت یہ ہے کہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہو جاتی ہے، دنیا کی فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے لگتا ہے)

④ سینہ تنگ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ: اس کے لیے حق بات کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ایسا دشوار ہوتا ہے جیسے کسی انسان کا آسمان میں چڑھنا۔ اور اس کے دل میں حق اور بھلائی کے لیے کوئی راستہ نہیں رہتا، جب وہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو اس کو وحشت ہونے لگتی ہے اور جب کفر اور شرک کی باتیں ہوتی ہے تو ان میں دل لگتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ
اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ
لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب ڈالیں گے① ﴿۱۲۵﴾ اور یہ (اسلام یا قرآن ہی) تمھارے رب کا (بتایا ہوا) سیدھا راستہ ہے، پکی بات ہے کہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے ہم نے آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ہے ﴿۱۲۶﴾ جو (نیک) عمل وہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے② اور وہی (اللہ تعالیٰ) ان کے مددگار ہیں ﴿۱۲۷﴾ اور (اس قیامت کے دن کو یاد رکھو) جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب (مخلوق) کو جمع کریں گے (اور اللہ تعالیٰ سب سے فرمائیں گے) اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سارے انسانوں کو (گمراہ کر کے) اپنا بنالیا تھا اور انسانوں میں سے ان (جنات) کے دوست بولیں گے: اے ہمارے رب! (دنیا میں) ہم نے (آپس میں) ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرلیا اور (بالآخر) آپ نے ہمارے لیے جو وقت (قیامت کا) متعین کیا تھا (اب) ہم اپنے اس وقت پر پہنچ گئے ہیں③، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: (جہنم کی) آگ تم سب کا ٹھکانہ ہے، اس میں تم سب ہمیشہ رہو گے؛ مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے④، یقیناً تمھارے رب بڑی حکمت والے ہیں، (ہر چیز کو) اچھی طرح جاننے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾

① ''رِجس'' کا دوسرا مطلب شیطان ہے؛ یعنی ایمان نہ لانے والوں پر اللہ تعالیٰ شیطان کو مسلط فرماتے ہیں۔
②(۱) ہر محنت اور مصیبت سے سلامت گھر جنت ہے۔ (۲) ''سلام'' اسمائے حسنیٰ میں سے ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ جو گھر دیں گے وہ امن، سلامتی والا ہی ہوگا۔ جنت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ رب کے قریب ہے۔ معلوم ہوا کہ بڑوں کے قریب مکان ملنا بھی بڑی سعادت کی چیز ہے۔
③ یعنی قیامت آگئی۔ ④ جس کو اللہ تعالیٰ جہنم سے نکالنا چاہیں گے اس کو نجات ملے گی۔

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ

يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ

وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾

اور اسی طرح ① بعض ظالموں کو ہم (دوسرے) بعض کے ساتھ (جہنم میں) ان کی اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے ساتھ ملا دیں گے ② ﴿۱۲۹﴾

اے جنات اور انسان کی جماعت! کیا تمھارے پاس (خود) تم ہی میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے ③ جو تم کو میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہوں اور تم کو اس (قیامت کے) دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں، تو وہ (سب مل کر) کہیں گے: ہم نے اپنے گناہ کا اقرار کر لیا ہے ④ اور (حقیقت میں) ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا اور وہ خود اپنے خلاف اعتراف کریں گے کہ وہ کافر تھے ﴿۱۳۰﴾ یہ (نبیوں کو جو بھیجا جاتا رہا وہ) اس لیے کہ تمھارا رب ایسا نہیں تھا کہ وہ بستی والوں کو (ان کے) ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیوے اور وہاں کے لوگوں کو (احکامِ الٰہی کی) خبر بھی نہ ہو ﴿۱۳۱﴾ اور ہر قسم کے لوگوں کو ان کے عمل کے اعتبار سے درجات ملیں گے اور جو کام بھی وہ لوگ کر رہے ہیں ان سے تمھارے رب بے خبر نہیں ہیں ﴿۱۳۲﴾

---

① یعنی جس طرح دنیا میں سب گمراہوں کا آپس میں تعلق تھا اسی طرح۔

② (دوسرا ترجمہ) (جس طرح کافروں کی ضد کی وجہ سے ان پر شیطان مسلط کیا گیا ہے) اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے پر ان کے اعمال کی وجہ سے مسلط کر دیں گے۔

③ زمین پر پہلے زمینی فرشتے پیدا کیے گئے، وہ عناصرِ اربعہ کی بھاپ سے پیدا کیے گئے، کسی عنصر کا اس میں غلبہ نہیں تھا: اس لیے ان میں کمالِ اعتدال رہا، وہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے بنے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

پھر ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنات کے جدِ امجد "جانّ" کو پیدا کیا، وہ بھی عناصرِ اربعہ سے پیدا کیا گیا؛

مگران کے آمیزہ میں آگ کا غلبہ تھا؛ اس لیے وہ ناری مخلوق کہلائے۔

جنات میں خیر وشر کی صلاحتیں ہیں اور جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، جنات بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، سورۃ الذاریات آیت ۵٦ رمیں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ.

اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

پھر ملائکہ کے لیے تو رسالت کی ضرورت نہیں تھی، وہ تو اپنی فطرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے؛ مگر جنات میں خیر وشر کی صلاحیتیں جمع تھیں اور نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے؛ اس لیے شر غالب آجاتا تھا؛ چناں چہ ان میں رسالت کا سلسلہ جاری ہوا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق مؤمنین اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے اور ناہنجار دنگا فساد کرنے لگے۔

پھر ایک لمبے عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کو بھی عناصرِ اربعہ سے پیدا کیا؛ مگر ان کے آمیزہ میں مٹی کا غلبہ تھا؛ اس لیے وہ خاکی مخلوق کہلائے۔

انسانوں میں بھی خیر وشر کی دونوں صلاحیتیں رکھی گئیں اور انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا، جیسا کہ سورۃ الذاریات کی آیت میں گذرا۔

پس جب جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کی اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں گے تو دونوں جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے، اور جو روگردانی کریں گے وہ جہنم کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ (از: تحفۃ القاری، جلد: ٦، باب بدء الخلق)

④ (دوسرا ترجمہ) ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ
اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ
نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ
اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

اور تمھارے رب تو بے نیاز ہیں، (بڑی) رحمت والے ہیں، اگر وہ چاہیں تو تم سب کو (دنیا سے) لے جاویں (یعنی ختم کر دیویں) اور تمھارے بعد جس کو چاہیں تمھاری جگہ لے آویں جیسا تم کو دوسری قوم کی اولاد سے پیدا کیا تھا ﴿۱۳۳﴾ یقین رکھو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ (عذاب) آنے ہی والا ہے اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے ﴿۱۳۴﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو: اے میری قوم! تم اپنی جگہ (اپنے طریقے کے مطابق) عمل کرتے رہو، میں بھی (اپنے طریقے کے مطابق اپنا) کام کر رہا ہوں، سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا کا انجام کس کے حق میں (اچھا) ہوتا ہے، یقیناً ظالم لوگ فلاح (یعنی کامیابی) پاتے نہیں ہیں ﴿۱۳۵﴾ اور اس (اللہ تعالیٰ) نے جو کھیتی اور جانور پیدا کیے ہیں ان میں سے ان کافروں نے اللہ تعالیٰ کا ایک حصہ مقرر کر دیا، پھر اپنے (فاسد) خیال سے یہ کہتے ہیں کہ: اتنا (حصہ) اللہ تعالیٰ کا ہے اور اتنا (حصہ) ہمارے شریکوں کا ہے①، پھر جو حصہ ان کے معبودوں کا ہوتا ہے سو وہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس (کبھی) نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے سو ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتا ہے②، کیسا برا وہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں؟ ﴿۱۳۶﴾

---

① یعنی جن کو ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ (عبادت میں) شریک کر رکھا ہے ان کا۔

② یہ زمانۂ جاہلیت کے کفار کا طریقہ تھا، اللہ کے نام پر نذر رکیے ہوئے جانور بتوں کے نام پر منتقل ہو جاتے؛ لیکن بتوں کے نام نذر والے جانور اللہ کے نام نہیں کرتے تھے۔ آج ہمارا بھی یہی حال ہے، دنیا کے کام کے لیے دین کے مشغلہ کو آگے پیچھے کر دیتے ہیں؛ لیکن دین کے خاطر دنیا کو آگے پیچھے نہیں کرتے (وقت اور مال جو اللہ کے لیے ہیں وہ دنیا کے لیے ہو جاتا ہے، عکس نہیں ہوتا)۔

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا
عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ
اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا
وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾
وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کو ان کے معبودوں (یعنی شیطانوں) نے سجھا رکھا ہے[١] کہ اپنی اولاد کو قتل کرنا اچھا کام ہے؛ تا کہ وہ ان (مشرکوں) کو (دنیا و آخرت میں) بالکل ہلاک کرڈالیں اور تا کہ ان پر ان کے دین کو مشتبہ کردیویں[٢] اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ اس طرح کے کام نہ کرتے، لہٰذا جو جھوٹ وہ گھڑتے ہیں اسی میں ان کو چھوڑ دیجیے۔ ﴿١٣٧﴾ اور وہ (مشرکین) کہنے لگے: یہ (خاص قسم کے) جانور اور کھیتی ممنوع ہے[٣]، ان کا خیال ہے کہ جن کو ہم چاہیں اس کے سوا کوئی ان کو نہیں کھا سکتا اور کچھ (خاص قسم کے) جانور ہیں کہ جن کی پیٹھ پر سوار ہونا حرام قرار دیا گیا ہے اور کچھ (خاص قسم کے) جانور ہیں کہ جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے[٤] (یہ سب من گھڑت باتیں) اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ کر (کہتے ہیں) عنقریب اللہ تعالیٰ جو بہتان وہ باندھتے تھے ان کا بدلہ دیں گے ﴿١٣٨﴾ اور وہ (مشرک یہ بات بھی) کہتے ہیں کہ: ان (خاص) جانوروں کے پیٹوں میں جو (بچے) ہیں وہ تو ہمارے مَردوں کے لیے خاص (حلال) ہیں اور (اس کا کھانا) ہماری عورتوں پر حرام ہے،

---

١ (دوسرا ترجمہ) دل میں بٹھا رکھا ہے۔
٢ یعنی جو دین نہیں ہے اس کو دین بتانا کہ یہ بھی دینی کام ہے۔ آج بہت سارے مسلمان بے دینی کو دین سمجھ کر کرتے ہیں، یہ بھی ایک طرح شیطانی حرکت ہے (دوسرا ترجمہ) ان کے دین کے بارے میں ان پر گڑبڑی (مغالطہ) ڈال دیوے۔
٣ یعنی ان کا استعمال ہر شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔
٤ یعنی بعض جانوروں کے بارے میں کافروں کے یہاں یہ طے تھا کہ اس کو ذبح کرتے وقت، ان کا گوشت کھاتے وقت، ان پر سواری کرتے وقت ان کا دودھ نکالتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لے سکتے کہ بتوں کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی شرکت نہ ہو جاویں۔

وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ

خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى

اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾ ع

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ

اور اگر وہ (بچہ) مرا ہوا (پیدا) ہو تو وہ (مرد اور عورت) سب اس (کھانے) میں برابر شریک ہو جاویں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو ان کی (غلط) بیان کی ہوئی باتوں کی سزا دیں گے، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑی حکمت والے ہیں، بڑے جاننے والے ہیں ﴿۱۳۹﴾ پکی بات ہے کہ وہ لوگ بڑے نقصان میں پڑ گئے ہیں جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر سمجھے ہوئے قتل کر دیا[1] اور جو (حلال) روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے اس کو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ کر حرام کر لیا ہے، پکی بات یہ ہے کہ وہ (خود) گمراہ ہو گئے ہیں اور سیدھے راستے پر آئے ہی نہیں ہیں ﴿۱۴۰﴾

اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے باغات (یعنی باڑیاں) پیدا کیے، (ان میں سے کچھ ایسے بیل والے ہیں) جو سہاروں سے اوپر چڑھائے جاتے ہیں اور (کچھ ایسے بھی ہیں) جو سہاروں سے (ٹٹیوں پر) چڑھائے نہیں جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی (بھی پیدا کی) ان سب کے پھل (اور ذائقے) الگ الگ طرح کے ہیں[2] (یہ سب اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیے) اور زیتون اور انار (پیدا کیے) جو ایک دوسرے سے (صورت، شکل اور مزہ میں) ملتے جلتے بھی ہیں اور ایک دوسرے سے الگ الگ بھی ہیں،

---

① اولاد کو قتل کرنے کے دنیوی واخروی دونوں نقصان ہیں: دنیا میں تو یہ ہے کہ انسان اولاد جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے، اور آخرت میں اولاد کے قتل کی وجہ سے سزا بھگتنی پڑے گی۔

② (دوسرا ترجمہ) جن میں کھانے کی چیزیں مختلف (طریقے) کی حاصل ہوتی ہیں۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ
الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ
اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

جب وہ پھل نکل آوے تب اس کے پھلوں کو کھاؤ اور جس دن تم اس کو کاٹو (تب) اس کا (مقررہ) حق ادا کرو اور تم فضول خرچی مت کرو، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ﴿۱۴۱﴾ اور جانوروں میں سے بعض تو وہ (پیدا کیے) ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں① اور (کچھ جانور ایسے ہیں) جو زمین سے لگے ہوئے ہیں②، اللہ تعالیٰ نے تم کو جو روزی دی اس میں سے تم کھاؤ اور تم شیطان کے قدموں پر مت چلو، یقین رکھو کہ وہ (شیطان) تو تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے ﴿۱۴۲﴾ (اللہ تعالیٰ نے) آٹھ نر مادہ (یعنی جوڑے) پیدا کیے ہیں، دو (نر، مادہ) بھیڑوں (یا دنبہ) کی نسل سے اور دو بکریوں میں سے③ تم (ان سے) پوچھو کہ کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو (حرام کیا ہے) یا اس (بچے) کو (حرام کیا ہے) جو دونوں مادہ کے پیٹ میں موجود ہے؟ اگر تم سچے ہو تو صحیح (یعنی علمی) دلیل سے مجھ کو جواب دو۔ ﴿۱۴۳﴾ اور (اسی طرح) اونٹ میں سے دو (یعنی نر، مادہ پیدا کیے) اور گائے میں سے (بھی) دو (نر، مادہ پیدا کیے) تم (ان سے) پوچھو کہ کیا (اللہ تعالیٰ نے) دو نر کو حرام کیا ہے یا دو مادہ کو (حرام کیا ہے) یا اس (بچے) کو حرام کیا ہے جس کو دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہوں؟

---

① یعنی اونچے قد کے ہیں، مال برداری کے کام آتے ہیں۔ ② یعنی چھوٹے قد کے ہیں۔
③ ان آٹھ قسم کے جانوروں کو اور اُن کی اولاد کو انسان کے لیے حلال کیا ہے، اس کو کھانا، اس پر سواری کرنا، دودھ پینا وغیرہ؛ ان آٹھ کے علاوہ دوسری بہت ساری چیزیں بھی دوسری آیات اور احادیث کی روشنی میں شریعت میں حلال ہے۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ ع

قُلْ لَّآ أَجِدُ فِيْ مَآ أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ إِلَّآ أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا

مَّسْفُوْحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَإِنَّهٗ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ

جب اللہ تعالیٰ نے تم کو ان (کے حرام ہونے) کا حکم دیا تھا[1] تب تم خود (وہاں) موجود تھے[2]؟ پھر جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ تاکہ بغیر (علمی) تحقیق کے لوگوں کو گمراہ کردے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتے ﴿۱۴۴﴾

(اے نبی!) تم کہہ دو: جو احکام مجھ پر وحی کے ذریعے نازل ہوئے ہیں ان میں کوئی ایسی چیز کہ اس کو کھانا کسی کھانے والے کے لیے حرام کیا گیا ہو میں تو نہیں پاتا[3]؛ مگر یہ کہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، سو وہ تو بالکل ناپاک ہے یا وہ جانور جو نافرمانی (یا شرک) کا ذریعہ ہو[4] جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کا نام لیا گیا ہو، سو جو شخص (ان میں سے کسی بھی چیز کے کھانے پر) مجبور ہو جاوے جب کہ لذت حاصل کرنے والا نہ ہو، اور ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے والا نہ ہو[5] تو یقیناً تمھارے رب، بہت زیادہ بخشنے والے، سب سے بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۴۵﴾ اور یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کردیے تھے[6]،

---

① باری تعالیٰ نے خود بلا واسطہ ان کو کوئی بات بتلائی ہو، یا انبیاء کے واسطے سے بتلائی ہو، دونوں میں سے کچھ نہیں ہے۔

② جواب نفی میں ہی ہوگا، یعنی کوئی موجود نہیں تھا، لوگ بلا دلیل اور سند کے اللہ تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کے حرام کرنے کی غلط نسبت کرتے ہیں، جو اللہ پر بہت بڑا بہتان ہے۔ انسان کی ایک عادت ہے کہ جو چیز اپنی چاہت کے موافق نہ ہو اس کو شرعی ممنوع قرار دینے کی کوشش کرتا ہے، یہ بہت بڑا جرم ہے۔

③ جن چیزوں کو تم نے اپنی مرضی سے حرام ٹھہرا رکھا ہے میرے پر نازل ہونے والی وحی میں وہ حرام نہیں ہیں۔

④ یعنی خلاف شرع طریقے سے ذبح کرنا۔ ⑤ مستقل نہ ہو، ضمنی ہو اور کثیر نہ ہو، قلیل ہو اس کی اجازت ہے۔

⑥ اور وہ شکاری درندے اور پرندے جو پھاڑ کھانے والے ہیں، وہ بھی حدیث کی وجہ سے اسی حکم میں ہے۔

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ
مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ
رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ

اور گائے اور بکری میں سے ان کی چربیاں ہم نے ان (یہودیوں) پر حرام کردی تھی؛ مگر جو (چربی) ان دونوں (گائے، بکری) کی پیٹھ یا آنتوں پر لگی ہوئی ہو یا جو (چربی) ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو (اس کا استعمال حلال تھا)، یہ ان کی شرارت کی وجہ سے ہم نے ان کو سزا دی اور یقیناً ہم تو سچے ہی ہیں① ﴿۱۴۶﴾ سو اگر وہ تم کو جھٹلا دیں تو کہہ دو کہ: تمھارے رب بڑی وسیع رحمت والے ہیں اور اس کا عذاب مجرم قوم سے ٹلنے والا نہیں ہے ﴿۱۴۷﴾ عنقریب مشرک لوگ کہیں گے کہ: اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے، ان سے پہلے لوگوں نے (بھی) اسی طرح جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا (اے نبی!) تم کہہ دو: کیا تمھارے پاس کوئی علم (یعنی دلیل) ہے تو وہ ہم کو نکال کر کے دکھاؤ②؟

---

① ناخن والوں سے مراد: [۱] جن جانوروں کی انگلیاں ہوتی ہیں، جیسے اونٹ، درندے اور پرندے۔ [۲] پرندوں میں سے ناخن والا وہ پرندہ ہے جس کا پنجہ ہوتا ہے۔ [۳] چوپایوں میں سے ناخن والا وہ چوپایہ ہے جو ٹاپ والا ہوتا ہے، ٹاپ کو ناخن کہنا مجازاً ہے۔

اور ما حملت ظهورهما سے مراد: [۱] وہ چربی ہے جو ان جانوروں کی پشت یا پہلو پر ہو۔ [۲] جو چربی انتڑیوں سے لگی ہوئی ہو۔ [۳] پٹھے اور سرین کی چربی ہے جو دم کی جڑ اور حرام مغز سے لگی ہوئی ہو۔

بنی اسرائیل پر یہ چیزیں خاص طور پر ان کی بغاوت کی وجہ سے حرام کی گئی تھی، امتِ محمدیہ کے لیے یہ چیزیں حرام نہیں ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) ہمارے سامنے ظاہر کرو۔

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ
لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ
شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع
قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ

تم تو گمان (یعنی نرے اٹکل) پر ہی چلتے ہو اور تم تو (وہی) اندازے ہی لگاتے رہتے ہو[۱] ﴿۱۴۸﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: پکی دلیل (جو دل میں اتر جاوے وہ) تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سو اگر وہ (اللہ تعالیٰ) چاہتے تو تم سب کو ہدایت پر لے آتے[۲] ﴿۱۴۹﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: تم اپنے گواہوں کو (سامنے) لاؤ جو یہ گواہی دیویں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (بیان کی ہوئی اوپر کی) چیزوں کو حرام کیا ہے، سو اگر وہ ایسی گواہی دے بھی دیویں تو تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا[۳] اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ دوسروں کو (عبادت میں) اپنے رب کے برابر کرتے ہیں تم ان کی خواہشات (یعنی خوشی) پر مت چلنا ﴿۱۵۰﴾

(اے نبی!) تم (ان سے) کہو کہ: تم آؤ[۴] میں (تم کو) پڑھ کر سناؤں کہ تمھارے رب نے (حقیقت میں) کونسی باتیں تم پر حرام کی ہیں: یہ کہ تم اس (رب) کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور ماں، باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو،

---

①(دوسرا ترجمہ) اور تم تو تخمینہ کی ہی باتیں کرتے ہو۔
②[۱] یعنی اللہ نے اپنے اوامر و نواہی کی جو دلیل بیان کی وہ تمھارے خلاف کامل ہے۔[۲] اللہ تعالیٰ کا الزام پورا ہے۔
③(دوسرا ترجمہ) ان کی گواہی نہ سننا (تیسرا ترجمہ) تو تم (ان کی گواہی کا) اعتبار نہ کرنا۔
④جب کوئی بلانے والا بلند جگہ پر کھڑا ہو کر نیچے والوں کو اپنے پاس بلائے، تب یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے، اس میں اشارہ اس بات کی طرف نکلتا ہے کہ اس ایمان کی دعوت کو قبول کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت کے اندر بلندی اور برتری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى
يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ
وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ

اور تم اپنی اولاد کو مفلسی (یعنی غریبی) کے ڈر سے قتل مت کرو، ہم تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور ان کو بھی (روزی دیتے ہیں) اور تم بے حیائی کے کاموں کے پاس مت جاؤ چاہے وہ (بے حیائی) کھلی ہوئی ہو اور چھپی ہوئی ہو① اور تم اس جان کو قتل مت کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے احترام والا بنایا ہے؛ مگر یہ کہ (قتل کرنے کا کوئی شرعی) حق بنتا ہو، یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے؛ تاکہ تم سمجھو ﴿۱۵۱﴾ اور تم یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ؛ مگر ایسے طریقے سے (تصرف کرنے کی اجازت ہے) جو (اس یتیم کے حق میں) بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاوے (تب اس کو اس کا مال حوالے کر دیا جاوے) اور تم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کیا کرو②، ہم کسی بھی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کہو تو انصاف کی (بات) کہو اگرچہ وہ قریبی رشتے دار ہی ہو (تب بھی)

---

① بے حیائی کے مبادیات، اور مقدمات سے بھی بچو۔
"فواحش" فاحشہ کی جمع ہے، یعنی [۱] جس کی برائی اور فسادات کے اثرات دور تک پہنچے [۲] وہ کام اور وہ باتیں جو سب کی نظر میں بری سمجھی جاتی ہوں۔
ماظھر منھا و ما بطن: [۱] ظاہری؛ یعنی جس کام کی برائی بالکل ظاہر ہو اور دوسروں تک بھی اس کی برائی کے ثرات پہنچتے ہو، اور بطن سے مراد: دل کے متعلق گناہ [۲] ظاہری؛ یعنی کھلی بدکاری اور باطنی؛ یعنی برے خیالات اور ان خیالات کو پورا کرنے کی تدبیر [۳] ظاہری؛ یعنی جن کاموں کی برائی مشہور ہو، اور باطنی؛ یعنی جو عام طور پر مشہور نہ ہو۔
② پوری پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ناپ تول ٹھیک ہو؛ لیکن کوشش کے باوجود تھوڑا بہت فرق رہ جائے تو معاف ہے۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۟ۙ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ
وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۟ۧ﴿١٥٤﴾ ع
وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۟ۙ﴿١٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ
اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۟ۙ﴿١٥٦﴾

اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو تم پورا کرو①، یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے؛ تاکہ تم دھیان دو (اور عمل کرو) ﴿۱۵۲﴾ اور (اے نبی! ان سے) یہ بھی (کہہ دو) کہ یہ میرا راستہ بالکل سیدھا ہے②، سو تم اسی (راستے) پر چلو اور تم (دوسرے) راستوں پر مت چلو، ورنہ وہ (گمراہی کے راستے) تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے، یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے؛ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ③ ﴿۱۵۳﴾ پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (بھی) ایک کتاب (یعنی تورات) دی تھی؛ تاکہ نیک کام کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہو اور (دین کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل ہو④ اور (لوگوں کے لیے) ہدایت اور رحمت (کا ذریعہ) بنے؛ تاکہ وہ (آخرت میں) اپنے رب کی ملاقات پر یقین لے آویں ﴿۱۵۴﴾

اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے، سو تم اس (کے احکام) پر چلو اور تم تقویٰ اپنا لو؛ تاکہ تم پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ہو⑤ ﴿۱۵۵﴾ (ہم نے یہ کتاب اس لیے اتاری) تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ (آسمانی) کتاب ہم سے پہلے دو جماعت (یعنی یہود و نصاریٰ) پر ہی اتاری گئی تھی اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے ﴿۱۵۶﴾

---

① جائز منت، قسم وغیرہ۔ ② مکمل دین اسلام صراط مستقیم ہے۔
③ شریعت کے بتائے نواہی سے خود کو بچانا اور حکم شریعت کے مطابق زندگی گزارنا تقویٰ حاصل کرنے کا آسان ذریعہ ہے۔
④ اس زمانہ کی دینی ضروریات کی تکمیل کے تمام اصول۔ ⑤ قرآن پر عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ملتی ہے۔

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي

الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝١٥٧ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ

اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ

انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝١٥٨

یا تم ایسا بھی نہ کہہ سکو کہ ہم لوگوں پر کوئی کتاب اتاری جاتی تو ہم ان (یہود و نصاریٰ) سے یقیناً بہت زیادہ ہدایت پر ہوتے، سو پکی بات ہے کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے روشن دلیل (قرآن، نبی، شریعت) اور ہدایت اور رحمت آچکی ہے، سو اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاوے اور (لوگوں کو) ان سے روکے ①؟ عنقریب ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کی وجہ سے ہم برے عذاب کی سزا دیں گے ﴿۱۵۷﴾ کیا وہ لوگ (ایمان لانے کے لیے) صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان (کافروں) کے پاس فرشتے آجاویں یا (خود) تمھارے رب آجاویں ② یا تمھارے رب کی کچھ آیتیں (یعنی بڑی نشانیاں) آجاویں ③؟ (کیا تب یہ لوگ ایمان لاویں گے)، جس دن تمھارے رب کی بعض (بڑی) نشانیاں آجاویں گی تو ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا (پہلے ایمان تو لایا ہو؛ لیکن) اپنے ایمان میں کوئی نیکی کا کام نہ کیا ہو (اے نبی!) تم کہہ دو: تم انتظار کرو، یقیناً ہم بھی انتظار کرتے ہیں ﴿۱۵۸﴾

① صدف: کترانا، اعراض کرنا۔ دوسرا ترجمہ: ان سے اعراض کرے اور کترائے۔
② فرشتے کے آنے کا مطلب: روح قبض کرنے کے لیے۔ رب کے آنے کا مطلب: اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم۔ (جلالین)
③ قیامت کی بڑی نشانی مراد ہے جیسے آفتاب کا مغرب سے نکلنا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ
يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ
صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا① اور الگ الگ فرقوں میں (تقسیم) ہو گئے②، ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ تو (صرف) اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو بتلادیں گے جو کام بھی وہ کرتے تھے ﴿۱۵۹﴾ جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کو اس (نیکی) کا (کم از کم) دس گنا (ثواب) ملے گا اور جو شخص کوئی برائی لے کر آئے گا تو اس کو صرف اسی (برائی) کے جیسی سزا دی جائے گی اور ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۶۰﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو: یقیناً مجھ کو تو میرے رب نے ایک سیدھے راستے کی ہدایت (یعنی سمجھ) دے دی ہے جو بالکل صحیح (مضبوط) دین ہے، ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت (یعنی دین) ہے، جو بالکل سیدھے راستے پر تھے اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے ﴿۱۶۱﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: یقیناً میری نماز اور میری قربانی③ اور میرا جینا اور میرا مرنا سب عالموں کے رب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں ﴿۱۶۲﴾ اس (اللہ تعالیٰ) کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی بات کا مجھ کو حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا④ مسلمان (یعنی فرماں بردار) ہوں ﴿۱۶۳﴾

① (دوسرا ترجمہ) دین میں جدائی پیدا کر دی یعنی الگ راہیں نکالی۔
② (دوسرا ترجمہ) الگ الگ بہت ساری جماعتیں بن گئیں۔
③ نسک سے مراد: [۱] قربانی [۲] اعمال حج [۳] مطلق عبادات۔
④ ہر نبی اپنی امت کے اعتبار سے سب سے پہلے اللہ کے فرماں برداروں میں سے ہوتا ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٥﴾ ع

(اے نبی!) تم کہہ دو کہ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں کوئی اور رب تلاش کروں؛ حالاں کہ وہ ہر چیز کے رب (یعنی مالک) ہیں اور ہر نفس جو گناہ بھی کرتا ہے اس کا وبال (یعنی نقصان) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم کو تمھارے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کی حقیقت تم کو بتلا دیں گے جس میں تم اختلاف (یعنی جھگڑا) کیا کرتے تھے ﴿١٦٤﴾ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ (یعنی نائب) بنایا① اور جس نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر (مختلف چیزوں میں) درجات کے اعتبار سے اونچا کیا②؛ تا کہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان میں تم کو آزماویں، یقین رکھو کہ تمھارے رب بہت جلد (بے ایمانوں کو) سزا دینے والے ہیں اور یقیناً وہ (رب) تو بہت ہی زیادہ معاف کرنے والے ہیں، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ ﴿١٦٥﴾

① اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو زمین میں تصرف کرنے کے اختیارات دیے گئے ہیں۔

② شکل، صورت، رنگ، لہجہ، اخلاق، رزق، عزت، جاہ مختلف اعتبار سے فرق رکھا ہے۔

سُوْرَةُ الأَعْرَاف

(مكية)

سورۂ اعراف

یہ سورت مکی ہے، اس میں دو سو چھ (۲۰۶) آیتیں ہیں۔ سورۂ "ص" کے بعد اور سورۂ جن سے پہلے انتالیس (۳۹) نمبر پر نازل ہوئی۔

یہ عرف کی جمع ہے، معنیٰ آتا ہے: اونچی جگہ۔ جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار ہوگی اس کو اعراف کی دیوار کہتے ہیں، یہ دیوار جنت کی لذتوں کو جہنم تک اور جہنم کی تکلیفوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی، اس دیوار کا اوپر والا حصہ مراد لیا گیا ہے۔

اس سورت میں اس دیوار کا اور اس کے اوپر رہنے والے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس دیوار پر کون ہوگا؟ (۱) وہ طالبِ علم یا شہید جس کے والدین اس سے راضی نہیں تھے۔ (۲) مشرکین کی نابالغ اولاد (۳) ایمان والے جن (۴) فترت کے زمانے کے انسان، جن لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ کچھ وقت اعراف میں رہیں گے اور رشک اور لالچ کی نظروں سے اہلِ جنت کو دیکھتے رہیں گے؛ بالآخر ان کو بھی جنت کا داخلہ ملے گا (۵) جو ایمان والے قرض کی حالت میں دنیا سے چلے گئے (۶) بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اعراف کی بلندیوں پر بلند مرتبے والے ایمان والے ہوں گے۔

اس سورت کی آخری آیت آیتِ سجدہ ہے، صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ: جب کوئی آدم کا بیٹا (انسان) کوئی آیتِ سجدہ پڑھتا ہے اور پھر سجدۂ تلاوت کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ: ہائے افسوس! انسان کو سجدہ کرنے کا حکم ملا اور اس نے تعمیل کر لی تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوا، اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی تو میرا ٹھکانہ جہنم ہوا۔

اٰیاتُہا ٢٠٦ ۔۔۔ (٧) سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ (٣٩) ۔۔۔ رُكوعاتُہا ٢٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓمّٓصٓ ۝١ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝٣ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝٤
فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٥ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ
اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٦

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

المص ﴿١﴾ تم پر یہ کتاب (اس لیے) اتاری گئی؛ تاکہ اس کے ذریعے (لوگوں کو نافرمانی کی سزا سے) تم ڈراؤ؛ لہٰذا اس (کتاب) کی وجہ سے تمھارے دل میں کوئی تنگی نہ ہو① اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہو ﴿٢﴾ تمھارے رب کی طرف سے تم پر جو اتارا گیا اس پر تم چلو اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں (جیسے شیطان الجن والانس وغیرہ) کی بات پر مت چلو، تم بہت کم دھیان دیتے ہو ﴿٣﴾ اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دی، سو ان کے پاس ہمارا عذاب رات کے وقت یا دوپہر کے وقت جب وہ سو رہے تھے تب آیا ﴿٤﴾ سو جب ان کے پاس ہمارا عذاب پہنچا تو اس وقت وہ لوگ پکار کر کے یہی بات کہنے لگے کہ: یقیناً ہم ہی لوگ ظالم تھے② ﴿٥﴾ سو ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور ضرور ہم رسولوں سے بھی سوال کریں گے③ ﴿٦﴾

① نبی کا مقصد دین پہنچانا ہے؛ اس لیے کسی کے نہ ماننے کی وجہ سے آپ کے دل میں تنگی نہ آوے، یعنی لوگوں کی طرف سے تکذیب کا خوف تبلیغ میں مانع نہ ہو۔ ”حَرَج“ کا دوسرا ترجمہ شک ہے۔

② عذاب کے وقت گناہ کا اقرار کرنے کا فائدہ نہیں، پہلے اقرار کرتے اور توبہ کرتے تو عذاب سے بچ جاتے۔

③ امتوں سے سوال ہوگا کہ: (١) تم نے رسول کی بات مانی تھی یا نہیں؟ (٢) تمھارے پاس میرے رسول آئے تھے یا نہیں؟ رسولوں سے سوال ہوگا کہ: (١) امتوں نے تمھارا کہنا مانا یا نہیں؟ (٢) لوگوں کو میرے احکام پہنچائے تھے یا نہیں؟

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝٧ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٨ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝٩ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝١٠ ع ١ ٨
وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝١١

پھر وہ (تمام اقوال) جو ہمارے علم میں ہے ان کے سامنے بیان کردیں گے اور (حالات کے پیش آنے کے وقت) ہم غائب نہیں تھے ﴿٧﴾ اور اس (قیامت کے) دن صحیح صحیح وزن ہوگا[1]، سو جن کی ترازو کے پلّے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے ﴿٨﴾ اور جن کی ترازو کے پلّے ہلکے ہوں گے سو یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے خود کو نقصان میں ڈال دیا اس وجہ سے وہ کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم (یعنی انکار) کرتے تھے[2] ﴿٩﴾ اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے تو تم کو زمین میں رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمھارے لیے اس (زمین) میں روزی کے اسباب بنادیے[3] تم بہت کم شکرگزاری کرتے ہو ﴿١٠﴾

اور پکی بات ہے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ: تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ (ابلیس) سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہو ﴿١١﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اس (قیامت کے) دن وزن ہونا بالکل سچی بات ہے۔
② ظلم سے مراد: [١] قرآنی آیتوں کا انکار کرنا [٢] قرآن کی آیتوں کے مطابق عمل نہ کرنا۔
③ زمین کا انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مالک بنایا گیا، یہ ملکیت اگرچہ عارضی ہے؛ لیکن انسان کے لیے بڑی نعمت ہے، اس میں روزی کے کتنے سارے اسباب ہیں اور آج انسان یہ عارضی ملکیت کے نشے میں چور ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول گیا ہے اور زمین کی قیمتوں کا بڑھنا یہ ایک آزمائش بن چکا ہے، کسی نے خوب کہا: زمین کی قیمت بڑھ گئی، ایمانیات کی قیمت گھٹ گئی؛ اس لیے کہ زمین کے سلسلہ میں جھوٹ، دھوکہ، فریب عام ہے، نعوذ باللہ من ذلک!۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝١٢ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝١٣ قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٤ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝١٥ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝١٦

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں نے تجھ کو حکم دیا① تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا②؟ ابلیس نے کہا کہ: میں اس (آدم) سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس (آدم) کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ﴿۱۲﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ابلیس!) تو اس (آسمان) سے نیچے اتر؛ کیوں کہ تجھے حق نہیں ہے کہ اس میں (رہ کر) تو تکبر کرے، سو تو (باہر) نکل، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے ﴿۱۳﴾ ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) مجھ کو دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک مہلت دیجیے ﴿۱۴﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً تجھ کو مہلت دے دی گئی ﴿۱۵﴾ ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) اب جیسا تو نے مجھ کو گمراہ کر دیا، میں بھی ضرور ان (انسانوں) کی تاک③ میں تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا ﴿۱۶﴾

---

① اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اپنے علم خاص سے نوازا، پھر امتحان لیا جس میں آدم علیہ السلام کامیاب ہوئے، اس سے ملائکہ جان گئے کہ آدم علیہ السلام کے پاس ایسا علم ہے جو ان کے پاس نہیں جس کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے فائق ہیں، پھر ان کی اس فوقیت اور فضیلت کے اظہار کے لیے "اسجدوا لادم" کا حکم ہوا، علما نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے "آدم کی وجہ سے سجدہ کرو" یعنی آدم کے پیدا ہونے پر تم نے اعتراض کیا تھا اب تم نے دیکھ لیا کہ اس کو کتنی بڑی فوقیت وفضیلت حاصل ہے، اس کے پاس کتنا بڑا علم ہے، اس کی وجہ سے اب تم سجدہ کرو، یہ نہیں کہا کہ: آدم کو سجدہ کرو؛ بلکہ آدم کی وجہ سے سجدہ کرو، جیسے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا جاتا ہے تو وہ سجدہ خانۂ کعبہ کو نہیں کیا جاتا، سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ علما نے لکھا ہے جو شخص بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتا ہے اور نیت کرتا ہے بیت اللہ کو سجدہ کرنے کی تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا۔ (از: ملفوظات فقیہ الامت) دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ آدم غیر اللہ میں سے ہے؛ لیکن غیر اللہ کو سجدہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا؛ اس لیے صحیح ہے۔

② الا تسجد میں بہت سے مفسرین نے "لا" کو زائد قرار دیا ہے۔

③ یعنی ان کو گمراہ کرنے کے واسطے۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

پھر ان (انسانوں) کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی داہنے طرف سے اور ان کی بائیں طرف سے ان کے پاس (بہکانے کے لیے حملہ کرنے) ضرور آؤں گا① اور آپ ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر کرنے والا نہیں پائیں گے ﴿۱۷﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ابلیس!) تو اس (آسمان) سے ذلیل، مردود ہو کر نکل، ان (انسانوں) میں سے جو بھی تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا ﴿۱۸﴾ اور اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو سو جہاں سے (جو چیز) تم چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس (بھی) مت جانا؛ ورنہ (جو گئے تو) تم دونوں گنہگار ہو جاؤ گے② ﴿۱۹﴾

① چار جہات سے تمام جہات مراد ہیں؛ گویا کہ شیطان نے تمام جہات سے حملہ کرنے کا عزم کیا ہے۔

نکتہ: (۱) شیطان نے چار جہات بولی؛ لیکن دو جہات اس کو بھلا دی گئی: ایک اوپر، دوسری نیچے۔ نیچے دیکھ کر چلنے سے بدنظری سے حفاظت ہوتی ہے، قرآن میں نگاہ نیچے رکھنے کا صریح حکم موجود ہے۔ رہی اوپر والی جہت تو جب تک اونچی عمارتیں ''اپارٹمنٹ'' کی شکل میں نہ ہوتی تھی اس دور میں اوپر کی طرف نظر کرنے سے بھی انسان بدنگاہی سے محفوظ رہتا تھا؛ لیکن اب وہ بات نہ رہی، ویسے اوپر ہی اوپر دیکھ کر چلنا بھی جنون کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: شیطان بندے کے اوپر سے حملہ آور نہیں ہو سکتا، بندے اور اللہ کی رحمت کے درمیان وہ حائل نہیں ہو سکتا۔

(۴) ہاں یہ بات ضرور ہے اوپر والے اللہ کی طرف نظر ہو، اس کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں، شیطان سے حفاظت کی دعا کی جائے اور نظریں جھکا کر رہیں تو ان شاء اللہ! حفاظت ہوگی۔

شیطان کی سب سے بڑی محنت یہ ہے کہ وہ انسان کو ناشکرا بناتا ہے۔

② اطاعت سے عزت، معصیت سے ذلت ملتی ہے۔

نوٹ: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا تفصیلی واقعہ ''قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات'' کی پہلی جلد میں مطالعہ فرمائیں۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا
نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝۲۰
وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ
لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ
اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۲۲

سو شیطان نے ان دونوں (آدم وحوا کے دلوں) میں وسوسہ ڈالا؛ تا کہ ان دونوں کی شرم کی جگہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں وہ ایک دوسرے کے سامنے کھول دیوے اور وہ (ابلیس) کہنے لگا: تم دونوں کو تمھارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا کہ کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تم دونوں (اس کو کھا کر) فرشتے بن جاؤ یا تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے بن جاؤ﴿۲۰﴾ اور قسم کھا کر دونوں سے (اس شیطان نے) کہا: یقین رکھو! میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں[۱]﴿۲۱﴾ شیطان نے دھوکہ دے کر ان دونوں کو (اپنی بات ماننے کے لیے) مائل (یعنی تیار) کر لیا، سو جب ان دونوں نے درخت کو چکھا[۲] تو ان دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں[۳] اور دونوں اپنے (بدن) پر جنت کے پتے (جوڑ جوڑ کر) چپکانے لگے[۴] اور ان دونوں کے رب نے ان دونوں کو آواز دی کہ: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت (کے پاس جانے) سے روکا نہیں تھا اور میں نے تم دونوں سے کہا نہیں تھا کہ: یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے[۵]؟﴿۲۲﴾

① شیطان نے اس طرح سمجھایا: چوں کہ اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس میں سے کھالیتا ہے وہ یا تو فرشتہ بن جاتا ہے یا اسے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے اسے کھانے کے لیے مخصوص قوت کی ضرورت ہے، شروع میں آپ دونوں کو یہ قوت حاصل نہیں تھی؛ اس لیے منع کیا گیا تھا، اب ایک مدت سے جنت میں رہنے کی وجہ سے آپ میں وہ قوت پیدا ہو گئی ہے؛ اس لیے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ② ممنوع چیز قلیل استعمال کرو یا کثیر یکساں ہے، یہ ''ذَاقَا'' سے نکلتا ہے۔ ③ یعنی جنتی لباس نکل گیا اور دونوں شرما گئے۔ نکتہ: ممنوع غذا کا اثر لباس پر بھی پڑتا ہے، بے حیائی والے لباس آج عام ہے اس میں بڑا دخل غیر شرعی آمدنی اور حرام غذا کا بھی ہے۔
④ سترِ عورت فطری تقاضہ ہے۔ (دوسرا ترجمہ) ملا ملا کر رکھنے لگے۔ ⑤ استفہام کے انداز میں لطیف تنبیہ ہوئی، معلوم ہوا کسی سے غلطی ہو جاوے تو بڑوں کو چاہیے کہ غلطی کی وجہ سے لطیف انداز میں تنبیہ بھی کرے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۵

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ

ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

دونوں کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہم نے (آپ کے حکم کے خلاف کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ ہم کو معاف نہ کردیں اور (آپ) ہم پر رحم نہ فرمائیں تو ہم ضرور نقصان میں پڑنے والوں میں سے ہو جاویں گے ﴿۲۳﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم (سب یہاں سے) نیچے اترو ① تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت (یعنی موت تک) تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہوگا ﴿۲۴﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی (زمین) میں تم زندہ رہوگے اور اسی میں تم کو موت آئے گی اور اسی سے تم (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے ﴿۲۵﴾

اے آدم کی اولاد! پکی بات یہ ہے کہ ہم نے تم پر لباس اتارا ہے ② جو تمھاری شرم کی جگہوں کو چھپاتا ہے اور (ایسے کپڑے بھی اتارے جو تمھارے لیے) زینت ہے ③ اور تقویٰ کا لباس وہ بہترین (لباس) ہے ④، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے ہے ⑤؛ تا کہ وہ لوگ غور کریں ﴿۲۶﴾

---

① نیچے اتارنے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اطاعت کے جس بلند مقام پر تھے اس سے نیچے اتارا، اگرچہ عام طور پر یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جنت سے دنیا میں اتارا۔ ② لباس کا اصل مادہ خالص عطائے الٰہی ہے۔

③ یعنی اچھا دکھنے کا اور جمال کا ذریعہ، ظاہری عمدہ لباس کے ساتھ باطنی عمدگی بھی مطلوب ہے۔

④ آیت میں تین طرح کے لباس کا تذکرہ ہے: (۱) ستر کو چھپانے والا (۲) ستر چھپانے کے ساتھ جمال حاصل ہو، بدن کی ہیئت ٹھیک ہو، اس کے لیے لفظِ ''ریش'' استعمال ہوا؛ اس لیے کہ پرندے کے پر پرندے کے لیے لباس بھی ہے اور زینت بھی (۳) لباس التقویٰ، یعنی نیک عمل اور اللہ تعالیٰ کا ڈر جو انسان کے اخلاقی عیب اور کمزوریوں پر پردہ ہے۔

نوٹ: لباس التقویٰ سے اس بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے: (۱) لباس ایسا ہو کہ شرم کے اعضا پورے چھپ جائے (۲) ایسا چست نہ ہو کہ بدن کے اعضا ننگے کی طرح نظر آئے (۳) لباس میں فخر اور غرور کا انداز نہ ہو؛ بلکہ تواضع کے آثار ہو (۴) بے جا اسراف بھی نہ ہو (۵) ضرورت کے موافق کپڑا استعمال کیا جائے۔ (باقی اگلے صفحے پر) =

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اے آدم کی اولاد! شیطان تم کو ہرگز (کسی) فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ تمھارے ابا، اماں کو جنت سے نکالا①، کہ ان دونوں کا لباس بھی ان (کے جسم) سے اتروادیا؛ تاکہ ان دونوں کو ان کی شرم کی جگہیں دکھاوے، یقیناً وہ (شیطان) اور اس کی قوم (یعنی خاندان) تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو (عادۃً) نہیں دیکھ سکتے، یقیناً ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان لاتے نہیں ہیں ﴿۲۷﴾ اور جب وہ (کافر لوگ) کوئی بے حیائی② کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہی حکم دیا ہے، (اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتے، کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم جانتے نہیں ہو ﴿۲۸﴾ (اے نبی!) تم کہہ دو: مجھ کو تو میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور تم ہر نماز کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو③

= (٦) عورت مردانہ اور مرد زنانہ لباس استعمال نہ کرے (٧) کسی دوسری قوم کی نقالی بھی نہ ہو (٨) مسنون یا اقرب الی السنۃ لباس بھی مطلوب شرعی ہے۔

⑤ یعنی لباس کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا:

① یعنی جنت سے نکلوانے کا ذریعہ بنا۔ ② یعنی جس کام کی برائی کھلی ہو، انسانی فطرت اس کو برا سمجھے۔

نوٹ: کافر لوگ کعبہ کے اردگرد ننگا طواف بھی کرتے تھے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

③ قبلہ رخ کرنے کے ساتھ ساتھ عبادت کے وقت دل بھی اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو۔ نبوی طریقے سے عبادت ہو، عبادت میں استقامت ہو، ہر قول وفعل میں رب کی اطاعت ہو۔

وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ

عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا

تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۰

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور تم اسی (اللہ تعالیٰ) کو (اس یقین کے ساتھ) پکارو کہ عبادت خالص اسی (اللہ) کا حق ہے[۱]، جس طرح اس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہوں گے ﴿۲۹﴾ (تم میں سے) ایک جماعت کو (اللہ تعالیٰ نے دنیا میں) ہدایت دے دی ہے اور دوسری جماعت پر گمراہی مقرر ہو چکی ہے؛ اس لیے کہ ان گمراہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا رکھا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر ہیں ﴿۳۰﴾ اے آدم کی اولاد! ہر مسجد (یا نماز) کی حاضری کے وقت اپنا (اچھا) لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ﴿۳۱﴾

(اے نبی!) تم (ان سے) پوچھو: زینت کا جو سامان اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور رزق میں سے پاکیزہ چیزیں (جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہے) کس نے حرام کر لی؟ تم (ان سے جواب میں) کہو: یہ (نعمتیں) دنیوی زندگی میں تو اصل میں ایمان والوں کے لیے ہیں (ساتھ میں غیر مسلم بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور) قیامت کے دن تو خالص ان (ایمان والوں ہی) کے لیے ہوں گی، اسی طرح ہم (اپنے) احکام سمجھ داروں کے لیے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں ﴿۳۲﴾

[۱] (دوسرا ترجمہ) اور تم اسی (اللہ) کی عبادت اس طرح کرو کہ تم عبادت خالص اللہ کے لیے کرنے والے ہوں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ
وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۳۳
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۝۳۴
یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝۳۵ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝۳۶

(اے نبی!) تم کہہ دو: میرے رب نے تو (تمام) بے حیائی کے کاموں کو چاہے وہ کھلے ہوئے ہوں اور چھپے ہوئے ہوں اور (ہر) گناہ کو اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے[1] اور اسی طرح (اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی حرام کیا ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرو جس کے بارے میں (اللہ تعالیٰ نے) کوئی دلیل نہیں اتاری ہے اور اسی طرح (یہ بھی حرام کر دیا کہ) تم اللہ تعالیٰ کے لیے وہ باتیں بولو جو تم کو معلوم نہیں ہے[2] ﴿۳۳﴾ اور ہر امت کے لیے ایک وعدہ مقرر ہے[3]، پھر جب ان کا مقرر وقت آجائے گا تو ایک گھڑی بھی پیچھے نہیں ہو سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے ﴿۳۴﴾ اے آدم کی اولاد[4]! اگر تمھارے پاس تمھیں میں سے پیغمبر آجاوے جو تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائے تو جو شخص (نبی کی بات مان کر) تقویٰ اپنالیوے اور (اپنی) اصلاح کرلیوے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور وہ غمگین بھی نہیں ہوں گے ﴿۳۵﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان (آیات) کے مقابلے میں تکبر کیا وہی لوگ جہنم والے ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۳۶﴾

① والاثم والبغی سے مراد ہے: لازم گناہ اور متعدی گناہ۔
② ویسے تو کسی بھی شخص کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنا ہر اعتبار سے ایک ناجائز اور غیر اخلاقی فعل ہے، لیکن اگر یہ جرم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا جائے تو اس کی سنگینی انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔
③ میعاد سے مراد یعنی کافروں کے ہر گروہ پر عذاب نازل ہونے کا اللہ کے علم میں ایک وقت معین ہے، اس سے پہلے جو ڈھیل دی جاتی ہے اس سے غفلت میں نہ پڑے۔
④ انسان کو دنیا میں پیدا کرنے سے پہلے عالمِ ارواح میں کہہ دیا گیا تھا کہ: اے آدم کی اولاد! الخ۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ
مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ
ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ
اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا
هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾

سو اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گڑھا یا اس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کو جھٹلایا، ان لوگوں کے نصیب میں (عمر، رزق اور عزت وغیرہ) جتنا لکھا ہوا ہے وہ ان کو (یہاں دنیا میں) ملتا رہے گا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان (کی روح) کو قبض کرنے کے لیے آ پہنچیں گے تو وہ کہیں گے: تمھارے وہ (معبود) کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے؟ تو وہ (کافر جواب میں) کہیں گے کہ: وہ تو سب ہم سے گم (یعنی غائب) ہو گئے اور (اس وقت) وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ حقیقت میں وہ کافر تھے[1] ﴿۳۷﴾ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جنات اور انسانوں کی جو (کافر) امتیں تم سے پہلے گذر چکی ہیں تم بھی ان کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ، جب بھی کوئی امت (آگ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنے جیسی دوسری امت پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب وہ سب (اگلے، پچھلے) اس (آگ) میں جمع ہو جاویں گے، تو ان میں سے جو لوگ بعد میں (آگ میں) آئے[2] تو وہ اپنے سے پہلے آنے والوں[3] کے بارے میں کہیں گے کہ: اے ہمارے رب! انھوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا؛ اس لیے آپ ان کو آگ کا دُگنا عذاب دیجیے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: ہر ایک[4] کے لیے دُگنا (عذاب) ہے؛ لیکن تم (ابھی) سمجھتے نہیں ہو ﴿۳۸﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اور (اس وقت) وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرلیں گے۔

② یعنی عوام۔ ③ یعنی پیشوا۔ ④ دونوں فریق کو یا پیشواؤں کے فریق کے ہر ایک فرد کو۔

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ
اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُجْرِمِيْنَ۴۰ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي
الظّٰلِمِيْنَ۴۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۫ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۴۲

اوران میں سے (جہنم میں) پہلے آنے والے بعد میں آنے والوں سے کہیں گے کہ: بس اب تو تم کو (عذاب کے ہلکا ہونے کے بارے میں) ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے؛ لہٰذا تم جو (گناہ) کماتے تھے اس کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو ﴿۳۹﴾

یقیناً جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے اور اس کے مقابلے میں تکبر کرتے رہے ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے ① اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس نہ جاوے ② اور جرم کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیں گے ﴿۴۰﴾ ان کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے آگ کا اوڑھنا ہے اور ظلم کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیں گے ﴿۴۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ③، وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۴۲﴾

① مطلب: (۱) دعا بھی قبول نہ ہوگی اور اعمال کیسے ہوں گے تو وہ بھی علیین میں نہیں جائیں گے۔ (۲) ان نافرمانوں کی روحیں عزت کے ساتھ آسمانوں پر نہیں چڑھائی جائے گی؛ بلکہ روحیں نیچے زمین کی طرف پٹک دی جائے گی۔

② دوسری تفسیر: اس جگہ اونٹ مراد نہیں؛ بلکہ "موٹا رسا" مراد ہے؛ اس لیے کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہونے والی چیز کی جنس سے نہیں، البتہ موٹا رسا جس سے کشتی باندھی جاتی ہے اس کی جنس سے ہے؛ اس لیے جمل سے یہاں اونٹ مراد نہیں موٹا رسا مراد ہے (از ملفوظات فقیہ الامت، وایضا بیضاوی) ولوج کا معنیٰ ہے: تنگ جگہ میں گھسنا۔

③ (دوسرا ترجمہ) طاقت سے زیادہ کوئی بھی کام نہیں بتلاتے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا
بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الثلث
الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ
حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۴ الَّذِيْنَ
يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝۴۵

اور ان (جنتیوں) کے دلوں میں (دنیا میں ایک دوسرے کے بارے میں) جو ناراضگی تھی (جنت میں داخل ہونے سے پہلے) ہم وہ نکال لیں گے، (ان کی حالت یہ ہوگی کہ) ان کے (مکانات کے) نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور (جنت کے داخلے کے بعد) وہ کہیں گے: شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو یہاں پہنچا دیا اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتے تو ہم (یہاں) نہ پہنچ سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ ہمارے رب کے پیغمبر (ہمارے پاس) سچی بات لے کر آئے تھے، اور (ان جنت والوں کو) پکار کر کہا جائے گا کہ تم جو عمل کرتے تھے اس کے بدلے میں تم کو اس جنت کا وارث بنا دیا گیا ہے① ﴿۴۳﴾ اور جنت والے جہنم والوں کو پکار کر کے پوچھیں گے کہ: ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے تو اس کو بالکل سچا پایا، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ: جی ہاں! سو ان (دونوں فریق) کے بیچ میں ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکار کر کہے گا کہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ان ظالموں پر ہے ﴿۴۴﴾ جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے اور اس میں عیب تلاش کرتے تھے اور وہ آخرت کا انکار کرتے تھے ﴿۴۵﴾

---

①(۱) جنت کے اندر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمادی، میراث بھی عام طور پر آدمی کو بے محنت ملتی ہے، اس طرح حقیقت میں جنت کی نعمت بھی بغیر (کامل) محنت کے اللہ کے فضل سے ملی؛ اس لیے اس کو میراث کہا گیا۔
(۲) کافروں کے لیے جو جنت کا مکان بنا ہوا تھا کہ اگر وہ ایمان لاتے تو جنت کے اس مکان میں آتے؛ لیکن ایمان نہ لائے اس لیے محروم رہے، تو اس کا وارث مومن کو بنایا گیا۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ
الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ
تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع
وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ
جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ان دونوں (جنتیوں اور جہنمیوں) کے درمیان ایک (اعراف نام کی) دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو (جنتی اور جہنمی) ہر ایک کو ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے① اور وہ (اعراف والے) جنت والوں کو پکار کر کہیں گے: تم پر سلامتی ہو (اور ان اعراف والوں کی حالت یہ ہوگی کہ) وہ (اب تک) اس (جنت) میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ (پورے شوق کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی) امید لگائے ہوئے ہوں گے ﴿۴۶﴾ اور جب ان (اعراف والوں) کی نظروں کو جہنم والوں کی طرف پھرایا جائے گا تو وہ (اعراف والے) کہیں گے: اے ہمارے رب! آپ ہم کو ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ (جہنم میں) نہ رکھنا② ﴿۴۷﴾

اور اعراف والے ان (بہت سارے جہنمی) لوگوں کو جن کو وہ ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے③ آواز دے کر یوں کہیں گے کہ: تم کو تمھاری جماعت اور جو تکبر تم کرتے تھے وہ کچھ کام نہیں آئے ﴿۴۸﴾

① یوں تو اعراف والے جنت اور جہنم دونوں کا نظارہ کر رہے ہوں گے؛ اس لیے انھیں جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچاننے کے لیے کسی علامت کی ضرورت نہیں ہوگی؛ لیکن یہاں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ لوگ جنت اور دوزخ والوں کو دنیا میں بھی ان کی علامتوں سے پہچانتے تھے اور چوں کہ یہ لوگ صاحبِ ایمان تھے اس لیے انھیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اتنی حِس عطا فرمادی تھی کہ یہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کے چہروں سے پہچان لیتے تھے کہ یہ نیک لوگ ہیں اور کافروں کے چہروں سے پہچان لیتے تھے کہ یہ کافر ہیں۔

② اچھے لوگوں کو دیکھ کر اچھا بننے کی دعا کرنی چاہیے اور بروں کو دیکھ کر ان کے جیسے حال سے پناہ مانگنی چاہیے۔

③ دنیوی پہچان یا جہنم کے کالے چہروں والی علامتوں سے۔

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۝٤٩ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝٥٠ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۝٥١ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝٥٢

(باری تعالیٰ جہنم والوں سے خطاب کریں گے) کیا یہ وہی (غریب جنتی مسلمان) لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسم کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو (اپنی) رحمت کا کوئی حصہ نہیں دیں گے (تو ان پر تو اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوں گے ﴿۴۹﴾ اور جہنم والے جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ: تم تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے اس میں سے کچھ دے دو، وہ (جنتی لوگ) جواب دیں گے کہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں (ان) کافروں پر حرام کر دی ہے[۱] ﴿۵۰﴾ جنھوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنایا تھا[۲] اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا، سو جس طرح ان کافروں نے اپنے اِس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور (جس طرح) وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے سو آج ہم ان کو اسی طرح بھلا دیں گے[۳] ﴿۵۱﴾ اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب (قرآن) پہنچا دی تھی جس میں ہم نے اپنے علم سے ہر چیز تفصیل سے بیان کر دی ہے، جو (کتاب) ایمان لانے والی قوم کے واسطے ہدایت اور رحمت ہے۔ ﴿۵۲﴾

① یعنی تم کو نہ ملے گی۔
② اس آیت میں بتلایا کہ غیر مسلموں کی تمام مذہبی رسومات کھیل تماشا ہی ہے، اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہی بات آشکار اور واضح بھی ہوتی ہے۔
③ یعنی رحم و کرم سے بھلا دیے جائیں گے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ
رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ
كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۱۶ ع
اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ
مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

کیا وہ (کافر) لوگ اس (قرآن) میں (آئے ہوئے) آخری نتیجہ کا انتظار کر رہے ہیں①، جس دن اس (قرآن) کا (آیا ہوا قیامت کا) آخری وعدہ ظاہر ہوجائے گا (اس دن) وہ لوگ جو اس (آخری وعدۂ قیامت) کو پہلے سے بھول گئے تھے وہ کہیں گے کہ: پکی بات ہے ہمارے رب کے پیغمبر سچی بات لے کر آئے تھے (لیکن ہم نے مانا نہیں تھا)، سو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں جو ہمارے لیے سفارش کرتے ہوں یا ہم (دنیا میں) واپس لوٹا دیے جاویں کہ، پھر ہم (پہلے) جو (برے) کام کیا کرتے تھے (اب) اس کے بجائے دوسرے (نیک) عمل کریں، پکی بات ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا اور جو (معبود) انھوں نے گڑھ رکھے تھے وہ ان سے گم ہوجائیں گے ﴿۵۳﴾

یقیناً تمھارے رب اللہ تعالیٰ ہی ہیں جنھوں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن (کے برابر وقت) میں پیدا کیا②، پھر وہ (رب اپنی شان کے مطابق) عرش پر قائم ہوئے، رات کو دن پر اوڑھا دیتے ہیں (اس طرح) کہ وہ (رات) اس (دن) کے پیچھے دوڑتی ہوئی چلی آتی ہے③ اور سورج اور چاند اور ستاروں کو بھی (پیدا کیا) جو اس کے حکم کے تابع ہیں④، سن لو! پیدا کرنا اور حکم کرنا سب اسی کا کام ہے (اور) اللہ تعالیٰ بڑی اونچی شان والے ہیں، جو سب عالموں کے رب ہیں ﴿۵۴﴾

① مراد: (۱) قیامت کے ظاہر ہونے کا انتظار۔ (۲) دنیوی عذاب کے واقع ہونے کا انتظار۔ (۳) نبی کریم ﷺ کے انجام کا انتظار۔ (۴) قرآن میں جو خیر اور شر کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا انتظار۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر) =

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۟ۚ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۟ وَهُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۟

(اے لوگو!) تم گڑگڑا کر (بھی) اور چپکے چپکے اپنے رب سے دعا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے① ﴿۵۵﴾ اور زمین میں اس کی اصلاح ہو جانے کے بعد تم فساد مت مچاؤ② اور تم (عذاب کا) ڈر اور (رحمت کی) امید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو③، یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے ﴿۵۶﴾ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو مردہ شہر کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے پانی برساتے ہیں، پھر ہم اس (پانی) کے ذریعے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں، اسی طرح (قیامت کے دن) ہم مُردوں کو (زندہ کر کے) نکالیں گے؛ تاکہ تم (اللہ تعالیٰ کی قدرت پر) غور کرو ﴿۵۷﴾

=② اس میں بندوں کے لیے ہر کام کے تدریجاً کرنے کی تعلیم ہو گئی، ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے میں کسی وقت کی مقدار کے محتاج نہیں ہیں، نیز یہ بھی اشارہ نکلا کہ جو کام تدریجاً ہوتا ہے اس میں پختگی ہوتی ہے۔

③ یعنی ایسا لگتا ہے کہ دن جلدی گذر گئے اور رات دفعۃً آ گئی۔ ④ (دوسرا ترجمہ) کام میں لگا دیا۔

حاشیہ صفحہ ہذا: ① مثلاً (۱) عرفاً وعقلاً محال چیز کو مانگنا (۲) عادتاً مستبعد چیز کو مانگنا (۳) گناہ یا بے کار سوال کرنا جیسے خدائی یا نبوت کا سوال (۴) غیر منکوحہ سے زنا کا سوال۔

② زمین کی اصلاح دو طرح سے ہیں: (۱) ظاہری اصلاح یعنی زمین کو درخت اور کھیتی اگانے کے قابل بنا دیا، بارش کے ذریعے ساری زمین کو ہرا بھرا بنا دیا۔ (۲) باطنی اصلاح: یعنی زمین پر رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائی اور ہدایات کے ذریعے زمین کو کفر، شرک کے فساد سے پاک کر دیا۔ اور دونوں طرح کی اصلاح کی ضد فساد ہے۔

③ دونوں آیت ملا کر دعا اور عبادت کے ضابطے بیان ہوئے: (۱) دعا میں گڑگڑانا (۲) آہستہ آہستہ دعا کرنا (۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ڈر (۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ہونا۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ
كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾ ع
لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾

اور جو عمدہ (زمین والا) شہر ہوتا ہے اس کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے (خوب) نکلتی ہے اور جو خراب (کڑوی، کھاری، ریت والی، پتھریلی زمین والا شہر) ہوتا ہے تو ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا①، اسی طرح ہم نشانیوں کو (مختلف طریقے سے) پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں شکر کرنے والی قوم کے واسطے ﴿۵۸﴾

پکی بات یہ ہے کہ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا، سو اس (نوح علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، تمھارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، یقین جانو! میں تمھارے متعلق ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ﴿۵۹﴾ اس (یعنی نوح علیہ السلام) کی قوم کے سرداروں نے کہا: ہم تو دیکھتے ہیں② کہ تم کھلی گمراہی (یعنی غلطی) میں پڑے ہو ﴿۶۰﴾ اس (نوح علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میری قوم! میں گمراہی (یعنی غلطی) میں نہیں ہوں؛ لیکن میں تو تمام عالموں کے رب کا (بھیجا ہوا) پیغمبر ہوں ﴿۶۱﴾ میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمھاری بھلائی چاہتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی باتیں جانتا ہوں جن کا تم کو پتہ نہیں ہے③ ﴿۶۲﴾

① نکدا: یعنی ایسی پیداوار جو معمولی بے فائدہ اور مقدار میں کم ہو۔
② (دوسرا ترجمہ) ہم تو سمجھتے ہیں۔
③ جاننے کا مطلب: [۱] ایمان نہ لانے کی صورت میں بڑا عذاب آئے گا۔ [۲] قیامت کا یقینی علم۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا
وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝٦٣ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ۝٦٤ ع
وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ۝٦٥ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝٦٦

بھلا کیا تم کو تعجب ہو رہا ہے کہ تمھارے پاس تمھیں میں سے کسی ایک آدمی① پر تمھارے رب کی نصیحت پہنچی؛ تاکہ وہ (نبی) تم کو (عذاب سے) ڈراوے؛ اور تاکہ تم (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) بچو؛ اور تاکہ تم لوگوں پر رحم کیا جاوے②﴿٦٣﴾ سو ان لوگوں نے اس (نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا، پھر ہم نے اس (نوح علیہ السلام) کو اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں (سوار کرکے) بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ہم نے ان کو ڈبو دیا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے③﴿٦٤﴾

اور قومِ عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو (نبی بنا کر بھیجا) اس (ہود علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میری قوم! تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے، کیا پھر بھی تم ڈرتے نہیں ہو④؟﴿٦٥﴾ ہود (علیہ السلام) کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: ہم تو تم کو دیکھتے ہیں کہ تم میں کچھ عقل نہیں ہے اور ہمارا خیال یہ ہے کہ یقیناً تم جھوٹے لوگوں میں سے ہی ہو⑤﴿٦٦﴾

---

① یعنی خود حضرت نوح علیہ السلام۔ ② اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی برکت سے رحم وکرم کا وعدہ ہے۔
③ مطلب ہے کہ (١) وہ دل کے اندھے تھے (٢) ان کو حق اور باطل کا فرق نظر نہیں آیا (٣) انجام سے اندھے تھے (۴) نزولِ عذاب سے اندھے تھے۔
④ انبیاء کی دعوت کے اندر تین باتیں اہم ہوتی ہیں جو اس آیت سے معلوم ہوئی: (١) توحید (٢) ردِ شرک (٣) تعلیم تقویٰ۔
⑤ چوں کہ اللہ کے نبی نے لوگوں کے عام (غلط) عقیدے اور طرزِ عمل کے خلاف آواز اٹھائی؛ اس لیے انھوں نے نبی کی بات کو بے وقوفی سے تعبیر کیا۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ
رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ
بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾

ہود (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں ذرا سی بھی بے وقوفی نہیں ہے؛ لیکن میں (تمام) عالموں کے رب کا رسول ہوں ﴿٦٧﴾ میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تو تمھاری بھلائی چاہتا ہوں (اور میں) امانت دار ہوں[1] ﴿٦٨﴾ بھلا کیا تم کو تعجب ہو رہا ہے کہ تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے تم کو تمھارے رب کی نصیحت پہنچی؛ تاکہ وہ تم کو ڈراوے اور تم یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم کو قومِ نوح کے بعد (زمین کا) خلیفہ بنایا[2] اور تم کو بدن کا پھیلاؤ (دوسروں سے) زیادہ عطا کیا[3]، سو تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو؛ تاکہ تم لوگ کامیاب ہو جاؤ[4] ﴿٦٩﴾ (قوم کے) لوگ کہنے لگے: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جن (بتوں) کی عبادت کرتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں؟ اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہمارے پاس وہ (عذاب) لا جس کی تو ہم کو دھمکی دیتا ہے[5] ﴿٧٠﴾

① یعنی آباد کیا۔ ② یعنی ہموار میدانی علاقوں میں۔
③ اس وقت کی مملکت سعودیہ میں ''مدائنِ صالح'' آج بھی قرآن کی صداقت کا اعلان کر رہا ہے، یہ قرآن کا بیّن معجزہ ہے۔ تفصیلات کے لیے ''دیکھی ہوئی دنیا'' جلد: ٦ ر کا مطالعہ کریں۔
④ کافر لوگ ایمان لانے والوں کو بلاوجہ کمزور سمجھتے تھے۔
⑤ ہر نبی کی نبوت پر شروع میں ایمان لانے والے قوم کے کمزور لوگ ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہرقل سے بھی واضح ہوتا ہے۔
فائدہ: عوام کے بس میں دلائل کی گہرائی کو سمجھنا نہیں ہے، ان کو تو بلا دلیل اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے اور اس کمزور جماعت نے یہی جواب دیا، کتنا شاندار جواب ہے!!

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع ٨/١٢

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ

جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

ہود (علیہ السلام) نے کہا: پکی بات ہے کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب (کا آنا) طے ہو چکا ہے، کیا تم مجھ سے چند (بے حقیقت) ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے (خود پہلے) رکھ لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (کے معبود ہونے) پر کوئی دلیل نہیں اتاری؟ سو تم انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ﴿٧١﴾ سو ہم نے اس (ہود علیہ السلام) کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت (اور کرم) سے (عذاب سے) بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ایمان لانے والے نہیں تھے ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ ڈالی[1] ﴿٧٢﴾

اور (قومِ) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو (نبی بنا کر بھیجا)، صالح (علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، تمھارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پکی بات یہ ہے کہ تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس ایک روشن دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمھارے لیے ایک معجزہ بن کر آئی ہے؛ لہٰذا تم اس کو (آزاد) چھوڑ دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اس کو تکلیف پہنچانے کے ارادے سے ہاتھ بھی مت لگانا، ورنہ تم کو دردناک عذاب (آ کر) پکڑے گا ﴿٧٣﴾

---

① یعنی عذاب کے ذریعے بالکل ختم کر ڈالا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ
سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ
مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾

اور (اللہ تعالیٰ کے احسان کو) تم یاد کرو جب تم کو قومِ عاد (کے ہلاک ہونے) کے بعد خلیفہ بنایا① اور تم کو زمین میں (اس طرح) بسایا تم نرم زمین پر بڑے بڑے محل بناتے ہو② اور تم پہاڑوں کو تراش کر کے (ان میں) گھر بناتے ہو③، سو تم اللہ تعالیٰ کی (اِن) نعمتوں کو یاد کرو (اور ایمان لاؤ) اور تم زمین میں فساد مچاتے ہوئے مت پھرو ﴿۷۴﴾ اس کی قوم کے سردار جنھوں نے تکبر کیا انھوں نے ان کمزور لوگوں سے④ جو اس (صالح علیہ السلام کی قوم) میں سے ایمان لا چکے تھے ان سے پوچھا کہ: کیا تم کو یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ ان (کمزور) لوگوں نے جواب میں کہا کہ: جو حکم دے کر اس (صالح علیہ السلام) کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بھیجا گیا ہم تو اس پر پورا ایمان رکھتے ہیں⑤ ﴿۷۵﴾ (یہ جواب سن کر) وہ تکبر کرنے والے کہنے لگے کہ: جس پر تم (کمزور لوگ) ایمان لائے ہو یقیناً ہم اس کا انکار کرتے ہیں ﴿۷۶﴾

---

① یعنی آباد کیا۔ ② یعنی ہموار میدانی علاقوں میں۔
③ اس وقت کی مملکت سعودیہ میں ''مدائنِ صالح'' آج بھی قرآن کی صداقت کا اعلان کر رہا ہے، یہ قرآن کا بیّن معجزہ ہے۔ تفصیلات کے لیے ''دیکھی ہوئی دنیا'' جلد: ۶ کا مطالعہ کریں۔
④ کافر لوگ ایمان لانے والوں کو بلا وجہ کمزور سمجھتے تھے۔
⑤ ہر نبی کی نبوت پر شروع میں ایمان لانے والے قوم کے کمزور لوگ ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی حدیثِ ہرقل سے بھی واضح ہوتا ہے۔
فائدہ: عوام کے بس میں دلائل کی گہرائی کو سمجھنا نہیں ہے، ان کو تو بلا دلیل اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے اور اس کمزور جماعت نے یہی جواب دیا، کتنا شاندار جواب ہے!!

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ﴿۷۹﴾
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

سو ان (تکبر کرنے والے) لوگوں نے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور وہ (متکبر) لوگ (بے باکی سے) کہنے لگے: اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو وہ (عذاب) ہمارے پاس لے آؤ جس کی تم ہم کو دھمکی دیتے ہو① ﴿۷۷﴾ سو ان (قومِ ثمود) کو زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے② ﴿۷۸﴾ پھر وہ (صالح علیہ السلام) ان سے منہ پھرا کر چلے گئے اور وہ کہنے لگے: اے میری قوم! پکی بات یہ ہے کہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تو تمھاری بھلائی چاہی؛ لیکن تم (ہو کہ) بھلائی چاہنے والوں کو پسند نہیں کرتے تھے③ ﴿۷۹﴾ اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (رسول بنا کر بھیجا)④، جب اس (لوط علیہ السلام) نے اپنی قوم⑤ سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے (تمام) عالم والوں میں سے کسی نے نہیں کیا؟ ﴿۸۰﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو۔

② جثوم: بے حس و حرکت ہو کر ایک جگہ پڑ جانا یا بیٹھے رہنا؛ یعنی جو جس حال میں تھا اس حال میں اللہ کے عذاب کے آنے کے وقت ڈھیر ہوا۔

③ اپنے حقیقی اور واقعی خیر خواہوں کو پہچانو اور ان سے محبت کرو، ان کی بات کی طرف دھیان دو۔ آیت بتلاتی ہے کہ خیر خواہوں کی ناقدری قدیم عادت ہے، اور اس کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

④ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے، اردن کے شہر سدوم میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، مفصل تذکرہ "قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات اور سفرنامہ "دیکھی ہوئی دنیا" میں ملاحظہ فرمائیں۔

⑤ حضرت لوط علیہ السلام جن کی طرف بھیجے گئے تھے وہ امت مراد ہے: یعنی شہر سدوم اور اطراف کے لوگ، آپ کا آبائی وطن چوں کہ عراق تھا وہاں کے لوگ اس آیت میں مخاطب نہیں ہے۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴿۸۱﴾ وَمَا
كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ
يَّتَطَهَّرُوْنَ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴿۸۴﴾ ع ۱۰ / ۱۷
وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ
جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

یقیناً تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کے لیے آتے ہو؛ بلکہ تم تو حد سے آگے نکل چکے ہو ﴿۸۱﴾ اوراس کی قوم کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہیں تھا، کہ وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں① ﴿۸۲﴾ سو ہم نے اس (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے متعلقین کو (عذاب سے) بچالیا؛ مگر اس کی بیوی کو وہ تو (عذاب میں) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ﴿۸۳﴾ اور ہم نے ان پر ایک زوردار (پتھروں کی) بارش برسائی، سو تم دیکھو کہ جرم کرنے والوں کی سزا کیسی رہی!! ﴿۸۴﴾

اور مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (نبی بنا کر بھیجا) شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میری قوم! تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے، پکی بات ہے کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آچکی ہے، سو تم ناپ② اور (ترازو کا) تول③ پورا کیا کرو، اور تم لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو④

① یہ ایک اور بھیانک بیماری ہے کہ نیک اور پاک رہنے والوں کو ان کی نیکی پر طنز کیا جائے اور ان کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قوم لوط والا یہ طرز آج بھی عام ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔
قوم لوط کی آبادیوں کے نام: عمورہ، ادمہ، صبوییم، بالع (صوغر)، ان سب میں مرکزی مقام صدوم تھا۔
② کیل: یعنی ناپ۔ ③ میزان: یعنی تولنا۔
④ بخس: یعنی (۱) کسی کے حق یا کسی کو کوئی چیز دیتے وقت کمی کر کے نقصان مت پہنچاؤ (۲) عزت و آبرو پامال مت کرو (۴) کسی کے درجہ اور رتبہ کے موافق احترام کرو (۵) جس کی اطاعت، تعظیم و تکریم ضروری ہے اس میں کوتاہی مت کرو۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾
وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ
وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ
لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور زمین میں اس کی اصلاح ہو جانے کے بعد تم فساد مت مچاؤ، اگر تم ایمان والے ہو تو یہی تمھارے لیے بہتر ہے ﴿۸۵﴾ اور تم ہر راستے پر (اس غرض سے) مت بیٹھا کرو کہ جو لوگ اس (اللہ تعالیٰ) پر ایمان لائے ہیں تم ان کو دھمکیاں دو اور (تم ان کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکو① اور تم اس (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین) میں عیب تلاش کرو، اور تم (اللہ تعالیٰ کے احسان کو) یاد کرو جب تم (مال اور تعداد میں) کم تھے②، سو اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو زیادہ کر دیا اور تم دیکھو! فساد کرنے والوں کا (برا) انجام کیسا ہوا؟ ﴿۸۶﴾ اور اگر تم میں کی ایک جماعت اس (پیغام) پر ایمان لے آئی ہے جو میرے ذریعے سے بھیجا گیا ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی ہے، سو تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیویں اور وہ تو بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں ﴿۸۷﴾

---

① یعنی ایمان لانے سے روکو۔

② جس طرح مال کی کثرت کو انسان اچھا سمجھتا ہے اسی طرح اولاد کی کثرت دین داری کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی قوم کی تعداد اور افراد کا زیادہ ہونا بھی بڑی چیز ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

شعیب (علیہ السلام) کی قوم میں سے جو تکبر کرنے والے سردار تھے انھوں نے کہا: اے شعیب! تجھ کو اور تیرے ساتھ جو ایمان لائے ہیں ان سب کو ہم ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں چلے آؤ[1] شعیب (علیہ السلام) نے کہا: کیا ہم اگر (تمھارے دین کو) برا سمجھتے ہوں تب بھی (اس میں آجائیں)؟[2] ﴿۸۸﴾ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس (کفر) سے بچالیا اس کے باوجود بھی اگر ہم تمھارے دین میں آجائیں تب تو ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھیں گے اور ہمارے لیے تو ممکن ہی نہیں کہ ہم اس (تمھارے دین) میں چلے آویں؛ مگر یہ کہ ہمارے مالک اللہ تعالیٰ (ایسا) چاہیں (تو دوسری بات ہے)[3]، ہمارے رب کے علم نے ہر چیز کو (اپنے) احاطے میں لے لیا ہے، اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا، اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان آپ ہی ٹھیک فیصلہ کر دیجیے[4] اور آپ تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں ﴿۸۹﴾

---

① یعنی موجودہ توحید چھوڑ کر ہمارے دین کی طرف لوٹ آؤ۔

② [۱] مذہب کے متعلق جبر و اکراہ نہیں ہونا چاہیے [۲] کسی مذہب کو کوئی غلط سمجھے تو پھر اس کو ماننے پر مجبور نہیں کر سکتے؛ البتہ صحیح مذہب کے متعلق غلط فہمی ہے تو اس کو دور کرنے کی ضرور محنت کرنی چاہیے۔

③ اللہ تعالیٰ کفر کو پسند فرماتے نہیں ہیں اور نبی سے کفر ہونا محال ہے، آیت میں نبی کی طرف سے عجز اور انکساری کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی بات ہے کہ نیکی کرنا اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے۔

④ یعنی عملی طور پر حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر فرما دیجیے، اور اس کی شکل یہ ہوئی کہ اللہ کی طرف سے زلزلے کا فیصلہ ہوا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴿٩٠﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ﴿٩١﴾ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا کَاَنْ لَّمْ
یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا کَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ
یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ﴿٩٣﴾ ع
وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ﴿٩٤﴾

اور اس (شعیب) کی قوم کے کافر سردار (عوام سے) کہنے لگے: اگر تم شعیب کی بات پر چلے تب تو تم یقیناً بڑے نقصان میں پڑو گے [1]﴿٩٠﴾ سو زلزلے نے ان کو پکڑ لیا، پھر وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿٩١﴾ جنھوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا سو وہ ایسے ہو گئے جیسے وہاں پر کبھی آباد ہی نہ ہوئے ہوں [2]، جنھوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا وہی لوگ نقصان میں پڑ گئے ﴿٩٢﴾ شعیب (علیہ السلام) نے اُن لوگوں سے منہ پھرا لیا [3] اور (یہ) کہا: اے میری قوم! پکی بات یہ ہے کہ میں نے تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تو تمھاری بھلائی چاہی، سو کافر لوگوں (کے ہلاک ہونے) پر کیسے افسوس کروں؟ ﴿٩٣﴾

اور ہم نے کسی بھی بستی میں کسی نبی کو بھیجا تو ہم نے اُس بستی والوں کو سختی [4] اور تکلیف میں [5] ضرور پکڑا؛ تا کہ وہ لوگ گڑگڑائیں [6] ﴿٩٤﴾

---

① قدیم دور سے لوگوں میں ایک جماعت ایسی رہی ہے جو اتباعِ نبوی کو نقصان کا ذریعہ سمجھتی ہے، اللہ تعالیٰ ہی ان کو صحیح سمجھ دیوے۔
② نبی کو بستی سے نکالنے کی سازش کرنے والے خود دنیا سے نکال دیے گئے۔
③ (دوسرا ترجمہ) سو شعیب علیہ السلام ان لوگوں سے منہ پھرا کر یہ کہتے ہوئے چل دیے۔
④ فقر و فاقہ اور مالی نقصان۔
⑤ بیماریاں، جانی نقصان۔
⑥ (دوسرا ترجمہ) تا کہ وہ لوگ عاجزی کریں۔ نبی کی بات نہ مانے تو حالات ابتداً زحمت بن کر آتے ہیں؛ تا کہ لوگ نبی کی بات مان لیوے۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ
وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ
اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ
مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع

پھر ہم نے بُرے حالات کی جگہ اچھے حالات ① بدل دیے؛ یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے ② اور وہ کہنے لگے کہ: ہمارے باپ دادوں کو (بھی) دکھ اور سُکھ پیش آتے رہے ہیں ③، پھر ہم نے اُن کو اچانک (اس طرح) پکڑ لیا کہ ان کو (پہلے سے اِس کا) پتہ بھی نہیں چل سکا ﴿۹۵﴾ اور اگر بستی والے ایمان لے آتے اور تقویٰ والے بن جاتے تو تم یقین رکھو کہ ہم اُن پر آسمان اور زمین (دونوں طرف) سے برکتیں کھول دیتے؛ لیکن انھوں نے (نبیوں کو) جھٹلایا، سو جو کام وہ کرتے تھے اُس کی وجہ سے ہم نے اُن کو (سزا میں) پکڑ لیا ﴿۹۶﴾ کیا پھر بھی اِس بات (کی طرف) سے بستی والوں کا ڈر ختم ہو گیا ④ کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو ایسے وقت آ پڑے کہ وہ سوئے ہوئے ہوں ﴿۹۷﴾ اور کیا بستی والے اِس بات (کی طرف) سے نڈر ہو گئے کہ اُن پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت میں ⑤ ایسی حالت میں آ جاوے کہ وہ لوگ کھیلتے ہوں ⑥ ﴿۹۸﴾ بھلا کیا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مکر ⑦ سے امن (یعنی اطمینان) میں ہو گئے ⑧؟ سو اللہ تعالیٰ کے مکر (پکڑ) سے تو صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں ﴿۹۹﴾

① مال میں وسعت ہو گئی، بدن کی تندرستی عمدہ ہو گئی، سلامتی ہو گئی، خوف ختم ہو گیا، یہ "الحسنة" سے مراد ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) وہ پھلے پھولے (یعنی مال اور تندرستی میں خوب ترقی ہوئی)۔ ③ یعنی ان کا یہ کہنا تھا کہ مصیبت اور تکلیف کفر کی وجہ سے نہیں آتی؛ بلکہ یہ تو بس اتفاقاً ہے، دنیا ہے چلتا رہتا ہے۔ ④ (دوسرا ترجمہ) کیا اِس بات کی طرف سے بستی والے امن (چین) میں آ گئے۔ ⑤ چاشت یعنی صبح میں جب دھوپ پوری طرح پھیل جاوے وہ وقت۔
⑥ یعنی نافرمان قوم پر کسی بھی وقت عذاب آنے کے خطرات لگے رہتے ہیں۔
⑦ یعنی اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ سے۔ ⑧ (دوسرا ترجمہ) کیا اللہ تعالیٰ کے مکر کی طرف سے ان کا ڈر بالکل ختم ہو گیا؟۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ
وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ
وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ
وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
وَمَلَا۠ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

بھلا کیا زمین پر (پہلے زمانے میں) رہنے والوں کے (ہلاک ہونے کے) بعد اب جو لوگ (آج کل) اس (زمین) کے وارث بنے ہیں اُن کو یہ ہدایت (یعنی نصیحت) نہیں ملی کہ اگر ہم چاہیں تو اُن کو بھی اُن کے گناہوں کی وجہ سے کسی مصیبت میں پکڑ لے دیں اور (جو ضد پر رہیں) ہم اُن کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں؛ لہٰذا وہ (کوئی بات) سنتے نہیں ﴿۱۰۰﴾ (اے نبی!) یہ وہ بستیاں ہیں جن کے کچھ واقعات ہم آپ کو سناتے ہیں اور یقیناً اُن (بستی کے لوگوں) کے پاس اُن کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے؛ لیکن جس بات کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اُس پر ایمان لانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں ﴿۱۰۱﴾ اور ہم نے اُن میں کے اکثر (لوگوں) کو عہد کو پورا کرنے والا نہیں پایا① اور ہم نے تو اُن میں کے اکثر (لوگوں) کو نافرمان ہی پایا ﴿۱۰۲﴾ پھر ہم نے اُن (نبیوں) کے بعد موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انھوں نے اُن (نشانیوں) کے ساتھ ظلم کیا②، سو تو دیکھ فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ ﴿۱۰۳﴾

① ایمان واطاعت کا عہد جو عالمِ ارواح میں لیا گیا تھا وہ مراد ہے۔
② یعنی ماننے سے انکار کر دیا۔ ظالمانہ برتاؤ کیا۔ نوٹ: کسی چیز کو اس کے محل اور موقع کے خلاف استعمال کرنا ظلم ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى
اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ
كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ
ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۳ ۲
قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ
فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: اے فرعون! یقینی بات ہے کہ میں (تمام) عالموں کے رب کا رسول ہوں[1] ﴿۱۰۴﴾ میرے لیے یہی ضروری ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق بات ہی کہوں، پکی بات یہ ہے میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس (میری سچائی پر) کھلی دلیل لے کر آیا ہوں، سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو (ملکِ شام) بھیج دے ﴿۱۰۵﴾ فرعون نے کہا: اگر تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو اس کو (ہمارے سامنے) لا، اگر تو سچوں میں سے ہے ﴿۱۰۶﴾ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی لکڑی ڈال دی تب (اچانک) وہ کھلم کھلا اژدہا بن گئی ﴿۱۰۷﴾ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنا ہاتھ کھینچ کر نکالا[2] تب وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک دار بن گیا۔ ﴿۱۰۸﴾

فرعون کی قوم کے سردار (آپس میں) کہنے لگے: یقیناً یہ تو بڑا ماہر (یعنی جان کار) جادوگر ہے ﴿۱۰۹﴾ تم کو تمھارے ملک سے نکال دینا چاہتا ہے[3]، (بولو!) اب تم کیا مشورہ دیتے ہو[4]؟ ﴿۱۱۰﴾

① دین کی دعوت سے پہلے تعارفی بات بھی ہونی چاہیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جا کر پہلے اپنا تعارف کرایا؛ اس لیے اگر کوئی دین کا کام کرنے والا کسی جگہ پر انفرادی یا اجتماعی شکل میں جائے تو پہلے تعارف ہو، یہ مناسب ہے؛ اس لیے مروجہ تبلیغی کام میں پہلے تعارفی بات ہوتی ہے۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یہ تنبیہ کی کہ: میں نے جو تیرے محل میں زندگی گزاری اس حیثیت سے مجھے مت دیکھنا، اب مَیں اللہ کا رسول ہوں اس حیثیت سے مجھے دیکھنا۔

② یعنی گریبان سے بازو کے اندر سے بغل میں سے دبا کر نکالے تو ایسی سفید چمک ہوتی کہ پوری فضا جگمگا اٹھتی۔

③ یعنی مصری حکومت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

④ یہ فرعون کافر- جو خدائی کا دعویٰ کرنے والا تھا- اہم امور میں مشورہ کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾
وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ
وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ
عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ان سرداروں نے کہا: تو اس (موسیٰ) کو اور اُس کے بھائی کو (کچھ وقت کے لیے) مہلت دے دے اور (تمام) شہروں میں جمع کر کے لانے والوں (یعنی چپراسی) کو بھیج دے ﴿۱۱۱﴾ کہ وہ ہر ماہر جادوگر کو (جمع کر کے) تیرے پاس لے آویں ﴿۱۱۲﴾ اور جادوگر لوگ فرعون کے پاس آئے، کہنے لگے: اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آگئے تو ہم کو کچھ بدلہ ملے گا؟ ﴿۱۱۳﴾ فرعون نے کہا: ہاں! (انعام تو ملے گا ہی) اور تم خاص (میرے) نزدیک کے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے ﴿۱۱۴﴾ وہ (جادوگر) کہنے لگے: اے موسیٰ! یا تو (جو تم ڈالنا چاہتے ہو) تم ڈالو یا (ہم کو جو ڈالنا ہے) ہم ڈال دیتے ہیں[۱] ﴿۱۱۵﴾ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: تم ہی (پہلے) ڈالو، سو جب اُن جادوگروں نے ڈالا تو انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا[۲] اور ان کو ڈرا دیا اور وہ (ان کے فن کے اعتبار سے سب سے بھاری) جادو بنا کر لائے ﴿۱۱۶﴾ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ: تو اپنی لاٹھی ڈال دے، (موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی ڈالی) تو اسی وقت جو جھوٹی چیزیں اُن جادوگروں نے بنا رکھی تھیں اُن (سب) کو اس نے نگلنا شروع کر دیا[۳] ﴿۱۱۷﴾

---

① جادوگروں نے نبی کے ساتھ ادب کا برتاؤ کیا کہ آپ پہلے ڈالیں یا ہم پہلے ڈالیں؛ حالاں کہ جادوگر لوگ سرکاری آدمی تھے۔ کہتے ہیں کہ: یہ ادب بجالانا بھی جادوگروں کے ایمان کا ایک ذریعہ ثابت ہوا۔
② یعنی نظر بندی کر دی۔
③ (دوسرا ترجمہ) ان (جادوگروں) کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کر دیا۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ
السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ
فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ
لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

سو حق ظاہر (یعنی ثابت) ہو گیا اور وہ (جادوگر) جو کام کر رہے تھے وہ غلط ہو گیا۔ ﴿۱۱۸﴾ سو وہ (فرعون اور اُس کے جادوگر) اس جگہ پر ہار گئے ① اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے ﴿۱۱۹﴾ اور (اس واقعہ سے) جادوگروں کو سجدہ میں گرا دیا گیا ② ﴿۱۲۰﴾ وہ (جادوگر لوگ) کہنے لگے: ہم تو (تمام) عالموں کے رب پر ایمان لے آئے ③ ﴿۱۲۱﴾ جو موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کے (بھی) رب ہیں ﴿۱۲۲﴾ فرعون (جادوگروں سے) کہنے لگا: تم میری اجازت سے پہلے ہی اس (موسیٰ) پر ایمان لے آئے ہو؟ یقیناً یہ ایک (بڑی) سازش ④ ہے جو تم نے (مِل جُل کر اس) شہر میں بنائی ہے؛ تاکہ تم اِس (شہر) میں رہنے والوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم کو (ایمان لانے کا انجام) ابھی پتہ چل جائے گا ﴿۱۲۳﴾ میں تمھارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں ضرور کٹوا دوں گا، پھر تم سب کو (ایک ساتھ) ضرور سولی پر لٹکا دوں گا ﴿۱۲۴﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) مغلوب ہو گئے۔ ② اللہ کی توفیق سے اور موسیٰ علیہ السلام کا عجیب وغریب معجزہ دیکھ کر بے اختیار مبہوت ہو کر سجدے میں گر گئے، اس کو "القی" سے تعبیر کیا گیا۔

③ فرعون خود کو ربِ اعلیٰ کہلواتا تھا؛ اس لیے وضاحت کے ساتھ اعلان کیا کہ: فرعون پر نہیں؛ بلکہ تمام عالموں کے ربِ حقیقی اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

④ گویا فرعون نے یہ سمجھا کہ یہ ایک پہلے سے طے شدہ منصوبہ ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں فکسنگ (Fixing) کہا جاتا ہے، یہی چیز آج کل سیاست، کھیل اور انتخابات میں عام ہے، لگتا ایسا ہے کہ اس دور میں فرعون کی حکومت میں یہ چیز عام تھی؛ اس لیے فرعون نے اس طرح بات کہی؛ حالاں کہ حقیقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے سے ایسا کوئی معاملہ جادوگروں کے ساتھ طے کر کے نہیں رکھا تھا، آیت میں جو بات بیان کی گئی یہ فرعون کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام پر الزامِ محض ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ
رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸
وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ
وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ
مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

وہ (جادوگر) کہنے لگے: یقیناً ہم اپنے رب کی طرف واپس جائیں گے ﴿۱۲۵﴾ اور تو (اے فرعون!) ہمارے ساتھ صرف اس لیے دشمنی رکھتا ہے کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے پاس آگئیں تو ہم اس پر ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! آپ ہم کو صبر کی توفیق عطا فرمائیے اور آپ ہم کو مسلمان ہونے کی حالت [۱] میں وفات دیجیے ﴿۱۲۶﴾ اور فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے: (اے فرعون!) کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو (یوں ہی کھلا) چھوڑ رہا ہے کہ وہ ملک میں فساد پھیلاتے رہیں اور وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو نظر انداز کرتے رہیں [۲]؟ فرعون نے کہا: (ایسے ہی تھوڑے چھوڑیں گے) عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کردیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ (باقی) رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم کو ان پر پورا قابو حاصل ہے ﴿۱۲۷﴾ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: تم اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور تم صبر کرو [۳] (اور گھبراؤ مت)، یقین رکھو! زمین (اصل میں) تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس (زمین) کا مالک بناتے ہیں اور آخر میں بھلائی تو تقویٰ والوں کے لیے ہی ہوگی [۴] ﴿۱۲۸﴾

---

① ایذاؤں پر بے صبری نہ ہو اور واپس کفر میں نہ جاوے۔
② یعنی سرداروں نے [چمچوں نے] یوں مطالبہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ پر پابندی لگاؤ۔
③ طبیعت کے خلاف باتوں پر صبر کرو، خود کو قابو میں رکھو، اس وقت بھارت بھر میں مسلمانوں کو اس آیت پر خوب دھیان دے کر عمل کرنا ہے۔ ④ مسلمان واقعی اللہ تعالیٰ کے متقی بندے بن جائے تو اللہ تعالیٰ حکومت ان کو عطا فرمادیں گے۔ یہ کوئی انتخابی مہم نہیں ہے کہ جس کے ذریعے اپنے کسی لیڈر کو منتخب کیا جاسکے۔

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ
عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾ ع ۱۵ ۳
وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاِذَا
جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ
اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾

بنی اسرائیل کہنے لگے: (اے موسیٰ!) آپ کے ہمارے پاس تشریف لانے سے پہلے اور آپ کے ہمارے پاس تشریف لانے کے بعد (بھی) ہم کو ستایا گیا①، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یقین ہے کہ تمھارے رب تمھارے دشمن کو ہلاک کر دیوے اور (فرعونیوں کی جگہ پر) تم کو زمین (یعنی ملک) کا خلیفہ (یعنی مالک) بنا دیوے، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) دیکھیں گے کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو②؟ ﴿۱۲۹﴾

اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالیوں میں اور پھلوں (یعنی پیداوار) کی کمی میں مبتلا کیا③؛ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿۱۳۰﴾ سو جب ان (فرعونیوں) کے پاس اچھے حالات آئے تو وہ کہنے لگے کہ: یہ تو ہمارا حق ہے④ اور اگر ان پر برے حالات (یعنی مصیبت) پہنچ گئے تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتانے لگے، سن لو (یہ تو) خود ان کی ہی نحوست تھی جو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی⑤؛ لیکن ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ﴿۱۳۱﴾

① بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کے واقعات دو مرتبہ پیش آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے زمانہ میں، پھر نبوت کے زمانہ میں، اگرچہ دونوں مرتبہ کے مقاصد الگ الگ تھے۔

② حکومت ملنے پر اس کے صحیح تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے اور انصاف عام کرنا چاہیے۔

③ شہروں میں پھلوں کی کمی اور دیہات میں غلوں کی کمی۔

④ (دوسرا ترجمہ) یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہیے تھا۔ ان کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر برے حالات آئے تو کفر اور برے حالات سے وہ لوگ توبہ کرنے تیار نہیں ہوئے؛ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ توحید کو انھوں نے برے حالات کا سبب بتلایا، یہ نہایت گندا پروپیگنڈا تھا۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) ان کی اس نحوست کا سبب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۟ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ

اور وہ (فرعونی لوگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہتے تھے: تم ہم پر جادو چلانے کے لیے کیسی بھی (عجیب) نشانی لے آؤ؛ لیکن ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ① ﴿۱۳۲﴾ سو (جب فرعونی لوگوں نے ایسی شرارت اپنائی تو) ہم نے ان پر (پانی) طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں ② (یا گھن کے کیڑے) اور بہت سارے مینڈک اور خون (عذاب کے طور پر) بھیجا، (آیت میں ذکر کردہ) یہ سب (عذاب کی) الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ گنہگار لوگ تھے ﴿۱۳۳﴾ اور جب بھی کوئی عذاب ان پر آپڑتا تو وہ (فرعونی لوگ) کہتے کہ: اے موسیٰ! اس (اللہ تعالیٰ) کا جو عہد تمھارے پاس ہے ③ اس کا واسطہ دے کر تم ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو ④،

① یہ آخری درجے کی ضد ہٹ دھرمی کہی جاتی ہے۔ ② "قُمَّل" سے مراد: ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ وہ کیڑا مراد ہے جو اناج میں پیدا ہو کر اس کو خراب کر دیتا ہے (اردو میں اس کو سُرسُری کہتے ہیں) انھی سے ایک روایت ہے کہ اس سے وہ چھوٹی ٹڈی مراد ہے جس کے پر نہیں ہوتے اور وہ بھی غلہ کو گھن لگا دیتی ہے، مجاہدؒ، عکرمہؒ، اور قتادہؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ: "جوں" کی طرح ایک کیڑا ہوتا ہے جو اونٹوں میں ہلاکت پیدا کرتا ہے اور راغب اصفہانیؒ کہتے ہیں کہ: اس سے مراد وہ چھوٹی مکھی ہے جو انسانی صحت کے لیے بے حد مضرت رساں ہے۔

قُمَّل: عربی میں عام طور پر "جوں" کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قمل ان سب معانی کے لیے مستعمل ہے؛ اس لیے ان تمام اطلاقات کی تطبیق کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر یہ عذاب نازل فرمایا کہ انسانوں پر جوئیں مسلط فرما دیں، ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں مکھیوں کو پھیلا دیا، ان کے جانوروں میں ہلاک کرنے والا کیڑا پیدا کر دیا اور ان کے اناج اور غلہ میں گھن لگا کر خراب کر دینے والی سرسری کی تباہی پھیلا دی اور ان سب مہلک کیڑوں کو قرآن کے اعجاز نے "قمل" کی وسیع تعبیر میں بیان فرما دیا ہے۔

③ مراد نبوت کے عہد کے واسطے سے دعا کرو، یا اللہ تعالیٰ کا ہر نبی سے عہد ہوتا ہے کہ قوم کے لوگ نافرمانی سے توبہ کر لیویں اور ایمان لے آویں تو عذاب دور کر دیا جاتا ہے۔ ④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو (دعا کا) جو (مؤثر طریقہ) بتلایا ہے (اس کے مطابق) تم ہمارے لیے دعا کرو۔ فائدہ: معلوم ہوا کہ کسی کے واسطے سے دعا کر سکتے ہیں۔

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۳۴ فَلَمَّا كَشَفْنَا
عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۱۳۵ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝۱۳۶ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا
يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ

واقعۃً اگر تم نے ہم سے عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے اور ہم تمھارے ساتھ بنی
اسرائیل کو ضرور بھیج دیں گے ① ﴿۱۳۴﴾ سو جب ہم نے ان پر سے عذاب اتنی مدت تک کے لیے
ہٹا دیا جس (مدت) تک ② وہ پہنچنے ہی والے تھے تو اسی وقت وہ (عہد) توڑ دیتے تھے ﴿۱۳۵﴾
آخر میں یہ ہوا کہ ہم نے ان سے (پورا) بدلہ لیا تو ہم نے ان کو سمندر میں ڈبو دیا؛ اس لیے کہ انھوں
نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے بالکل غافل ہو گئے تھے ③ ﴿۱۳۶﴾ اور جن لوگوں کو
کمزور سمجھا جاتا تھا ④ ہم نے ان کو ملک ⑤ کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا مالک بنا دیا جس
(ملک) میں ہم نے برکت رکھی تھی اور تمھارے رب کا نیکی کا وعدہ (یا خیر کا کلمہ) بنی اسرائیل کے حق
میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوا،

---

① یعنی غلامی سے آزاد کر دیں گے۔

② اس مدت سے مراد غرق کے ذریعہ موت تک کی مدت مراد ہے یا ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت کے آنے تک کا وقت مراد ہے یعنی اتنی مدت میں بھی وعدہ توڑ کر نافرمانی کرنے لگتے؛ حالاں کہ مصیبت آتی اس وقت وہ پکا وعدہ کرتے کہ ہم آئندہ نافرمانی نہیں کریں گے۔

③ یعنی کافروں کے ہر گروہ پر عذاب نازل ہونے کا اللہ کے علم میں ایک مقررہ وقت اور معین مدت ہے؛ اس لیے اس مدت سے پہلے جو ڈھیل دی جاتی ہے اس سے غفلت میں نہ پڑے۔

④ (دوسرا ترجمہ) ان لوگوں کو جو کمزور کر دیے گئے تھے یعنی بنو اسرائیل۔

⑤ ملکِ شام یا خود مصر مراد ہے؛ چونکہ نیل جو جنتی نہر ہے اس کی برکتیں ہیں، غرقِ فرعون کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ مصر آئے یا جہاں تھے وہاں سے مصر پر حکومت چلائی۔

وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا
كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ
اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۲

اور فرعون اور اس کی قوم نے جو کچھ بنایا تھا اور جو اونچا چڑھا رکھا تھا[1] ان سب کو ہم نے برباد کر ڈالا ﴿۱۳۷﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کرادیا تو وہ ایسی قوم کے پاس سے گذرے جو اپنے بتوں کو پوجنے میں لگے ہوئے تھے، تو وہ (بنی اسرائیل) بولے: اے موسیٰ! ہمارے لیے (بھی ایسا ہی) دیوتا (معبود) مقرر کردیجیے جیسے کہ ان لوگوں کے دیوتا ہے، تو موسیٰ (علیہ السلام) نے (جواب میں) کہا: واقعی تم تو بڑے جاہل لوگ ہو[2] ﴿۱۳۸﴾ یقیناً یہ لوگ جن (بتوں کی پرستش) میں لگے ہوئے ہیں وہ تو برباد ہونے والے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ کررہے ہیں وہ سراسر باطل (یعنی بے بنیاد) ہے ﴿۱۳۹﴾ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میں تمھارے لیے کوئی (دوسرا) معبود تلاش کروں؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (تمام) عالموں پر فضیلت دی ﴿۱۴۰﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے بچالیا، وہ تم کو بہت بری تکلیف پہنچاتے تھے، تمھارے بیٹوں کو قتل کردیتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ (باقی) رکھتے تھے، اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے (تمھارے لیے) بڑی آزمائش تھی ﴿۱۴۱﴾

---

① یعنی اونچے مکانات بنوائے تھے اور اونچے درخت اور بیلیں چڑھا رکھی تھی۔

② معبود مقرر کرنا اور اپنی عبادت کے لیے کسی کو طے کرنا بنی اسرائیل نے اپنا ذاتی اختیار سمجھا، یعنی انسان خود اپنے لیے معبود کا انتخاب کرے، یہ بہت بڑی غلطی تھی؛ اسی لیے انھوں نے کہا ''اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ''؛ حالاں کہ معبود کسی کے مقرر کرنے سے مقرر نہیں ہوتے، خالق، مالک، اللہ، وہی معبود ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ
وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا
تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا① اور ہم نے ان میں دس راتیں ملا کر چالیس پورا کیا، سو (اس طرح) ان (موسیٰ علیہ السلام) کے رب کا چالیس راتوں کا وعدہ پورا ہو گیا اور (طور پر جاتے وقت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میری قوم میں تم میرے خلیفہ (یعنی نائب) بن کر رہو اور اصلاح کرتے رہو اور تم فساد کرنے والے لوگوں کے راستے پر مت چلنا② ﴿۱۴۲﴾ اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے مقرر کیے ہوئے (چلّے کے) وقت پر پہنچے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ (اپنا جمال) مجھے دکھا دیجیے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم (دنیا میں رہتے ہوئے ان کمزور آنکھوں سے) مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے؛ لیکن تم پہاڑ③ کی طرف دیکھو، سو اگر وہ (پہاڑ) اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھے دیکھ لوگے، سو جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلّی ڈالی④ تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے،

① رات کے ذکر کی حکمت: روزہ اگرچہ دن میں ہوتا ہے؛ لیکن رات کی تخصیص قاضی بیضاویؒ کے قول کے مطابق صومِ وصال کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے، جو نبیوں کے لیے جائز ہوتا ہے اور دوسروں کے لیے نہیں۔

② حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے وقت اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا کر گئے۔ معلوم ہوا کہ اصل ذمہ دار جب کسی کو نائب بنائے تو ہدایات اور کام کرنے کے طور وطریق کی رہنمائی بھی کرے۔

③ اس پہاڑ کا نام "زبیر" تھا۔ (حاشیہ جلالین)

④ (دوسرا ترجمہ) موسیٰؑ کے رب نے پہاڑ پر اپنی شان کے مطابق ظہور فرمایا۔

فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۱۴۳ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّیْ
اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝۱۴۴
وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ
وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ۝۱۴۵ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِیَ
الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ
يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ

پھر جب ان کو ہوش آیا تو بولے: (اے اللہ!) آپ تو پاک ہیں، میں آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔ ﴿۱۴۳﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! یقیناً میں نے اپنے پیغام (یعنی نبوت دے کر) اور اپنے کلام کے ذریعے سے تم کو لوگوں پر خاص امتیاز دیا، سو جو چیز (یعنی نبوت اور تورات) میں نے تم کو دی اس کو تم لے لو (یعنی عمل کرو) اور تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ ﴿۱۴۴﴾ اور ہم نے ان کے لیے تختیوں میں ① ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی (ضروری) تفصیل لکھ دی تھی، سو (اے موسیٰ!) اس کو تم مضبوطی سے پکڑو ② اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ اس کی بہترین باتوں پر عمل کریں ③، میں عنقریب تم کو فاسقوں کا گھر دکھلاؤں گا ④ ﴿۱۴۵﴾ جو لوگ زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں ان لوگوں کو میں اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا ⑤، اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں گے تو بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں گے تو بھی وہ اس کو اپنا راستہ نہیں بنائیں گے ⑥

① دس یا سات یا دو تختیاں تھیں، سبز، زمرد یا ٹھوس پتھر یا جنت کی بیری کی خشک لکڑی کی بنی ہوئی تختیاں تھیں۔
② یعنی خود بھی عمل کرو اور تبلیغ بھی کرو۔ ③ ہر ایک حکم اور بات عمدہ ہی تھی۔
④ مصر اور شام پر غلبہ ہوگا اس کی اس میں خوش خبری ہے۔
⑤ پھیرنے کا مطلب: (۱) یعنی آیت میں وہ غور وفکر نہیں کر سکیں گے۔ (۲) احکام ماننے سے دور رکھا جائے گا۔
⑥ یعنی اس کو اپنا کر عمل نہیں کریں گے۔

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ ع

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۚ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾

اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں گے تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں گے (اور عمل کرنے لگیں گے)، یہ اس واسطے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے ﴿۱۴۶﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے اعمال برباد ہوگئے، جو کام وہ لوگ کرتے تھے اسی کا بدلہ ان کو دیا جائے گا۔ ﴿۱۴۷﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان (کے طور پر جانے) کے بعد اپنے زیورات (کو پگھلا کر اس) میں سے ایک بچھڑا بنایا① جو محض ایک مجسمہ تھا②، اس میں بیل جیسی آواز تھی، کیا انھوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرسکتا اور ان کو کوئی (دین ودنیا کا) راستہ بھی بتا نہیں سکتا، انھوں نے اس (بچھڑے) کو معبود) بنالیا اور وہ لوگ ظلم کرنے والے تھے ﴿۱۴۸﴾ اور جب وہ (بنی اسرائیل) اپنے کیے (ہوئے کام) پر پچھتانے لگے اور وہ سمجھ گئے کہ یقیناً وہ گمراہ ہوگئے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہیں کیا اور ہم کو معاف نہیں کیا تو ہم ضرور نقصان میں پڑ جائیں گے ﴿۱۴۹﴾

① یہ بچھڑا سامری نے بنایا تھا، اس کا مفصل تذکرہ سورۂ طٰہٰ میں آئے گا۔

② حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، قتادہؒ، اور حضرت حسنؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ وہ سچ مچ گوشت پوست کا جیتا جاگتا بچھڑا بن گیا تھا، اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ وہ سونے ہی کا تھا؛ مگر جان اس میں آئی تھی۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ
اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ
الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸
اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ
وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) بڑے غصے اور افسوس (یعنی رنج) کی حالت میں اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے (اپنی قوم سے) کہا: تم نے میرے (جانے کے) بعد میری بہت بُری نیابت (یعنی جانشینی) کی ① تم نے اپنے رب کے حکم میں کیوں جلدی کی ②؟ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (جلدی میں ایک طرف) تختیاں رکھ دیں اور اپنے بھائی (ہارون علیہ السلام) کے سر (کے بال) کو پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے، بھائی (ہارون) نے کہا کہ: اے میری ماں کے بیٹے ③! یقینی بات ہے کہ ان لوگوں نے مجھے کمزور (یعنی بے حیثیت) سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھ کو مار ہی ڈالتے، سو تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے (یعنی خوش ہونے) کا موقع نہ دے اور تو مجھ کو ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ شمار نہ کر ④ ﴿۱۵۰﴾ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! آپ مجھ کو اور میرے بھائی کو معاف کردیجیے اور ہم کو اپنی (خاص) رحمت میں داخل کرلیجیے اور آپ تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۵۱﴾

یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا عنقریب ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب اور دنیا کی زندگی میں (ہی) ذلت آپڑے گی، اور بہتان باندھنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں ﴿۱۵۲﴾

① یعنی میری غیر حاضری میں جانشینی کا حق ادا نہیں ہوا۔ ② (دوسرا ترجمہ) تم لوگوں نے اپنے رب کے حکم (کے آنے سے پہلے) کیوں جلدی کر ڈالی؟۔ ③ ماں کا نام دینے میں شفقت کو متوجہ کرنا ہے۔

④ یعنی میرے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیجیے جس سے دشمن خوش ہو اور مجھ کو گمراہوں کے ساتھ نہ سمجھیے۔ عام طور پر جس سے ناراضگی ہوتی ہے اس پر کچھ حالات آتے ہیں تو انسان خوش ہوتا ہے؛ حالاں کہ یہ بہت بری عادت ہے۔

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا ؗ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور جن لوگوں نے برے کام کیے، پھر ان (گناہوں) کے بعد توبہ کرلی اور وہ ایمان لے آئے، تو یقیناً اس (توبہ) کے بعد تمھارے رب بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۵۳﴾ اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو انھوں نے (تورات کی) تختیاں اٹھالیں، اور ان میں جو باتیں لکھی تھیں ان میں ہدایت اور رحمت تھی ایسے لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ﴿۱۵۴﴾ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو چن لیا: ہمارے وعدے کے وقت (پر طور پر لانے) کے لیے، پھر جب ان (ستر آدمیوں) کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: اے میرے رب! اگر آپ چاہتے تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی ہلاک کر ڈالتے، کیا آپ ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کے کام کی وجہ سے ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ وہ (واقعہ) تو آپ کی طرف سے صرف (ایک) امتحان (یعنی آزمائش) ہے، آپ اس کے ذریعے جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اور آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، آپ ہماری مدد کرنے والے ہیں، سو آپ ہم کو معاف کر دیجیے اور ہم پر رحم کیجیے اور آپ معاف کرنے والوں میں سب سے اچھے معاف کرنے والے ہیں ﴿۱۵۵﴾

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ
يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

اور ہمارے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی لکھ دیجیے [1] اور آخرت میں بھی (بھلائی لکھ دیجیے۔ اسی مقصد کے لیے) ہم آپ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں [2] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنا عذاب میں جس پر چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں [3] اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، سو اس کو میں (خاص طور پر) ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو (مجھ سے) ڈرتے ہیں [4] اور وہ زکوۃ دیتے رہتے ہیں، اور وہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ﴿۱۵۶﴾ جو لوگ اس رسول نبی امی [5] کی بات پر چلتے ہیں جن (کے تذکرہ) کو اپنے پاس موجود تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو (رسول) ان کو اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور ان کو بری باتوں سے روکتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں [6] اور گندی (ناپاک) چیزوں [7] کو ان پر حرام کرتے ہیں،

---

① یعنی دنیا میں بھی ہمارے دینی حالات اچھے رہے ایسا مقدر کر دیجیے۔
② (دوسرا ترجمہ) اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی مقرر کر دیجیے اور آخرت میں ہم نے آپ کی طرف رجوع کیا۔
③ گناہ کرنے والے بے ایمان قصور واروں کو اللہ کا عذاب پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ظلم ہرگز نہیں ہے کہ بے گناہ بے قصوروں کو بھی سزا ہو جائے۔ ④ (دوسرا ترجمہ) جو (نافرمانی سے) بچتے ہیں۔
⑤ حضور ﷺ کے لیے امی لفظ استعمال ہوا؛ اس لیے اس کا مناسب مفہوم یہ ہے: جنھوں نے دنیا میں کسی انسان سے تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ ⑥ (۱) نبی کریم ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق حلت وحرمت کو بیان فرمائیں گے (۲) پاکیزہ چیزیں جو نافرمانی کی سزا میں توریت میں بنی اسرائیل کے لیے حرام کر دی گئی تھیں، جیسے: چربی اور اونٹ کا گوشت، ان چیزوں کے حلال ہونے کا اعلان فرمایا (۳) جو چیزیں اہلِ جاہلیت نے خود اپنے لیے خود کے طور پر حرام قرار دے رکھی تھیں، جیسے: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام؛ ان کو حلال بتایا۔ ⑦ جیسے خون، شراب، خنزیر، مردار، سود، رشوت۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ

وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠

اوران کے (سخت احکام کے) وہ بوجھ ① اور پابندیاں جوان پر چلی آرہی تھیں ② ان کو ان سے دور کرتے ہیں ③ سو جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لاتے ہیں اور اس (رسول) کی حمایت (یعنی تعظیم) کرتے ہیں اور اس (رسول) کی مدد کرتے ہیں اور جو نور (یعنی قرآن) اس (رسول) کے ساتھ اتارا گیا اس پر وہ چلتے ہیں ④ وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ﴿۱۵۷﴾

(اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکومت ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ (اللہ تعالیٰ) زندگی دیتے ہیں اور موت دیتے ہیں،

---

① اِصر: وہ سخت بوجھ جو آدمی کو حرکت کرنے سے روک دے۔ غُل: اس ہتھکڑی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے مجرم کے ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے، اور وہ بالکل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ ''اغلال'' غل کی جمع ہے۔ اصر اور اغلال سے مراد وہ احکامِ شاقہ اور دشوار واجبات ہیں جو اصل دین میں مقصود نہ تھے؛ مگر بنی اسرائیل پر بطورِ سزا واجب اور لازم کردیے گئے تھے۔

② پچھلی امتوں پر سخت احکام تھے جیسے کہ: (۱) توبہ قبول ہونے کے لیے قتل کیے جانے کا ضروری حکم (۲) گناہ کرنے والے عضو کو کاٹ ڈالنے کا حکم (۳) قتل عمداً ہو یا خطاءً؛ ہر حال میں قصاص کا وجوبی حکم (۴) دیت لینے دینے کی ممانعت (۵) سنیچر کے دن کوئی دنیوی کام نہ کرنے کا حکم (۶) گرجا کے علاوہ کہیں اور کسی جگہ نماز کی ادائیگی نہ ہونے کا حکم (۷) کپڑا ناپاک ہوجائے تو اس کو کاٹ دیا جائے، پانی سے دھونا کافی نہیں (۸) غنیمت کا مال استعمال نہیں کرسکتے (۹) سنیچر کے دن شکار کی ممانعت۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے سخت احکام تھے جو طوق کی طرح یہودیوں کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے اس طرح کے سخت احکام حضور ﷺ کی برکت سے اس امت کے لیے آسان کردیے گئے۔ (۱۰) وہ رسم ورواج جو انسان کی گردن میں ایک بیڑی کی طرح ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کے رسم ورواج کی اصلاح فرمائی۔

③ گویا حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت بابرکت نے ایسے مشکل احکام سے انسانیت کو نجات دلوائی۔

④ یعنی اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ۝۱۵۸ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۝۱۵۹ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ
عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ
وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝۱۶۰

سو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے اس رسول نبی امی پر-جس کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام کلاموں (یعنی کتابوں) پر ایمان رکھتا ہے-تم ایمان لاؤ اور تم اس (رسول نبی امی) کی بات مان لو؛ تا کہ تم لوگ ہدایت پر آجاؤ① ﴿۱۵۸﴾ اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی (بھی) ہے جو (لوگوں کو) حق کا راستہ بتاتی ہے اور وہ اس (حق) کے مطابق انصاف کرتے ہیں (جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے) ﴿۱۵۹﴾ اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو بارہ خاندانوں میں الگ الگ جماعت (کی شکل) میں تقسیم کر دیا تھا اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے اس (موسیٰ علیہ السلام) سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ تم اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، سو (مارتے ہی) اس (پتھر) میں سے بارہ چشمے (پھوٹ کر) بہنے لگے، (بنی اسرائیل کے) ہر خاندان کو اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم ہوگئی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ہم نے ان پر من اور سلویٰ اتارا (ہم نے یہ حکم دیا) کہ جو پاکیزہ روزی ہم نے تم کو دی ہے تم اس میں سے کھاؤ اور انھوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا؛ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ﴿۱۶۰﴾

① نبی کی اتباع کی برکت سے کامل ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ

وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا نَّغۡفِرۡ لَـكُمۡ خَطِيۡٓـئٰتِكُمۡ ‌ؕ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ

ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِىۡ قِيۡلَ لَهُمۡ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ ع ۵ ج

وَسۡـئَلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ‌ۘ اِذۡ يَعۡدُوۡنَ فِى السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ

حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّيَوۡمَ لَا يَسۡبِتُوۡنَ‌ ۙ لَا تَاۡتِيۡهِمۡ‌ ۛۚ كَذٰلِكَ‌ ۛۚ نَبۡلُوۡهُمۡ

بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾ النصف

اور جب ان (بنی اسرائیل) سے کہا گیا کہ: تم اس بستی (قدس یا اریحا) میں (جا کر) رہو اور اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ، اور حطۃ کہو (یعنی اے اللہ! آپ ہم کو معاف کر دیجیے)① اور تم (بستی کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے (یعنی جھکتے ہوئے) داخل ہونا تو ہم تمھارے گناہوں کو معاف کر دیں گے، ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے② ﴿۱۶۱﴾ سو ان میں سے جو لوگ ظالم تھے انھوں نے ان سے جو بات کہی گئی تھی اس کو دوسری بات سے بدل دیا، سو وہ لوگ جو ظلم کرتے تھے اس کی وجہ سے ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا ﴿۱۶۲﴾

اور (اے نبی!) تم ان (یہودیوں) سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی، جب وہ سنیچر کے دن کے بارے میں حد سے آگے بڑھنے لگے، جب ان کا سنیچر کا دن ہوتا تو ان کی مچھلیاں پانی پر (اچھل اچھل کر) ان کے سامنے آتی تھیں اور جب سنیچر کا دن نہیں ہوتا تو ان کے سامنے نہیں آتی تھیں③، اسی طرح ہم ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آزماتے تھے ﴿۱۶۳﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) ہمارے گناہ جھاڑ دیجیے؛ یعنی اتار دیجیے۔ یا معنی معلوم نہیں صرف لفظ بلوانا تھا۔
② اس آیت میں قولی و عملی ادب بتلائے گئے ہیں۔
③ اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کو بھی اوقات اور دنوں کی تعیین کا شعور عطا فرمایا تھا۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ
قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ
عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا
عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ ①: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب دینے والے ہیں؟ تو (نصیحت کرنے والوں نے) جواب دیا: اس لیے کہ تمھارے رب کے سامنے ہم اپنی ذمے داری سے سبک دوش ہو جائیں② اور شاید کہ وہ لوگ (نافرمانی سے) بچنے لگے ﴿۱۶۴﴾ سو جو نصیحت ان کو کی گئی تھی جب وہ اس کو بھول گئے③، تو برائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچا لیا اور ظالموں کو جو نافرمانی وہ کرتے تھے اس کی وجہ سے ہم نے سخت عذاب میں پکڑ لیا ﴿۱۶۵﴾ سو جس (برے کام) سے ان کو روکا گیا تھا جب وہ اس میں حد سے آگے بڑھ گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ: تم ذلیل بندر بن جاؤ ﴿۱۶۶﴾ اور جب تمھارے رب نے اعلان کر دیا تھا④ کہ قیامت کے دن تک ہم ان پر ضرور ایسے شخص کو مسلط کرتے رہیں گے جو ان کو (شدید) بری سزا دیتا رہے⑤، یقیناً تمھارے رب تو جلدی سزا دینے والے ہیں، اور وہ یقیناً بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۶۷﴾

---

① یعنی اس جماعت نے جو خود تو سنیچر کو مچھلی کا شکار نہیں کرتے تھے دوسری جماعت کو جو نصیحت کا کام کرتے تھے ان سے کہا۔
② یعنی کام کی ذمہ داری ادا ہو جاویں۔ ③ یعنی نصیحت چھوڑ دی، عمل نہیں کیا۔ ④ (دوسرا ترجمہ) خبر کر دی۔
⑤ بنی اسرائیل پر ان کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں لمبے زمانے سے اللہ کی طرف سے سخت سزا دینے والے، ذلیل کرنے والے حکمران مسلط ہوتے رہتے ہیں اور اگر ظاہر میں کہیں ان کی حکومت نظر آئی ہے تو وہ کسی دوسرے کی پشت پناہی کا نتیجہ ہے۔

وَقَطَّعۡنٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا ۚ مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ یَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰی وَیَقُوۡلُوۡنَ سَیُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ یَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ یَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ یُؤۡخَذۡ عَلَیۡهِمۡ مِّیۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا یَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِیۡهِ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴿۱۶۹﴾

اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو زمین میں الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کر دیا① ان میں سے بعض نیک لوگ بھی تھے اور ان میں سے دوسری طرح کے (برے) لوگ بھی تھے اور ہم نے ان کو اچھے اور برے حالات کے ذریعے آزمایا تھا؛ تاکہ وہ باز آجائیں② ﴿۱۶۸﴾ پھر ان کے بعد ان کی جگہ پر ایسے برے نائب آئے جو کتاب (یعنی تورات) کے وارث تو بنے③؛ لیکن وہ (احکام کے بدلے میں) اس ادنی زندگی کا سامان سمیٹتے ہیں④ اور وہ (اس گناہ کو معمولی سمجھتے ہوئے یوں) کہتے ہیں کہ: ہماری تو بخشش ہو جائے گی اور اگر ان کے پاس اس جیسا دوسرا سامان آجائے⑤ تو اس کو بھی لے لیتے ہیں⑥ کیا ان سے (تورات) کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ کے سوا اور کچھ نہیں بولیں گے؟ اور اس (تورات) میں جو (کچھ لکھا) ہے اس کو انھوں نے پڑھ بھی لیا ہے اور آخرت کا گھر جو لوگ ڈرتے ہیں ان کے لیے بہتر ہے، پھر بھی کیا تم لوگ سمجھتے نہیں ہو؟ ﴿۱۶۹﴾

① (دوسرا ترجمہ) متفرق کر دیا۔ ② نافرمانی، شرارت، آخری کتاب اور آخری نبی کی مخالفت سے باز آجائے۔

③ یعنی تورات کا علم حاصل کیا۔ ''خلف'' خلافت سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے: قائم مقام ہونا، لفظِ خلف لام کے سکون کے ساتھ برے خلیفہ کے لیے مستعمل ہے جو بڑوں کے طرز اور عمل کے خلاف برائیوں میں مبتلا ہو جائے، اور لام کے فتحہ کے ساتھ نیک اور قابل خلیفہ کے لیے، جو بڑوں کے نقشِ قدم پر چلے اور ان کے مقصد کی تکمیل کرے

④ ذلیل دنیا کا سامان جمع کرنا ان کا مقصد حیات بن گیا ہے۔

⑤ آیت میں لفظ ''عرض'' آیا ہے۔ (۱) سامان کا معنی ہے۔ دنیا کا سامان چاہے کتنا زیادہ ہو وہ عارضی ہے، یہ سمجھ میں آرہا ہے۔ (۲) ''عارض'' یا دل اس کا وجود جلد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

⑥ یعنی ندامت نہیں ہوتی تھی اور مزید کی کوشش جاری رکھتے۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ وَاِذْ
نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ
وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ع ۹
وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ

اور جو لوگ (تورات) کتاب کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں① اور نماز کی پابندی بھی کرتے ہیں تو ہم اصلاح کرنے والوں کی نیکی ضائع نہیں کریں گے ﴿۱۷۰﴾ اور جب ہم نے ان (بنی اسرائیل) پر پہاڑ کو اس طرح اٹھایا تھا جیسے کہ وہ کوئی چھت (یعنی سائبان) ہو اور ان (بنی اسرائیل) کو ایسا گمان (ڈر) ہو گیا تھا کہ وہ (پہاڑ) ان پر گرنے ہی والا ہے (اور کہا گیا کہ) جو (حکم) ہم نے تم کو دیا ہے اس کو تم مضبوطی سے پکڑ لو اور اس میں جو باتیں ہیں ان کو یاد رکھو②؛ تا کہ تم تقویٰ والے بن جاؤ ﴿۱۷۱﴾

اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب تمھارے رب نے آدم (علیہ السلام) کی اولاد کی پشتوں میں سے ان کی (تمام) اولادوں کو نکالا تھا اور ان کو خود انہی کی ذات پر گواہ بنایا تھا (اور پوچھا تھا) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ تو سب (لوگوں) نے کہا: کیوں نہیں (واقعی آپ ہمارے رب ہیں)③، ہم سب (اس بات کی) گواہی دیتے ہیں،

① ہر آسمانی کتاب کو (جو منسوخ نہ ہو) اس پر کامل عمل کرنا ہے، اب اس آخری زمانہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اس کتاب پر کامل طور پر عمل کرنا مراد ہے۔ ② یعنی دھیان دو اور پورا عمل کرو۔

③ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ایسی صحیح سلامت طبیعت، مزاج، فطرت لے کر آتا ہے کہ، اُس کی طبیعت سچی بات قبول کرنے لیے تیار ہوتی ہے، اگر باہر کا کوئی گندا اثر نہ پڑے تو وہ سیدھی سادی عقل اور صحیح سلامت سمجھ کے ذریعے دینِ اسلام پر آگے بڑھ کر سچا پکا مسلمان بنتا ہے؛ لیکن عام طور پر غلط ماحول، غلط ماں باپ اور غلط لوگوں کی دوستی اسلامی مزاج سے دور کر دیتی ہے اور آدمی اسلام سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی بات معلوم ہوئی کہ انسان کو ایسے اسباب سے بچنا چاہیے جو سچی بات قبول کرنے کی اس کی صلاحیت کو کمزور یا بالکل ختم کر دے، ایسی چیز خاص طور پر بری دوستی اور غلط عقیدہ مصنفین کی کتابوں کو پڑھنا، اور آج کے زمانے میں غلط عقائد والوں کی ویب سائٹ دیکھنا اور ان کی کلپ سننا، یہ بھی انسان کو صحیح راستہ سے غلط راستہ کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہے، اس سے بہت بچنا چاہیے۔

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝١٧٢ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ
قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝١٧٣ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝١٧٤ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا
فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝١٧٥ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى
الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ

(یہ اقرار اس لیے لیا) تاکہ تم قیامت کے دن ایسا نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس (توحید) کی بالکل خبر ہی نہیں تھی ﴿۱۷۲﴾ یا تم کہیں ایسا نہ کہنے لگو کہ: شرک تو (اصل میں) ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں نے کیا تھا① اور ہم تو ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد (پیدا ہوئے) تھے، تو کیا ان غلط کام کرنے والوں کے کاموں کی وجہ سے آپ ہم کو ہلاک کردو گے؟ ﴿۱۷۳﴾ اور اسی طرح ہم نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں؛ اور تاکہ وہ (شرک، کفر اور نافرمانی سے) باز آجائیں ﴿۱۷۴﴾ اور (اے نبی!) تم ان لوگوں کو اس آدمی کا واقعہ پڑھ کر سنادو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا کیں②؛ پھر وہ (ان کو) چھوڑ کر اس میں سے نکل گیا③ تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا، سو وہ گمراہ لوگوں میں سے ہوگیا ﴿۱۷۵﴾ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان (آیتوں پر عمل) کے ذریعے سے اونچے مرتبے والا کردیتے؛ لیکن وہ ہمیشہ زمین کی طرف مائل ہوگیا④ اور وہ اپنی خواہش پر چلتا رہا تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر تو اس پر بوجھ ڈالے⑤ تو بھی وہ ہانپنے لگتا ہے اور اگر تو اس کو (ایسے ہی) چھوڑ دیوے تو بھی ہانپنے لگتا ہے،

---

① یعنی اگلے لوگ جو شرک کو جاری کرنے والے تھے وہ اصلی مجرم ہیں۔
② مراد: دینی احکام کا علم۔ "لرفعنٰہ" سے معلوم ہوا کہ اللہ کی آیتوں پر عمل دنیا آخرت میں بلندی کا ذریعہ ہے۔
③ جو شخص آیاتِ الٰہیہ کو دنیوی رذیل غرض کے لیے استعمال کرے اس کے لیے علم وبال بنتا ہے۔ قرآن مجید میں کتے اور گدھے کی دو بدترین مثالیں آئی ہیں دونوں دنیا پرست اہلِ علم کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے حفاظت میں رکھے۔
④ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان کا بالواسطہ یا بلا واسطہ زمین ہی سے تعلق ہے، اس لیے "أخلد الی الأرض" کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی زمینی چیزوں کی شہوتوں اور لذتوں کی طرف مائل ہوگیا۔ دوسرا ترجمہ: مگر وہ خود ہی پستی کی طرف مائل ہوگیا۔
⑤ (دوسرا ترجمہ) اس کی حالت کتے جیسی ہے اس کو ڈانٹ دیوے [تیسرا ترجمہ] اس پر حملہ کردیوے۔

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾
سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا
مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫
وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ

یہ (اہلِ مکہ یا بنی اسرائیل) ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا (اے نبی!) تم (ان کو) واقعات سناتے رہو؛ تاکہ وہ غور وفکر سے کام کریں ﴿۱۷۶﴾ ان لوگوں کی مثال (یعنی حالت) بہت بری ہے جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ہیں ﴿۱۷۷﴾ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں سو وہی شخص ہدایت پانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردیں سو وہی لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں ﴿۱۷۸﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جنات اور انسان میں سے بہت ساروں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے[۱] ان کے دل تو ہیں؛ لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں تو ہیں؛ لیکن ان کے ذریعے وہ دیکھتے نہیں ہیں اور ان کے کان تو ہیں؛ لیکن وہ ان کے ذریعے سنتے نہیں ہیں[۲]، یہی لوگ جانوروں کی طرح ہیں؛ بلکہ وہ تو ان (جانور) سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۱۷۹﴾ اور اچھے اچھے نام (سب کے سب خاص) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں؛ لہٰذا تم انہی (ناموں) سے اللہ تعالیٰ کو پکارو، جو لوگ اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اپناتے ہیں[۳] ان کو تم چھوڑ دو،

---

① یعنی ان کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ یہ کافر لوگ دنیا میں آکر اپنے اختیار سے ایسے کام کریں گے جو انہیں جہنم تک لے جائیں گے۔ ② مطلب یہ ہے کہ جس طرح سمجھنا، دیکھنا، سننا چاہیے وہ نہیں کرتے تھے۔

③ الحاد: لغت میں ''میلان، درمیان سے ہٹ جانا''، اصطلاحاً: ''صحیح معنی چھوڑ کر منصوص میں ادھر ادھر کی لغو تاویلات کرنا''۔ اللہ کے ناموں میں الحاد کا مطلب یہ ہے کہ جو نام قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس کا اطلاق اللہ کے لیے کرنا، اسی طرح اللہ کے لیے ثابت ناموں کو نامناسب سمجھ کر چھوڑ دینا۔

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ
كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ
وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾ مَنْ
يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١٨٦﴾

جو کام وہ لوگ کرتے ہیں عنقریب اس کا بدلہ ان کو دیا جائے گا ﴿۱۸۰﴾ اور ہماری مخلوق میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو (دین) حق (یعنی اسلام) کے موافق (لوگوں کو) راستہ دکھاتی ہے اور اسی (حق) کے مطابق وہ انصاف کرتی ہے ﴿۱۸۱﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف) اس طرح پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہیں ہوگی ﴿۱۸۲﴾ اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں، یقین رکھو میری پکڑ تو بڑی مضبوط ہے ﴿۱۸۳﴾ کیا ان لوگوں نے (اتنی سی بات کو بھی) نہیں سوچا کہ ان کے صاحب[1] کو کسی قسم کا جنون نہیں ہے، وہ تو صاف صاف ڈرانے والے ہیں ﴿۱۸۴﴾ کیا انھوں نے آسمان اور زمین کی عجیب عجیب چیزوں اور اللہ تعالیٰ نے (دوسری) جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں غور نہیں کیا اور نہ اس بات پر (غور کیا) کہ شاید ان کا (موت کا) مقرر وقت قریب آ پہنچا ہو، سو اس (قرآن) کے بعد کونسی بات (ہے جس) پر وہ ایمان لاویں گے؟ ﴿۱۸۵﴾ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردیویں اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو ان کی شرارت میں چھوڑے رکھتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے رہیں ﴿۱۸۶﴾

---

① حضرت محمد ﷺ جنھوں نے ان کے ساتھ اب تک زندگی گذاری ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ
اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ
حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ
لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ
الْخَيْرِ ۖۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں وہ کب قائم ہوگی؟ (اے نبی!) تم (ان کو) جواب دو کہ: اس کی خبر تو صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی (اللہ تعالیٰ) اس (قیامت) کو اس کے وقت پر ظاہر کریں گے، (قیامت کا واقع ہونا) آسمانوں اور زمین میں بہت بھاری (حادثہ) ہوگا، وہ (قیامت) تمھارے پاس اچانک ہی آئے گی، وہ لوگ تم سے اس طرح سوال کرتے ہیں جیسا کہ تم اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہو① (اے نبی!) تم (ان کو ایسا) کہو: اس (قیامت) کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے؛ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں② ﴿۱۸۷﴾ (اے نبی!) تم (ان سے) کہو: اللہ جتنا چاہے اس کے سوا میں اپنی ذات کے لیے نہ نفع (پہنچانے) کا اور نہ نقصان (دور کرنے) کا اختیار رکھتا ہوں اور اگر میں (تمام) غیب کی باتوں کو جانتا ہوتا تو میں بہت سارے فائدے (اپنے لیے) حاصل کر لیتا اور مجھ کو (کبھی) کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو ایمان والے لوگوں کے لیے صرف ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہی ہوں ﴿۱۸۸﴾

① (دوسرا ترجمہ) آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہو (تیسرا ترجمہ) پورے پورے واقف ہے۔

② اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اسم ذات اللہ اور صفت رب دو چیز لائی گئی، نکتہ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ قیامت کا متعین وقت انسانوں کو نہ بتلانا یہ بھی شانِ ربوبیت ہے؛ ورنہ انسان غافل ہو جاتے۔ اور اسم ذات "اللہ" کو لا کر یہ نکتہ نکل سکتا ہے کہ قیامت کے متعین وقت کا علم اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پاس رکھا، یہ اس کی ذات ذوالجلال کے فیصلۂ کامل کی وجہ سے ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا لِیَسۡکُنَ اِلَیۡہَا ۚ فَلَمَّا
تَغَشّٰہَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِیۡفًا فَمَرَّتۡ بِہٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّہُمَا لَئِنۡ اٰتَیۡتَنَا
صَالِحًا لَّنَکُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰہُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیۡمَاۤ اٰتٰہُمَا ۚ

وہ (اللہ تعالیٰ) جس نے تم کو ایک جان (یعنی آدمؑ) سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کی بیوی (حوّا) کو پیدا کیا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے ①، پھر جب مرد نے اس (عورت) کو ڈھانپ لیا ② تو (شروع میں) اس (عورت) کو ہلکا سا حمل رہ گیا، پھر وہ اس (حمل) کو لے کر (بے تکلف) چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ (حمل والی) عورت (حمل کے بڑا ہونے سے) بھاری ہوگئی تو وہ دونوں (میاں بیوی) اپنے رب ③ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ: اگر آپ ہم کو صحیح سلامت (یعنی مکمل، تندرست، یا مذکر اولاد) اولاد دیں گے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ④ ﴿۱۸۹﴾ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سلامت (یعنی تندرست) بچہ عطا کیا تو وہ دونوں ان کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت میں شریک مقرر کرنے لگے ⑤،

---

① معلوم ہوا کہ بیوی سے مقصود سکون ہے۔

② یعنی جماع کیا۔

③ لفظِ رب صفت یہ بتلا رہی ہے کہ: شوہر، بیوی اور ان کی اولاد ہر ایک کی تربیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

④ یعنی جب حمل قرار پایا تو شروع شروع میں جب تک حمل کا کوئی بوجھ نہ تھا عورت آزادی کے ساتھ چلتی پھرتی رہی، پھر جب حق تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تین اندھیریوں کے اندر اس حمل کی تربیت کر کے اس کو بڑھایا، اور اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا، تو اب ماں باپ فکر میں پڑ گئے اور یہ خطرہ محسوس کرنے لگے کہ: اس حمل سے کیسی اولاد پیدا ہوگی؟ کیوں کہ بعض اوقات انسان ہی کے پیٹ سے عجیب عجیب طرح کی مخلوق بھی پیدا ہو جاتی ہے، بعض اوقات ناقص الخلقت بچہ پیدا ہو جاتا ہے، اندھا یا بہرا یا گونگا یا ہاتھ پیر سے معذور، وغیرہ؛ ان خطرات کے سبب ماں باپ یہ دعائیں مانگنے لگے کہ: یا اللہ! ہمیں صحیح سالم بچہ عنایت فرمائیے۔

⑤ بعض مرتبہ اولاد کے مشرکانہ نام رکھے جاتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام وحوا تو شرک نہیں کر سکتے؛ لیکن بعد میں آنے والی نسل میں جو شرک ہونے والا ہے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا
يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ
بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

سو جو شریک وہ لوگ بناتے ہیں اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت دور ہیں ﴿۱۹۰﴾ کیا وہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) ایسوں کو شریک بناتے ہیں کہ وہ ایک چیز بھی پیدا نہیں کرسکتے اور (بلکہ) وہ خود پیدا کیے گئے ہیں ﴿۱۹۱﴾ اور وہ (بت) نہ ان (کافروں) کی کوئی مدد کرسکتے ہیں اور نہ وہ (بت) اپنی خود کی مدد کرسکتے ہیں ﴿۱۹۲﴾ اور اگر تم ان کو ہدایت (یعنی صحیح راستہ) کی دعوت دو (یعنی پکارو) تو وہ تمھاری بات نہیں مانیں گے ① (بلکہ) تم ان کو بلاؤ یا چپ رہو دونوں باتیں تمھارے لیے برابر ہیں ﴿۱۹۳﴾ یقیناً جن (بتوں) کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کے پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے (اللہ تعالیٰ کے) بندے ہی ہیں، سو تم ان کو پکار کر کے دیکھو اگر تم سچے ہو تو وہ تمھاری پکار کو قبول کریں ② ﴿۱۹۴﴾ کیا ان (بتوں) کے پیر ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہوں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں؟ (اے نبی!) تم کہہ دو: تم اپنے سب شریکوں کو پکارو (یعنی بلاؤ) پھر تم میرے خلاف کوئی سازش (یعنی کارروائی) کرو، پھر مجھے ذرا بھی مہلت مت دو ﴿۱۹۵﴾

---

① تمھارے کہنے پر نہیں چلیں گے۔

② یعنی تمھارے کہنے کے مطابق کردیویں۔

اِنَّ وَلِیِّ ۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى
لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ
وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ

یقیناً وہ اللہ تعالیٰ جنھوں نے کتاب اتاری وہ میری حمایت کرنے والے ہیں اور وہی (اللہ تعالیٰ) نیک لوگوں کی مدد کرتے ہیں① ﴿۱۹۶﴾ اور جن معبودوں کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے، اور وہ خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے ﴿۱۹۷﴾ اور اگر تم ان کو صحیح راستے پر بلاؤ② تو وہ سنیں گے بھی نہیں اور تم ان کو دیکھو گے (تو نظر ایسا آئے گا) کہ وہ تم کو (تاک تاک کر) دیکھ رہے ہیں؛ حالاں کہ (واقعۃً) وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہے ہیں ﴿۱۹۸﴾ درگزر کرنے کی عادت بنالو③ اور نیک کام④ کا حکم کرتے رہو اور جاہلوں کی طرف دھیان مت دو⑤ ﴿۱۹۹﴾ اور اگر (کبھی) شیطان کی طرف سے تم کو کوئی کچوکا لگ جائے⑥ تو اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ مانگ لیا کرو⑦،

---

① اس آیت میں جہاں نبی کی مدد کا وعدہ ہوا وہاں عام مومنین صالحین کی بھی مدد کا اللہ کی طرف سے وعدہ کیا گیا۔ نیز ایک ہی آیت میں اللہ رب العزت کا انبیاء اور صالحین کے مددگار ہونے کا تذکرہ کیا گیا، یہ صالحین کے لیے ایک فضیلت ہے، کہ نبیوں کے ساتھ ان کے لیے اللہ کی مدد کا ذکر ہوا۔ ②(دوسرا ترجمہ) اگر ان کو کوئی بات بتلانے کے لیے پکارو تو۔
③ یعنی لوگوں کے ساتھ سہولت کا معاملہ کیجیے یا لوگوں کے اخلاق کے بارے میں آسانی سے کام لیجیے، ان کے عیوب کی کھود کرید میں نہ پڑیے۔
④ یعنی: (۱) پسندیدہ کام (۲) عقل و شریعت کے نزدیک بہترین عادت (۳) امام جعفر صادقؒ قرآنِ کریم کی اس آیت کو مکارمِ اخلاق میں سب سے بڑھ کر مانتے ہیں۔
⑤ ظلم کے انتقام چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں، اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات بتلائیں۔
⑥ کچوکا یعنی: وسوسہ، شر پر ابھارنا۔ شیطان کی چھیڑ چھاڑ چالو رہتی ہے؛ اس لیے اللہ سے حفاظت کی دعا کرتے رہو۔ (دوسرا ترجمہ) اگر شیطانی وسوسہ کسی وقت آپ کو ابھارے۔
⑦ یعنی شیطان کی طرف سے طبیعت میں جوش پیدا کیا جائے اور اس کی وجہ سے انسان کوئی نامناسب کام کرنے لگے تو فوراً اللہ سے حفاظت طلب کرے۔

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا
هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ
بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ
رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

یقیناً وہ بڑے سننے والے ہیں، بڑے جاننے والے ہیں ﴿۲۰۰﴾ یقیناً جو لوگ تقویٰ والے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (یعنی غصہ یا گناہ کا خیال) آجاتا ہے① تو وہ (فوراً اللہ تعالیٰ کو) یاد کر لیتے ہیں تب ہی ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں② ﴿۲۰۱﴾ اور جو ان (شیطانوں) کے بھائی ہیں وہ اِن کو گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں، پھر وہ (ان کو کھینچنے میں) کوتاہی نہیں کرتے③ ﴿۲۰۲﴾ اور جب تم ان کے پاس (ان کا مانگا ہوا) معجزہ لاتے نہیں ہو تو وہ کہتے ہیں کہ: تم خود (اپنی طرف سے) وہ (معجزہ) کیوں نہیں بنالائے؟ (اے نبی!) تم جواب دے دو: میں تو اپنے رب کی طرف سے جو وحی مجھے بھیجی جاتی ہے اسی پر عمل کرتا ہوں، یہ (قرآن) تو تمھارے رب کی طرف سے بصیرتوں④ کا مجموعہ ہے⑤ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان لانے والی قوم کے واسطے ﴿۲۰۳﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) یا گھومنے لگتا ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) تب ان کو سمجھ آجاتی ہے (حقیقت سمجھ میں آجانے سے شیطانی شرارت کا اثر باقی نہیں رہتا)۔
③ یعنی کافر کے ساتھ شیطان لگ جائے تو وہ ان کو ہر وقت گمراہی میں مبتلا رکھتے ہیں۔
④ قرآن اللہ کی طرف سے بہت ساری دلیلوں اور معجزات کا مجموعہ ہے جس میں ادنیٰ غور کرنے سے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے، کسی مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔
⑤ (دوسرا ترجمہ) سمجھ پیدا کرنے والی دلیلوں کا مجموعہ ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ
نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ
الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ
يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو دھیان سے سنو اور تم چپ رہو؛ تا کہ تم لوگوں پر رحم کیا جاوے① ﴿۲۰۴﴾ اور صبح و شام اپنے رب کا ذکر کرو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور خوف کرتے ہوئے اور (زبان سے بھی ذکر کرو) آواز بہت اونچی کیے بغیر اور تم غفلت کرنے والوں میں سے مت ہوؤ ﴿۲۰۵﴾ یقیناً جو (فرشتے) تمھارے رب کے پاس ہیں وہ رب کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں② ﴿۲۰۶﴾

---

① قرآن کو ادب کے ساتھ سننے پر رحمت ملتی ہے۔

② سورۂ اعراف کی آخری دو آیتیں بڑی جامع ہیں: اس میں ذکر کے اوقات بھی بتا دیے گئے: صبح اور شام۔

ذاکر کی کیفیت ذکر کے وقت کیسی ہونی چاہیے وہ بھی بتا دی گئی: (۱) فی نفسک ای فی قلبک (۲) تضرعا (۳) خیفۃ: یہ سب ذاکر کی کیفیت کا بیان ہے۔

ذکر کے وقت کی آواز کیسی ہونی چاہیے، وہ بھی بیان کر دیا گیا: دون الجہر من القول۔

ذکر اصل قلب سے ہے، اور زبانی ذکر یہ ذکرِ قلبی کے لیے معین و مددگار ہے، اور دونوں ہی ذکر مفید ہیں۔

سُورَةُ الأَنْفَال

(المدينة)

سورۂ انفال

یہ سورت مدنی ہے، اس میں پچھتر (٧٥) یاستتر (٧٧) آیتیں ہیں۔سورۂ آلِ عمران یا سورۂ بقرہ کے بعداور سورۂ احزاب سے پہلے اٹھاسی (٨٨) یانواسی (٨٩) نمبر پر نازل ہوئی۔

انفال نَفل کی جمع ہے:لغوی معنیٰ ''زائد چیز'' ہے۔ویسے غنیمت کے مال کو انفال کہتے ہیں۔عطیہ اور ہدیہ کو بھی کہا جاتا ہے۔

خلیفہ یا امیر کسی غازی کے لیے اس کے حصے سے زیادہ جو چیز مشروط کردے چاہے کسی متعین آدمی کے لیے یا غیر متعین آدمی کے لیے اس کو بھی نفل کہتے ہیں، جیسے کہا: جو کسی کو قتل کرے گا اس کا چھینا ہوا مال اسی کو دیا جائے گا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی برکت سے غنیمت کا مال امت کے لیے استعمال کرنا حلال ہوا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بخشش ہی ہے۔

آیاتھا ۷۵ — (۸) سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ (۸۸) — رکوعاتھا ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ
بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا
ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

(اے نبی!) وہ (صحابہ) تم سے غنیمت کے مالوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم (جواب میں ایسا) کہو کہ: غنیمتوں (کے متعلق فیصلہ کرنے) کا حق تو اللہ تعالیٰ اور رسول ہی کا ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں تعلقات ٹھیک رکھو اور تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو ﴿۱﴾ ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں[1] اور جب ان کے سامنے اس (اللہ تعالیٰ) کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان مضبوط کر دیتی ہیں[2] اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۲﴾ جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) وہ خرچ کرتے ہیں ﴿۳﴾ وہی لوگ سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس (بڑے) درجے اور مغفرت اور عزت والی روزی ہے ﴿۴﴾

① (۱) کسی کی عظمت اور جلالتِ شان کی وجہ سے جو ہیبت دل میں آوے وہ مراد ہے۔ (۲) گناہ کا ارادہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی یاد آ گئی، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر گئے اور گناہ سے رک گئے۔

② یعنی قرآن کو پڑھنا اور سننا ایمان میں ترقی کا ذریعہ ہے۔ (دوسرا ترجمہ) زیادہ کر دیتی ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ

جیسا کہ ① تم کو تمھارے رب نے (بدر کی طرف) تمھارے گھر سے (ایک) حق (کام) کے لیے نکالا اور یہ بات بھی ہے کہ ایمان والوں کی ایک جماعت (اس نکلنے کو) ناپسند کرتی تھی ﴿۵﴾ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اس میں اس طرح سے وہ تم سے بحث کر رہے تھے جیسے ان کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہو اور وہ (اس موت کو آنکھوں سے) دیکھ رہے ہوں ﴿۶﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ تم سے دو جماعت ② میں سے ایک کا وعدہ کر رہے تھے کہ وہ (ایک) تمھارے ہاتھ آ جائے گی اور تم یہ چاہتے تھے کہ جس میں (جان کے خطرے کا) کوئی کانٹا نہ ہو ③ وہ تمھارے ہاتھ آ جاوے،

① آیت میں "کَمَا" کے ذریعہ جو تشبیہ دی جا رہی ہے وہ کس چیز میں ہے؟

[۱] غزوۂ بدر میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو غنیمت کا مال ملا؛ اس لیے اس کی تقسیم میں آپس میں اختلاف ہو گیا؛ لیکن غنیمت کی تقسیم کے متعلق جب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا تو اس پر آپس میں سب نے اتفاق سے عمل کیا، جس کی وجہ سے بڑی برکتیں حاصل ہوئیں، بالکل اسی طرح بدر کے موقع پر ابتدا میں ابوسفیان کے قافلے کو روکنا مقصود تھا، وہ قافلہ تو سلامت مکہ نکل گیا اور ابوجہل کے بھاری لشکر کے ساتھ مقابلے کی نوبت آئی، اِس اچانک بدلی ہوئی صورتِ حال میں شروع میں بعض حضرات کو اپنی قلت کی وجہ سے لڑنا پسند نہیں تھا؛ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کے لیے سب حضرات لڑنے پر راضی ہو گئے جس کا بہت اچھا نتیجہ سامنے آیا۔

[۲] غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کی جو نصرت کا وعدہ تھا وہ پورا ہو کر رہا اور مسلمانوں کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی، یہ چیز تو آنکھوں کے سامنے ہوئی، اس سے عبرت حاصل کرنا ہے کہ جس طرح یہ وعدہ یقین سے پورا ہوا بالکل اسی طرح آخرت میں جنت کے درجات اور مغفرت کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہے گا جس کا ذکر آیت نمبر ۴ میں ہوا ہے۔

[۳] یہاں لفظ "نَصَرَکَ" کو محذوف مانیں گے اور کاف تشبیہ کے لیے نہیں؛ بلکہ سبب کے لیے ہے، مطلب یہ ہوا کہ بدر میں آپ نے جو جہاد کیا وہ اپنی خواہش سے نہیں کیا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا، اللہ ہی کے حکم سے آپ گھر سے نکلے، یہ چیز آپ کے لیے اللہ کی مدد کا سبب بنی اور ایسا ہی ہوتا ہے جو شخص بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو ہی جاتی ہے۔

② ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور ابوجہل کا لشکر۔ ③ یعنی ابوسفیان والا تجارتی قافلہ جو ایک غیر مسلح جماعت تھی۔

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ
الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ
وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۱۰ ع ۱۵/۱۰
اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ
وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۱۱

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ حق کو اپنے کلمات سے سچا (یعنی ظاہر) کرکے بتادیویں اور کافروں کی جڑ کاٹ (کرکے پھینک) دیویں ﴿۷﴾ تاکہ (اللہ تعالیٰ) حق کا سچا ہونا اور باطل کا غلط ہونا ظاہر کردیویں①؛ اگرچہ گنہگار لوگ (اس بات کو) کتنا ہی ناپسند کریں ﴿۸﴾ (اے مسلمانو!) جب تم تمھارے رب سے مدد مانگ رہے تھے② پھر اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعا قبول کرلی (جواب میں ارشاد فرمایا) کہ یقین رکھو! میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا ﴿۹﴾ اور وہ (فرشتوں سے مدد کرنے کا وعدہ) اللہ تعالیٰ نے محض اس لیے کیا تاکہ وہ (تمھارے لیے) خوش خبری بنے اور تاکہ تمھارے دلوں کو اس (بشارت) سے اطمینان حاصل ہوجاوے اور حقیقت میں مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۰﴾

(وہ خاص موقع بھی ذرا یاد کرو) جب وہ (اللہ تعالیٰ) امن (یعنی سکون) دینے کے لیے اپنی طرف سے تم پر اونگھ ڈال رہے تھے اور آسمان سے تمھارے اوپر پانی برسا رہے تھے؛ تاکہ اس کے ذریعے تم کو پاک کردیویں اور شیطان کی گندگی (یعنی وسوسہ) کو تم سے دور کردیویں③ اور تاکہ تمھارے دلوں کو مضبوط کردیویں اور اس کے ذریعے (تمھارے) قدموں کو جمادیویں ﴿۱۱﴾

① اللہ تعالیٰ کے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت ہو ہی جاتا ہے، حق کو عملاً غلبہ مل ہی جاتا ہے۔
② بدر میں نبیِ کریم ﷺ نے خوب دعائیں مانگی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہی، بس وہ دعا قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آئی۔ ”فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو“۔ ”اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی“۔ دعائیں حالات کو بدل دیتی ہے، آج مسلمانوں کو اپنے اس اصلی کامیاب ہتھیار کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔ (باقی اگلے صفحے پر) =

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۟ؕ (۱۲) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۱۳) ذٰلِكُمْ

فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ (۱۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۟ۚ (۱۵)

جب تمھارے رب فرشتوں کو حکم دے رہے تھے کہ میں تمھارے ساتھ ہی ہوں، سو تم ایمان والوں کو جماؤ①، میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہوں، سو تم گردنوں پر مارو اور تم ان کو ہر ہر پورو ے (یعنی جوڑ) پر چوٹ مارو② ﴿۱۲﴾ یہ (سزا) اس لیے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی کی ہے③ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں ﴿۱۳﴾ اس (دنیا میں سزا) کا مزہ تم چکھ لو اور یقین جانو کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے ﴿۱۴﴾ اے ایمان والو! جب تم مقابلے میں کافروں کے آمنے سامنے ہو جاؤ تو تم ان (کافروں) کو پیٹھ نہ دکھاؤ④ ﴿۱۵﴾

=③ شیطانی وساوس کیسے دور ہوں؟ (۱) اللہ تعالیٰ سے دعا (۲) وساوس پر دھیان نہ دینا (۳) اپنا سیدھا ہاتھ اپنے سینے کے بائیں طرف یعنی دل پر رکھ کر سات مرتبہ یہ پڑھیں: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْخَلَّاقِ الْفَعَّالِ۔ پھر یہ آیتِ کریمہ پڑھیں: اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۹) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (۲۰) (حاشیۃ الصاوی، ذکرہ الیافعی عن الشاذلی) (۴) یہ آیت پڑھیں: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۳) (الحدید) (از: موسوعۃ التفسیر المأثور عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) (۵) آیتِ کریمہ: ''رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ'' پڑھنا (۶) سورۂ ناس پڑھنا۔

اِس صفحے کا حاشیہ:

① یعنی ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔

② اس آیت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں: (۱) ملائکہ کو جنگ کرنے کا طریقہ خود باری تعالیٰ نے سکھایا (۲) کسی کو کوئی کام سونپا جائے تو اس کا طریقہ بھی اس کو بتلایا جائے (۳) پورو ے ویسے ظاہر میں چھوٹے ہیں؛ لیکن پورے بدن کے مختلف نظام کا تعلق اس سے لگا ہوا ہے، جیسا کہ ''ایکیو پریشر'' والے علاج کے فن سے ظاہر ہوتا ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے۔ ④ یعنی جنگ کے میدان سے مت بھاگو۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱

اور جو (مسلمان) اس (جنگ کے) دن ان (کافروں) کو اپنی پیٹھ دکھائے گا تو پکی بات یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا غصہ لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت بری رہنے کی جگہ ہے؛ الا یہ کہ (پیٹھ پھرانے کا مقصد) جنگ کی کوئی چال چل رہا ہو [1] یا (مجاہدوں کی) کسی دوسری جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہو (تو اس کی اجازت ہے) [2] ﴿۱۶﴾ (اے مسلمانو!) سو (حقیقت یہ ہے کہ) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور (اے نبی!) جب تم نے (ان کافروں کی طرف خاک کی مٹھی) پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی؛ لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکی؛ اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنی طرف سے اچھی طرح آزمائیں [3]، یقیناً اللہ تعالیٰ (ہر بات کو) سنتے ہیں، ہر چیز کو جانتے ہیں ﴿۱۷﴾ یہ سب کچھ تو ہو گیا اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی سازش کو کمزور کر دیں گے ﴿۱۸﴾

---

① یعنی پینترا بدلتا ہو۔
② (دوسرا ترجمہ) اور اگر کوئی شخص کسی جنگی پینترے کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو (یعنی میدان سے پیٹھ پھرا کر پیچھے ہٹ رہا ہو) یا مسلمانوں کی کسی جماعت سے جا ملنا چاہتا ہو (تو اس کو اجازت ہے) مگر اس کے سوا جو شخص (لڑائی) کے دن اپنی پیٹھ پھیرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب لیکر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔
③ (دوسرا ترجمہ) اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا کریں (تیسرا) تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان کریں (اللہ تعالیٰ کی نصرت کا آنا اور فتح نصیب ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے، اس میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ فتح کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر بندہ شکر ادا کرتا ہے یا اپنی قابلیت سمجھ کر فخر کرتا ہے اسی طرح مصیبت اور تکلیف بھی امتحان ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ
وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۹ / ۱۶
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا
تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ
الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ
لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

(اے کافرو!) اگر تم فیصلہ کو چاہ رہے تھے (۱) تو پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس فیصلہ آ چکا (۲) اور اگر تم (شرارت کرنے) سے رک جاؤ گے تو یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم (آئندہ بھی) وہی (شرارت) کرتے رہے تو پھر ہم بھی یہی (سزا دینے کا کام) کریں گے اور تمھاری جماعت چاہے کتنی بھی بڑی ہو تم کو ہرگز کچھ بھی کام نہیں آوے گی اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہیں ﴿۱۹﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم اس (اطاعت کرنے) سے منہ مت پھراؤ؛ حالاں کہ تم (اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو) سنتے ہو (تو عمل بھی کرو) (۳) ﴿۲۰﴾ اور تم ان (کافر اور منافق) لوگوں جیسے مت بنو جنھوں نے (زبان سے) کہا کہ: ہم نے سن لیا؛ حالاں کہ وہ حقیقت میں کچھ نہیں سنتے (۴) ﴿۲۱﴾ یقیناً (زمین پر چلنے والے) جانوروں میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے برے (جانور) وہ (حق بات سننے سے) بہرے (اور حق بات بولنے سے) گونگے ہیں، جو سمجھتے نہیں ہیں ﴿۲۲﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ان میں کچھ بھی بھلائی (یعنی حق کی طلب) ہوتی تو وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو سننے کی توفیق عطا فرماتے اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو (ابھی کی حالت میں جبکہ ان میں حق کی طلب نہیں ہے) سنا دیتے تو وہ منہ پھیر کر ضرور بھاگ جاتے ﴿۲۳﴾

---

(۱) مکہ سے روانگی کے وقت ابو جہل نے کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا کی تھی: اے اللہ! ہمارے اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تیرے نزدیک جو دین کے اعتبار سے بہتر ہو اسی کو فتح دیں۔ (۲) یعنی جو حق پر ہے ان مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا۔
(۳) (دوسرا ترجمہ) اور تم سن کر اس سے منہ مت پھراؤ (۴) وہ سننا معتبر ہے جس میں ماننا بھی ہو اور کافر، منافق مانتے نہیں تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول کی دعوت قبول کرلو① جبکہ وہ (رسول) تم کو ایسی بات کی طرف بلاوے جس (کو ماننے) میں تمھارے لیے (دنیا وآخرت میں عزت کی) زندگی ہے② اور تم جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ انسان سے اس کے دل کو روک لیتے ہیں③ اور یہ کہ اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس تم سب جمع کر کے لے جائے جاؤ گے ﴿۲۴﴾ اور تم اس فتنہ (یعنی وبال) سے بچتے رہو جو تم میں سے خاص ظالموں (یعنی گناہ کرنے والوں) ہی پر نہیں پڑے گا④ اور تم جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں ﴿۲۵﴾ اور (وہ وقت) تم یاد کرو جب تم (تعداد میں) کم تھے، (مکہ کی) زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ (کافر) لوگ تم کو اچک نہ لے جائیں⑤، پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے تم کو (مدینہ منورہ میں اطمینان سے) رہنے کی جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو مضبوط کر دیا اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے روزی دی؛ تاکہ تم لوگ شکر ادا کرو ﴿۲۶﴾

① (دوسرا ترجمہ) حکم مان لو۔

② نبی نے ایمان اور قرآن پر عمل کی دعوت دی، جہاد کا راستہ بتایا، اس میں دنیا وآخرت میں عزت کی زندگی ہے۔ (لِمَا يُحْيِيْكُمْ) حیاتِ کاملہ یعنی دنیوی واخروی پاکیزہ زندگی اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

③ (دوسرا ترجمہ) اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جایا کرتے ہیں۔ مطلب: جس انسان میں نیکی ہو؛ لیکن کبھی گناہ کا تقاضا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہ سے بچا لیتے ہیں، اسی طرح اگر کسی کے دل میں نیکی کا خیال آجائے اور وہ اس کو ٹالتا رہے تو پھر نیکی کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ نیکی نہیں کر پاتا۔ اسی طرح مزاج میں نامناسب ضد اور سستی کی وجہ سے بھی خیر کی توفیق چلی جاتی ہے۔

④ (۱) امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور قتال فی سبیل اللہ کے چھوڑنے پر عمومی عذاب آتا ہے۔ (۲) علانیہ اور متعدی گناہ سے روکو، ورنہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سب پر آئے گی۔

⑤ (دوسرا ترجمہ) نوچ لیویں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾
ع ۹/۱۷ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ
اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول سے خیانت نہ کرو[1] اور اپنی (آپس کی) امانتوں میں خیانت نہ کیا کرو؛ حالاں کہ تم (اس کا برا انجام) جانتے ہو ﴿۲۷﴾ اور تم جان لو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد (حقیقت میں تمھارے لیے) ایک قسم کی آزمائش ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ثواب ہے ﴿۲۸﴾

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈروگے تو وہ تم کو حق اور باطل میں تمیز (یعنی فیصلہ) کرنے کی صلاحیت عطا کریں گے[2] اور تمھارے گناہوں کو تم سے زائل کر دیں گے اور تم کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں ﴿۲۹﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب (کہ مکہ کے) کافر تمھارے متعلق (مختلف) منصوبے بنا رہے تھے کہ (پکڑ کرکے) تم کو قید کر دیویں یا تم کو قتل کر دیویں[3] یا تم کو (مکہ سے) نکال دیویں

① یعنی رسول سے سچی محبت رکھو، رسول کا کامل اتباع کرو، رسول کی تعظیم اور تکریم کرو اور حقوق میں کمی نہ کرو۔

② فرقان: (۱) نورِ قلب جس کے ذریعے حق و باطل میں علمی فیصلہ ہوتا ہے (۲) غلبہ علی الاعداء (۳) نجات فی الآخرۃ جس کے ذریعے عملی فیصلہ ہوتا ہے (۴) دو چیزوں میں واضح فرق (۵) نصرتِ الٰہیہ جس کے ذریعے اہلِ حق کو فتح اور مخالف کو ہار ہو۔

③ مکہ کے کافروں نے دار الندوۃ میں ایک خصوصی مجلس قائم کی اور حضور ﷺ کی بڑھتی ہوئی طاقت کے مقابلے میں تدبیر سوچنے لگے، اس مجلس میں ابلیس بھی شامل ہوا، کسی نے زنجیر میں جکڑ کر قید کرنے کی رائے دی، کسی نے مکہ سے نکال دینے کی رائے دی، تو کسی نے حملہ کرکے قتل کرنے کی رائے دی اور اسی رائے پر فیصلہ ہوا، اللہ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ
سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝۳۱ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ
اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ۝۳۲ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ
يَسْتَغْفِرُوْنَ۝۳۳

اور وہ (کافر لوگ اپنی) چال چل رہے تھے① اور اللہ تعالیٰ (بھی ان کے توڑ کے لیے) چال چل رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب سے اچھے منصوبے بنانے والے ہیں ﴿۳۰﴾ اور جب ان (کافروں) کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: ہم نے تو (آیتوں کو) سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس (قرآن) جیسا کہہ سکتے ہیں، یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں ﴿۳۱﴾ اور (ایک وقت وہ بھی تھا) جب ان کافروں نے (بے جا جرأت سے) کہا تھا کہ: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) وہی حق بات ہے جو آپ کے یہاں سے (اتر کر آیا) ہے تو (اس کو نہ ماننے کی وجہ سے) ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دیجیے یا آپ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب بھیج دیجیے ﴿۳۲﴾ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمھارے (یعنی محمد ﷺ کے) ان کے درمیان موجود رہتے ہوئے ان پر عذاب بھیج دیویں اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان بھی نہیں ہے کہ وہ لوگ استغفار کرتے ہوں پھر بھی ان پر عذاب بھیج دیویں② ﴿۳۳﴾

---

① مکر: حیلہ اور تدبیر کے ذریعے مقابل شخص کو اس کے ارادے سے روک دیا جائے، اگر یہ حیلہ اچھے مقصد کے لیے ہو تو اچھا ہے، اور اگر برے مقصد کے لیے ہو تو مذموم ہے، سیاق وسباق کے ذریعے سے مذموم اور محمود کا اندازہ لگایا جاتا ہے، قرآن میں جہاں کہیں بھی سیاق وسباق کے ذریعے سے یہ معلوم ہو کہ مکر کا لفظ اللہ کے لیے استعمال نہ ہوا ہو، وہاں پر شر کے معنیٰ میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

② نبی کریم ﷺ کے وجودِ بابرکت سے عمومی عذاب رک گیا۔ استغفار کے کلمات جیسے بھی ہوں کفار دورانِ طواف بولتے تھے اس کی برکت سے بھی عذاب دور ہو گیا تو پھر مسلمان صحیح استغفار کرے تو کتنا زیادہ فائدہ ہوگا!

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ
اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞٣٤ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ
الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۞٣٥ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۞٣٦ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ
جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞٣٧ ع ٩ / ١٨

اور ان میں کونسی ایسی خوبی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہ بھیجے؛ حالاں کہ وہ (مسلمانوں کو) مسجدِ حرام سے روکتے ہیں؛ حالاں کہ وہ اس کے متولی (بننے کے اہل) بھی نہیں ہیں، اس (مسجدِ حرام) کے (حقیقی) متولی تو صرف تقویٰ والے لوگ ہی ہو سکتے ہیں ①؛ لیکن ان کے اکثر لوگ (اپنے نالائق ہونے کو) جانتے نہیں ہیں ﴿٣٤﴾ اور کعبہ کے پاس ان (کافروں) کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ بھی نہیں تھی ②؛ لہذا تم جو کفر کرتے تھے اس کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو ﴿٣٥﴾ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں؛ تاکہ (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے وہ روکیں، سو ابھی تو وہ لوگ (اسی طرح) مال کو خرچ کریں گے؛ پھر (انجام یہ ہوگا کہ) وہ (مال) ان کے لیے افسوس کا ذریعہ ہوگا ③، پھر (آخر میں) وہ ہرا دیے جائیں گے اور کافر لوگوں کو جہنم کے اندر جمع کر دیا جائے گا ④ ﴿٣٦﴾ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں کو یا مال) کو پاک (لوگوں اور مال) سے جدا کر دیں ⑤، اور ناپاکوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر ان سب کا ڈھیر بنائیں پھر اس (ڈھیر) کو جہنم میں ڈال دیویں، وہی لوگ نقصان میں پڑے رہنے والے ہیں ﴿٣٧﴾

---

① مساجد اور دینی اداروں کی تولیت کا بہترین اصول کہ متقی لوگ متولی بنیں۔ (دوسرا ترجمہ) اللہ کے دوست متقی لوگ ہی ہوتے ہیں۔ ② اس کی شکل ''گربا'' نوراتری کے تہوار کی شکل میں آج بھی ہندوؤں میں رائج ہے۔
③ دین کے خلاف جو بھی خرچ ہوتا ہے دنیا اور آخرت میں افسوس کا ذریعہ بنتا ہے۔ (باقی اگلے صفحے پر) =

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ
سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ
انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

(اے نبی!) تم ان کافروں سے کہہ دو: اگر وہ (کفر سے) رک جاتے ہوں تو پہلے جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف ہو جائے گا اور اگر وہی (کفر والے کام وہ) پھر کریں گے تو پچھلے (نافرمان) لوگوں کے ساتھ ایک (خاص) روش اختیار کی جا چکی ہے① ﴿۳۸﴾ اور (اے مسلمانو!) ان (کافروں) کے ساتھ لڑائی جاری رکھو؛ یہاں تک کہ فتنہ (فساد) باقی نہ رہے② اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے، سو اگر وہ لوگ (کفر اور شرارت سے) رک جائیں③ تو یقین رکھو جو کام وہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتے ہیں ﴿۳۹﴾ اور اگر وہ لوگ منہ پھرا لیویں④ تو (اے مسلمانو!) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری حمایت کرنے والے ہیں اور بہترین حمایت کرنے والے ہیں، کتنے اچھے وہ مدد کرنے والے ہیں! ﴿۴۰﴾

= ④ (دوسرا ترجمہ) جہنم کی طرف لے جانے کے لیے جمع کیے جائیں گے۔

⑤ [۱] ناپاک و پاک سے مراد کافر و مؤمن ہے [۲] بگاڑ و بناؤ [۳] ناپاک سے مراد وہ مال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں کفار نے صَرف کیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مال بھی گیا اور جانیں بھی گئیں، اور پاک سے مراد وہ مال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مدد میں مسلمانوں نے صَرف کیا تھا، وہ مال پاک اور حلال تھا، ان کے خرچ کرنے والے کامیاب ہوئے اور مزید مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

حاشیہ صفحہ ہٰذا:

① (دوسرا ترجمہ) پچھلے کافروں کے حق میں ہمارا (عذاب کا) قانون نافذ ہو چکا ہے وہی تمھارے لیے ہوگا (یعنی پچھلے زمانے کے نافرمانوں جیسا عذاب ان کو بھی دیا جائے گا)

② کفر کی بنیاد پر ہونے والے فتنے مراد ہے۔ اسلامی جنگ جہاد کا مقصد فساد کو ختم کرنا ہے۔

③ [۱] کفار اسلامی برادری میں آجائے [۲] شرارت یا فساد کو ختم کر دیوے [۳] مصالحت کر لیوے۔

④ یعنی بات نہ مانے اور کفر شرک ہی پر رہیں۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی
وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ
الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ
بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ

اور (اے مسلمانو!) تم جان لو جو (چھوٹی بڑی) چیز تم کو (لڑائی میں) غنیمت میں ملے ① تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول کے لیے اور (رسول کے) رشتے داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہوگا، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر فیصلے (یعنی بدر) کے دن اتاری تھی ② جس دن (مسلمانوں اور کافروں کی) دونوں فوجیں آپس میں ٹکرائی تھیں اور اللہ تعالیٰ تمام چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۴۱﴾ (اے مسلمانو!) جب تم (بدر کے میدان کی مدینہ سے) قریب والی جانب پر تھے اور وہ (مکہ کے کافر میدان کی مدینہ سے) دور والی جانب پر تھے اور (ابوسفیان کا) قافلہ تم سے نیچے (سمندر کے کنارے) اتر گیا تھا اور اگر تم (مسلمان اور کافر لڑائی کا) وقت آپس میں طے کرتے تو وقت طے کرنے میں تمھارے درمیان ضرور اختلاف ہو جاتا ③؛

---

① ''اَنَّمَا'' میں ''ما'' عموم کے لیے ہے، اور ''مِنْ شَیْءٍ'' کے ذریعے سے اس میں مزید تاکید ہو رہی ہے؛ یعنی چھوٹی بڑی جو چیز بھی ملی وہ غنیمت کے طور پر شرعی ضابطے سے سب میں تقسیم کی جائے گی۔

''غَنِمْتُمْ'' میں ''تُمْ'' کا خطاب یہ بتلا رہا ہے کہ یہ مال جو غنیمت میں حاصل ہوا یہ خمس کے علاوہ غنیمت حاصل کرنے والوں کا حق ہے۔

''فَاَنَّ لِلّٰهِ'': ''لِلّٰهِ'' کا لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ یہ مال اصل میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، پھر بطور انعام اللہ تعالیٰ کے بندوں میں تقسیم ہوتا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے قرابت والوں کو بطور فضل اور انعام اللہ تعالیٰ کی جانب سے مل رہا ہے، صدقہ خیرات نہیں ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے لیے ملائکہ کے واسطے سے غیبی مدد نازل فرمائی تھی۔

③ یعنی وقت طے کرنے میں یا مقرر وقت پر پہنچنے میں اختلاف ہوتا۔

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ

عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ

اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

لیکن یہ (جو کچھ ہوا)①: اس لیے ہوا تاکہ جو کام مقرر ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر کے دکھلائے②؛ تاکہ جس کو مرنا ہو وہ کھلی دلیل③ دیکھ کر کے مرے اور جس کو زندہ رہنا ہے وہ کھلی دلیل دیکھتے ہوئے زندہ رہے اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے ہیں، اچھی طرح جاننے والے ہیں ﴿۴۲﴾ (اے نبی! وہ وقت ذرا یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تم کو تمھارے خواب میں ان (دشمنوں) کی تعداد تھوڑی دکھائی اور اگر تم کو ان (کافروں) کی تعداد زیادہ کر کے دکھاتے تو (اے مسلمانو!) تم ہمت ہار ہی جاتے④ اور تمھارے درمیان (اس لڑائی کے) معاملے میں آپس میں اختلاف ہو جاتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا⑤، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) تو سینوں کی بات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۴۳﴾

---

① یعنی پہلے سے مقرر کیے بغیر دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

② یعنی صحابۂ کرامؓ کی ایک چھوٹی سی جماعت کو جو نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ آئی تھی ان کو کافروں کے بڑے لشکر کے مقابلے میں کامیاب اور غالب کرنا تھا۔

③ یعنی اسلام کی سچائی۔

④ مسلمان اور کافر دونوں کے لشکر کو بدر کے میدان میں باقی رکھنا مقصود تھا؛ تاکہ جنگ ہو، کافروں کا لشکر حقیقت میں مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھا؛ مگر اللہ نے اپنی قدرت سے مسلمانوں کو کافروں کی تعداد کم کر کے دکھلائی؛ تاکہ مسلمانوں میں کمزوری پیدا نہ ہو اور ایسا دو مرتبہ ہوا: ایک مرتبہ آپ ﷺ کو خواب دکھلایا گیا اور آپ نے وہ خواب صحابہ کو بتلایا جس سے صحابہ کی ہمت بڑھ گئی۔ دوسری مرتبہ جب جنگ شروع ہونے والی تھی تو قدرت کے کرشمہ سے کافروں کی تعداد کم دکھلائی گئی، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب کے ایک ساتھی سے کہا کہ: کافر نوے (۹۰) تعداد میں ہوں گے، تو اس ساتھی نے کہا: نہیں! سو (۱۰۰) ہوں گے۔ آیت نمبر (۴۳) میں خواب کی طرف اور (۴۴) میں بیداری کی طرف اشارہ ہے۔

⑤ یعنی بزدلی یا آپس کے اختلاف سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔

وَاِذۡ يُرِيۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَيۡتُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِكُمۡ قَلِيۡلًا وَّيُقَلِّلُكُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ لِيَـقۡضِىَ اللّٰهُ
اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا ‌ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝۴۴ ع
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ
تُفۡلِحُوۡنَ ۝۴۵ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم ایک دوسرے سے مقابلے کے لیے آئے، تب اس (اللہ تعالیٰ) نے تمھاری آنکھوں میں ان (دشمنوں) کی تعداد کم کر کے دکھائی اور ان (دشمنوں) کی آنکھوں میں تمھاری تعداد کم کر کے دکھائی؛ تاکہ جس کام کا کرنا مقرر ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیویں اور تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ ﴿۴۴﴾

اے ایمان والو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے (جہاد میں) تمھارا مقابلہ ہو جائے تو تم ثابت قدم رہو اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو①؛ تاکہ تم لوگ کامیاب ہو جاؤ ﴿۴۵﴾ اور تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات مانو② اور تم آپس میں جھگڑے مت کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمھاری ہوا جاتی رہے گی③

---

① ذکر سے دل میں قوت پیدا ہوتی ہے جس کی برکت سے دل مضبوط ہوتا ہے اور قدم اور دل دونوں جم جاویں تو کامیابی یقینی ہوتی ہے، جنگ کی گرمی میں اللہ کا ذکر کرنا یہ واقعی محبتِ الٰہی کی علامت ہے۔ جب جنگ میں ذکر کی کثرت ہے تو امن کے حالات میں بدرجۂ اولیٰ ذکر کی کثرت کی تاکید ہے۔ ذکر سے: (۱) نعرۂ تکبیر کی آوازیں بلند کرنا (۲) اللہ پر توکل (۳) ہر موقع پر اللہ و رسول کی اطاعت (۴) ذکر تسبیح: سب مراد ہو سکتے ہیں۔

② اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کی اطاعت ہی کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے، اور نافرمانی تو اللہ کی ناراضی اور ہر فضل سے محرومی کا سبب ہے۔

③ اس میں آپسی جھگڑے کے دو نتیجے بیان کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے، دوسرے یہ کہ تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی، دشمن کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی اتحاد و اعتماد کی صورت میں ہر ایک انسان کے ساتھ پوری جماعت کی طاقت لگی ہوئی ہوتی ہے؛ اس لیے ایک آدمی اپنے اندر اپنی جماعت کے بقدر قوت محسوس کرتا ہے، اور جب باہمی اتحاد و اعتماد نہ رہا تو اس کی اکیلی قوت رہ گئی، اور ظاہر ہے جنگ و قتال کے میدان میں وہ کوئی چیز نہیں۔

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا

وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۴۷

اورتم صبر کرو①، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں②﴿۴۶﴾ اورتم ان (کافر) لوگوں کی طرح مت بنو جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی شان) دکھاتے ہوئے نکلے③ اور وہ (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اور جو کام وہ لوگ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہے﴿۴۷﴾

---

① (۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ بتلایا گیا ہے (۲) کوئی جماعت کتنی ہی متحد الخیال اور متحد المقصد ہو؛ مگر انسانوں کی طبعی خصوصیات ضرور مختلف ہوا کرتی ہیں (۳) کسی مقصد کے لیے سعی وکوشش میں اہلِ عقل وتجربہ کی رایوں کا اختلاف بھی ہوتا ہے؛ اس لیے دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ رکھنے کے لیے آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرنے اور نظر انداز کرنے کا عادی ہو، اور اپنی رائے پر اتنا جماؤ اور اصرار نہ ہو کہ اس کو قبول نہ کیا جائے تو لڑ بیٹھے، اسی صفت کا دوسرا نام ''صبر'' ہے۔ آج کل یہ تو ہر شخص جانتا اور کہتا ہے کہ آپس کا نزاع بہت بری چیز ہے؛ مگر اس سے بچنے کا جو گُر ہے کہ: آدمی خلافِ طبع امور پر صبر کرنے کا خوگر بنے، اپنی بات منوانے اور چلانے کی فکر میں نہ پڑے، اس پر عام طور پر عمل نہیں ہوتا۔ آدمی کو دوسرے سے اپنی بات منوا لینے پر تو قدرت نہیں ہوتی؛ مگر خود دوسرے کی بات مان لینا تو اختیار میں ہے ہی، اور اگر اس کی عقل ودیانت کا تقاضا یہی ہے کہ سامنے والے کی بات کو نہ مانے، تو کم از کم نزاع سے بچنے کے لیے سکوت کر لینا تو بہرحال اختیار میں ہے۔

البتہ یہاں قرآنِ کریم نے رائے کے اختلاف یا اس کے اظہار سے منع نہیں کیا، اختلافِ رائے جو دیانت اور اخلاص کے ساتھ ہو وہ کبھی نزاع کی صورت اختیار نہیں کیا کرتا۔ نزاع وجدال وہیں ہوتا ہے جہاں اختلافِ رائے کے ساتھ اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات نہ ماننے کا جذبہ کام کر رہا ہو، اور اسی جذبہ کو قرآنِ کریم نے ''وَاصْبِرُوْا'' کے لفظ سے ختم کیا ہے، اور آخر میں صبر کرنے کا ایک عظیم الشان فائدہ بتلا کر صبر کی تلخی کو دور فرما دیا۔

② یعنی صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر حال میں ان کے رفیق ہوتے ہیں، اور یہ بڑی دولت ہے۔

③ بدر کے وقت ابوجہل لشکر لے کر دھوم دھام سے باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا؛ تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائے اور دوسرے عرب قبائل پر دھاک بیٹھ جائے۔ اس آیت میں جہاد کے موقع پر اتراتے ہوئے اور دکھلاوا نمائش کرتے ہوئے نکلنے کی ممانعت کی گئی، تو پھر الیکشن کی جیت، کھیل کود کی جیت، شادی وغیرہ میں اس طرح نمائشی انداز میں اتراتے ہوئے نکلنے کی اجازت تو ہو ہی نہیں سکتی۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ
جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ
اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع
اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٩﴾

اور جب شیطان نے ان کے کاموں کو ان کی نظروں میں مزین (یعنی خوش نما) کر کے دکھایا اور شیطان کہنے لگا: آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا، اور یقین رکھو کہ میں تمھاری حفاظت کرنے والا ہوں ①، پھر جب (مسلمان اور کفار کی) دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں تو شیطان اپنی ایڑیوں پر الٹا بھاگا ② اور کہنے لگا میں تو تم سے الگ ہوں ③، میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتی ہے ④ یقیناً میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں ⑤ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں ﴿۴۸﴾

جب منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی وہ کہنے لگے: ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ⑥ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۴۹﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) اور یقین رکھو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔

② شیطان غزوۂ بدر کے موقع پر سراقہ ابن مالک کی شکل میں آیا تھا، اور قریشی جوان حارث ابن ہشام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پھر رہا تھا، جب اس نے ملائکہ کو دیکھا تو میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

③ میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ④ یعنی فرشتوں کا لشکر۔

⑤ یہ شیطان جھوٹ بولا، اگر وہ اللہ سے ڈرتا ہوتا تو اس طرح کے کاموں کی نوبت نہ آتی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ شیطان نے فرشتوں کا لشکر دیکھا اور وہ فرشتوں کی طاقت سمجھتا ہے؛ اس لیے اس کو ڈر ہوا کہ دنیا ہی میں اب مجھ پر سزا آ رہی ہے؛ اس لیے وہ ڈر کی بات کرنے لگا؛ لیکن یہ یاد رہنا چاہیے کہ جو خوف بغیر ایمان واطاعت کے ہوتا ہے اس کا فائدہ نہیں ہوا کرتا۔

⑥ مسلمان خود کے دین کو حق سمجھ کر ایسے خطرے کے باوجود یہاں لڑنے آئے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٥١

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٥٢ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٥٣

اور (اے نبی!) کاش (ان کافروں کی حالت) تم اس وقت دیکھتے جب فرشتے ان کافروں کی روح قبض کرتے ہیں تو ان (کافروں) کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں① اور (فرشتے کہتے جاتے ہیں: اے کافرو! آگے چل کر) جلا دینے والے عذاب کا مزہ تم چکھو ﴿۵۰﴾ یہ (عذاب) تمھارے ہاتھوں نے جو (کفریہ) اعمال کر کے آگے بھیج دیے ان کا بدلہ ہے اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتے ﴿۵۱﴾ (ان کافروں کی حالت) فرعون والوں کی حالت جیسی ہے② اور جو لوگ ان (فرعون والوں) سے پہلے تھے ان کے جیسی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کی سزا (یعنی عذاب) میں پکڑ لیا، یقین رکھو اللہ تعالیٰ کی طاقت بڑی ہے، عذاب بڑا سخت ہے ﴿۵۲﴾ یہ جو کچھ ہوا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو اس نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتے ہیں③ جب تک وہ (قوم کے لوگ) اپنی حالت کو بدل نہ دیویں اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ (ہر بات) سنتے ہیں، (ہر چیز) جانتے ہیں ﴿۵۳﴾

① فرشتوں کی مار سے جسمانی تکلیف، اور فرشتوں کے بولنے سے ذہنی اذیت گویا دونوں طرح کی تکلیف دی جارہی ہے۔

② ۵۲/۵۴ دو آیت میں قرآنی الفاظ ایک جیسے ہیں: (۱) اول جگہ کفر پر سزا ہونے میں تشبیہ دینا ہے، دوسری جگہ اس بارے میں تشبیہ دینا ہے کہ اپنی حالت بدلے بغیر اللہ کا معاملہ بدلتا نہیں (۲) اول اجمال ہے اور دوسرا تفصیل (۳) پہلا تغیر کفر کی وجہ سے اور دوسرا تغیر تکذیب کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے۔

③ یعنی نعمت اس وقت زحمت بنتی ہے جب بندے نافرمانی کرتے ہیں، بعض مرتبہ اللہ ایسے لوگوں کو بھی نعمت عطا فرماتے ہیں جو اپنے عمل سے نعمت کے مستحق نہیں ہوتے؛ لیکن اللہ کے فضل سے نعمت ملنے کے بعد وہ اپنے اعمال کی اصلاح نہ کرے اور برے اعمال میں زیادتی ہوجائے تو نعمت چھین لی جاتی ہے اور اللہ کے عذاب کے وہ مستحق ہوجاتے ہیں۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا
يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾
وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ ع

(ان کافروں کی حالت) فرعون والوں کی حالت جیسی ہے اور جو لوگ ان سے بھی پہلے تھے (ان کے جیسی ہے) انھوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا، سو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی سزا میں ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کی قوم کو ڈبو دیا اور وہ سب ظالم تھے ﴿۵۴﴾ یقیناً (زمین پر) چلنے والے سب جانوروں[1] میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے برے کافر لوگ ہیں کہ وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۵۵﴾ جن (کی حالت ایسی ہے کہ) ان سے تم نے (بار بار) معاہدہ کیا ہے؛ پھر وہ ہر مرتبہ اپنا معاہدہ توڑ ڈالتے ہیں اور وہ ڈرتے نہیں ہیں[2] ﴿۵۶﴾ لہٰذا اگر وہ (معاہدہ توڑنے والے) لڑائی میں تمھارے ہاتھ آجائیں تو ان کو ایسی سزا دو کہ ان کے پیچھے جو (دوسرے کافر) ہیں وہ (بھی) بھاگ جائیں[3]؛ تا کہ وہ بھی عبرت حاصل کریں ﴿۵۷﴾ اور (اے نبی!) اگر کسی قوم کی طرف سے دغا بازی (یعنی معاہدہ توڑنے) سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کا عہد ان کی طرف (اس طرح) واپس کر دو[4] کہ (تم اور وہ دونوں) برابر ہو جاویں[5] یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو (دغا دینے والوں کو) پسند نہیں کرتے ﴿۵۸﴾

---

① معلوم ہوا انسان بھی حیوان کی ایک قسم ہے۔ فائدہ: آیت سے معلوم ہوا کہ ظاہری ناپاکی کے مقابلے میں باطنی ناپاکی زیادہ خطرناک ہے، ظاہری ناپاکی کے اندر خنزیر کو نجس العین مانتے ہیں؛ لیکن آیت نے بتلایا کہ سب سے بدترین جانور بے ایمان ہے۔ ② معاہدہ توڑنے کا جو برا انجام دنیا آخرت میں ہوتا ہے، اس سے ڈرتے نہیں ہیں۔
③ یعنی عبرت ناک سزا دیکھ کر دوسرے کافر تتر بتر منتشر ہو جائیں۔
④ (دوسرا ترجمہ) تو تم (ان کا معاہدہ) ان کی طرف سیدھے طریقے سے پھینک دو (تیسرا) تو جواب دو ان کو برابر برابر۔
⑤ ان کی طرف سے ہونے والی خلاف ورزی پر ان کو کھلے طور پر آگاہ کر دیا جائے؛ تا کہ عہد ختم ہونے کی خبر میں تم اور وہ دونوں برابر ہو جائیں اور عہد کے باقی رکھنے میں اور جنگ کی تیاری کرنے میں دونوں طرف سے برابر کی تیاری ہو سکے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا
اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ
دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ
اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦١﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ

اور کافر لوگ ہرگز ایسا خیال نہ کریں کہ وہ (بھاگ کر) بچ گئے[①]، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے ﴿۵۹﴾ اور (اے مسلمانو!) ان (دشمنوں کے مقابلے) کے لیے طاقت سے اور گھوڑے پالنے سے جو کچھ تم تیاری کر سکو، کرتے رہو[②]؛ تاکہ تم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اپنے دشمن پر دھاک (یعنی رعب) جما سکو اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں پر بھی (دھاک بیٹھ جاوے)، جن کو تم جانتے نہیں ہو، اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ (یعنی اس کا ثواب) تم کو پورے پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا[③] ﴿۶۰﴾ اور اگر وہ (کافر لوگ) صلح کے لیے جھک جائیں[④] تو تم بھی اس (صلح) کے لیے تیار ہو جاؤ[⑤] اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو، یقیناً وہ بڑے سننے والے ہیں، بڑے جاننے والے ہیں ﴿۶۱﴾ اور اگر وہ تم کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تو تم کو کافی ہیں،

---

① یعنی جنگی تیاری کر کے یا کوئی جان بچانے کی تدبیر کر کے اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔
② ہر زمانے کے اعتبار سے جس اسلحہ کا دنیا میں رواج اور چلن ہو وہ مہیا کرنا چاہیے۔
③ یعنی ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔
④ (۱) کفار اسلامی برادری میں آجاوے (۲) شرارت فساد چھوڑ دیوے (۳) یا مصالحت کر لیوے۔
⑤ یہ اختیاری حکم ہے۔ موقع و محل دیکھ کر امیر فیصلہ کرے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ
يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ

اسی (اللہ تعالیٰ) نے اپنی مدد کے ذریعہ اور ایمان والوں① کے ذریعہ تمھارے ہاتھ مضبوط کردیے②
﴿٦٢﴾ اور ان (مسلمانوں) کے دلوں میں آپس میں (ایک دوسرے کی) الفت (یعنی سچی محبت)
پیدا کردی، اگر تم زمین بھر کی ساری دولت خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا
نہیں کرسکتے تھے③ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت پیدا کردی، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے
زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿٦٣﴾ اے نبی! تم کو اور تمھاری اتباع کرنے والے مسلمانوں
کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے④ ﴿٦٤﴾

اے نبی! ایمان والوں کو جنگ کرنے کے لیے ابھارو⑤، اگر تم میں سے بیس ثابت قدم رہنے
والے ہوں گے تو وہ دوسو (دشمنوں) پر غالب آجائیں گے،

---

① صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالی فضیلت ہے۔
② حقیقی تائید نصرتِ الٰہی سے اور ظاہری دنیا میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاں نثار جماعت سے۔ کسی امیر کو مخلص فداکاروں کی جماعت مل جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، جو اللہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔
③ حقیقی ایمان اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا جوڑ کا ذریعہ ہے۔ مال جو جھگڑوں کی ایک بڑی بنیاد ہے وہ سارا خرچ کردیا جائے تو بھی جوڑ مشکل تھا، اندازہ لگاؤ! کیسی لڑائی ہوگی! اور ایمان ساری دنیا کی دولت کے مقابلے میں کیسی بڑی نعمت ہوگی کہ اس کی برکت سے جوڑ ہوگیا!!
④ اے نبی! (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ ہی آپ کے لیے کافی ہے اور (ظاہری سبب کے طور پر) تمھاری اتباع کرنے والے مؤمنین (وہ کافی ہیں)
⑤ (دوسرا ترجمہ) شوق دلاؤ۔

وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ

يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ

الصّٰبِرِيْنَ ۝۶۶ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ

عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۷

اور اگر تم میں سے سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے؛ اس لیے کہ وہ (کافر) ایسے لوگ ہیں جو (دین کو) سمجھتے نہیں ہیں ﴿۶۵﴾ اب اللہ تعالیٰ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کے علم میں ہے کہ تمھارے اندر (کچھ) کمزوری ہے[۱]، سو اگر تم میں سے سو ثابت قدم رہنے والے لوگ ہوویں تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ دو ہزار پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں ﴿۶۶﴾ کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کے قبضے میں قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں (دشمن کا) خوب خون نہ بہادیویں، تم تو دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمھارے لیے) آخرت (کا ثواب) چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۶۷﴾

---

① بعض ضعفا کی برکت سے احکام میں تخفیف ہوجایا کرتی ہے۔ ضعف کا معنیٰ: کمزوری، سستی، کم ہمتی۔ آیت میں صحابہ کو ''ضَعف'' فرمایا گیا، اس کی مراد: (۱) شروع ہجرت کے زمانے میں چند مسلمان تھے جنھوں نے ایمان کی خاطر بہت زیادہ قربانیاں دی تھیں، ان میں ایمانی قوت اعلیٰ درجے کی تھی، کچھ وقت گزرنے کے بعد ان میں سے بہت سے افراد بوڑھے اور کمزور ہوگئے اور جو نئے حضرات ایمان میں داخل ہوئے ان میں پرانے مہاجرین وانصار کے مقابلے میں کچھ فرق تھا۔ (۲) پہلے تعداد کم تھی، اب تعداد بڑھ گئی، اس کی وجہ سے بھی ہمت میں کچھ کمی آجاتی ہے، جو کام کم لوگ مل کر کرتے ہیں تو ہر ایک پوری طاقت اس میں لگاتا ہے اور جب کام کرنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو ساتھیوں کی کثرت پر نظر جانے کی وجہ سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ کمی آجاتی ہے۔

(۳) شروع دور کے صحابہ یقین میں اعلیٰ درجے کا کمال رکھتے تھے، بعد والوں میں ایک درجہ کچھ کمی تھی۔ (خلاصہ از: تفسیرِ عثمانی)

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ
حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ
خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات پہلے سے نہ لکھی جا چکی ہوتی① تو (قیدیوں سے) جو تم نے (فدیہ) لیا اس کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب آجاتا ﴿٦٨﴾ سو جو تم کو غنیمت میں ملا اس کو حلال پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ② اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، سب پر رحم کرنے والے ہیں ﴿٦٩﴾

اے نبی! (بدر کے) جو قیدی تمھارے قبضے میں ہیں ان کو (ایسا) کہو کہ: اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں کوئی بھلائی (ایمان، اخلاص)③ دیکھیں گے تو تم سے جو (فدیہ میں) مال لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو دے دیں گے④ اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿٧٠﴾

---

①: [١] اجتہادی غلطی پر عذاب نہیں ہوتا۔
[٢] بدر کے شرکا کے لیے معافی کا اعلان لکھ دیا گیا تھا۔
[٣] حضور ﷺ کی موجودگی میں نزولِ عذاب نہیں ہوتا۔
[٤] بہت سارے قیدیوں کی تقدیر میں ایمان لانا لکھا جا چکا تھا۔

یہاں آیت میں ایک خبر بیان کی گئی ہے جو خوش خبری کے انداز میں ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایمان کی برکت سے وہ قوت رکھی ہے کہ ایک مؤمن دو کافر کا مقابلہ تو کر ہی لیتا ہے‘‘۔

② سابقہ دور میں غنیمت کا استعمال حلال نہیں تھا، اس آیت نے غنیمت کے حلال ہونے کا اعلان کر دیا، جو اس امت کی خصوصیت ہے۔

③ یعنی جس ایمان کا قیدیوں میں سے بعض نے اعلان کیا وہ بالکل واقعی اخلاص کے ساتھ ہے۔

④ یہ باری تعالیٰ کی نوازش ہے، کہ بدری قیدیوں سے جو فدیہ لیا گیا اس کا جو غم ان پر تھا، اس کی تلافی دنیا میں بھی باری تعالیٰ نے فرما دی۔

وَإِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا أُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا
مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ
فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٧٢﴾

اور اگر وہ لوگ آپ سے دغا بازی کرنے کا ارادہ کریں تو وہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے خیانت کر چکے①، سو اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ تعالیٰ (ہر چیز کو) جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۷۱﴾ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو مدینہ میں) جگہ دی (یعنی آباد کیا) اور انھوں نے (مہاجرین کی) مدد کی وہ (دونوں) آپس میں ایک دوسرے کے والی (یعنی وارث) ہیں② اور جو لوگ ایمان لائے اور (اب تک) انھوں نے ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں (اے مسلمانو!) ان کی وراثت میں تمھارا کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر وہ (ہجرت نہ کرنے والے مسلمان) دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا ضروری ہے؛ مگر جب وہ ایسی قوم کے خلاف مدد مانگیں کہ تم (مسلمانوں) میں اور ان کے مابین (صلح کا) معاہدہ ہو③ اور تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتے ہیں ﴿۷۲﴾

---

① عالمِ ارواح میں کیے ہوئے عہد کو توڑ چکے، اسی طرح دنیا میں نبی سے کئی بار دھوکہ بازی کر چکے۔
② ابتدائے اسلام میں وراثت ہجرت اور مواخاتِ ایمانی کی بنیاد پر ملا کرتی تھی، بعد میں آیت ۷۵ نے بتایا کہ اب قیامت تک میراث رشتے داری کی بنیاد پر ملے گی۔
③ یعنی ایسی صورت میں مدد نہیں کریں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ
كَبِيْرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ
وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى
بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٥﴾ ع

اور کافر لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں①، اگر تم اس (حکم) پر عمل نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیل پڑے گا②﴿۷۳﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) رہنے کی جگہ دی اور (ہجرت کرنے والوں کی) مدد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے ﴿۷۴﴾ اور جو لوگ (صلح حدیبیہ کے) بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ (مل کر) جہاد کیا سو وہ لوگ بھی تم ہی میں (ثواب اور مرتبے کے اعتبار سے) شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رشتے دار آپس میں ایک دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حق دار ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں ﴿۷۵﴾

---

① کافر، کافر کا رفیق اور وارث ہو سکتا ہے۔

② اسلام پر عمل کی برکت سے فتنوں سے حفاظت ہے، ورنہ بڑے بھاری فتنے آویں گے اور فساد عام ہوگا، جس کا مشاہدہ آج ہو رہا ہے۔

سُوْرَةُ التَّوْبَة

(مدنية)

سورۂ توبہ

یہ سورت مدنی ہے، اس میں ایک سو انتیس (١٢٩) آیتیں ہیں۔

سورۂ فتح یا مائدہ کے بعد ایک سو تیرہ (١١٣) یا چودہ (١١٤) نمبر پر نازل ہوئی، مکمل طور پر اخیری زمانے میں نازل ہونے والی سورت ہے۔

توبہ کا معنی آتا ہے: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا، باز آجانا، متوجہ ہونا۔ بندہ جب نافرمانی سے باز آجاتا ہے، فرماں برداری کی طرف لوٹ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ حقیقی توبہ ہوتی ہے۔

جب لفظ ''توبہ'' اللہ کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے: بندوں کی توبہ قبول کرنا اور بندوں کی طرف توجہ فرمانا۔

اِس سورت میں مخلص مؤمنوں کی توبہ کا خاص ذکر کیا گیا ہے اور پوری سورت میں کئی مرتبہ توبہ کا تذکرہ ہوا ہے۔

اس سورت کا ایک نام برأت بھی ہے، برأت کا معنی ہے: ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو اس سے چھٹکارا تلاش کرنا۔

مشرکین کا مرکزِ اسلام؛ یعنی مکہ میں مقیم رہنا یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا؛ اس لیے ان سے بیزاری کا اعلان کر کے مرکزِ اسلام سے دوسری جگہ چلے جانے کا تاکیدی حکم دیا گیا۔

اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی؛ اس لیے اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی ہے۔

جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: سب سورتوں کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھی ہے، سورۂ توبہ کے شروع میں کیوں نہیں؟

تو جواب دیا کہ: اس سورت کا مستقل سورت ہونا یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوا؛ اس واسطے کہ حضورِ اقدس ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی تصریح نہیں

فرمائی؛ اس لیے اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی؛ مگر مضمون چوں کہ اس کا سورۂ انفال سے ملتا جلتا تھا؛ اس واسطے اس کو کسی دوسری سورت کے بعد رکھنے کے بجائے سورۂ انفال کے بعد رکھا اور چوں کہ اس کے مستقل سورت ہونے کا بھی احتمال ہے اس واسطے اس کے شروع بسم اللہ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ (از ملفوظاتِ فقیہ الامت)

نکتہ: بسملہ میں امن وامان کا معنی ہے اور اور سورۂ توبہ جہاد کے ذریعہ امان کو اٹھانے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ اس کو "سورۂ توبہ" کہتے ہیں؛ حالاں کہ یہ سورۂ عذاب ہے۔

مسئلہ: حضراتِ فقہا نے فرمایا ہے کہ: جو شخص اوپر سے سورۂ انفال کی تلاوت کرتا آیا ہو اور سورۂ توبہ شروع کر رہا ہو وہ بسم اللہ نہ پڑھے؛ لیکن جو شخص اسی سورت کے شروع یا درمیان سے اپنی تلاوت شروع کر رہا ہے اس کو چاہیے کے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع کرے۔

اٰیاتُھَا ١٢٩	(٩) سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (١١٣)	رُکُوْعَاتُھَا ١٦

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ① فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ
اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ② وَاَذَانٌ
مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۙ
وَرَسُوْلُہٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی
اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ③ۙ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جن مشرکوں سے تم نے عہد کر رکھا تھا ان سب کے خلاف بری ہونے کا① اعلان ہے ﴿۱﴾ سو تم (عرب کی) زمین میں چار مہینے (پوری آزادی کے ساتھ) گھوم پھر لو اور تم جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکو گے اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کر کے ہی رہیں گے ﴿۲﴾ اور بڑے حج کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام انسانوں کے لیے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری (یعنی الگ، بیزار) ہیں اور اس کا رسول بھی (بری ہے) سو (اے مشرکو!) اگر تم (کفر سے) توبہ کر لو گے تو یہ تمھارے لیے اچھا ہوگا اور اگر تم (توبہ کرنے سے) منہ پھراؤ گے② تو تم جان لو کہ تم یقیناً اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے ہو اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو ﴿۳﴾

---

① یعنی پہلے کے کیے ہوئے عہد کے ختم ہونے کا اعلان کیا گیا۔ چونکہ بہت سارے کفار سے معاہدہ کی مدت ہی متعین نہیں تھی یا مدت متعین تھی؛ لیکن سامنے والوں نے معاہدہ کی شرطوں کے خلاف کیا، یا معاہدہ ہی نہ تھا؛ اس لیے اب ان معاہدوں کے ختم ہونے کا اعلان ہوا۔

② (دوسرا ترجمہ) اگر تم نہیں مانو گے۔ حج اکبر سے مراد: [۱] فضیلت میں تمام دنوں میں بڑا دن مراد ہے اور یہ عرفہ کا دن ہے [۲] بعض کے نزدیک ۱۰/ ذی الحجہ یوم النحر مراد ہے [۳] حج کے پانچ دن مراد ہے، اور عرف میں عمرہ کو چھوٹا حج کہتے تھے؛ اس لیے اس سے تمیز کرنے کے لیے ''حج اکبر'' کہا گیا۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٤ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٥

مگر (اے مسلمانو!) وہ مشرک (مستثنٰی ہیں) جن سے تم نے کوئی عہد کیا ہو، پھر انھوں نے تمھارے ساتھ (عہد نبھانے میں) کوئی کوتاہی نہیں کی اور تمھارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی تو ایسوں کے ساتھ ان کے عہد کو ان کی مدت تک پورا کرو①، یقیناً اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو② پسند کرتے ہیں ﴿۴﴾ سو جب احترام کے مہینے پورے ہو جاویں تو (جن) مشرکوں (نے تمھارا عہد توڑا تھا ان) کو تم جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کر ڈالو اور تم ان کو پکڑو اور ان کو گھیرو③ اور ان (کو پکڑنے) کے لیے ہر گھات کی جگہ (تاک لگا کر) بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیویں اور نماز قائم کریں اور وہ زکوۃ دیویں تو ان کا راستہ چھوڑ دو④، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۵﴾

---

① دوسرا ترجمہ: سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کر لیا ہو اور انھوں نے (معاہدہ کی تکمیل میں) کوئی کمی نہ کی ہو، اور تمھارے خلاف کسی کی مدد نہ کی ہو، تو ان سے کیا ہوا معاہدہ مقررہ میعاد تک پورا کرو۔

الا الذین سے استثنا ہے، مراد: وہ مشرکین جن سے تمھارا میعادی یا غیر میعادی معاہدہ ہو گیا ہے، اور انھوں نے عہد شکنی بھی نہیں کی ہے، ان سے لڑنے کا حکم نہیں ہے۔ بنو کنانہ کی ایک شاخ بنی ضمرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کر رکھا تھا اور عہد شکنی بھی نہیں کی تھی، اور میعادِ معاہدہ میں نو مہینے باقی تھے، آیت میں اس طرح کے لوگ مراد ہیں۔

② یعنی احتیاط کرنے والوں کو، خاص کر جو وعدہ نبھاوے وہ متقی ہے۔

③ یہ جنگ کا حکم ہے جس میں اس طرح کی کارروائیاں ہوا ہی کرتی ہیں۔

④ یعنی قید، قتل نہ کرو۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع
كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ

اور اگر مشرکین میں سے کوئی بھی تم سے پناہ مانگے① تو جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیوے اس وقت تک تم اس کو پناہ دے دو، پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دو②؛ یہ اس لیے کہ وہ ایسی قوم ہے جو جانتی نہیں ہے③﴿۶﴾

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکوں کے لیے معاہدہ کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ مگر یہ کہ جن (مشرکوں) سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس عہد کیا④، سو جب تک وہ تمھارے ساتھ سیدھے رہیں تو تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو⑤، یقین رکھو کہ اللہ تقویٰ والوں کو پسند کرتے ہیں﴿۷﴾ (ان مشرکوں کی) رعایت کیسے ہوسکتی ہے⑥؟ جن کی حالت ایسی ہے کہ اگر وہ (کسی وقت) تم پر غالب آجاویں تو تمھارے معاملے میں نہ کسی رشتے داری کا خیال کریں اور نہ کسی معاہدے کا (خیال کریں)،

---

① اطمینان سے اسلام کی باتوں کو سن سکے اور سمجھ سکے اس کے لیے اس کو دارالاسلام میں رہنے کی اجازت دو اور رہنے کے زمانے میں اس کی حفاظت کرو۔
② یعنی اس کو امن کی جگہ (اس کا قبیلہ اس کی قوم میں) پہنچ جانے دو؛ تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اپنی رائے قائم کرلے۔
③ غیر مسلموں کی بہت بڑی تعداد اسلام وقرآن اور نبی ﷺ سے ناواقف ہے ان کو مناسب ذرائع سے تعارف کروانا ضروری ہے۔④ کافروں کی جو جماعت مسلمانوں کے ساتھ ٹھیک برتاؤ رکھے، مسلمانوں کو بھی ان کے ساتھ ٹھیک ٹھاک برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا۔
⑤ یعنی مشرکوں کے عہد کا کیسے اعتبار اور رعایت ہوسکتی ہے؟ اس لیے کہ رعایت اس عہد کی ہوتی ہے جبکہ سامنے والے اس عہد کو نہ توڑیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہوگا کہ کافر عہد کو خود توڑیں گے؛ اس لیے ہماری طرف سے بھی اس کی رعایت نہیں ہوگی۔
⑥ (دوسرا ترجمہ) ایسوں کے ساتھ کس طرح صلح قائم رہ سکتی ہے؟

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ

مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝١٠ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝١١ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا

اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ

تم کو وہ اپنی زبانی باتوں سے خوش کر رہے ہیں اور ان کے دل تو انکار کرتے ہیں، اور ان میں کے اکثر لوگ تو نافرمان ہیں ﴿۸﴾ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں (دنیا کی) تھوڑی سی قیمت لے لی① نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے (لوگوں کو) اس (اللہ تعالیٰ) کے راستے سے روکا ہے، یقیناً وہ لوگ بہت برے کام کرتے ہیں ﴿۹﴾ یہ لوگ کسی مؤمن کے بارے میں نہ کسی طرح کی رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدے کا (لحاظ کرتے) اور وہی لوگ حد سے آگے بڑھے ہوئے ہیں ﴿۱۰﴾ سو اگر وہ لوگ توبہ کرلیں② اور وہ لوگ نماز کو قائم کریں اور وہ لوگ زکوۃ دیویں تو وہ تمھارے دینی بھائی ہوجاویں گے اور ہم ان لوگوں کے لیے احکام کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو جاننا چاہتے ہیں ﴿۱۱﴾ اور اگر وہ لوگ اپنے عہد (کرنے) کے بعد اپنی قسموں (یعنی عہدوں) کو توڑ ڈالیں اور وہ تمھارے دین (یعنی اسلام) میں طعنے دیں③ تو تم کفر کے سرداروں سے لڑو④،

---

① دنیوی غرض سے عہد شکنی یہ دینِ صحیح کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔
② یعنی مسلمان ہوجائیں
③ (۱) اسلام پر اعتراض کرنا (۲) مسلمانوں کے دین کے معاملے میں طعن تشنیع کرنا یہ عہد شکنی ہے (۳) اسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی اہانت کے لیے اسلامی احکام میں علانیہ طعن و تشنیع (۴) اسلامی احکام کی تحقیر (۵) اسلامی احکام کو بے وقعت سمجھنا (۶) اسلام کے خلاف بولنا (۷) اسلام کو پرانا نظام بتلانا، یہ سب چیزیں اس میں شامل ہیں۔
④ مکہ کے سردار جو مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہتے تھے اور جنگی تیاری میں لگے رہتے تھے، دشمنوں کی طاقت میں اصل یہی لوگ تھے، ان کے خلاف کارروائی کا حکم ہوا؛ تاکہ دشمن کی طاقت ختم ہوجاوے۔

اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴿١٢﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا
بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿١٣﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴿١٥﴾

یقیناً ایسے لوگوں کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے①، شاید کہ وہ لوگ (کفر اور شرارت سے) رک جاویں ﴿۱۲﴾ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کروگے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انھوں نے رسول (حضرت محمد ﷺ) کو نکالنے کا ارادہ کیا② اور انہی لوگوں نے تمھارے خلاف پہلی مرتبہ (چھیڑنے کی) شروعات کی تھی (اے مسلمانو!) کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو؟ اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو③ ﴿۱۳﴾ تم ان سے لڑو، تو اللہ تعالیٰ ان کو تمھارے ہاتھوں سے سزا دیں گے اور (اللہ تعالیٰ) ان کو رسوا کردیں گے اور (اللہ تعالیٰ) ان کے خلاف تمھاری مدد کریں گے④ اور ایمان والی قوم کے سینوں کو (اللہ تعالیٰ) ٹھنڈا کریں گے⑤ ﴿۱۴﴾ اور (اللہ تعالیٰ) ان (مسلمانوں) کے دلوں کا غصہ دور کردیں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے اس کو توبہ کی توفیق دیں گے⑥ اور اللہ تعالیٰ تو بڑے جاننے والے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۵﴾

---

① یہ قسمیں توڑنے کے عادی ہیں؛ اس لیے ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں اور جب انھوں نے خود اپنی قسمیں توڑ دیں تو مسلمانوں پر ان کی کوئی ذمے داری نہیں ہے۔

② یعنی مکہ سے کفار نے اور مدینے سے یہود نے۔

③ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا ایسا خوف جو احکامِ شرعیہ کو پورا کرنے میں رکاوٹ بنے وہ کسی مسلمان کے دل میں ہونا ہی نہیں چاہیے، ایمان اور ایسا خوف دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔

④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو ان پر غالب کردیں گے۔

⑤ یعنی شفا دیں گے (مظلوم کے دل میں ظالم کی طرف سے ہونے والے مسلسل مظالم کے نتیجہ میں جو غم، رنج، غصہ ہوتا ہے وہ قتال کی برکت سے ٹھنڈا ہوتا ہے)۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر) =

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ ع ٨
مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾

کیاتم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (ایسے ہی) چھوڑ دیے جاؤ گے؛ حالاں کہ ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر نہیں کیا جو تم میں سے جہاد کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو چھوڑ کر کسی اور کو خصوصی راز دار نہیں بناتے① اور تم جو کام بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ﴿١٦﴾

مشرکین کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں②؛ جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ خود اپنے (عمل سے) کفر کی شہادت دیتے ہیں③، ایسے ہی لوگوں کے اعمال برباد ہو گئے اور آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿١٧﴾

=⑥ جہاد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو رحمۃ للعٰلمین حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ اس امت کو ملی ہے، سابقہ زمانے میں ہوا، پانی، زلزلے کے عام عذاب آتے تھے، جس میں پوری قوم ہلاک کر دی جاتی، جب کہ جہاد کے ذریعہ خاص مجرم لوگوں کو سزا دی جاتی ہے، باقی جو بچ گئے ان میں سے بہت سوں کو ایمان کی سعادت ملی اور ہمیشہ کے لیے جنتی بن گئے۔ دیکھیے حضور ﷺ کو مکہ سے نکالنے پر مکہ پر عمومی عذاب آجاتا تو پھر ہجرت سے لے کر فتحِ مکہ تک جو سینکڑوں حضرات کو ایمان کی سعادت ملی وہ کیسے ایمان لانے کا موقع پاتے؟ خلاصہ یہ کہ مرض کی گرہ کو کاٹ کر پورے جسم کو شفا کے ساتھ سلامت رکھنا یہ جہاد ہے، جو رحمت ہے۔ نیز جس طرح فائر بریگیڈ کی گاڑی کسی جگہ آگ بجھانے کے لیے چلتی ہے تو راستے میں چھوٹی موٹی چیز جو ان کے لیے رکاوٹ بنتی ہے اس کا لحاظ کیے بغیر وہ گاڑی آگے بڑھ جاتی ہے؛ چوں کہ چھوٹی موٹی رکاوٹوں کو اگر ملحوظ رکھے تو آگے آگ کی وجہ سے بڑی تباہی کے خطرات ہیں، بس! قتال فی سبیل اللہ کا حال بھی یہی ہے، کہ جو لوگ بیچ میں رکاوٹ بنیں ایسے لوگوں کو دور کر کے آگے ایک مجمعِ عظیم کو صلاح وفلاح، ایمان وہدایت سے محروم ہونے سے بچا لینا جہاد ہے۔

اِس صفحے کا حاشیہ: ① راز دارانہ قلبی دوستی ایمان والوں سے رکھو۔

② اس میں مسجد کی ظاہری تعمیر و اعمالِ مساجد سے آباد کرنا، حفاظت، ضروریات کا نظم، غیر مناسب چیزوں سے بچانا سب شامل ہے۔ "یَعْمُرُ" کے اولین مصداق اعمال وتلاوت سے مسجد کو آباد کرنے والے ہیں؛ اس لیے کہ حدیث میں آپ ﷺ نے بکثرت مسجد میں آنے والے شخص کے لیے شہادتِ ایمان کا حکم دیا اور پھر بطورِ استشہاد کے اس آیت کو ذکر کیا۔ (ریاض الصالحین: ١٠٦٠)

③ اپنی ذات پر کفر تسلیم کرتے ہوئے؛ یعنی کافرانہ نام و اعمال سے خود کا تعارف کراتے ہو۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ
يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ
وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا
يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ
مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾

اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر (دل سے) یقین رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، سو ایسے ہی لوگوں کے لیے امید ہے کہ وہ (لوگ) ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے ﴿۱۸﴾ (مکہ کے اے مشرکو!) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے کو اور مسجدِ حرام کو آباد رکھنے کو اس شخص (کے اعمال) کے برابر سمجھ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا ہے؟ یہ (دونوں قسم کے) لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں برابر نہیں ہو سکتے اور ظلم کرنے والی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتے ﴿۱۹﴾ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ﴿۲۰﴾ ان کے رب ان کو اپنی طرف سے رحمت اور خوشنودی اور ایسے باغات کی جن میں ان کے لیے ہمیشہ کی نعمتیں ہیں [1] خوش خبری دیتے ہیں ﴿۲۱﴾ ان (باغوں) میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یقین رکھو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا بدلہ ہے ﴿۲۲﴾

---

[1] دوسرا ترجمہ: ہمیشہ آرام۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى

الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ

وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ

سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ ع ٣ ٨ ١

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْــــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

اے ایمان والو! اگر تمھارے باپ اور تمھارے بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو (زیادہ) پسند کریں تو ان کو (اپنا) دوست مت بناؤ اور تم میں سے جو شخص بھی ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں ﴿٢٣﴾ (اے نبی!) تم (مسلمانوں سے) کہہ دو: تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور جو مال تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جو تم پسند کرتے ہو اگر یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول اور ان (اللہ تعالیٰ) کے راستے میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ پسند ہیں، تب تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیویں[١] اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتے ﴿٢٤﴾

پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (لڑائی کی) بہت ساری جگہوں (یعنی میدانوں) میں تمھاری مدد کی اور (خاص کر کے) حنین کے دن بھی (تمھاری مدد کی) جب تم اپنی تعداد کے زیادہ ہونے پر خوش ہو رہے تھے؛ مگر وہ (تعداد کی زیادتی) تم کو کچھ بھی کام نہیں آئی اور زمین اپنے وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم (کافروں سے) پیٹھ دکھا کر پیچھے ہٹ گئے ﴿٢٥﴾

① فرضیت کے موقع پر ہجرت نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا حکم آجائے، اسی طرح اگر ماں، باپ، بھائی، بیوی، اولاد وغیرہ کی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ آئی تو یہ چیزیں انسان کے لیے عذاب کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اسی طرح ترکِ جہاد پر تنبیہ بھی معلوم ہو رہی ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا
يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اپنی (طرف سے) سکینت اتاری[١] اور ایسے لشکر (ملائکہ) بھیجے جو تم کو نظر نہیں آئے اور کافروں کو (سخت) سزا دی اور کافروں کی تو یہی سزا ہے ﴿٢٦﴾ پھر اللہ تعالیٰ اس (جنگ) کے بعد جس کو چاہیں گے اس کو توبہ (یعنی اسلام) کی توفیق عطا فرمائیں گے[٢] اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿٢٧﴾ اے ایمان والو! یقیناً مشرک لوگ تو سراپا ناپاک ہیں[٣]، سو وہ لوگ اس سال کے بعد مسجدِ حرام (حدودِ حرم) کے پاس نہ آویں[٤] اگر تم کو ڈر ہے مفلس ہو جانے کا تو اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو وہ تم کو بہت جلدی اپنے فضل سے غنی کریں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿٢٨﴾

---

① خود نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ جمے رہنے والے صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی تسلی کی برکت سے فتح قریب نظر آنے لگی اور جو حضرات اچانک کے شدید حملے کی وجہ سے ادھر ادھر ہو رہے تھے ان کے لیے تسلی ہو گئی اور وہ میدان میں آ کر جم گئے۔

② اہلِ حنین سے بہت ساروں کو ایمان کی سعادت نصیب ہوئی۔

③ (١) ہر گندگی جس سے انسان کی طبیعت نفرت کرے۔
(٢) جو آنکھ ناک سے محسوس ہو۔
(٣) جس کا گندا اور برا ہونا علم و عقل کے ذریعے معلوم ہو۔
(٤) ظاہری، معنوی، باطنی، عقیدے کی گندگی؛ یہ سب آیت کے عموم میں مراد ہے۔

④ یعنی مشرکانہ طور پر حج و عمرہ نہ کرے، پہلے مشرکانہ طور پر حج و عمرے ہوتے تھے، سن ۹ ہجری میں اس کو بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ
صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ ع
قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

تم اہلِ کتاب میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ لڑو جو نہ تو اللہ تعالیٰ پر اور نہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور سچے دین کو قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ ماتحت بن کر (1) (اپنے) ہاتھ سے جزیہ دینا قبول کر لیں ﴿۲۹﴾

اور یہود کہنے لگے کہ: عزیر تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ: مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، یہ سب ان کی منہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں (2) ان سے پہلے جو کافر تھے انہی کے جیسی باتیں یہ بھی کہنے لگے (3)، اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیویں، یہ کہاں اوندھے پھرے جا رہے ہیں؟ ﴿۳۰﴾

ان (یہود و نصاریٰ) نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے احبار (یعنی یہودی علما) اور اپنے راہبوں (یعنی نصرانی علما) کو اور مریم کے بیٹے مسیح کو (بھی) رب بنا لیا ہے (4)؛ حالاں کہ ان کو صرف ایک ہی معبود (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو شرک وہ کرتے ہیں اس سے وہ (اللہ تعالیٰ) پاک ہیں ﴿۳۱﴾

---

(1) یعنی اسلامی احکام قوانین عامہ کی اطاعت اور بالادستی تسلیم کر لیوے۔ بعض نے ''ذلیل ہو کر'' یہ ترجمہ بھی کیا ہے۔
(2) یعنی اس بات پر کوئی دلیل نہیں یا ان کا یہ عقیدہ کوئی مخفی بات نہیں ہے۔
(3) یعنی پرانے مشرکین جس طرح فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اسی طرح یہ لوگ [اہل کتاب] حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ نوٹ: بنو قریظہ کے یہود اور شام کے یہود حضرت عزیر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے تھے۔
(4) اطاعتِ مطلقہ جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے یہود و نصاریٰ اپنے علما کو بھی ویسا سمجھتے تھے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾

وہ (دشمن) ایسا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور (یعنی دینِ اسلام) کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیویں①؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہیں گے، چاہے کافر لوگوں کو یہ بات کتنی ہی بری لگے ﴿۳۲﴾ اسی (اللہ تعالیٰ) نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا؛ تاکہ اس کو تمام دین پر غالب کر دیویں، چاہے مشرک لوگوں کو (یہ بات) پسند نہ ہو ﴿۳۳﴾ اے ایمان والو! یقینی بات ہے کہ بہت سارے احبار (یعنی یہودی علما) اور راہب (یعنی نصرانی علما) لوگوں کے مالوں کو غلط طریقے سے کھاتے ہیں②اور وہ (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے③تو ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو ﴿۳۴﴾

---

① دینِ حق کو مٹانے کی کوشش کرنا مراد ہے۔

② رھبان اور احبار کی برائی قرآن مجید نے نقل کی، اور امتِ محمدیہ کے علماء کو تنبیہ کی کہ: لوگوں کے مال کو ناحق طریقے سے ہرگز نہ کھائیں۔

③ مراد یہ ہے کہ اس جمع کیے ہوئے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کے لیے یہ وعید ہے۔
قاضی صاحب نے تفسیرِ مظہری میں ضمیر کا مرجع چاندی کی طرف مانا ہے؛ یعنی کسی کے پاس سونا اور چاندی تھوڑا تھوڑا ہو تو سونے کی قیمت بھی چاندی کے حساب میں لگا کر زکوۃ ادا کرے۔ سونا چاندی قلیل قلیل ہو یا دو میں سے کوئی ایک نقد کرنسی کے ساتھ جمع ہو جائے تو چاندی کے نصاب کو سامنے رکھ کر زکوۃ دیوے یعنی اس صورت میں اقلِ نصاب کا اعتبار ہے، گرچہ اس وقت کا کم قیمت کا نصاب چاندی کا ہے، قیامت سے پہلے صورتِ حال بدل بھی سکتی ہے۔

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾

جس دن جہنم کی آگ میں (رکھ کر) ان (سونے چاندی) کو تپایا جائے گا، پھر ان (تپے ہوئے سونے چاندی) سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کی کروٹوں (یعنی پہلوؤں) کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا[۱] (اور ان کو کہا جائے گا) یہ تو تمھارا وہی خزانہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا، سو تم نے جو جمع کر کے رکھا تھا اس کا مزہ تم لوگ چکھو ﴿۳۵﴾ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن سے مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں بارہ مہینے مقرر ہیں، ان میں سے چار (مہینے) احترام والے ہیں، یہی دین (کا) سیدھا (سادہ ضابطہ) ہے[۲] سو ان (چار مہینوں) میں (گناہ کر کے یا ترتیب بدل کر کے) اپنے اوپر ظلم مت کرو[۳] اور (اے مسلمانو!) تم سب مشرکوں سے لڑتے رہو جس طرح وہ تم سب (مسلمانوں) سے لڑتے ہیں[۴] اور تم یہ بات جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہیں ﴿۳۶﴾

---

① چندہ کرنے والے سفیروں اور فقیروں سے ناگواری کا اظہار کرنے کے لیے پہلے پیشانی چڑھائی، پھر کروٹ پھرالی اور پیٹھ دکھا کر چل دیے؛ اس لیے اسی ترتیب سے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔
② دین کے معنی حساب یعنی یہی صحیح حساب ہے۔
③ گناہ کرنے والا خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے؛ کیوں کہ گناہ کا برا انجام اس کی جان ہی کو بھگتنا پڑے گا۔
④ یعنی جب وہ کفر اور شرارت کے کام کرے اور اس کو عادت بنالیں تو ایسوں کے ساتھ ہر وقت لڑنے کے لیے تیار رہو۔)

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا
لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ ع ۵ ۸ ۱۱
سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا
مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ
وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر (کے زمانے) کی زیادہ کی ہوئی بات ہے ①اس کے ذریعہ کافر لوگ گمراہی میں پڑتے ہیں، وہ کسی سال میں اس (حرام مہینے) کو حلال کر دیتے ہیں اور (دوسرے) کسی سال اس کو حرام کر لیتے ہیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کیے ہیں (بس) اس کی گنتی وہ (کسی طرح بھی) پوری کر لیویں، پھر جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس کو حلال کر لیتے ہیں ②، ان کے برے اعمال ان کی نظروں میں خوش نما کر کے دکھائے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتے ﴿۳۷﴾

اے ایمان والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم کو (یوں) کہا جاتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لیے باہر) نکلو تو تم بھاری ہو کر کے زمین پر گر جاتے ہو ③، کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے، سو دنیا کی زندگی کا نفع آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے ﴿۳۸﴾ اگر تم (جہاد کے لیے) نہیں نکلے تو تم کو وہ (اللہ تعالیٰ) دردناک عذاب دیں گے اور تمھاری جگہ پر وہ (اللہ تعالیٰ) دوسری قوم کو لے آئیں گے ④ اور تم ان (اللہ تعالیٰ کے دین) کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۳۹﴾

---

① یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کر کے انھوں نے چار مہینے کی گنتی تو پوری کر لی؛ لیکن ترتیب بدلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس مہینے میں واقعۃً اللہ تعالیٰ نے لڑائی حرام قرار دی تھی، اس میں انھوں نے لڑائی کو حلال کر لیا۔
② یعنی برے کام کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔ انسان کی سمجھ جب الٹ جائے تو بھلائی کا راستہ کیسے مل سکتا ہے!۔
③ زمین پر گر جاتے ہو (یعنی جہاد کے لیے اٹھ کر چلتے نہیں ہو)۔ ④ یعنی پیدا کریں گے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱

اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو پکی بات ہے کہ (اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد کریں گے جیسا کہ) اللہ تعالیٰ اس (نبی) کی مدد اس (نازک) وقت میں کر چکے ہیں جب کافروں نے اس (نبی) کو (مکہ سے) نکالا تھا، جبکہ وہ (آپ ﷺ) دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے جس وقت وہ دونوں غار میں تھے (۱) جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے یہ فرما رہے تھے کہ تم غم مت کرو، یقین رکھو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس (نبی) پر اپنی (طرف سے) سکینت (یعنی تسلی) نازل فرمائی (۲) اور اس (نبی) کی مدد (فرشتوں کے) ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہیں آئے اور اس (اللہ تعالیٰ) نے کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ کی بات (ہمیشہ) اونچی ہی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۴۰﴾ تم (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) چاہے ہلکے ہوں کہ بھاری ہوں نکلو (۳) اور اپنے مال اور اپنی جانوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو، اگر تم سمجھتے ہو تو یہی تمھارے لیے بہتر ہے ﴿۴۱﴾

---

(۱) آپ ﷺ کا کامیاب ہونا صرف تم انسانوں کی مدد پر موقوف نہیں ہے، جس وقت نبی اکیلے تھے، یار غار صدیق تھے، اس وقت بھی اللہ نے مدد کی تھی۔

(۲) مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ گھر سے نکل کر روانہ ہو گئے، مکہ والوں نے آپ کے پورے مکان کو گھیر لیا، ایک مٹھی مٹی حضور ﷺ نے ان کی طرف پھینکی، تو اس سے کوئی حضور کو دیکھ نہیں سکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا؛ تا کہ لوگوں کی امانتوں کو ان کے مالکوں کو سونپ دے؛ کیوں کہ آپ ﷺ مکہ کے سب سے بڑے امانت دار تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلی دی گئی کہ یہ لوگ تمھارا کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، ان کو ہجرت کی اطلاع دی، پہلے سے اونٹنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پال رکھی تھی، انھوں نے اس کو ہدیہ میں قبول کرنے کی درخواست کی؛ لیکن آپ ﷺ نے قیمتاً اس کو خریدا۔ یہ ہے اللہ کے دین کے لیے خود آپ کا جذبہ! پھر وہاں سے غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے، غارِ ثور میں داخل ہونے کا راستہ اتنا تنگ تھا کہ صرف اس میں لیٹ کر ہی داخل ہو سکتے تھے، پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے، اس کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کیا؛ تاکہ کوئی کیڑا تکلیف نہ پہنچا سکے، صرف ایک سوراخ باقی رکھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے پاؤں مبارک رکھ دیا۔ جب غار کی صفائی ہوگئی تب آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، صدیق اکبر کی زانو پر سر رکھ کے آرام فرمانے لگے۔

نوٹ: یہ سعادت باپ بیٹی دونوں کو نصیب ہوئی، غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ران پر سر رکھ کے آرام فرمایا، اور غزوۂ بنو مصطلق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر سر رکھ کر آپ ﷺ نے آرام فرمایا۔

جس سوراخ پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیر تھا وہاں سے سانپ نکلا اور ڈنک مارا؛ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زہر کو برداشت کیا، اپنے بدن کو ہلنے نہیں دیا؛ تاکہ آپ ﷺ کی راحت میں خلل نہ پڑے۔ یہ سعادت بھی باپ بیٹی دونوں کو نصیب ہوئی، غزوۂ بنی مصطلق میں جس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ران پر سر رکھ کے آرام فرما رہے تھے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا، مارا، پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حرکت نہیں کی۔ کیسی عجیب مثالی محبت تھی آپ ﷺ سے باپ بیٹی دونوں کو!! آپ ﷺ نے بیدار ہو کر اپنا لعابِ مبارک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لگایا، جس سے فوراً شفا ہوگئی، دشمن غار کے دروازے پر پہنچ گئے؛ لیکن ایک جنگلی کبوتر نے غار کے دروازے پر انڈے رکھ دیے، اور مکڑی نے وہاں جالا تن دیا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے: وہاں ایک پودا بھی اُگ آیا، اور فرشتوں کی بڑی جماعت وہاں موجود تھی۔

دشمن جب پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے، اگر یہ لوگ ذرا بھی جھک کر دیکھیں گے تو ہم پر نظر پڑ جائے گی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! تمھارا کیا خیال ہے اُن دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے، کوئی ڈر نہیں ہے، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلبِ مبارک پر سکون واطمینان کی کیفیت نازل فرمائی، اور آپ ﷺ کے واسطے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل پر بھی نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تدبیر کو ناکام کیا، اور اپنے نبی اور صدیق اکبر کی حفاظت فرمائی۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کی شان! مکڑی جو سب سے کمزور، وہ دشمنوں کے سامنے زوردار حفاظت کر رہی ہے۔ پھر سفر کر کے عافیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

(۲) وہ اطمینان اور چین جو اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے دل میں اس وقت نازل کرتے ہیں جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے، پھر اس کے بعد اس پر جو کچھ حالات بھی گزرے وہ اس سے گھبراتا نہیں۔

(۳) ہلکے ہوں یا بھاری اس سے مراد: پیدل ہوں یا سوار، فقیر ہوں یا مال دار، جوان ہوں کہ بوڑھا، سامان کم ہو یا زیادہ ہر حالت میں نکلو۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ

وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ع۵ ۱۲ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

اگر (دنیا کا) سامان نزدیک میں ملنے والا ہوتا اور سفر بھی آسان ہوتا (مثلاً: غزوۂ بنی المصطلق) تو وہ (منافق لوگ) ضرور تمھارے ساتھ (سفر میں) چلتے؛ لیکن سفر کی مسافت ان کو لمبی نظر آئی (جیسے تبوک میں) (اس لیے بیٹھ پڑے) اور عنقریب وہ اللہ تعالیٰ (کے نام) کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم سے ہوسکتا تو ہم ضرور تمھارے ساتھ (سفر میں) نکلتے (جھوٹی قسم کھا کر کے سفر میں نہ جا کر کے) وہ (منافق) لوگ اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں ① اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ (منافق) لوگ بالکل جھوٹے ہی ہیں ﴿۴۲﴾

(اے نبی!) اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا ہے ② تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت کیوں دے دی؟ یہاں تک کہ تمھارے سامنے سچ بولنے والے ظاہر ہو جاتے اور جھوٹ بولنے والوں کو بھی تم جان لیتے ③ ﴿۴۳﴾

---

① اپنے خیال کے مطابق منافق لوگ ہلاکت سے بچنے کے لیے جہاد میں نہ جانا چاہتے تھے؛ حالاں کہ جہاد میں نہ جانا ان کے لیے ہلاکت تھی۔

② مطلب: (۱) صدرِ کلام میں محض دعا کا ذکر ہے۔

(۲) اجازت نہیں دینی تھی پھر بھی دیدی، خلافِ اولیٰ کام کیا اس پر "عفا اللہ" کہا گیا۔

(۳) اللہ سے خصوصی تعلق کی وجہ سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر "لِمَ اَذِنْتَ" کو برداشت نہ کرسکتا، لہٰذا پہلے ہی "عفا اللہ" فرمادیا گیا۔

③ اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اعزاز کا اظہار ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حضور کی کتنی محبوبیت ہے! کہ ایک ہی آیت میں چار مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا: عنک، لم اذنت، لک الذین، وتعلم الکاذبین۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۝۴۴ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۝۴۵ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ
لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ۝۴۶ لَوْ
خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ

جولوگ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر (واقعتہً) ایمان لاتے ہیں وہ اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے کے بارے میں تم سے ① اجازت نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں ② ﴿۴۴﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل (دین کے بارے میں) شک میں (پڑے ہوئے) ہیں سو وہ لوگ اپنے شک میں ہی بھٹک رہے ہیں، ایسے ہی لوگ تم سے (جہاد میں نہ آنے کی) اجازت مانگتے ہیں ﴿۴۵﴾ اور اگر وہ (جہاد میں) نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ سامان کی تیاری تو کرتے ③؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا اٹھنا پسند نہیں کیا؛ اس لیے ان کو سست پڑا رہنے دیا ④ اور (ان کو) کہہ دیا گیا کہ: تم بیٹھے رہنے والوں ⑤ کے ساتھ (یہاں) بیٹھے رہو ﴿۴۶﴾ اگر وہ (منافق) تمھارے ساتھ نکلتے بھی تو تمھارے درمیان فساد ⑥ کے سوا اور کچھ نہ بڑھاتے اور تم میں فتنہ پھیلانے کے لیے تمھاری صفوں کے درمیان دوڑتے پھرتے ⑦

① یعنی جہاد میں شریک نہ ہونے کی۔
② دین کے خاطر جان مال لگانے کے لیے تیار رہنا کامل ایمان کی نشانی ہے۔
③ مروجہ تبلیغی اصطلاح میں پیشگی تیاری کی ایک شکل ''وصولی'' ہے۔
④ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا (اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق نہیں دی)۔
⑤ یعنی معذور، بچے، عورتیں، بوڑھوں کے ساتھ۔
⑥ یعنی چغلی، لگائی بجھائی کرنا، باتوں کو اِدھر اُدھر کرنا۔ خلاصہ: ان کی پوری کوشش آپس میں فتنہ کرانے کی ہوتی ہے۔
⑦ بعض لوگ خیر کے کاموں میں فتنے ہی کھڑے کرنے کا کام کرتے ہیں ایسے لوگ تو باہر ہی رہیں، اس میں کام کرنے والوں کی خیریت ہے۔

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۝﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ
وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۝﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ
ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۝﴿٤٩﴾

اور (اب بھی) ان کے کچھ جاسوس لوگ تم میں (موجود) ہیں اور ظلم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں ﴿٤٧﴾ پکی بات یہ ہے کہ وہ (منافق لوگ) تو پہلے سے ہی فتنہ (فساد) کی تلاش میں رہتے ہیں① اور تمھارے کاموں کو الٹتے رہے ہیں② یہاں تک کہ حق آپہنچا③ اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب رہا اور وہ (منافق) لوگ (اس کو) پسند نہیں کرتے ہیں ﴿٤٨﴾ اور ان (منافقوں) میں سے ایک ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ: تم مجھ کو (جہاد میں نہ آنے کی) اجازت دے دو اور مجھ کو کسی فتنے میں مت ڈالو④، ارے! فتنے میں تو یہ (پہلے ہی) پڑے ہوئے ہیں⑤ اور یقیناً جہنم (آخرت میں) کافروں کو گھیرنے والی ہے⑥ ﴿٤٩﴾

---

① منافقین غزوۂ احد کے وقت آئے تھے، راستے سے ٣٠٠ واپس چلے گئے، گویا اس طرح کی حرکتیں کرنا ان کی پرانی عادت تھی۔

② (دوسرا ترجمہ) آپ کے متعلق الگ الگ تدبیروں کی الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ برے داؤ پیچ کھیل رہے ہیں، نبی کی دعوت میں اہلِ باطل نے ہمیشہ رخنہ اندازی کی کوشش کی ہے۔

③ حق سے مراد اللہ کی مدد اور دین اسلام کی تائید ہے۔

④ (دوسرا ترجمہ) گمراہی میں نہ ڈالیے، یہ بات جد بن قیس نامی منافق نے کہی تھی کہ رومیوں کی عورتوں کے حسن کے فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ مزعومہ دینی عنوان سے عذر معذرت کر کے نیک کام سے پیچھے رہنا بہت سے انسانوں کی پرانی عادت ہیں۔

نوٹ: بعض لوگ خودساختہ اعذار پیش کر کے اہم دینی کاموں سے پیچھے رہنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس آیت کے مضمون سے نصیحت حاصل کرے۔

⑤ باطنی کفر اور نبیِ کریم ﷺ کی نافرمانی یہ بڑا فتنہ ہے۔

⑥ نفاق، غلط عذر کر کے جہاد میں نہ جانا یہ سب وہ اسباب ہیں جو آخرت میں جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنیں گے۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ
قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝٥٠ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٥١ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ
وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا
مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝٥٢ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝٥٣

اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: ہم نے پہلے سے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا[1] اور وہ خوش ہوتے ہوئے (تمھارے پاس سے) واپس چلے جاتے ہیں ﴿۵۰﴾ (اے نبی!) تم (ایسا) کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے جو (مصیبت) لکھ دی ہے اس کے سوا کوئی بھی (مصیبت) ہم کو پہنچ ہی نہیں سکتی، وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے مالک ہیں اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ﴿۵۱﴾ (اے نبی!) تم (ان کو) کہہ دو کہ: تم تو ہمارے لیے دو بھلائیوں[2] میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو اور ہم کو تمھارے بارے میں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے تم پر کوئی سزا بھیج دیویں، سو تم لوگ انتظار کرو، ہم بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتے ہیں[3] ﴿۵۲﴾ (اے نبی!) تم (ان کو) کہہ دو کہ: تم (جہاد میں) خوشی سے خرچ کرو یا زبردستی (خرچ کرو) تم (لوگوں) سے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا) بالکل قبول نہیں کیا جائے گا، یقیناً تم لوگ تو ایسی قوم ہو جو (مسلسل) نافرمانی کرتی رہتی ہو ﴿۵۳﴾

---

① (دوسرا) ہمارا کام پہلے سے ہی سنبھال لیا تھا۔

② فتح اور غنیمت یا شہادت دونوں چیز ہمارے لیے بھلائی ہوتی ہے۔

③ قرآن کی عجیب بلاغت دیکھیے، ایک ہی مادے کے متعدد صیغے ایک ہی آیت میں آ گئے: نتربص، فتربصوا، تربصون۔ نتربص مضارع مثبت معروف جمع متکلم، تربصوا امر کا جمع حاضر، باب تفاعل۔ تربصون: مضارع مثبت، جمع مذکر حاضر۔

وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوۡلِهٖ وَلَا يَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمۡ كُسَالٰى وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ۝٥٤ فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ۝٥٥ وَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ ؕ وَمَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلٰكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ يَّفۡرَقُوۡنَ۝٥٦

اوران کے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کیے ہوئے مال کے ان سے قبول ہونے میں ان کو صرف اس لیے رکاوٹ آئی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا انکار کیا① اور وہ نماز نہیں پڑھتے؛ مگر بڑی سستی کرتے ہوئے (کچھ پڑھ لیتے ہیں) اور وہ (دل) نہ چاہتے ہوئے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) مال خرچ کرتے ہیں② ﴿۵۴﴾ سو ان کے مال اور ان کی اولاد (کے زیادہ ہونے) سے تم کو تعجب نہیں ہونا چاہیے③، یقیناً اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتے ہیں کہ ان کو ان چیزوں کے ذریعہ سے دنیا کی زندگی میں عذاب دیویں④ اور ان کی جان کفر کی حالت ہی میں نکلے ﴿۵۵﴾ اور وہ (منافق لوگ) تو اللہ تعالیٰ (کے نام) کی قسم کھاتے ہیں کہ یقیناً وہ تم ہی میں سے ہیں⑤؛ حالاں کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں؛ لیکن وہ تو ڈرپوک لوگ ہیں ﴿۵۶﴾

---

① (ا) ریا اور دکھلاوا (۲) اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی: ان کے اس خیرات کے قبول نہ ہونے کی یہ دو وجہ ہوئی۔
اس آیت میں تین طرح کی خرابی کا بیان ہوا: (ا) عقیدے کی خرابی (۲) بدن کی ہیئت وہ ایسی اختیار کرتے تھے کہ سامنے والے کو دھوکا پڑ جاوے (۳) ان کی مالی حیثیت سے بھی بہت سے لوگ دھوکا کھا جاتے تھے۔
② صرف بدنامی کے ڈر سے چندہ دیتے ہیں اور ثواب کی امید نہیں؛ چونکہ ایمان نہیں اس لیے یہ صدقہ مقبول نہیں۔
③ اُس دور میں کفار، یہود اور منافقین کے یہاں بھی اولاد کی کثرت عزت کی چیز سمجھی جاتی تھی، اب آج کا زمانہ کچھ الگ ہے۔
④ مال اور اولاد بہت سی مرتبہ انسان کے لیے بدنامی و مصیبت کا ذریعہ بن جاتی ہے، یہ بھی مستقل عذاب ہے، اللھم احفظنا۔
نیز مال کو کمانے میں تھکاوٹ بھی بہت سخت ہے اور مشقت بھی بہت بڑھی ہوئی ہے؛ لیکن اس سے زیادہ مشقت مال کی حفاظت میں ہے؛ اسی لیے مال و اولاد کی کثرت کو آیت میں دنیوی زندگی کا عذاب بتلایا گیا ہے۔
⑤ تاکہ ان منافقوں کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ نہ ہو۔

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ۝٥٧ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ
يَسْخَطُوْنَ۝٥٨ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۝٥٩ ع ۱۳

اگران (منافق لوگوں) کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا (پہاڑ میں) غار مل جاتے یا سر گھسانے کی کوئی اور جگہ مل جاتی تو وہ بے لگام ہو کر کے جلدی سے اسی کی طرف بھاگتے[۱] ﴿۵۷﴾ اور ان (منافقوں) میں سے کچھ ایسے ہیں جو صدقات (کی تقسیم) میں تم پر عیب (یعنی طعنہ) لگاتے ہیں[۲] اگر ان کو (ان کی مرضی کے مطابق) اس میں سے دے دیا جاوے تب تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر (ان کی مرضی کے مطابق) اس میں سے ان کو نہ دیا جاوے تب تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور اگر وہ (منافق) اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ان کو جو دیا اس پر راضی رہتے اور (یوں) کہتے کہ ہم کو تو اللہ تعالیٰ کافی ہیں، آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو (اور زیادہ) دیں گے اور اس کے رسول بھی (ہم کو دیں گے) یقیناً ہم تو (دل سے) اللہ تعالیٰ ہی کو چاہتے ہیں[۳] ﴿۵۹﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) تو وہ رسیاں تڑوا کر کے اسی کی طرف دوڑیں گے۔

② تفسیر ابن جریر میں کئی روایات اس قسم کی نقل کی گئی ہیں جن میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے صدقات تقسیم فرمائے تو کچھ منافقین نے اعتراض کیا کہ یہ تقسیم (معاذ اللہ!) انصاف کے مطابق نہیں ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ان منافقوں کو ان کے مطلب کے مطابق نہیں دیا گیا تھا۔

③ (دوسرا ترجمہ) ہم تو اللہ تعالیٰ ہی سے توقع رکھنے والے ہیں۔

ایک مومن کا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہیے اس کی تعلیم دی گئی کہ اگر اللہ اور رسول کی طرف سے کوئی چیز ملے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ، رسول ﷺ کا متبع، جانشین کوئی چیز دیوے، تو اس پر کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے، کہ جو دیا جائے اس پر دل وجان سے خوش ہو، کہ ہم دینے والے کو دیکھیں، دی ہوئی چیز کو نہ دیکھیں، اور یہ توقع اور امید رکھیں کہ اللہ ورسول کی طرف سے آئندہ بھی ہم پر نوازشات کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ

یقیناً صدقات① تو (اصل میں) حق ہے فقیروں کا اور مسکینوں کا اور اس (زکوۃ) کے کام پر جانے والوں کا اور جن کی دل جوئی کرنا مقصود ہو ان کا اور (غلاموں کو)② آزاد کرانے میں اور مقروضوں کا قرض ادا کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں③ اور مسافروں④ (کی مدد) میں (خرچ کیا جاوے) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿٦٠﴾ اور ان (منافقین) میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں⑤ اور وہ (ایسا) کہتے ہیں کہ: وہ (نبی) تو کان ہی ہے⑥

---

① صدقہ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مال خرچ کرنا ایمان کی سچائی کی نشانی ہے۔ صدقہ: یعنی جو مال اللہ کے لیے خرچ کیا جائے۔ صدقہ کرنے والا قول وفعل میں سچائی کا دعویٰ کرتا ہے، خرچ کرنے میں صرف اللہ کی رضا مطلوب ہے، دنیوی غرض نہیں۔ لفظ صدقہ قرآن میں مطلق استعمال ہو تو عام طور پر فرض صدقہ؛ یعنی زکوۃ مراد ہے۔

فی الرقاب: یہ برائے ظرفیت ہے، اس کے ذریعے اشارہ ہے کہ ان میں رکھ دینا چاہیے، یہ زیادہ ضرورت مند ہیں۔

② غلاموں یعنی مکاتب کو۔ ③ ''فی'' کا اعادہ سے اس مصرف میں خرچ کی اہمیت کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔

④ ابن السبیل لفظ ''ابن'' اور ''اب'' عربی محاورے میں گہرے ربط اور تعلق کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس آیتِ کریمہ میں راستے سے گہرے ربط اور تعلق کی وجہ سے مسافر کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

⑤ یعنی نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں ایسی بات بولتے ہیں جس کو سن کر آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔

⑥ یعنی ہر بات سن لیتے ہیں یعنی جلدی دھوکا کھا جاتے ہیں (حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے)، منافقین حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مذاق اڑاتے تھے اور یوں کہتے کہ حضرت محمد ﷺ تو جو کچھ سن لیتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں؛ اس لیے ہم کو کوئی فکر نہیں ہے، اگر ان کے خلاف ہماری کوئی سازش کھل بھی گئی تو قسم کھا کر خود کو بری بتا دیں گے اور وہ مان بھی لیں گے اور ہماری معذرت قبول کر لیں گے۔ اس مذاق کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا: تمھاری سازش کی حقیقت نبیٔ کریم ﷺ کو معلوم ہے؛ لیکن وہ مکارمِ اخلاق کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں؛ اس لیے ایسا نہ سمجھو کہ ان کو کچھ خبر نہیں ہے اگر تمھارے حالات کی نبی کھود کرید کرتے تو تم رسوا ہو جاتے اور تمھاری پول کھل جاتی، آج دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے متعلق ایسا برتاؤ کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے؛ لیکن ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ مکارمِ اخلاق سے غلط فائدہ نہ اٹھاویں۔

قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ط
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ج
وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ط ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

تو (ان کو جواب میں) کہو کہ: جو تمھارے لیے بھلائی ہے اس میں تو کان ہے[١] وہ (نبی) اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں[٢] اور (مخلص) ایمان والوں کی بات کو مان لیتے ہیں[٣] اور تم میں سے جو بھی ایمان لاوے ان کے لیے رحمت ہے[٤] اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول کو ستاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿٦١﴾ وہ (منافق) تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں؛ تاکہ وہ تم کو خوش کر دیویں[٥]، اور اگر وہ (سچے) ایمان والے ہیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ ان کو راضی رکھیں ﴿٦٢﴾ کیا وہ لوگ اتنی بات نہیں جانتے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے[٦] تو اس کے لیے تو جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بڑی رسوائی ہے ﴿٦٣﴾

---

① جو بات تمھارے حق میں خیر ہی خیر ہو وہی بات کان دے کر سنتے ہیں، کسی بات کو سن لینا دو طریقے سے ہوتا ہے:
(١) تصدیق کے لیے یعنی اس بات کو صحیح سچا مان کر سن لینا۔
(٢) کسی بات کو غلط جاننے کے باوجود اچھے اخلاق کی وجہ سے سن لینا۔ یہاں آیت میں دوسری بات کی طرف اشارہ ہے۔ (دوسرا ترجمہ) آپ جواب میں کہہ دیں: وہ کان ہے تمھاری بھلائی کے لیے ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) یقین رکھتے ہیں۔
③ یعنی مؤمنین جو خبر دیتے ہیں اس کو سچا مانتے ہیں اور منافقین کی خبر کا اعتبار نہیں کرتے۔
(دوسرا ترجمہ) بات کا اعتبار کرتے ہیں)
④ (دوسرا ترجمہ) ان کے ساتھ مہربانی کرتے ہیں۔
⑤ واقعی، حقیقی، سچی خوشی ہمیشہ سچائی سے حاصل ہوتی ہے، بناوٹی الفاظ، بناوٹی قسموں سے حقیقی خوشی حاصل نہیں ہوا کرتی۔
⑥ (دوسرا ترجمہ) رسول کے خلاف کرنے میں حد سے گزر جاتا ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ
اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ
اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸ / ۱۴

منافق لوگ اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (مسلمانوں) پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی سورت اتاری جائے جو ان (منافقوں) کی دل کی باتوں کو ان کے سامنے ظاہر کر دیوے[1] تم (ان کو) کہو کہ: تم مذاق اڑاتے رہو[2]، جس چیز سے تم ڈرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے ہی والے ہیں ﴿۶۴﴾ اور اگر تم ان (منافقوں) سے (مذاق کی وجہ کے بارے میں) سوال کرو تو وہ ضرور جواب میں (ایسا) کہیں گے کہ: ہم تو ہنسی مذاق (والی بات چیت) اور دل لگی کر رہے تھے[3] تو (ان منافقوں کو ایسا) کہو کہ: کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کر رہے تھے ﴿۶۵﴾ تم بہانے مت بناؤ، پکی بات یہ ہے کہ اپنے ایمان (کا دعویٰ کرنے) کے بعد تم نے (صریح) کفر کیا[4]، اگر ہم تم میں سے کسی ایک جماعت کو (مسلمان ہو جانے پر) معاف بھی کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ہم ضرور سزا دیں گے[5]؛ اس لیے کہ وہ گنہگار لوگ ہیں ﴿۶۶﴾

---

① جھوٹ اور بناوٹ کو چھپانے کے لیے ہر وقت ڈرنا پڑتا ہے اور صداقت میں اطمینان ہوتا ہے۔

② امر کا مقصد تنبیہ یا توبیخ ہے۔

③ یہ لوگ وقت گزاری کی محفلیں قائم کرتے تھے اور اس محفل میں دینی امور کا مذاق اڑاتے تھے، اور اس میں دینی امور کی حقارت ان کا موضوعِ گفتگو ہوتا تھا، یہ کام ہرگز مناسب نہیں ہے۔

④ (دوسرا ترجمہ) تم تو خود کو مؤمن بتا کر کفر کرنے لگے۔

⑤ جنھوں نے کفر و نفاق اور استہزاء سے توبہ نہیں کی ان کو۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ
هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ
مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب آپس میں ایک جیسے ہیں، وہ بری بات سکھاتے ہیں اور اچھی بات سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں① انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا② تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا③، یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں ﴿٦٧﴾ منافق مردوں سے اور منافق عورتوں سے اور کافروں سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، وہ اس (جہنم کی آگ) میں ہمیشہ رہیں گے، وہی (جہنم) ان کو کافی ہے (دوسری کسی سزا کی ضرورت نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان (منافقوں) کے لیے ہمیشہ کا (برقرار رہنے والا) عذاب ہے ﴿٦٨﴾ (تمھاری حالت بھی) ان لوگوں جیسی ہے جو تم سے پہلے تھے، وہ تم سے زیادہ طاقت والے تھے اور زیادہ مال اور اولاد والے تھے، سو انھوں نے (دنیا میں) اپنے حصے سے مزہ اڑا لیا، پھر تم نے بھی اسی طرح اپنے حصہ سے مزہ اڑایا،

① (دوسرا ترجمہ) اپنی مٹھی کو بند رکھتے ہیں؛ یعنی واجب حقوق کو بھی ادا نہیں کرتے، اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں کرتے۔
② یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی۔
③ یعنی اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ان کو نہیں ملی، بھول جانے کا جو مفہوم ہمارے محاورے میں استعمال ہوتا ہے وہ ہم باری تعالیٰ کے لیے مراد نہیں لے سکتے، اب آیت کا مفہوم اس طرح ہو سکتا ہے: (الف) ان منافقوں نے اللہ تعالیٰ کا خیال نہیں رکھا؛ یعنی اطاعت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال نہیں رکھا یعنی اپنی خصوصی رحمت سے نہیں نوازا۔ (ب) اللہ تعالیٰ کے احکام کو اس طرح چھوڑ دیا جیسا کہ بھول ہی گئے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور آخرت کے معاملے میں ایسا ہی چھوڑا کہ نیکی اور ثواب میں ان کا نام کہیں نہ رہا۔

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے مزہ اڑایا تھا[1]، اور جیسے وہ لوگ بیکار کاموں میں پڑے تھے ویسے تم بھی بیکار کاموں میں پڑے ہو، یہی لوگ تھے کہ دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال برباد ہو گئے، اور وہی لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں ﴿۶۹﴾ کیا ان (منافقوں) کو ان سے پہلے جو لوگ تھے ان کی (عذاب کی) خبر نہیں پہنچی؟ (ہاں پہنچی) (یعنی) نوحؑ کی قوم کی اور عاد کی اور ثمود کی اور ابراہیمؑ کی قوم کی اور مدین والوں کی اور جن بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا ان کی (یعنی حضرت لوطؑ کی قوم کی)، ان (قوموں) کے پاس ان کے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے؛ (لیکن قوموں نے نہیں مانا)، سو اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا؛ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے ﴿۷۰﴾ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں[2]، اچھی بات سکھلاتے ہیں اور وہ بری بات سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم کریں گے[3]، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۷۱﴾

① اگلے لوگ طرح طرح کی دنیوی لذتوں میں پڑ کر آخرت کو بھول گئے، معصیت اور بداخلاقی میں مبتلا ہو گئے۔
② ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان کی نسبت پر مؤمن آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے۔
③ اللہ تعالیٰ کی رحمت لینے کے یہ چھ (۶) اسباب ہیں جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾ ع ٦ ١٥
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ
اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں سے اور ایمان والی عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور سدا بہار باغوں میں① پاکیزہ مکانات کا (جو ان کے لیے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی (ان) سب (نعمتوں) سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہوگی ﴿٧٢﴾

اے نبی! کافروں اور منافقوں کے ساتھ تم جہاد کرو اور تم ان پر سختی کرو② اور جہنم (کی آگ) ان کے رہنے کی جگہ ہے اور وہ بہت بری رہنے کی جگہ ہے ﴿٧٣﴾ وہ (منافق) لوگ اللہ تعالیٰ (کے نام) کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ بات③ انھوں نے نہیں کہی؛ حالاں کہ پکی بات ہے کہ انھوں نے تو کفر کی بات کہی ہے④ اور اپنے اسلام (کو ظاہر کرنے) کے بعد وہ (صریح) کافر بن گئے اور انھوں نے تو ایسا کام کرنے کا ارادہ کیا تھا جس کام کو وہ کر نہیں سکے⑤ اور ان منافقوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ لیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا⑥،

---

① (دوسرا ترجمہ) ہمیشہ رہنے کے باغات میں۔
② (۱) سامنے والا جیسے سلوک کا مستحق ہو اس میں کوئی رعایت نہ برتے۔ (۲) احکامِ شرعیہ کو جاری کرنے میں کمی نہ کریں۔ (۳) یعنی تمھارا عمل ان پر سختی کا ہو۔ (۴) ایسی زبانی سختی جس میں گالی گلوچ ہو جائے وہ مناسب نہیں ہے۔
③ یعنی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی والی۔
④ جس کے دل میں ایمان ہوگا وہ کبھی رسول ﷺ کی گستاخی نہیں کر سکتا، گستاخانہ بات اور عمل دلیل ہے نفاق کی۔
⑤ یعنی نبیٔ کریم ﷺ کے قتل کا منصوبہ۔
⑥ یعنی احسان کا بدلہ قتل کی سازش! کیسی ان کی نمک حرامی اور احسان فراموشی ہے!۔

فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ فِى الدُّنۡيَا
وَالۡاٰخِرَةِ‌ ۚ وَمَا لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ‏ ﴿۷۴﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَـئِنۡ
اٰتٰٮنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ‏ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰٮهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ
بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ‏ ﴿۷۶﴾ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ بِمَاۤ
اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ‏ ﴿۷۷﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ سِرَّهُمۡ
وَنَجۡوٰٮهُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ‌ۚ‏ ﴿۷۸﴾

سو اگر وہ (منافق) توبہ کر لیں تو ان کے لیے بھلائی ہے اور اگر وہ مانیں گے نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دیں گے اور زمین (یعنی دنیا) میں ان کے لیے نہ کوئی طرف داری کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی مدد کرنے والا (ہوگا) ﴿۷۴﴾ اور ان (منافقوں) میں سے کچھ (خاص طور پر: ثعلبہ بن حاطب) ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر وہ (اللہ) ہم کو اپنے فضل سے دیں گے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے ﴿۷۵﴾ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا تو وہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور وہ (اپنے عہد سے) پھر گئے اور (اس طرح) پھر جانے کی ان کی عادت ہے ﴿۷۶﴾ سو ان کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس دن تک کہ جس دن وہ اس کے سامنے حاضر ہوں گے[1]؛ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ لوگ جھوٹ بولا کرتے تھے ﴿۷۷﴾ کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ان کی چھپی ہوئی بات کو اور ان کے آپس کے مشوروں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو تمام چھپی ہوئی باتوں کو پوری طرح جانتے ہیں ﴿۷۸﴾

① دوسرا ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے دن تک؛ یعنی موت تک۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

یہ (منافق) لوگ (ایسے ہیں) جو دل کھول کر خرچ کرنے والے مؤمنوں کو طعنہ مارتے ہیں اور جن (مسلمانوں) کے پاس اپنی محنت (کی کمائی) کے سوا کچھ نہیں ہیں (اور وہ اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتے ہیں) سو وہ (منافقین) ان کا (بھی) مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دیں گے① اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿٧٩﴾

---

① بعض لوگوں کا مزاج عیب جوئی اور طعنہ زنی کا ہوتا ہے، لوگوں کی اچھائی بھی ان کو برائی ہی نظر آتی ہے۔
ایسے لوگوں نے غزوۂ تبوک میں زیادہ صدقہ دینے والوں کو ریا کا طعنہ دیا تو اپنی حیثیت کے مطابق کم دینے والوں کو بھی طعنہ دیا کہ چڑیا کی ٹانگ خرچ کرنے سے کیا حاصل؟ اس طرح کے لوگ ہر دور میں رہتے ہیں، ان کی طرف دھیان دیے بغیر اخلاص سے کام کرنا ہے۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کردیے، حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ایک سو وسق کھجوریں (جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں، منافقین کہنے لگے کہ: ان دونوں نے دکھلاوے کے لیے اتنا بڑا خرچ کیا ہے۔ ایک غریب صحابی: حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ رات بھر کسی کے یہاں مزدوری کے کام پر گئے، اور دو صاع کھجور اجرت میں ملی، ایک صاع اپنی بیوی بچوں کے لیے چھوڑ دیا اور ایک صاع لاکر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس صدقے کو کل صدقات کے مال پر چھڑکوا دیا، منافقین نے ان کے اس کام پر طعن وتشنیع کی اور مذاق اڑانے لگے، کہ یہ خواہ مخواہ زور آوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے؛ غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا، کوئی ان منافقین کی زبان سے بچتا نہ تھا، کسی پر طعن، کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُم (اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے)، یعنی ان کے طعن وتمسخر کا بدلہ دیا، بظاہر تو وہ چند روز کے لیے مسخرا پن کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیے گئے ہیں؛ لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر سکھ کر جڑیں کٹتی چلی جارہی ہیں، اور عذاب الیم ان کے لیے تیار ہے۔ (تفسیر عثمانی)

نوٹ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مزاج بنایا تھا کہ مال دار تو مال دار، غریب بھی اہتمام سے صدقہ کرتے تھے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ
لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع ۸ ۱۲
فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ
كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾
فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا

تم ان (منافقوں) کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) معافی مانگو یا معافی نہ مانگو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ معافی مانگو گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کریں گے، یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتے ﴿۸۰﴾

رسول اللہ (ﷺ) کے (تبوک میں تشریف لے جانے کے) بعد پیچھے رہنے والے ① اپنے بیٹھے رہنے پر (بھی) خوش ہوگئے ② اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ان کو پسند نہیں تھا ③ اور وہ کہنے لگے کہ: تم گرمی میں مت نکلو، تو تم (ان کو) کہو کہ: جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے، کاش کہ وہ (اس بات کو) سمجھتے ﴿۸۱﴾ سو ان (منافقوں) کو چاہیے کہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور جو کمائی (یعنی گناہ) وہ لوگ کرتے تھے اس کے بدلے میں (آخرت میں) وہ بہت زیادہ روتے رہیں ④ ﴿۸۲﴾ سو (اے نبی!) اللہ تعالیٰ تم کو ان (منافقوں) کی کسی جماعت کے پاس (تبوک سے فراغت پر) واپس لے جاویں اور وہ (کسی جہاد میں) نکلنے کے لیے تم سے اجازت مانگے تو تم (ان کو) کہہ دو: تم کبھی بھی میرے ساتھ نہیں نکلو گے،

---

① واحد: مخلف ہے، معنی: چھوڑ دینے کے قابل لوگ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی قابل سمجھا۔
② (۱) آپ ﷺ کے تبوک چلے جانے کے بعد خوش ہو رہے تھے۔ (۲) مخالفت کر کے گھر بیٹھے رہے۔
③ آرام طلبی اور کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کو پسند نہیں کرتے۔ ④ امر بمعنی خبر یعنی یقینی ایسا ہوگا۔

وَلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝
وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ
يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

اورتم میرے ساتھ مل کرکسی دشمن سے کبھی نہیں لڑسکو گے ①، یقیناً تم نے تو پہلی بار بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا؛لہذا اب بھی پیچھے رہنے والوں (معذوروں) کے ساتھ بیٹھے رہو ②﴿۸۳﴾اوران (منافقوں) میں سے کوئی مرجاوے توتم اس پر کبھی بھی (جنازے کی) نماز نہ پڑھنااوراس کی قبر پر کھڑے بھی نہ رہنا؛ (کیوں کہ) ان منافقوں نے تو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کا انکار کیاہےاورنافرمان ہونے کی حالت ہی میں وہ مرے ہیں ﴿۸۴﴾اوران (منافقوں) کے مال اوران کی اولاد (کی کثرت) سے تم تعجب مت کرو،اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان (چیزوں) کے ذریعہ ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب دیویں اوران کی جانیں کفر ہی کی حالت میں نکلیں ﴿۸۵﴾

① یعنی اس وقت تم ان کو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ (جہاد میں) کبھی بھی نہیں چل سکو گے۔یعنی یہ لوگ اگر آئندہ کسی جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ کریں تو بھی پہلے کی طرح حیلے بہانے کرکے شریک نہیں ہوں گے؛ چونکہ دل میں ایمان نہیں ہےاس لیے ارادے میں اخلاص بھی نہیں ہے؛اس لیے نبیِ کریم ﷺ کو حکم ہوا کہ اگر وہ سامنے سے جہاد میں شریک ہونے کی درخواست کریں توان کو بتلادو کہ تمھاری بات پر ہم کو بھروسہ نہیں ہے،تم جہاد کے لیے نکلوگے بھی نہیں اور میرے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ بھی نہیں کرسکوگے۔ نبی کی معیت سے محرومی یہ دنیوی بڑی سزا ہےاورلفظ ''لن'' میں مستقبل میں نفی کی تاکید بھی ہے اورتابید بھی ہے؛چونکہ غزوۂ تبوک یہ آخری غزوہ ہےاس لیے یہ نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ خلفائے راشدین کی معیت میں بھی ان کو دینِ اسلام کی خاطر جنگ کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہوگی،اس سے حضراتِ خلفائے راشدین کی فضیلت کا بھی نکتہ نکل سکتا ہے، کہ لفظ ''مَعِیَ'' میں حضراتِ خلفائے راشدین کی طرف بھی اشارہ ہوا ہو۔
② یہ ان کے لیے دنیوی سزا تھی کہ آئندہ وہ خود جہاد میں شریک ہونا چاہیں تو بھی ان کو شریک نہ کیا جاوے۔

وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَجَٰهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَـْٔذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ
مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَٰعِدِينَ ﴿٨٦﴾ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٨٧﴾ لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ جَٰهَدُوا بِأَمْوَٰلِهِمْ
وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَٰتُ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٨٩﴾ ع ۱۱/۱۷
وَجَآءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ

اور جب کوئی سورت اس حکم کے ساتھ اتاری جاتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان (منافقوں) میں سے جو طاقت والے ہیں وہ تم سے اجازت مانگتے ہیں اور وہ (یوں) کہتے ہیں کہ: ہم کو (یہیں) چھوڑ دو، ہم بھی بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ (یہیں) رہیں ① ﴿۸۶﴾ پیچھے رہنے والی عورتوں میں شامل رہنا انھوں نے پسند کیا اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ②، سو وہ سمجھتے نہیں ہیں (کہ وہ کیا کر رہے ہیں) ﴿۸۷﴾ لیکن رسول اور جو لوگ ان (رسول) کے ساتھ ایمان لائے انھوں نے اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعہ جہاد کیا اور ایسے لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے ﴿۸۸﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے ﴿۸۹﴾

اور دیہات کے لوگ بھی عذر کرتے ہوئے آئے؛ تاکہ ان کو بھی (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت دے دی جائے، اور (ان دیہات والوں میں سے) جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا وہ سب (گھر ہی میں تو) بیٹھے رہے ③،

① یعنی معذوروں کے ساتھ وطن میں رہیں۔ جن میں طاقت ہے پہلے وہ بہانے کرتے ہیں، تو جن کا عذر ہے وہ بدرجۂ اولیٰ شرکت نہیں کریں گے۔ ② یعنی نیکی کی توفیق سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے گئے۔

③ یہاں دیہات کے لوگ دو طرح کے بتائے گئے: (۱) تبوک میں نہ آئے؛ لیکن عذر پیش کرنے آئے۔ (۲) بعض وہ جنھوں نے عذر پیش کرنے کی بھی زحمت گوارہ نہ کی۔

نوٹ: کوئی کام نہ کرنا ہو تو سلیقہ سے کم از کم صحیح عذر تو پیش کر ہی دینا چاہیے۔

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى
الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا
عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ
اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

ان میں سے جو کافر ہیں عنقریب ان کو دردناک عذاب پہنچے گا ﴿۹۰﴾ کمزور لوگوں پر اور بیمار لوگوں پر اور جن کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے ان سب پر (جہاد میں نہ جانے کی وجہ سے) کوئی گناہ نہیں ہے، جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے دل صاف رکھتے ہیں ① اور نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ② ﴿۹۱﴾ اور ان لوگوں پر بھی (کوئی گناہ) نہیں ہے جو تمھارے پاس اس لیے آئے کہ تم ان کے لیے سواری کا انتظام کردو، تو تم نے (جواب میں یوں) کہا کہ: ابھی میرے پاس کوئی ایسی (سواری کی) چیز نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، تو وہ (یہ سن کر اس حالت میں) واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں میں سے غم کی وجہ سے آنسو بہہ رہے تھے اس بات پر کہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کرنے کی کوئی چیز وہ لوگ پاتے نہیں ہیں ③ ﴿۹۲﴾ الزام تو ایسے لوگوں پر ہے جو مال دار ہونے کے باوجود تم سے اجازت مانگتے ہیں ④، پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جانے پر وہ خوش ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے، اس لیے اب وہ کچھ نہیں جانتے ﴿۹۳﴾

① اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے وہ اخلاص والا تعلق رکھتے ہو۔
② اپاہج، بوڑھے، بے طاقت، مجبور لوگ، عورتیں جو جہاد میں نہیں جاسکتے وہ لوگ بھلائی کرنے والوں کی فہرست میں شمار کرنے کے قابل ہیں، قابل عتاب نہیں ہیں۔
③ یہ جماعت کیسی عجیب وغریب ہوئی کہ آیت نمبر ۸۸ اور آیت نمبر ۹۲ دو دو جگہ باری تعالیٰ نے ان کا تذکرہ فرمایا۔
④ استطاعت کے باوجود اعراض کرنا بہت سارے خیر سے محروم کردیتا ہے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا
اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۹۴ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۹۵ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ
اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۝۹۶

جب تم (جہاد سے) ان (منافقوں) کی طرف واپس جاؤ گے تو وہ لوگ تمھارے سامنے بہانے کرنے آئیں گے تو تم (اے نبی!) کہہ دو کہ: تم بہانے مت بناؤ، ہم تمھاری بات ہرگز نہیں مانیں گے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمھارے حالات اچھی طرح بتلا دیے ہیں اور آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمھارے کام (یعنی کارگزاری) کو دیکھیں گے①، پھر تم چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے، پھر اللہ تعالیٰ جو کام تم کرتے تھے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیں گے ﴿۹۴﴾ جب تم (لوٹ کر) ان کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ (منافق) لوگ تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے؛ تاکہ تم ان سے درگزر کرو، تو تم ان کو نظر انداز کردو②، یقیناً وہ (منافق) لوگ تو ناپاک ہیں اور جہنم ان کے رہنے کی جگہ ہے، جو (گناہ) وہ کماتے تھے یہ اس کی سزا ہے ﴿۹۵﴾ وہ لوگ تو تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے؛ تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو اگر تم ان (منافقوں) سے راضی ہو جاؤ گے تو بھی یہ بات تو یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوں گے ﴿۹۶﴾

① آئندہ تمھارا طرزِ عمل کیسا رہے گا وہ اصل ہے، یہ "عملی توبہ" بتائی گئی۔

② (دوسرا ترجمہ) تم بھی ان سے درگزر کرو۔ (تیسرا ترجمہ) ان کو ان کی حالت پر رہنے دو (یعنی زبان سے تنبیہ نہ کرو، شگفتہ تعلق بھی مت رکھو، یہ سب ایسوں کے ساتھ بے فائدہ ہے؛ چوں کہ بنیادی چیز ان میں ایمان ہی نہیں)۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ
الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا
قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ ع

گاؤں کے رہنے والے (منافق) کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور (وہ دوسروں کے مقابلے میں) اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول پر اتارے ہیں وہ اس کو نہ سیکھیں[1] اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۹۷﴾ اور بعض دیہاتی ایسے ہیں[2] جو (اللہ تعالیٰ کے نام پر) خرچ کرنے کو ایک قسم کا تاوان سمجھتے ہیں[3] اور وہ انتظار کرتے ہیں کہ تم (مسلمانوں) پر مصیبت کا کوئی چکر آجاوے[4]؛ (حالاں کہ) بری مصیبت کا چکر (خود) ان پر پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ سنتے ہیں، بڑے جاننے والے ہیں ﴿۹۸﴾ اور گاؤں کے رہنے والوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ (اللہ تعالیٰ کے نام پر) خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہنچنے کا اور پیغمبر کی دعائیں حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، سن لو! یقیناً وہ چیز ان کے لیے (اللہ تعالیٰ کے) نزدیک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کریں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۹۹﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) وہ اس سے ناواقف رہیں۔ بہت سے "دیہاتیوں" میں اس طرح کی بات ہوتی ہے۔
نوٹ: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہلِ علم سے دور رہتے ہیں اور دل میں قساوت ہے، جھوٹی قسم کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔
② (دوسرا ترجمہ) گاؤں میں رہنے والے (منافقوں میں) بعض ایسے بھی ہیں۔
③ یعنی بوجھ سمجھتے ہیں۔
④ یعنی کسی حادثے میں مسلمان ختم ہوجاویں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ
الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ

اور وہ مہاجرین اور انصار جنھوں نے (ایمان کی دعوت قبول کرنے میں) سب سے پہلے سبقت کی ① اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی ② اللہ تعالیٰ ان (کی اطاعت) سے راضی ہو گئے اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے ③ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہو گی ﴿١٠٠﴾ اور تمھارے آس پاس کے گاؤں (کے رہنے) والوں میں سے بعض لوگ منافق ہیں اور مدینہ (کے رہنے) والوں میں سے بھی (بعض لوگ منافق ہیں) جو نفاق پر (ایسے) اڑ گئے ہیں ④، تم تو ان کو جانتے نہیں ہو، ہم ان کو جانتے ہیں،

---

① (دوسرا ترجمہ) جو لوگ سب سے اول (ایمان کی دعوت) قبول کرنے والے ہیں۔

دو جماعت کا تذکرہ ہے: الاولون اور اتبعوھم باحسان سے مراد:

(١) ہجرت سے پہلے ایمان لانے والے ہجرت کے بعد ایمان لانے والے۔

(٢) قبلتین کی طرف نماز پڑھنے والے اور تحویلِ قبلہ کے بعد ایمان لانے والے۔

(٣) جنگِ بدر سے پہلے ایمان والے اور جنگِ بدر کے بعد ایمان لانے والے۔

(٤) صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لانے والے اور صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لانے والے۔

② (دوسرا ترجمہ) اخلاص کے ساتھ ان کے راستے پر چلے۔

③ (١) بندوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام ملے اس پر بندے راضی رہیں اور عمل کریں۔

(٢) اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ہر فیصلے پر راضی رہیں۔

(٣) آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اجر ملے اس پر راضی رہیں۔

④ (دوسرا ترجمہ) جو نفاق میں (ایسے) ماہر ہو گئے ہیں۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ سزا دیں گے ① پھر (آخرت میں) بڑے عذاب کی طرف وہ لوگ بھیجے جائیں گے ﴿۱۰۱﴾ اور دوسرے (بعض) لوگوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے ② کہ انھوں نے کچھ نیک کام اور دوسرے برے کام کو آپس میں ملا دیا ہے ③ امید ہے ④ کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرلیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۰۲﴾ (اے نبی!) تم ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کرو، جس کے ذریعے تم ان کو پاک اور صاف کردو ⑤ اور (صدقہ لیتے وقت) تم ان کے لیے (برکت کی) دعا کردو، یقیناً تمھاری دعا ان کے لیے سکون کا ذریعہ ہوگی ⑥ اور اللہ تعالیٰ ہر بات اچھی طرح سنتے ہیں اور بڑے جاننے والے ہیں ﴿۱۰۳﴾

---

① مرتین: (۱) دنیوی عذاب اور عذابِ قبر (۲) اولاد کی لائن سے عذاب اور مال کی لائن سے عذاب (۳) ایک مرتبہ مجلس اقدس سے چھتیس منافقین کو نکال دیا گیا اس کی طرف اشارہ (۴) مطلق تعدد یا تعددِ نوعی کی طرف اشارہ۔

② اصل تو یہ آیت ان صحابہ کے متعلق ہے جو بلا عذر غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے، پھر ان لوگوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا، معلوم ہوا کہ بندہ اگر اپنے گناہوں کا اقرار کرلیوے یہ تو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

③ برا عمل غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنا اور نیک عمل یعنی دوسرے غزوات کی شرکت اور اعمالِ صالحہ۔ خلاصہ یہ کہ انھوں نے کچھ اچھے اور کچھ برے ملے جلے کام کیے۔

④ (۱) بڑوں کا امید دلانا چھوٹوں کی یقین دہانی سے بہتر ہوتا ہے (۲) اللہ تعالیٰ کسی کو کسی چیز کی طمع دلاوے اور نہ دیوے یہ ہو ہی نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ تو بہت بڑے کرم کرنے والے ہیں؛ اس لیے یہاں یہ عسی یقینی نوازش کے معنیٰ میں ہوگا۔

⑤ (دوسرا) ان کو برکت والا بنادو۔ نوٹ: دینی کاموں کے لیے کوئی مسلمان چندہ دیوے تو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ صدقہ کی برکت سے مال کی محبت سے دل صاف ہوتا ہے۔

⑥ ہر وہ چیز جس سے سکون اور انس حاصل ہو "سکن" کہلاتی ہے، جمع: اسکان۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں① اور (بندوں کے) صدقات (بھی) قبول کرتے ہیں② اور یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں③ ﴿۱۰۴﴾ اور تم (ان لوگوں کو) کہہ دو کہ: تم عمل کرتے رہو، سو عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمان والے تمھارے (طرزِ) عمل کو دیکھیں گے اور تم لوگ چھپی اور کھلی چیزوں کے جاننے والے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو جو کام تم کرتے تھے اس کی حقیقت بتلا دیں گے ﴿۱۰۵﴾ اور دوسرے کچھ لوگ ایسے④ ہیں جن کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے یا تو وہ ان کو سزا دیویں اور یا وہ ان کو معاف کر دیویں اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۰۶﴾

---

① ضابطہ یہ ہے کہ توبہ کے شرائط پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کر لیتے ہیں؛ البتہ بہت سی مرتبہ فضل کے ذریعے سے بھی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔

② دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ قبول ہونے کی یہ شرائط ہیں:

(۱) ریاکاری نہ ہو۔

(۲) حلال مال کا صدقہ ہو۔

(۳) جس کو دیا اس پر احسان نہ جتلاوے۔

(۴) جس کو صدقہ دیا اس کو تکلیف نہ پہنچاوے۔

③ بہت سے اعمال میں مقدار بھی دیکھی جائے گی، اور ہر عمل کے اندر عمل کی کیفیت تو ضرور دیکھی جائے گی کہ عمل سنت طریقے سے ہو، شرعی ضابطے سے ہو، اخلاص سے ہو۔

④ حضرت مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم مراد ہیں، آسانی کے لیے لفظ "مکہ" یاد رکھیے، ہر ایک کے نام کا اول لفظ اس میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ
تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ
بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ

اور جن لوگوں نے ایک مسجد (مسلمانوں کو) نقصان پہنچانے کے لیے① اور کفر (کو طاقت پہنچانے) کے لیے اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے بنائی اور اس آدمی کو② اڈہ (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) دینے کے لیے جو پہلے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی (مخالفت) کر رہا ہے، اور (اوپر سے) ضرور یہ لوگ قسم کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بس بھلائی ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً وہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿١٠٧﴾ (اے نبی!) تم اس میں کبھی (نماز کے لیے) کھڑے مت رہنا، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے③ وہ زیادہ لائق ہے کہ تم اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں④ ﴿١٠٨﴾ کیا بھلا وہ شخص جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور (اس کی) خوشنودی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا (وہ بہتر ہے) جس آدمی نے اپنی عمارت (مسجد) کی بنیاد کسی (گھاٹی) کھائی کے کنارے پر رکھی ہو جو گرنے کو ہے⑤

① ضرار کا مطلب: یعنی ایسا نقصان پہنچانا جس میں خود نقصان پہنچانے والے کا کوئی فائدہ نہ ہو۔
② حضرت حنظلہؓ (غسیل الملائکۃ) کا باپ ابو عامر فاسق مراد ہے، جو راہب کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔
③ اس سے مراد مسجدِ قبا ہے اور مسجدِ نبوی بھی اس کے مصداق میں داخل ہے، دونوں ہی کی بنیاد تقویٰ اور اللہ کی خوشنودی پر تھی۔ ④ یہ قبا کے رہنے والے لوگوں کی طہارت کی تعریف کی گئی، وہ پہلے ڈھیلے مٹی سے استنجا کرتے تھے، بعد میں پانی استعمال کرتے تھے، جس سے کامل طہارت ہوتی تھی۔ آج کے زمانے میں اس پر عمل کرنا بہت آسان ہے، ٹوائلیٹ ٹیشو پیپر استعمال کر لیں، بعد میں پانی استعمال کریں اور کامل طہارت کا اہتمام کریں۔
⑤ ''جرف'' نالہ یا نہر کا وہ کنارہ جس کو پانی کے بہاؤ نے کاٹ رکھا ہو اور وہ گرنے کے قریب ہو۔ (لغات القرآن) (وہ کہی جانے والی مسجدِ ضرار حقیقت میں جہنم میں گرا دی گئی یا اس کے بنانے والے کے لیے جہنم میں جانے کا ذریعہ ہو گی)۔

فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ
الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ۱۳ / ۲
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ
وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿١١١﴾

جو اس (بانی) کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتے ﴿۱۰۹﴾ ان کی وہ عمارت جو انھوں نے بنائی تھی وہ ان کے دلوں میں اس وقت تک برابر شک پیدا کرتی رہے گی جب تک ان کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاویں① اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۱۱۰﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر خرید لیا ہے② کہ ان کے لیے جنت ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرتے ہیں سو (کبھی تو) وہ (دشمنوں کو) مارتے ہیں اور (کبھی) وہ خود شہید ہو جاتے ہیں، یہ اس کے ذمہ ایک سچا وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہوگا؟ لہٰذا (اے مسلمانو!) تم اپنے اس (کامل) سودے پر جو تم نے اس (اللہ تعالیٰ) سے کر لیا ہے اس پر خوشیاں مناؤ اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱۱﴾

---

① اس سے مراد:

(۱) دل ہی ٹوٹ کے ختم ہو جائے تو ارمان بھی ختم ہو جائے۔

(۲) یہ ایک محاورہ ہے اس لئے کہ حقیقت میں دل تو ٹوٹتا نہیں؛ لیکن مراد یہ ہے کہ حسرت اور ندامت ان کو ہمیشہ رہے گی۔

② خریدنے کے معنی ہوتے ہیں: کسی ایسے مال کا مالک بننا جو کسی عوض کے بدلے میں لیا گیا ہو، اور یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کی شان میں محال ہے؛ اس لیے اس کے معنیٰ ہوں گے: اللہ تعالیٰ ان کو ثواب عطا فرمائیں گے اور ان کو قبول فرمائیں گے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ
وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

وہ توبہ کرنے والے، (اللہ تعالیٰ کی) بندگی کرنے والے، (اللہ تعالیٰ کی) حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے①، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اچھی بات کا حکم کرنے والے اور بری بات سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی (یعنی دین کی) حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (ایسے) ایمان والوں کو تم خوش خبری سنا دو ﴿۱۱۲﴾ نبی اور (دوسرے) ایمان والوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) استغفار کریں، چاہے وہ (مشرک) رشتے دار ہی کیوں نہ ہو، ان کے سامنے یہ بات ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یقیناً وہ (مشرکین ایمان نہ لانے کی وجہ سے) جہنم (میں جانے ہی) والے ہیں ﴿۱۱۳﴾ اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے ابا کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) معافی کی جو دعا مانگی تھی وہ تو صرف ایک وعدے کی وجہ سے جو اس نے اس (ابا) سے کیا تھا، پھر جب اس (ابراہیم علیہ السلام) پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یقیناً وہ (ابا) تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس (ابراہیم) نے اس سے تعلق ہی ختم کردیا، یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بہت نرم دل② بہت زیادہ حلم والے تھے ﴿۱۱۴﴾

① اس کا دوسرا معنی ''عبادت کے لیے گھر بار چھوڑ دینا بھی ہے'' اس اعتبار سے جہاد اور طلب علم کے لیے جانے والے بھی اس کے مصداق ہیں۔ قرآن نے یہاں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ''السائحون'' ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی تو سیاحت کرنے والے کے ہیں؛ لیکن آپ ﷺ نے اس کی تفسیر ''روزہ رکھنے والے'' سے فرمائی ہے۔ اور یہی تفسیر متعدد صحابہؓ اور تابعین سے منقول ہے۔ بظاہر روزے کو سیاحت اس لیے فرمایا گیا کہ جس طرح سفر میں انسان کے کھانے پینے، سونے، جاگنے وغیرہ کے معمولات قائم نہیں رہتے، اسی طرح روزے میں بھی ان معمولات میں فرق آجاتا ہے۔

② (دوسرا ترجمہ) بہت زیادہ (اللہ تعالیٰ کے) سامنے آہ آہ کرنے والے (تیسرا ترجمہ) بہت زیادہ دعا کرنے والے (چوتھا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنے والے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾

اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد ان کو گمراہ کردیں جب تک کہ ان کے سامنے جن باتوں سے بچنا (ضروری) ہے اس کو کھول کر بیان نہ کردیں①، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں ﴿۱۱۵﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے، وہی (اللہ تعالیٰ) زندگی دیتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حفاظت کر نے والا نہیں ہے اور مدد کرنے والا (بھی) نہیں ہے ﴿۱۱۶﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی② نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر جنھوں نے ایسی مشکل کی گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا جب کہ ان میں سے ایک فریق کا دل ڈگمگانے کے قریب ہوگیا تھا③، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی مہربانی سے سنبھال لیا④، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) ان (ایمان والوں) کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کرنے والے ہیں، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۱۷﴾

① ممنوعات کو پہلے بتایا جاوے پھر عمل نہ کرنے پر سزا آسکتی ہے۔
② اللہ تعالیٰ نے سب کو گناہ سے بچالیا اور توبہ اس لیے کہ قربِ الٰہی کے درجات غیر متناہی ہے، اور اوپر والے مقام پر جاکر سابق مقام کا نقص بندے کو نظر آتا ہے۔
③ یہاں دین سے پھر جانا مراد نہیں ہے؛ بلکہ گرمی کا موسم، سامان کی کمی کی وجہ سے ہمت ہار جانا اور اللہ کے راستے میں جہاد سے جان چھڑانا مراد ہے۔
④ غزوۂ تبوک میں جانے کے لیے ابتدا میں پس و پیش ہو رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شرکت ہوگئی۔ (دوسرا ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع ۱۴/۸
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ
حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ

اوران تین شخصوں پر بھی (اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی) جن کا فیصلہ (آئندہ کے لیے) ملتوی رکھا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی[۱] اور خود ان کی زندگی بھی ان پر تنگ ہوگئی، اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے اس (اللہ کی پناہ) کے بغیر کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی[۲]؛ تاکہ وہ (آئندہ اللہ ہی کی طرف) رجوع کرتے رہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ کو قبول کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۱۸﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو[۳] ﴿۱۱۹﴾ مدینہ (میں رہنے) والوں اور ان کے آس پاس کے دیہاتیوں کے لیے یہ بات مناسب نہیں تھی کہ وہ رسول اللہ (ﷺ کے ساتھ جہاد میں جانے) سے پیچھے رہ جاویں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس (رسول ﷺ) کی جان سے زیادہ چاہنے لگیں[۴]

---

۱ معلوم ہوا کہ بہت سی مرتبہ ظاہر میں تنگی ہوتی ہے؛ لیکن حقیقت میں وسعت ہوتی ہے، اور بہت سی مرتبہ حقیقت میں تنگی ہوتی ہے اور ظاہر میں وسعت ہوا کرتی ہے۔

۲ یعنی ان کی توبہ قبول فرمائی۔

۳ صحبت یعنی ساتھ رہنا ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے مثبت اور منفی دونوں طرح کے اثرات لازمی ہے۔ آیت میں تقویٰ حاصل کرنے کے لیے صالحین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

۴ (دوسرا ترجمہ) اور ان (مسلمانوں) کے لیے یہ (بات بھی جائز) نہیں کہ بس وہ اپنی جان کو پیاری سمجھتے ہوئے اس (رسول اللہ ﷺ) کی جان سے بے فکر ہو جاویں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ
مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا
يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ
الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي
الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۵

یہ اس واسطے کہ ان (مجاہدین) کو جب کبھی بھی اللہ کے راستے میں پیاس لگتی ہے اور تھکن ہو جاتی ہے اور بھوک لگتی ہے اور وہ کوئی قدم رکھتے ہوں (یعنی چلتے ہوں) جس سے کافر لوگ غصہ ہوتے ہوں اور دشمن کے مقابلے میں وہ کوئی بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں[۱] تو (ان مجاہدین کے اعمال نامے میں) ان سب کاموں کے بدلے میں ان کے لیے ایک نیک عمل ضرور لکھا جاتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ﴿۱۲۰﴾ اور وہ (مجاہدین اللہ تعالیٰ کے راستے میں) تھوڑا سا خرچ یا بڑا خرچ کرتے ہیں اور کسی وادی کو وہ لوگ پار کرتے ہیں (ان سب کے ثواب کو) ان کے لیے لکھ ہی دیا جاتا ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بہترین کاموں کا ان کو بدلہ دیویں[۲] ﴿۱۲۱﴾ اور ایمان والوں کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہر وقت) سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل پڑیں؛ لہٰذا ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد کے لیے) نکلے؛ تاکہ (باقی لوگ جو جہاد میں نہیں گئے ہیں) وہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں محنت کریں[۳]؛ اور تاکہ جب ان کی قوم کے لوگ (یعنی مجاہدین) ان کے پاس واپس آئیں تو وہ (دین کی سمجھ حاصل کرنے والے) ان (مجاہدین) کو (اللہ تعالیٰ کے احکام سکھلا کر) ڈراویں؛ تاکہ وہ (احکام کے خلاف کرنے سے) بچتے رہیں ﴿۱۲۲﴾

---

① (دوسرا ترجمہ) وہ دشمن سے کوئی بھی چیز چھین لیتے ہیں۔

(باقی اگلے صفحے پر)

② دونوں آیتوں سے یہ بات ملتی ہے کہ اختیاری اور غیر اختیاری تمام اعمال (جائز نقل وحرکت) پر اس مبارک راستے کی برکت سے اجر وثواب ملتا ہے۔

③ "تفقہ" بابِ تفعل سے ہے جس میں محنت ومشقت کا معنی نکلتا ہے۔

اِس آیت کے ماتحت یہ واقعہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

ایک موقع پر جبکہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کاندھلویؒ ہردوئی اسٹیشن سے ٹرین سے گزر رہے تھے اور حضرت مرشدی واستاذی مفتی محمود حسن گنگوہیؒ قدس سرہ ہردوئی میں مقیم تھے، اور اور حضرت مفتی صاحب اور حضرت ہردوئی شہر سے ایک بڑا مجمع لیکر اسٹیشن پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نظر جب حضرت مفتی صاحب پر پڑی تو آپ نے قریب بلایا اور فرمایا: بہت سے سوالات جمع ہو رہے ہیں پہلے ان کو حل کرنا ہے بعد میں کسی سے ملاقات ہوگی، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ان تمام مسائل کو جلدی جلدی حل فرمایا، اس کے بعد دوسرے حضرات سے مصافحہ ہوا، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے فرمایا کہ: پہلے تو ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے، اور ہم کو ادھر (یعنی تبلیغ میں شامل ہونے کے لیے) لگا کر خود پیچھے ہٹ گئے، اب ہماری خبر نہیں لیتے، حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: ہمارے حوالے جو کام کیا گیا تھا ہم نے اس کو انجام دے دیا، اور ہم اس میں کامیاب ہیں؛ یعنی مولانا الیاس صاحبؒ نے مولانا یوسف صاحبؒ کو تبلیغ کی طرف مائل کرنے کی ذمے داری حضرت مفتی صاحب کو سونپی تھی، پھر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: اور کسی ایک کو کونے میں پڑا رہنے دیجیے؛ تا کہ کتابیں دیکھتے رہیں؛ ورنہ کوئی مسائل بتانے والا بھی نہیں ملے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ
وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ ربع
زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾
اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

اے ایمان والو! جو کافر لوگ تمھارے نزدیک ہیں ① ان سے تم جنگ کرو اور ان کو تمھارے برتاؤ میں سختی معلوم ہونی چاہیے ② اور تم لوگ جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ (کی مدد) تقویٰ والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۲۳﴾ اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ان (منافقوں) میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو (آپس میں یا سادہ مسلمانوں سے یوں) کہتے ہیں کہ: اس (سورت) نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھا دیا؟ سو جو لوگ (حقیقت میں) ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو تو اس (سورت) نے زیادہ کر دیا ہے اور وہ لوگ (اس ایمان کے زیادہ ہونے پر) خوش ہو رہے ہیں ﴿۱۲۴﴾ اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے تو اس (سورت) نے ان کی (پہلی) گندگی میں دوسری (نئی) گندگی کا اضافہ کر دیا اور وہ لوگ مرتے دم تک کافر ہی رہے ﴿۱۲۵﴾ کیا وہ لوگ یہ بات نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ان کی کوئی نہ کوئی آزمائش کی جاتی ہے ③ پھر بھی وہ لوگ توبہ نہیں کرتے ④ اور وہ لوگ نصیحت (بھی) حاصل نہیں کرتے ﴿۱۲۶﴾

---

① جہاد ایک خیر خواہی ہے، وہ مقام یا رشتے میں قریب لوگوں سے پہلے ہونی چاہیے۔
② جب جہاد ہو اس وقت بھی مضبوط رہو، ڈھیلے مت پڑو اور جب جہاد نہیں ہے؛ لیکن زمانہ صلح کا نہیں ہے اس وقت بھی تمھارا برتاؤ ان کے ساتھ ایسا ہو کہ تمھارے میں ڈھیلے پن کا احساس ان کو نہ ہو۔
③ یعنی ہر سال ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں۔ شاید مقدار مقصود نہیں، بتلانا یہ ہے کہ آزمائشوں کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے، پھر بھی وہ لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ④ یعنی باز نہیں آتے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ
انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

اور جب کوئی (نئی) سورت اتاری جاتی ہے تو وہ (منافقین خاص انداز سے) ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (پھر اشارے سے ایک دوسرے کو کہتے ہیں) کہ کیا (مسلمانوں میں سے) کوئی تم کو دیکھ تو نہیں رہا ہے؟ پھر وہ (نظر بچا کر مجلس سے) چل دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں ہی کو پھرا دیا①؛ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں ﴿۱۲۷﴾ پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس ایک رسول تمھیں میں سے تشریف لائے ہیں، تمھاری تکلیف ان کو بہت بھاری لگتی ہے، تمھاری بھلائی وہ بہت چاہتے ہیں② ایمان والوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾

---

① یعنی حضور ﷺ کی مبارک مجلس سے کیا ہٹے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان سے ہٹا دیا۔ بے ادبی انسان کو بہت ساری خیرات سے یہاں تک کہ ایمان تک سے محرومی کا ذریعہ بن سکتی ہے، اللھم احفظنا۔

ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن کے اثرات ظاہر میں نمایاں ہوتے ہیں، انسان جب دینی مجالس کی ناقدری کرتا ہے، دینی مجالس میں گستاخی بے ادبی کرتا ہے تو اس کا وبال بڑا خطرناک ہوتا ہے، دنیا اور آخرت میں یہ چیز خیر سے محرومی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ انسان ظاہر میں ادب سے رہتا ہے تو باطن کے اندر اس کے اچھے اثرات آتے ہیں اور باطن کے اندر کسی کے متعلق عقیدت محبت ہوتی ہے تو ظاہر میں بھی اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔ یہی حال گستاخی کا بھی ہے، کہ ظاہری گستاخی کا اثر باطنی بدعقیدگی پر پڑتا ہے، اور باطنی بدعقیدگی کا اثر ظاہری گستاخی پر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے ظاہر باطن کو اچھا بنا دیوے۔

② (دوسرا ترجمہ) تم کو بھلائی پہنچانے کی ان کو دھن لگی ہوئی ہے (تیسرا ترجمہ) تمھارے (فائدے اور ہدایت کے) لیے بڑے حریص ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾

ع ٥

پھر بھی اگر وہ لوگ منہ پھیر لیویں① تو (اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی (اللہ تعالیٰ) پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے عرش کے مالک ہیں② ﴿١٢٩﴾

---

① یعنی نبی کی دعوت کو قبول نہ کریں۔

② ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح شام یہ کلمات ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾﴾ سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام کو آسان فرما دیتے ہیں؛ یعنی دنیا و آخرت کے ہر اہم کاموں کی کفایت فرماتے ہیں (الترغیب، ابو داؤد) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اس کو رات اور دن میں کوئی غم اور مصیبت پیش نہیں آئے گی اور وہ ڈوبے گا نہیں۔

نوٹ بدن میں جس جگہ درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر کے "فان تولوا فقل حسبی اللہ" سے لے کر پوری آیت پڑھیں گے تو ان شاء اللہ درد بھی ختم ہو جائے گا (روح المعانی ۴/ ۵۴)

نوٹ: آخری دو آیتیں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق قرآن کی آخری آیتیں ہیں، ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، یہی قول حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔